مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب — ناظر تحریر مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

معاونین کرام سے (عمر)
قیمت سالانہ (عہ) — قیمت ششماہی (۱۲/)

جلد ۲ — بابت ماہ جنوری ۱۹۴۰ء مطابق ماہ ذیقعدہ ۱۳۵۸ھ — نمبر ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

بعض دوستوں کو شکایت ہے کہ مجلہ دیر سے پہنچتا ہے۔ اور کبھی اس ماہ کا پرچہ دوسرے ماہ میں ملتا ہے۔ در حقیقت یہ دفتر کی غلطی نہیں ہے۔ مجلہ ہر انگریزی مہینے کی ۲۸ کو شائع ہوتا ہے اور ۲۹ تک روانہ کر دیا جاتا ہے جو ۳۰ اور کبھی اگلے مہینے کی پہلی تاریخ تک خریداروں کو مل جاتا ہے۔ یہ دستور گذشتہ سات سال سے جاری ہے۔ مگر چونکہ اخبار بین طبقے کا مذاق بلند ہو رہا ہے اور وہ ایک روز کی تاخیر بھی گوارا کرنے کو تیار نہیں ہے۔ اسلئے اس میں تبدیلی ناگزیر ہے۔ بہرحال اب سے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ پرچہ پر اسی ماہ کی تاریخ درج کی جائے۔ چنانچہ مذکورہ اصول کی بنا پر موجودہ پرچہ پر بھی دسمبر کی بجائے جنوری کا مہینہ درج کیا جاتا ہے اور آئندہ بھی اسی اصول کی پابندی کی جائے گی۔ امید کہ اس تبدیلی سے پچھلی شکایت رفع ہو جائیگی۔

بلاشبہ یہ تبدیلی ہر طرح قابل طمانیت و سکون سمجھی جائے گی۔ مگر دسمبر کے پرچہ کا مطالبہ باقی رہے گا۔ لیکن جو لوگ موجودہ جنگ کے اثرات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ جنگ نے اسباب زندگی کو کتنا گراں بنا دیا ہے۔ اور نرخ میں گورنمنٹ کنٹرول کے باوجود کتنا اتار چڑھاؤ ہو رہا ہے۔ اشیائے خورد و نوش تو بہرحال گراں یا گراں تر قیمت پر میسر آجاتی ہیں۔ مگر بدیشی مال خاص کر کاغذ کا یہ عالم ہے کہ کبھی گراں سے گراں قیمت پر بھی دستیاب نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ پچھلے مہینہ سعی پیہم کے باوجود کاغذ کے حصول میں ناکامی ہوئی۔ غالباً مجلہ کی ہشت سالہ زندگی میں یہ پہلی مثال ہے!

بہرحال پریس کی گوناگوں مشکلات کے باوجود، مجلہ کی قیمت میں اضافہ نہیں کیا گیا ہے۔ اور جب تک کاغذ ملتا رہے گا۔ وہ اپنی گوناگوں خصوصیات کو دامن میں لئے ہوئے کم و بیش پورے صفحات کے ساتھ ٹھیک وقت پر شائع ہوتا رہے گا۔ امید کہ ناظرین کرام گذشتہ تاخیر کو ہماری بیچارگی پر محمول فرمائیں گے۔

حکومت کی فرض شناسی

حکومت ہند نے جنگ چھڑتے ہی بعض مصالح کی بنا پر سفر حجاز پر پابندی عائد کر دی تھیں، جس سے دنیائے حجاج میں سخت اضطراب محسوس کیا جا رہا تھا۔ ناظرین کو یاد ہوگا کہ حکومت کے اس رویہ کے خلاف مجلہ نے سخت احتجاج بلند کیا تھا۔ اور اس کے اس اقدام کو ارباب حکومت کے غلط مشوروں پر مبنی بتا کر حکومت سے درخواست کی تھی کہ وہ اس پر نظر ثانی کرے۔ غالباً ہندوستان کا یہ پہلا صحیفہ ہے جس نے سب سے پہلے حکومت کی توجہ اس اہم اسلامی مسئلہ کی طرف مبذول کرائی تھی۔ الحمد للہ کہ ہمارا احتجاج موثر ثابت ہوا۔ حکومت نے اپنی غلطی محسوس کی اور حاجیوں پر سے گزشتہ پابندی اٹھالی گئی۔ اس طرح حجاج پہلے کی طرح امسال بھی حج سے متمتع ہو سکتے ہیں۔ ہم حکومت کے اس فعل کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں۔ اور امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی وہ ہمارے مفید مشوروں پر اسی طرح توجہ کرے گی۔

جنگ یورپ اور ہندوستان

پولینڈ پر جرمنی کا قبضہ ہو جانے کے بعد اگرچہ جنگ کی رفتار سست پڑ گئی ہے لیکن برطانیہ و فرانس، جرمنی کے اس ظلم و تعدی کا بدلہ وصول کرنے کے درپے ہیں۔ لیکن چونکہ جرمنی اور فرانس دونوں حکومتوں نے اپنی اپنی حدود میں الیاسٹ مستحکم لائن بنا رکھا ہے کہ ایک کا دوسرے کی حدود میں داخل ہونا بظاہر دشوار ہو گیا ہے۔ اسلئے مقابلے کی جنگ نہیں ہو رہی ہے۔ بلکہ باہم فضائی اور بحری جہازوں کی غرقابی پر اکتفا کر رہے ہیں۔ یہ طریقہ جنگ کتنا بزدلانہ اور خطرناک ہے ارباب نظر سے پوشیدہ نہیں۔ جہازوں کی غرقابی سے بیشمار جانی و مالی نقصان ہو رہا ہے۔ صرف ایک جہاز کی غرقابی کے نقصانات کا اندازہ لگایا جائے تو معلوم ہوگا کہ کروڑوں روپیے پر پانی پھر جانے کے علاوہ سینکڑوں عورتیں بیوہ اور ہزاروں بچے یتیم اور بے خانماں ہو جاتے ہیں۔ غرضکہ اس سست رفتار جنگ میں بھی جو نقصان ہو رہا ہے۔ اس کا ادنیٰ تصور بھی پریشان کن ہے۔

پولینڈ کو بانٹ کھانے کے بعد روس کی ہمت بلند ہو گئی ہے۔ چنانچہ روس نے فن لینڈ پر بھی جارحانہ اقدام کیا ہے۔ روس کے مقابلہ میں فن لینڈ بہت کمزور ہے۔ اگر اس کی پشت پناہی کے لئے کوئی طاقت و حکومت میدان میں نہ آئی تو پولینڈ سے بھی جلد اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ یورپ کے مدبرین کس فکر میں ہیں۔ کیا دنیا کو تباہ و برباد کر کے دم لیں گے۔ کیا امن کا خواب دیکھنا اب ان کے لئے ناممکن اور محال ہو گیا ہے؟ ابھی تو جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ ابتداء میں تباہی و بربادی کا یہ حال ہے۔ تو آئندہ کیا ہوگا۔ اگر خدانخواستہ جنگ باضابطہ شروع ہو گئی تو نہ صرف یورپ کی تباہی بلکہ ان ممالک کی بربادی بھی یقینی ہے جو نبرد آزما فریقوں کے زیر علم ہیں۔ ہندوستانی، فاقہ مستی میں ضرب المثل ہیں۔ جنگ تو جنگ حالت امن میں بھی وہ بھوکوں مرتے ہیں۔ ہندوستان میں اس جنگ کا

جو ابتدائی اثر ڈالیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دن بدن [illegible] ہو رہی ہیں۔ اگر گرانی اسی طرح بڑھتی گئی تو گو لوں اور گولیوں سے جتنے لوگ مر رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ بھوک سے مر جائیں گے۔ چنانچہ [illegible] اور گرانی کی وبا روز بروز ہونے لگیں ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان چیزوں کی طرف جلد سے جلد توجہ کی جائے [illegible] ملک میں امن و امان قائم رہنا مشکل ہو جائیگا!

برطانیہ اور مسلمانان ہند

[illegible] برطانیہ مسلمانوں، خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں [illegible] نظر آ رہی ہے [illegible] مسلمانوں کی مدح سرائی میں کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں، وائسرائے [illegible] اور وزیر ہند اپنے بیانات میں اقلیت کی [illegible] زیادہ اظہار ہمدردی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابھی چند دن گذرے ہیں کہ مسلمانوں سے وائسرائے بہادر نے ابھی آنکھیں پھیر لی تھیں [illegible] نہ تھی۔ آج سے چند مہینے قبل ہندوستان کے مسلمانوں نے ایک سے زائد مرتبہ شکایت کی کہ کانگریسی صوبوں میں مسلمان مظلوم ہیں۔ صوبہ کے گورنروں سے اپیل کی گئی کہ وہ اپنے اختیارات خصوصی کو ان مظالم کے خلاف استعمال کریں۔ اس کا نتیجہ ہوا۔ ظاہر ہے۔ آخر صدر آل انڈیا مسلم لیگ کو یہ اعلان کرنا پڑا کہ ان مظالم کی طرف سے حکومت نے دیدہ و دانستہ چشم پوشی کی ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ یوم نجات و تشکر کے سلسلہ میں گورنروں کے اس طرز حکومت کی بھی مذمت کی جاتی [illegible] نظر انداز کیا گیا۔ یہی نہیں بلکہ ان ہی گورنروں سے تحقیقات کی درخواست کی گئی اور ان سے انصاف کی توقع بھی رکھی گئی ہے ؎

ہم کو ان سے وفا کی ہے امید ✲ جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

مسلمانان ہند کو برطانیہ سے دو ایک شکایت نہیں ہے۔ ابھی لندن کی فلسطین کانفرنس کو چند ہی دن گذرے ہیں اس موقع پر ہندوستان کے مسلمانوں نے متفقہ مطالبہ کیا کہ اس کانفرنس میں ان کا بھی ایک نمائندہ لیا جائے۔ ہندوستان کے گوشہ گوشہ سے وائسرائے بہادر اور جناب وزیر ہند [illegible] کی خدمت میں تار و خطوط بھیجے گئے۔ لیکن جس حقارت کے ساتھ ان کی درخواست ٹھکرائی گئی لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قدر جلد برطانیہ کے دل و دماغ میں تغیر کس طرح پیدا ہو گیا۔ کیا اس وقت برطانیہ کو مسلمانوں کی قوت و طاقت کا احساس نہیں تھا۔ یا اس وقت اکثریت کو خوش رکھنے سے کام بنتا تھا اور اب اقلیت کو ابھارنے سے مقصود نکلتا نظر آتا ہے۔ بہر کیف اس کے لئے صرف برطانیہ قابل الزام نہیں ہے۔ کیونکہ ضرورت کے وقت دول یورپ کی پالیسیوں میں اسی طرح کا تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ موجودہ صورت میں ہم مسلمانوں کا طرز عمل کیا ہونا چاہئے۔ اس کا جواب آج سے تیرہ سو برس قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے دیدیا تھا۔ آپ نے صاف اور کھلے لفظوں میں فرما دیا تھا "المومن لا یلدغ من جحر واحد مرتین" یعنی مومن ایک بل سے دوبارہ ڈسا نہیں جاتا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ (د)

آسمانی فیصلہ

(۳)

پچھلی اشاعت میں قدرے تفصیل کے ساتھ ہم اس چیز کو واضح کر چکے ہیں کہ اگر تسبیح کو اس کے ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ قرآن مجید کے سیاق و سباق کا تقاضا یہی ہے۔ بایں ہمہ ماولین کی ایک تاویلوں کا اس جگہ پیش کیا جانا ہے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

تاویل اول:- قرآن مجید میں جہاں کہیں بھی جمادات نباتات اور ان کے علاوہ دیگر غیر ذی روح اشیا کے متعلق لفظ تسبیح کا اطلاق کیا گیا ہے۔ اس سے مراد تسبیح قولی نہیں حالی ہے۔ یعنی قرآن حکیم نے ان کے اختلاف رنگ و بو اور تنوع افعال و خواص کو جو درحقیقت ایک مقدس خالق کائنات اور رب لایزال کا پتہ دے رہے ہیں۔ تسبیح کے ساتھ موسوم فرمایا ہے۔ چنانچہ تسبیح سے مراد یہاں بھی یہی ہے۔

تاویل دوم:- فی الحقیقت پہاڑ تسبیح نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت داؤد علیہ السلام جس خوش الحانی سے زبور کی تلاوت کرتے تھے۔ تو ان کی آواز پہاڑوں سے ٹکرا کر گونجتی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں آواز کے اس گونجنے کو پہاڑوں کی تسبیح کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ جو لوگ قرآن شریف سے تھوڑی سی بھی مناسبت رکھتے ہیں۔ ان پر اس قسم کی رکیک تاویلات کی مضحکہ انگیزی پوشیدہ نہیں ہے۔ ماولین کی نگاہ پہاڑوں کی بے نطقی اور عدم شعور و احساس پر پڑی اور اسی وجہ سے وہ از خود اس تاویل و اکراہ پر مجبور ہو گئے لیکن اگر وہ غور و خوض امعان و تدبر سے نہیں۔ ہلکی اور سرسری نگاہ قدرت الٰہی کے اس لامحدود خزانہ پر بھی ڈال لیتے جو مسخر ہونا اور ذاکر ہونا فاعلین کے الفاظ میں مخزون اور پنہاں ہے تو یقیناً انہیں تاویل کی زحمت اٹھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی تھوڑی دیر کے لئے اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ یہاں تسبیح کے وہ معنی نہیں جو عام طور سے بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ وہی ہیں جو اصحاب تاویل نے بیان کئے ہیں تو اس صورت میں یقیناً یہ سوال پیدا ہوگا۔ کہ ان آیات میں جناب باری نے انہیں چیزوں کا تذکرہ کیا ہے۔ جو حضرت داؤد علیہ السلام کا طرۂ امتیاز تھیں لیکن ارباب تاویل نے تسبیح کے جو معنی مراد لئے ہیں۔ اس کے لحاظ سے حضرت داؤد علیہ السلام کی کوئی خصوصیت باقی نہیں رہ جاتی ہے کیونکہ تسبیح سے مراد اگر واقعی تسبیح حالی ہو تو اس قسم کی تسبیح اوقات کے تعین اور افراد کی خصوصیت سے

آزاد اور بے نیاز ہو گئی۔ سو قرآن شریف نے جو یہ بتلایا کہ ہم نے داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں کو تسبیح کے لئے مسخر کر دیا تھا۔ ایک بے معنی اور لا حاصل امر ہو جاتا۔ اگرچہ بعضوں نے اعتراض مذکور سے بچنے کے لئے وجہ خصوصیت بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ حضرت داؤد کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ تسبیح حالی کو سمجھا کرتے تھے۔ اور یہ مرتبہ آپ کے علاوہ کسی دوسرے کو حاصل نہ تھا لیکن حقیقت میں اس جواب کی حقیقت ایک مغالطہ سے زائد نہیں کیونکہ بارگاہ ایزدی سے جسے بھی عقل سلیم عطا ہوئی ہے وہ اشیاء کے رنگ و بو اور ان کے کیف و کم کی گوناگونیت سے واجب الوجود کے وجود تنزہ اور تقدس کا معترف اور قائل ہے۔ خود قرآن مجید نے اس آیت شریفہ کے ذریعہ

وفی الارض آیات للموقنین (زمین میں نشانیاں ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو یقین رکھتے ہیں) کھلا ہوا اعلان کر دیا ہے کہ جمادات اور نباتات کی تسبیح حالی کا سمجھنا کسی خاص فرد کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر صاحب ایقان اس سے بہرہ ور ہے۔ ٹھیک اسی طرح اگر تسبیح جبال کو آواز کی گونج پر محمول کیا جائے تو یہی اعتراض اسی شکل میں اپنی پوری قوت کے ساتھ واقع ہوگا۔ کیونکہ ہر خوش الحان قاری اور خوش گلو کے کی آواز کے ساتھ مکانات کے در و دیوار گونجتے ہیں۔ لہذا یہ بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی خصوصیت نہ ہوگی حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ان کی خاص خصوصیت اور وصف امتیازی کے لحاظ سے بیان فرمایا ہے۔ نیز اگر اس اصول کو تسلیم کر لیا جائے کہ کسی غیر ذی روح سے ایسے افعال کسی حال میں صادر نہیں ہو سکتے۔ جو ذی روح کی خصوصیات سے ہیں تو یقیناً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصاء اور ان کے دیگر معجزات اور ان کے علاوہ دیگر انبیاء کرام علیہم التحیۃ والسلام کے خوارق عادات افعال حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر جن بیشمار معجزات کا ظہور ہوا ہے اس کا ہمیں انکار کرنا یا کم از کم اسی قسم کی رکیک تاویلوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حالانکہ اجماع امت اس کے خلاف ہے کیونکہ عصائے موسیٰ کے متعلق قرآن مجید میں ایک دو نہیں بلکہ بیشمار مقامات میں صراحتاً ایسے افعال کے صدور کا تذکرہ ہے جو عادتاً ممتنع ہیں۔ پس اگر ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کوئی مضائقہ نظر نہیں آتا کہ ایک بے جان لکڑی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں اژدہا بن کر پھر لکڑی ہو جائے۔ تو ہمیں یہ تسلیم کرنے میں کیوں پس و پیش ہو رہا ہے۔ کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑ اور پرندے ویسے ہی تسبیح پڑھا کرتے تھے جس طرح ہم اور آپ پڑھا کرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح اگر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس انگلیوں سے چشموں سے بہ نکلنے کا تصور کر سکتے ہیں تو پھر حضرت داؤد علیہ السلام کی معیت میں پہاڑوں سے نطق اور گویائی کے تسلیم کرنے میں تامل و تعلل کی کیا وجہ ہے۔ ناظرین مجلہ کے سامنے مؤولین کی رکیک تاویلات اور مثبتین کے دلائل اور شواہد قرآنی ہیں۔ اب وہ خود انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے فیصلہ کر لیں کہ حق کس گروہ کے ساتھ ہے۔

محمد مصلح الدین مدرس احمدیہ سلفیہ

سال نو

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کا سالِ نو شوال سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ حسبِ دستور سالانہ تعطیلات رمضان شریف کی تعطیل کلاں کے بعد گذشتہ ۱۰ شوال المکرم ۱۳۹۸ھ سے دارالعلوم مذکور دوبارہ کھل گیا ہے۔ چونکہ نظم ونسق کو قائم رکھنے کے لئے، سالِ نو سے شروع ہوتے ہی اکثر شعبوں میں بعض تبدیلیاں ناگزیر ہوتی ہیں، اس لئے سال نو کا پہلا ہفتہ بہت زیادہ مشغولیت کا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ طلبہ اساتذہ، اراکین اور دیگر منتظمین دارالعلوم، اپنے اپنے حلقے میں سرگرم کار نظر آتے ہیں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرات اساتذہ نے اپنی مجلس مشاورت منعقد کی۔ جس میں موسم کے لحاظ سے نماز پنجگانہ اور اسباق کے گھنٹے منضبط کئے گئے۔ اور اسی کے ساتھ اسباق کی تقسیم وغیرہ ضروری امور طے کئے گئے۔

اراکین دارالعلوم نے بھی مجلس عاملہ کا جلسہ منعقد کرکے سب سے پہلے سال رواں کا بجٹ تیار کیا۔ دارالعلوم کی جانب سے غیر مستطیع طلبہ کو کھانا دیا جاتا ہے۔ ان کی تعداد مقرر کی۔ نووارد طلبہ کی درخواست داخلہ پر غور وخوض کیا۔ بعض اعلیٰ جماعتوں میں داخل ہونے والے طلبہ کے لئے، مبلغ اور دارالافتاء میں نشستیں مخصوص کیں۔ موجودہ آمدنی کو پیش نظر رکھ کر اسٹاف کی تنخواہوں میں خفیف سی کمی کی اور مقامی چندہ کی وصولی کے لئے باہم علاقے تقسیم کرکے دورہ پر جانے کے لئے پوری سرگرمی کا اظہار کیا۔

شعبہ ہائے دارالعلوم کی تنظیم کے سلسلہ میں، جماعت طلبہ میں بڑی سرگرمی دیکھی گئی۔ یہ اس لئے کہ طلبہ کے اوپر درس وتدریس کے علاوہ، تعلیم سے متعلق بعض دیگر ذمہ داریاں بھی عائد ہیں۔ یہ ذمہ داریاں متعدد اداروں پر منقسم ہیں۔ جن میں سے ہر ادارہ مستقل اور ایک دوسرے سے ممتاز ہے۔ اور ہر ایک کے صدر، سکریٹری، خازن اور دیگر عہدے دار جدا جدا ہیں۔ جو تعلیم کے علاوہ خارج اوقات میں اپنے مفوضہ فرائض بھی انجام دیتے ہیں۔ اس طرح طلبہ، تعلیم سے فراغت کے بعد، عملی زندگی میں قدم رکھنے سے پہلے ہی مناظرہ ومباحثہ، نشر وتبلیغ، کتابت وطباعت، انجمنوں کی ادارت اور کمیٹیوں کی صدارت وغیرہ اہم امور سے باخبر رہتے ہیں۔ اور انہیں عملی زندگی سے دوچار ہوتے وقت ذرا بھی دقت محسوس نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ مذکورہ اغراض کے لئے ان کی ایک خاص انجمن ہے۔ جو "نادی الاصلاح" کے نام سے موسوم ہے۔ جس سے ملحق ایک دارالمطالعہ، ایک

ہیں اور ایک ماہوار رسالہ ہے۔ ان تمام اداروں کی ادنیٰ سے اعلیٰ خدمات طلبہ ہی کو انجام دینا پڑتی ہیں۔ اس لئے ان کے پچھلے دو ہفتے مذکورہ اداروں کی از سر نو ترتیب و تنظیم اور عہدوں کی تقسیم میں گذرے۔ ان تمام ابتدائی اور ناگزیر امور سے فراغت کے بعد، گذشتہ ہفتہ انجمن مذکور کا افتتاحیہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں طلبہ کے علاوہ، اساتذہ، منتظمین اور بعض ہمدردان دار العلوم نے بھی شرکت کی۔ سب سے پہلے جناب مولانا سید محمد عثمان صاحب فاضل، عمرو معتمد تعلیم دار العلوم مذکور نے ایک جامع اور پر مغز تقریر فرمائی جس میں اراکین، اساتذہ اور طلباء کے الگ الگ فرائض بتلائے۔ گذشتہ سال کی کارگذاری پر پسندیدگی ظاہر کی۔ اس کے بعد طلبہ کی خامیوں کی کسی قدر وضاحت کے ساتھ نقاب کشائی کی۔ ان کی ترقیوں کا ان کے منصب معین سے موازنہ کر کے جن جن شعبوں میں جو جو خامیاں موجود ہیں ان پر ناقدانہ روشنی ڈالی۔ اور پھر ان کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔ اور نہایت پر زور الفاظ میں فرمایا کہ طلبہ کو علم و عمل دونوں کا مجسمہ بننا چاہئے۔ دوران تقریر میں آپ نے اس بات پر بھی زور دیا۔ کہ طلبہ نہ صرف زیور علم و عمل سے آراستہ ہوں۔ بلکہ ان کا جسم بھی مضبوط ہو۔ اور ان میں ناگہانی حوادث کی مدافعت کی بھی قوت موجود ہو۔ ان کے لباس میں بھی وحدت ہو۔ اور وہ المؤمن للمومن کالبنیان کی زندہ مثال بھی ہوں۔ مولانا موصوف نے نہ صرف ان کی لغزشیں المنشرح کیں۔ بلکہ ان کی موجودہ ترقیوں کو بنظر استحسان دیکھ کر ان کی ہمت افزائی بھی کی۔ اور ساتھ ہی بعض فارغ شدہ طلبہ کی بیکاری دور کرنے کے لئے دار الترجمہ والتالیف قائم کرنے کی تجویز بھی پیش کی۔ ۴

ہم مولانا موصوف کے بعد طلبہ نے مختلف عناوین پر کامل دو گھنٹے تک تقریریں کیں۔ آخر میں صدر جلسہ جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب نے قیمتی نصائح سے طلبہ کو سرفراز کرنے کے بعد ۹ بجے شب کو جلسہ کے برخاست کا حکم دیا۔

سکرٹری نادی الاصلاح

مجسمہ ایثار و اخلاص

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے موجودہ دور ترقی، اس کی وسعت، اور اس کی پھیلی ہوئی عمارتوں کو دیکھ کر غالباً یہی خیال کرتے ہیں کہ ابتداء میں بھی اس کی یہی شکل و صورت تھی، مگر واقعہ یہ ہے کہ ابتدائی شکل اس کی بالکل مختصر اور معمولی تھی۔ اس کے پاس اتنی زمین بھی نہ تھی کہ اس کو پھیلایا جا سکے۔ بلاشبہ دارالعلوم کی موجودہ ہیئت اس کے ہردلعزیز مہتمم جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کی مرہون منت ہے۔ جنہوں نے نہ صرف اس کا اہتمام ہاتھ میں لیا۔ بلکہ اس میں غرق ہو کر اپنا تن، من، دھن بھی اس پر قربان کر دیا۔ اور کسی بڑے سے بڑے عطیہ کے مقابلہ میں بھی اس کا عطیہ نیچی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا! چنانچہ آج اس دو کساد بازاری میں بھی نادی الاصلاح اور مجلہ سلفیہ کی مالی سرپرستی کے علاوہ دارالعلوم کو مبلغ پانچسو روپیہ سالانہ اپنی جیب خاص سے عطا فرما رہے ہیں

ڈاکٹر صاحب موصوف کا فیض، مذکورہ عطیوں کی چہار دیواری میں مقید نہیں جاتا ہے۔ اس سے باہر نکل کر بھی ضیا پاشیاں کرتا رہتا ہے۔ چنانچہ یہ سنکر آپ کو بیحد مسرت ہوگی کہ دارالعلوم سے ملحق اکثر عمارتوں اور پریس وغیرہ کی تمام زمینیں جناب ڈاکٹر صاحب ہی کی عطا کردہ ہیں! واقعہ یہ ہے کہ جناب ڈاکٹر صاحب کو دارالعلوم
کا اہتمام ہاتھ میں لینے کے بعد ہی اس کی ترقی اور وسعت کا خیال 1
پیدا ہوا۔ اور جوں جوں ضرورت پیش آتی گئی۔ آپ اپنی جیب خاص سے زمینیں خرید کر دارالعلوم میں ضم کرتے گئے۔ چنانچہ احاطہ دارالعلوم کے اندر اکثر اراضی جن پر کہ دارالاقامہ اور درسگاہ وغیرہ آراستہ ہیں نیز دارالعلوم سے متصل جانب جنوب وہ تمام اراضی جن پر مطبع سلفیہ اور اس کی عمارتیں پھیلی ہیں۔ جناب ڈاکٹر صاحب ہی کی عطا کردہ ہیں!

مذکورہ اراضی اور املاک کی خریداری پر جناب ڈاکٹر صاحب کا تقریباً پانچ ہزار روپیہ اس وقت تک صرف ہو چکا ہے۔ مگر آپ کی فیاضی میں سر مو فرق نہیں آیا۔ اس دور کساد بازاری میں بھی اگر دارالعلوم کی عمارتوں کے لئے کسی ٹکڑے زمین کی ضرورت پیش آجائے تو خواہ قرض کی نوبت کیوں نہ آئے مگر اس کو خرید کر دارالعلوم میں ضم کئے بغیر آپ کو نیند نہیں آسکتی

مذکورہ اراضی کی کوئی باضابطہ نوشت نہیں ہوئی تھی جس سے ڈاکٹر صاحب موصوف کو بیحد خلش تھی۔ وہ بار بار اس بات کا اصرار کرتے تھے کہ موت و حیات کا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ بہتر ہے کہ میری زندگی میں یہ نیک کام بھی انجام پا جائے۔ مگر بعض ناگزیر اسباب کی بناء پر یہ کام رکا ہوا تھا۔ الحمد للہ کہ گذشتہ شعبان میں یہ کام بھی بحسن خوبی انجام پا گیا۔ اور جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے مذکورہ تمام اراضی کو باضابطہ اور قانونی طور پر بذریعہ معاہدہ رجسٹری بحق دارالعلوم وقف کر دیا۔ اس طرح دارالعلوم کی تمام اراضی قانونی طور پر ہمیشہ کے لئے محفوظ ہوگئی۔ اب دارالعلوم کو پبلک کا زیادہ سے زیادہ اعتماد حاصل ہوگیا ہے لوگ اس اقدام سے بیحد محظوظ ہیں۔ اور انہیں دارالعلوم کا مستقبل پہلے سے زیادہ روشن اور تابناک نظر آنے لگا ہے۔ خدا جناب ڈاکٹر صاحب موصوف کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے اور دارالعلوم کی خدمات کے لئے تادیر زندہ رکھے۔

(معتمد تعلیم، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ)

تشریح حدیث

حدیث:۔ عن عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرء مانوی فمن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او الی امرء ینکحھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ (ب)

ترجمہ:۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمام اعمال کا بدلہ عمل کرنے والے کی نیت پر موقوف ہوتا ہے اور ہر شخص کو وہی چیز دیجاتی ہے۔ جو اس کی نیت ہے۔ جو شخص مال وزر کے لئے ہجرت کرتا ہے اس کو مال و دولت اور جو کسی عورت سے نکاح کے لئے ہجرت کرتا ہے۔ اس کو عورت ہی دی جاتی ہے۔

اسناد:۔ اس حدیث کی اسناد یوں ہے (قال الامام حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال حدثنا یحییٰ بن سعید الانصاری قال اخبرنی محمد بن ابراہیم التیمی انہ سمع علقمۃ بن وقاص اللیثی یقول سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ وھو علی المنبر یقول الخ

مذکورہ اسناد کے علاوہ دوسری سندوں سے بھی امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو بہ تبدیل الفاظ باب العتق، باب الہجرت، کتاب النکاح، باب النذور وغیرہ میں روایت کیا ہے۔ لہٰذا اس کا مشہور ہونا لاریب ہے۔ چنانچہ ابن مندہ نے بھی لکھا ہے کہ اس حدیث کو عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ سعد بن وقاص، علی بن ابی طالب ابوسعید خدری، عبداللہ بن مسعود، انس، ابن عباس معاویہ، ابوہریرہ، عبادہ بن صامت، عتبہ بن عبد السلمی، ہلال بن سوید، عقبہ بن عامر، جابر بن عبداللہ، ابوذر، عتبہ بن منذر، علقمہ بن مسلم، عبداللہ بن عمر نے روایت کیا ہے۔ محدثین کرام میں سے بعضوں نے اس کے متواتر ہونے کا بھی دعویٰ کیا ہے۔ اور حضرت عمر کے خطبہ جمعہ اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سکوت کو حجت قرار دیا ہے۔ لیکن دلیل تام نہیں ہے۔

فضیلت:۔ قسطلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ان احادیث میں سے ہے جس پر اسلام کا دارومدار ہے۔ ابوداؤد علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ انسان کو دیندار بننے کے لئے صرف چار حدیثیں درکار ہیں۔ من حسن اسلام المرء ترکہ مالا یعنیہ، لایکون المومن مومنا حتی یرضی لاخیہ ما یرضی لنفسہ اور الحلال بین والحرام بین۔ امام شافعی علیہ الرحمۃ کہتے ہیں۔ کہ اس میں نصف

علم موجود ہے۔ کیونکہ دین کے دو ہی پہلو ہیں۔ ظاہر اور باطن۔ دین ظاہر کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور دین باطن کا نیتوں کے ساتھ۔ لہذا جب نیت حاصل ہوگی، نصف علم بھی حاصل ہوگا۔ امام احمد فرماتے ہیں کہ اس میں ثلث علم موجود ہے۔ کیونکہ کمال علم تصدیق بالجنان، اقرار باللسان اور عمل بالارکان ہے۔ اور نیت کا حصول صرف قلب سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ثلث علم ہوا۔

تشریح:۔ انما الاعمال بالنیات:۔ ارباب علم اس بارے میں مختلف ہیں کہ کامل ایمان صرف تصدیق بالجنان سے حاصل ہوجاتا ہے۔ یا نہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ ایمان صرف تصدیق کا نام ہے۔ اور اقرار باللسان اس کی شرط ہے۔ یعنے اظہار ایمان کے لیئے اقرار باللسان شرط ہے جزو ایمان نہیں ہے۔ مگر امام شافعی، احمد اور اوزاعی اس کے قائل ہیں کہ ایمان کے تین اجزاء ہیں۔ تصدیق بالجنان عمل بالارکان، اور اقرار باللسان۔ بنا بریں منکر تصدیق منافق منکر اقرار کافر اور منکر عمل فاسق ہے۔ شبہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ عمل بالارکان جب کہ جزو ایمان ہے تو بغیر عمل کئے ہوئے کوئی مومن نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ یہ ایسا فاسق ہے۔ جو صرف خلود فی النار سے نجات پاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں غیر مومن کا نجی ہونا لازم آتا ہے۔ اس شبہ کو اس طرح دور کیا جاتا ہے کہ گفتگو کمال ایمان میں ہے۔ یعنے صرف تصدیق سے ایمان کامل نہیں ہوتا ہے۔ ایمان کی تکمیل کے لئے عمل بالارکان ضروری اور لابدی ہے۔

نیز قرآن پاک میں بھی ایمان کے نقص وکمال کو پیش کیا گیا ہے۔

لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم وزدناهم هدی و زادته هذه ایمانا۔ وغیرہ۔ ان آیات سے واضح طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ عمل ایمان کا ایک جزو ہے۔ کیونکہ زیادتی اسی وقت ہوتی ہے۔ جب وہ زیادہ شئے میں جز کی حیثیت رکھتی ہو۔ ورنہ شرط سے زیادتہ پیدا نہیں ہوسکتی اور یہی زیادہ انسب ہے۔

نکتہ:۔ یہاں پر یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے الاعمال بالنیات کیوں کہا۔ الافعال بالنیات کیوں نہیں کہا۔ حضرت خوئی اس کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ فعل کا اقتضا تجدد اور حدوث ہونا ہے۔ اور وہ تکرار کو نہیں چاہتا ہے۔

جیسے الم تر کیف فعل ربک باصحاب الفیل میں فعل کی تکرار پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اسی طرح تبین لکم کیف فعلنا بهم میں بھی تکرار کا معنے پیدا نہیں ہوتا ہے اس کے خلاف عمل اس فعل کو کہتے ہیں۔ جس کا مقتضی تکرار ہو۔ چنانچہ الذین امنوا وعملوا الصالحات اور لمثل هذا فلیعمل العاملون وغیرہ میں عمل کا مقتضی یہ ہے کہ وہ بار بار کیا جائے اور دہرایا جائے اور مقام یہ چاہتا تھا کہ ایسا فعل ذکر لیا جائے جو مکرر ہو۔ اسلئے الاعمال بالنیات کہا گیا۔

(باقی آئندہ)

عبدالرحمن نشتر رجوری متعلم جامعہ سلفیہ

آسمانی اردو

از قلم فیض رقم

حضرت مولانا، المولوی، الحافظ، الحاج، الصوفی الصافی، الشیخ، الشاہ عارف باللہ صاحب کامل سلمہ الرحمٰن

لئے سلمانو بسنے والے بیچ طول وعرض ہندوستان کے
کیا سنا نہیں نام نامی تم۔ لئے اس فقیر پُر تو قیر کا؟ جو ہیگا مشہور
مانند سورج چمکتے ہوئے اور ماہتاب دمکتے ہوئے کے۔ بیشک
کئے تھے بھول تم جانا بھول اس عارف باللہ کو۔ البتہ بھولا ہیں
تھا یہ کامل تم ان پڑھوں اور ٹھگوں کو ایک لمحہ بھی جو ہیں گھنٹوں
ہیں، دن، رات کے، مگر کیا نہیں تم نے علوم سبب ہوئے ناٹ
کا اس فقیر پر تو قیر کے۔ بیشک کم ہیں گے تم میں لوگ جو البتہ جانتے
ہیں اس سربستہ راز کو۔ مگر تحقیق کہ دیتا ہوں میں کہ آج، فاش
اس بھید کو، تاکہ البتہ بس نہیں دل تمہارے بیچ اضطراب کے
اور ہو جاؤ تم پریشان مانند پریشان ہونے بے آب ماہی کے
پس تحقیق کہ کر لو کان کھڑے اپنے اور ہو جاؤ متوجہ سب کے
سب ہونا متوجہ طرف اس عارف باللہ کی تاکہ البتہ نہ پچھتا وے
متنفس تم میں کا ایک بھی اوپر سطح زمین ہند کی۔

ہاں قسم ہے اس ذات کی جو ہیگا مالک آسمانوں اور
زمینوں کا یقیناً بھائی نہیں ادا مجھ صوفی صافی کو تمہاری اور بنے
ہوئے لیڈروں تمہارے کی جو کہ ہیں گے چلاتے مانند گیدڑوں

دیوانے کے اور پر مزین اور مکلف اسٹیجوں کے اور البتہ نہیں کرتے
کام تعمیری مانند کرنے کام زندہ اقوام کے بیچ ہندوستان کے
اور تحقیق کہ رکھتے نہیں ارادہ، ڈالنے نجات کا زنجیر آہنی سے
اس غلامی کی جس سے ہیگا جسم تمہارا جکڑا ہوا مانند شکنجہ آہنی کے کہ
نہیں سکتے کرنے تم حرکت طرف داہنے اور بائیں اپنی۔ اگرچہ
ہیں گے تم میں بعض مانند بیل تن رستم کے!

بیشک جب ہو گیا یہ فقیر تنگ ان نابکاروں اور نااہلوں
سے اور ہو گیا یقین اس کو اس بات کا کہ بیشک چلتی ہے قوم
پیچھے دموں ان کی کے بند آنکھیں کر کے مانند سور داسوں کے
کہ نہیں دکھائی دیتی بھلائی اور برائی ان کو روشن دنوں میں تو
البتہ گیا کہ یہ فقیر ہجرت طرف مدینہ اور مکہ کی تاکہ کرے عبادت
ہو کر کنارہ کش ان جاہلوں سے۔ عبادت خالق اور مالک اپنے کی
ساتھ قلب سکون اور اطمینان کے۔ پس البتہ تھا یہ فقیر پر توقیر
مشغول بیچ عبادت اپنے رب کی کہ اچانک آئی ندا مانند آنے
آواز جلالی ہیبت ناک کی جس نے کر دی پیدا کپکپی جسم حقیر میں
سارے اور ہو گئے رونگٹے کھڑے بدن کے مانند خار مغیلاں کے

اور البتہ آگیا دماغ گردش میں مانند سیماب متحرک کے پس جب کہ جدا سکون جسم میں اس حقیر نیم جان کے سکون ہونا تو سنا اس فقیر نے البتہ کہتے ہوئے کسی کو یہ کہ ہوگی تیری ریاضت یہ بیکار دل جیسی اور بیشک نہ قبول کی جائیگی ہر آئینہ اور ہرگز ہرگز نکلہ نہیں ہے۔ اس میں فائدہ جز فرد واحد کے۔ حتی کہ نیست کہے گی وہ عبادت بیکار اور عبث جن سے نہ اٹھائے فائدہ قوم اس کی۔ خاص کر جب کہ ہو قوم محتاج رہبری اور ہدایت کی اور البتہ نہ ملا ہو اس کو کوئی رہبر سجادن کی دھوپ روشن نہ ابھی پہن بھیک دی اس عارف باللہ نے تسبیح ہزار دانہ اپنی اور پھٹی چٹائی اپنی جو کہ ہو گئی تھی بوسیدہ۔ بوسیدہ ہونا عبادت سے شب و روز کی۔ اور پکڑی اس نے عصا پیری اپنی مضبوطی سے ہاتھ مقدس اپنے میں جو تھی خم مانند بل کھائے ہوئے سانپ کے اور البتہ کیا اس نے رخ طرف سرزمین ہند کی ملتے کر اور چہار مدینہ کے جو البتہ ہوگا آرام دہ زیادہ تمام جہازوں سے اور رہے گی اس میں مسجد جہاں بیچ اس کے واسطے کرنے عبادت حاجیوں آنے اور جانے والوں کی۔ پس تحقیق کر کرنا ہے یہ فقیر شکر محافظ حقیقی اپنے کا پہلے بعد حمد و نعت کے جس نے کر دیا بیڑا پار ساتھ سلامت اور دیانت کے۔

پس اے مسلمانو! بسنے والو خاک پاک ہند کے جز این نیست کہ جان لو اس بات کو کہ بیشک آگیا یہ حقیر پر تقصیر حکم سے اپنے مالک کے بیچ میں تم بھیڑوں اور بکریوں کے دوبارہ تاکہ بتائے تم کو راستہ سیدھا نجات کا غلامی سے ہندوستان کی اور البتہ جگائے گا تم کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگانا اگر نہ کیجیے غافل تم کو سویا ہوا اور کھویا ہوا۔ پس تحقیق نہ رکھو یاد جب تک نہ جاؤ گے آزاد غلامی سے اغیار کی اور خیر یہ نیست کہ ہوگی یہ غلامی مانند ٹیکہ کا کلنگ کے ماتھے پر تم سرخ اور سفید فام کے جس کو نہیں چھڑا سکتے ہو تم اگرچہ دھوئی اس کو دن میں ہزار بار بھی۔ پس البتہ مانو تم بات ان بنے ہوئے لیڈروں اپنے کی جو نہیں دیتے ہیں۔ مگر لوری تم کو واسطے تھپکا دینے گردن تمہاری دیر چوکھٹ اغیار کی بے سوچے سمجھے۔ نہیں اگر کی غلطی تم نے یہ دبان بوجھ کر تو بیشک رہو گے بیچ دلدل کے غلامی کی۔ دن حشر تک اور البتہ نہ دے گا تم کو فائدہ چلانا تمہارا۔ اور تمہارے بنے ہوئے لیڈروں کا پھاڑ پھاڑ کر گلا اپنا جو نہیں ہیں مگر کا سہ لیسان ازلی۔ کیونکہ رکھتے ہیں ساز باز دشمنوں سے تمہارے باطن میں۔ پس البتہ رکھو یاد تم اس بات کو ساتھ یقین کے۔ کہ لاریب نہ ہوگی نجات تمہاری جب تک چلو گے نہیں اوپر صراط مستقیم کے۔

م ا ع

صوبائی اہلحدیث کانفرنس

گذشتہ ۲۵ نومبر کو حضرت مولانا عبدالخبیر صاحب صادقپوری مدظلہ کی زیر صدارت بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس کی مجلس عاملہ کا ایک اہم اجلاس منعقد ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ الحاج مولانا عبدالقدیر صاحب آروی۔ ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب۔ مولوی حافظ عبدالحفیظ صاحب سلفی، منشی عثمان صاحب دستار بند، ڈاکٹر عبدالسلام بندصولوی، مولانا حکیم عبدالحی صاحب، مولوی اسماعیل صاحب پیغمبرپوری، مولوی زین العابدین اور حضرات مدرسین دارالعلوم احمدیہ سلفیہ نے شرکت فرمائی۔ اور دیر تک مختلف مسائل پر غور و خوض کے بعد ذیل کی تجویزیں باتفاق آرا پاس ہوئیں۔

(۱) ڈاکٹر عبدالمجیب صاحب جنرل سکریٹری کی جگہ (جو مستقل طور پر دربھنگہ سے منتقل ہو گئے ہیں) منشی محمد عثمان صاحب اسسٹنٹ سکریٹری کو عارضی طور پر جنرل سکریٹری کا کام مفوض کیا گیا۔ اور مذکورہ ہر دو خالی شدہ جگہوں کو مولوی محمد ابراہیم صاحب پیغمبرپوری اور مولوی سید محمد سعید صاحب تاجر سے پُر کیا گیا۔ اور ضلع مونگیر سے مولوی محمد رفیق صاحب جنرل سکریٹری انجمن اہلحدیث جماجما کو مجلس عاملہ کا رکن منتخب کیا گیا۔ اور اغراض کانفرنس کی نشر و اشاعت اور تبلیغ کے لئے ہمدردان کانفرنس کے علاوہ، علماء سلفیہ سے خصوصیت کے ساتھ درخواست کی گئی۔ اخراجات کانفرنس کے سلسلہ میں جنرل سکریٹری کو دس روپیہ تک۔ ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب کو پچیس روپیہ تک، جناب صدر کو پچاس روپیہ تک اپنے اختیار سے خرچ کرنے کی اجازت دیگئی۔ اور اس سے زیادہ کے لئے مجلس عاملہ کی منظوری لازمی قرار دی گئی۔ فراہمی چندہ کے لئے دیگر ذرائع کے علاوہ نماز جمعہ میں خطیبوں سے عام اپیل کی درخواست کی گئی۔

ضروری کارروائی کے اختتام کے بعد، جناب صدر کی اجازت سے الحاج مولوی عبدالقدیر صاحب آروی نے جماعت اہلحدیث کی تنظیم اور اس کی ضروریات پر ایک موثر تقریر کی اور اس سلسلہ میں اپنے قیمتی اوقات کا کچھ حصہ صرف کرنے کا وعدہ فرمایا۔ آپ کی تجاویز سے تمام اراکین اور حاضرین نے اتفاق کیا۔ اور اسی وقت دورہ کا ایک پروگرام مرتب ہوا۔ گمان غالب ہے کہ علاقہ بندصولی سے کام شروع کیا جائے گا۔ اور ماہ رواں کی کسی قریبی تاریخ کو یہ وفد جس کے ممبر الحاج مولوی عبدالقدیر صاحب، مولوی شمس الحق صاحب، ڈاکٹر عبدالسلام صاحب، حافظ محمد اسماعیل صاحب، مولوی محمد یوسف صاحب۔ مولوی سید محمد سعید صاحب، ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب اور منشی بدرالدین صاحب وغیرہ ہیں، دورہ پر روانہ ہو جائے گا۔

محمد عثمان جنرل سکریٹری صوبائی اہلحدیث کانفرنس

میرے خواب کے جزیرے

بہار کے بادل

یکایک کہیں دور کی دنیاؤں سے مہین مہین بادل آگئے۔
تم نے کبھی بہار کے سنہرے بادلوں کو برستے دیکھا ہے
اے اللہ! جب بہار کے بادل، سنہرے کاسنی اور نارنجی بادل زمین پر برستے ہیں تو آدمی بالکل نہیں بھیگتا
ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پریوں کی آنکھوں میں سے ٹپ ٹپ آنسو ٹپک رہے ہوں۔
برسات کی آواز میں ایسا ترنم ہوتا ہو۔ جیسے رات کے وقت خواب کے جزیرے میں کوئی ہلکی ہلکی محبت میں ڈوبی ہوئی کہانی سنا رہا ہو

حسن

چہرہ مومی فانوس کے شعلے کی طرح دمک رہا تھا۔
اور ہونٹ عشق پیچاں کے آتشی رنگ پھولوں کی طرح گلابی ہو رہے تھے۔
کیا بات ہو؟ —— آج تم پر کس دیوتا کا سایہ پڑ رہا ہے۔؟

خوابناک سماں

وہ خوابناک رات
سفید چاند چپ چاپ نکل رہا تھا۔
جیسے روح آہستہ آہستہ جسد خاکی سے علیحدہ کری جارہی ہو۔ کھڑکی سے نارنگی اور ہارسنگھار کی کلیوں کی تیز لپٹیں آرہی تھیں۔ جیسے جل پریاں اپنی خوشبودار پوشاک میں ہواؤں میں تیر رہی ہوں

ماخوذ —————— حجاب امتیاز علی

مسدس قمری

جس قدر تنظیم کا منشا تھا حاصل ہے کیوں   مدعا جب کچھ نہیں پھر کوشش باطل ہے کیوں
جان اور ایمان کے دشمن پہ یوں مائل ہے کیوں   کچھ سمجھ تجھ کو نہیں اے قوم تو غافل ہے کیوں
خون میں گرمی تو ہے لیکن حمیت مٹ گئی
بزدلی جس دن سے آئی تیری ہمت مٹ گئی

دیکھ لے ہم نے کہ تو بھی ایک دن مسجود تھا   سجدہ کرتے تھے فرشتے اور تو مسجود تھا
حکم خالق جب بجا لانے کو تو موجود تھا   اس گھڑی تیری حمایت پر ترا معبود تھا
نام حق پر جان دیدینا تجھے آسان تھا
ہاں یہی عالم کبھی تیرا اے ناداں تھا

آج تو ہے اور تجھ پر طعنۂ اغیار ہے   غیر تو ہے غیر اپنا درپۂ آزار ہے
وقت غفلت کا نہیں سارا جہاں ہشیار ہے   ہاں مگر اک تو کہ مٹنے کے لئے تیار ہے
مٹ گئی افسوس تیرے دل سے عزت دین کی
تو نے کھو دی آبرو اللہ کے آئین کی

قمر مظفرپوری

استقامتِ خلیل اللہ

خلیل اللہ کی شخصیت وہ ہستی ہے [illegible] جنہیں ابتدا سے دوچار ہونا پڑا ایک ایسی سزا بھی بھگتنا پڑی جو دنیا میں تمام سزاؤں [illegible] اس سزا کا تصور کرکے ہی رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور دل لرز جاتے ہیں۔ یعنی [illegible] حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دہکتی ہوئی آگ میں ڈالا جانا۔ یہی وہ ہستی ہے جن کا [illegible] کامیاب اور [illegible] یہی وہ ذات ہے جس نے [illegible] ایک [illegible] باوجود آج تک قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گا۔ [illegible] اور جس نے عالمِ پیری میں اپنے اکلوتے بیٹے کو ذبح کرکے ایسی عدیم النظیر [illegible] قائم کی جو روزِ حشر تک قائم رہے گی اور ان سب کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں نہ صرف خلیل اللہ کے [illegible] لقب سے ملقب کیا۔ بلکہ آنے والی نسلوں کے تمام موحدوں کا امام اور تمام جانبازوں کا سپہ سالارِ اعظم بنایا جن کی ابتدائی زندگی کا [illegible] ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

[illegible]

خداوندِ کائنات [illegible] نجومی [illegible] دربار [illegible] جبینِ نیاز کو دربار کی چوکھٹ پر [illegible] ہوئے [illegible] آواز میں نمرود سے عرض کیا۔ جو زریں تخت پر [illegible] بیٹھا ہوا تھا۔ "[illegible] آؤ" گرجتی ہوئی آواز میں نمرود نے [illegible] تھوڑی ہی دیر بعد نجومی پہنچا۔ اور سجدہ میں گر گیا۔ اور [illegible] وقت تک گرا رہا جب تک کہ نمرود نے اس سے اپنے خواب کی تعبیر نہ پوچھی۔ نجومی نے کچھ دیر غور کے بعد دست بستہ عرض کیا۔

"جہاں پناہ! [illegible] عنقریب ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو حضور کی خدائی کا نظام بدل دے گا"

یہ تعبیر سنتے ہی نمرود پر [illegible] اس کا رنگ [illegible] ہوگیا۔ نتھنے پھولنے لگے۔ غصہ سے تمتماتا ہوا اٹھا۔ اور یوں گویا ہوا۔

"میری خدائی میں بغاوت [illegible] نہیں ہوسکتی۔ اچھا جاؤ آج سے جتنے لڑکے پیدا ہوں سب قتل کردیئے جائیں۔ بلکہ اب سے کوئی شخص اپنی بیوی کے پاس بھی نہ پھٹکنے پائے۔"

یہ تھا خدائی کا دعویٰ کرنے والے بادشاہ وقت کا
تھا، جس کے سامنے سب نے سر تسلیم خم کر دیا۔ کیونکہ ان کے
عقیدے میں وہی ان کا اَن داتا تھا، اسی کو سب خالق اور حاجت
روا سمجھتے تھے۔ چنانچہ بچے بیدریغ ذبح ہونے لگے۔ انہی دنوں
[illegible] شاہی [illegible] کے سب سے بڑے پجاری آزر
کی بیوی حاملہ ہوئیں [illegible] وہ بچہ پیدا ہوا جس سے
خود [illegible] کا زوال [illegible] شاہی حکم کے مطابق اس کا
قتل لازمی تھا کیونکہ [illegible] اور یہ مولود مسعود
بھی [illegible] کی نذر ہو جاتے مگر

چراغے را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کو تف زند ریشش بسوزد

جس کی حفاظت وہ ذات کر رہی ہو جس کے قبضہ قدرت
میں تمام کائنات ہو، اس کا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے۔ آزر کی بیوی
نے نمرودی سپاہ سے بچے کی ولادت کو پوشیدہ رکھا۔ اسے
پہاڑوں کے دامن میں لے گئیں اور ایک غار میں پرورش کا انتظام
کیا۔ ماں نے پیارے بیٹے کا نام ابراہیم رکھا۔ جو آگے چل کر خدا کے
خلیل [illegible] ہوا ان کی ماں تو دروازہ
بند کر کے چلی آتیں۔ مگر جبرئیل کی انگلی ہمیشہ ان کے منہ میں ہوتی
اور وہ اسے چوستے رہتے۔

جب وہ کچھ بولنے لگے اور ان میں سمجھ بوجھ پیدا ہوگئی تو
نہایت معصومانہ انداز میں پوچھا۔ "ماں! میرا رب کون ہے؟"
"تجھے میں پالتی ہوں بیٹا!" ان کی ماں نے کہا۔ "اور تمہیں ماں؟"
ابراہیم بولے۔ "تمہارے باپ"۔ ماں بولی ____ جب باپ اپنے
فرزند کو دیکھنے آیا تو باپ سے پوچھ بیٹھے۔ ابا! آپ کا رب
کون ہے؟ جواب میں آزر نے کہا۔ بادشاہ نمرود۔ "اور
تو ابراہیم! اور نمرود کا رب ___؟" اس کا جواب نہ بن پڑا۔ تو
آزر نے ایک چپت مارتے ہوئے خاموشی کا اشارہ کیا۔

جب انہیں رب کا پتہ نہ چلا تو شب [illegible] کے وقت غار
سے رب کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اچانک ایک نہایت
روشن تارے پر نگاہ پڑی۔ دیکھتے ہی بولے یہی میرا رب ہے!
دیکھتے دیکھتے جب وہ گم ہو گیا [illegible] طلوع ہوا تو بولے۔ وہ
نہیں، یہ میرا رب ہے۔ مگر وہ بھی غروب ہو گیا۔ تو بہت پریشان
ہوئے۔ خدا کی تلاش تھی۔ مگر ملتا نہ تھا۔ جھنجھلا کر بولے۔ ان
میں سے کوئی ربوبیت کا مستحق نہیں ہے کیونکہ دیکھتے دیکھتے سب
نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ رب وہی ہو سکتا ہے جس نے ان
سب کو اور آسمان و زمین کو پیدا کیا ہے۔ میں کسی دوسرے کو
رب نہیں کہہ سکتا۔"

یہ توحید کا منفرد اعتراف وحدت کے لئے ہیں جو [illegible]
بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچا۔ جو انا ربکم
الاعلیٰ کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا۔

دربار لگا تھا۔ لوگوں کو چیرتے پھاڑتے آگے بڑھے
اور تخت شاہی کے سامنے کھڑے ہو کر آواز بلند کہنے لگے۔
لوگو! تمہارے سر پھر گئے ہیں۔ جو ان ٹھاکروں کی پوجا کرتے ہو
جو خود تمہارے ہاتھوں کے بنائے ہوئے ہیں۔ نہ تمہیں نفع و ضرر
دے سکتے ہیں اور نہ ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ تف ہے تم پر اور تمہارے
ٹھاکروں پر۔ اتنا سنتے ہی درباریوں میں کھلبلی پڑ گئی خود نمرود

کا سر جھکا گیا۔ وہ آپے میں نہ رہا۔ اور بے خودی میں بول اٹھا "میں جھوٹا ہوں"۔ ابراہیم اس کی سطوت سے ذرا نہ گھبرائے، وہ پیغامبر تھے، توحید کی امانت ان کے سینے میں تھی۔ خود غرض اور دنیا کے طالب تو نہیں تھے جو بادشاہ کے سامنے لرز جاتے اور اس کے خوف سے خاموش رہتے۔ بول اٹھے "کیوں بیہودہ بکواس کرتا ہے۔ اگر تو سچا خدا ہے تو کسی کو مار اور کسی کو زندہ کر دے۔" نمرود سوچ میں پڑ گیا پھر دو قیدی منگائے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے کو چھوڑ کر بولا "تو دیکھ میں ہر چیز پر قادر ہوں"۔ حضرت ابراہیم نے فرمایا "میرا خدا تو آفتاب کو پورب سے لاتا اور پچھم کو لے جاتا ہے۔ تو آفتاب کو بجائے پورب کے ایک دن پچھم سے تو نکال دے"۔ اب تو نمرود حیرت میں سر بہ گریباں ہو گیا اور حاضرین نے سر جھکا لئے۔ اور بات بھی تھی ایسی ہی۔ مگر ع

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست

نہ رود جز بمرگ از دستِ

ان کی بات کسی نے نہ سنی۔

عید کا دن تھا۔ شہر بابل سے باہر ایک میدان میں زبردست میلہ لگا ہوا تھا۔ نمرودی خوش خوش اس میں شرکت کے لئے جوق جوق جا رہے تھے۔ میلہ کی شرکت کے لئے ان سے بھی کہا گیا۔

بولے میں کیا جاؤں۔ میں تو تمہارے کردار دیکھ کر بیمار ہو گیا ہوں! لوگوں نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور جانے لگے۔ ابھی کچھ لوگ باقی ہی تھے کہ یہ بولے۔ آج ٹھاکروں کی مزاج پرسی کروں گا۔ بعض لوگوں نے سنا بھی مگر اس پر توجہ نہ ہوئی۔

جب مریضوں کے سوا سب کے سب جا چکے تو انہوں نے ایک کلہاڑا لیا اور تمام ٹھاکر داروں کی مرمت کر کے کلہاڑا سب سے بڑے بت کے کندھے پر رکھا اور چلے آئے۔

لوگ واپسی پر جب اپنے ٹھاکروں کی زیارت کے لئے مندر گئے تو ان کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر انہیں بڑا رنج و غم ہوا۔ ایک کہرام مچ گیا بولے۔ آخر کس نے ان کے ساتھ یہ ظلم کیا؟ سب نے بیک زبان کہا۔ ابراہیم نہیں گئے تھے۔ وہ ہمارے ٹھاکروں کے مخالف ہیں ان کے خلاف کہا کرتے تھے"۔ مجمع عام میں طلب کئے گئے۔ بلا پس و پیش وہ آ گئے لوگوں نے پوچھا کیوں جی یہ حرکت ان کے ساتھ کس نے کی؟ کیا تم نے کی؟ برجستہ آپ نے جواب دیا۔ تو کیا ان کے بڑے نے کیا ہے؟۔ ذرا ان سے پوچھ لیجئے نا۔ لوگ ندامت سے سرنگوں ہو کر بولے تم تو جانتے ہو یہ بیچارے بولتے نہیں ہیں! تو شرم نہیں آتی جو بولتے نہیں ہیں۔ کیا آپ بچاؤ نہیں کر سکتے۔ اگر حقیر و ذلیل مکھی ان پر بیٹھ جائے تو مار نا کیا اس کو اڑا تک نہ سکیں۔ تم انہیں کی پوجا کرتے ہو۔؟ حضرت ابراہیم نے جواب میں کہا۔ یہ سنکر ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ پھر سب نے غصہ سے آگ بگولہ ہو کر ریزولیوشن پاس کر دیا کہ اسے آگ میں جلا کر بتوں کی مدد کی جائے۔ یہ بت نئی باتیں نکالتا رہتا ہے!"

حضرت ابراہیم ذرا نہ گھبرائے ان کو فوراً گرفتار کر لیا گیا۔ ہاتھوں میں ہتھکڑی اور پاؤں میں بیڑی ڈال کر تنگ و تاریک زندان میں بند کر کے ان کے جلانے کا انتظام کرنے کے لئے چالیس روز کا وقت دیا گیا۔ اور اعلان کر دیا گیا کہ فلاں جگہ

لیکن ابراہیم کی [illegible] ہوئے [illegible] کو [illegible] سکتے ہیں [illegible] ہونے کے [illegible]

آج بیالیسواں دن ہے [illegible] کا آہم ہے وہ آگ [illegible] کے فاصلہ پر [illegible] ہٹتے جا رہے ہیں [illegible] سکتے [illegible] ہمت بھی کر [illegible] ہیں۔

اب ایک [illegible] آئی کہ ابراہیم کو آگ میں ڈالا کیسے جائے۔ مگر یہ مسئلہ بھی جلد ہی حل ہو گیا [illegible] منجنیق تیار کیا [illegible] کہ آگ [illegible] پھینکا جا سکے [illegible] ابراہیم کو بٹھا دیا گیا۔

آہ [illegible] نظارہ [illegible] تھی [illegible] انسان تو [illegible] آسمان [illegible] زمین کانپ گئی۔ ہوا رک گئی سب دربار [illegible] ہو گئے۔ صدا یا! روئے زمین پر تیرا نام لیوا [illegible] ہی ایک [illegible] شخص اس وقت [illegible] آتش [illegible] رہا ہے اور تیرا نام لیتا ہے۔ غیب سے آواز آئی "اگر ابراہیم کو تمہاری ضرورت ہے تو جاؤ ان کی امداد کرو۔"

جب وہ منجنیق پر بیٹھے ہوئے تھے تو داروغہ ہوا پہنچا اور کہنے لگا "اے ابراہیم! اگر اجازت ہو تو آگ کو اس جگہ سے ایسا اڑاؤں کہ پتہ بھی نہ چلے کہ کبھی یہاں پر وہ تھی بھی۔ داروغہ پانی کہنے لگا "اگر کہئے تو سمندر بہا دوں"۔ جبرئیل بولے "اگر [illegible] کر دوں تو [illegible] مار کر اس کو فنا کے گھاٹ اتار دوں"

حضرت ابراہیم صبر و استقامت کا دامن تھامے ہوئے بولے "مجھے تمہاری کوئی ضرورت نہیں ہے۔ تم جاؤ۔ وہ جو بے نیاز ہے، جس نے مجھے اور تمہیں پیدا کیا ہے۔ اپنی شان بے نیازی دکھا رہا ہے۔ تو ہم مخلوق کو بھی نیازمندی کا اظہار کرنا چاہئے [illegible] اگر [illegible] ہو تو تم [illegible] کے برابر [illegible] کر سکو گے [illegible] اپنی مجبوری کو فراموش کر بیٹھے [illegible] آگ میں جلا [illegible] تو بھی ۔۔۔

[illegible]

[illegible] رحمت حق جوش میں آ [illegible] ہی انہیں منجنیق سے آگ میں پھینکا گیا ایک [illegible] آواز آئی۔ یا نار کونی [illegible] سلاما [illegible] مندی بن جائے

[illegible] ابراہیم [illegible] ایک خوشنما باغ میں تھے۔ جہاں [illegible] طرح [illegible] پھول [illegible] تھے۔ جگہ جگہ سے فوارے چھوٹ رہے تھے۔ وہ مسکرا رہے تھے۔ اور تماشائی حیرت زدہ منہ کھولے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں دیکھ رہے تھے۔ اور نمرود کا سر مارے شرم [illegible] جھکا ہوا تھا۔

ایم ہادی حسن سالم شنکرپوری دربھنگوی

۲۱

بادہ آشام

"اصغر! آخر تم اتنی شراب کیوں پیتے ہو؟"

"طفیل! اس لئے کہ اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہئے"

"تمہیں معلوم ہے کہ شراب کتنی بُری شے ہے۔ اس پر رات دن کا پینا! بتاؤ تو تم کس کام کے رہے۔"

"ہاں معلوم ہے۔ بادہ کشی فطرت کشی سکھاتی ہے۔ پھر بھی تم چاہتے ہو کہ پیتے جاؤں۔"

"آخر کیوں؟"

"طفیل! اس 'کیوں' کی تشریح نہ پوچھو۔ اس سے قبل یہ جاننا چاہئے کہ 'کیوں' کا سوال کیوں پیدا ہوا۔ وہ یہ سبب ظاہر ہے کہ دنیا کا نام ہے تسلسل۔ اور جب تک سلسلہ نہ ہو وجود ناممکن ہے۔ ہر آغاز کی انتہا اور ہر انتہا کا نتیجے طور سے آغاز ہونا ہی زیست کی علامت ہے۔ اسی کا نام ہے ارتقا اور اسی لئے تم نے دیکھا ہوگا کہ مضطرب گوشے پیہم لغزشوں کے بعد شرارے اور پھر شعلے میں مبدل ہو جاتے ہیں۔ بھوک اور پیاس کی شدت ایک نہ ایک دن سرحد شکیب سے نکل کر دائرہ پیکار و غدر میں داخل ہوتی ہے۔ میں نے بھی جب دیکھا کہ سراب ہستی میں منزل کا ملنا دشوار ہے تو اپنے لئے شراب کو پسند کیا۔ اس سے آشنا تو ہے کہ ٹٹول ٹٹول کر اپنی راہ پالیتا ہوں۔ کاش! شروع ہی سے اس کا عادی ہوتا!"

"اصغر! سمجھو! وہ باتیں نہ سناؤ [illegible] ریاست سے حقیقت سے ناآشنا بن رہا ہوں۔"

"تو کیا میں حقیقت سے دور جا رہا ہوں؟ دنیا برائی کو دیکھتی ہے لیکن فطرت برائی سے بے بہرہ ہے۔

بالعموم ظلم کو بہتی ہوئی آنکھوں سے دیکھ کر مسکرا دیا جاتا ہے۔ ظالم کی طرف کسی کی نظریں نگاہیں نہیں اٹھتیں۔ میں شراب پیتا ہوں اسلئے کہ یہ مرغوب خاطر ہے یہ زبان کا فتور ہے۔"

"تم بار بار خدا! کیوں ایسے گناہ کا مرتکب ہوا؟"

"مجھ سے ہی کیوں۔ اچھا سنو پھر تو طفیل! ایک زمانہ تھا جب کہ میں بھی شراب سے متنفر، وعید عذاب سے خائف، عشق حقیقی کی طرف بہہ رہا تھا۔ ماضی اور مستقبل سے الگ، حال کی رنگینیوں سے سرشار پھر رہا تھا۔ سمند شوق کو رہ رہ کر تازیانہ لگتا اور میرے متلاطم جذبات دامن حسن میں الجھ الجھ کر اٹکھیلیاں لینے لگتے۔ میں بھی تمہارے ہی جیسا گھر والا تھا۔ تم سے بھی زیادہ میں اپنی تربیت کو چاہتا تھا۔ اور اس سے بھی زیادہ اس کی گود میں مسکرانے والے اختر کو۔ لیکن ...."

جب ہو گئے !"

اسلئے کہ یہیں سے میرے اس دور کا آغاز ہوتا ہے ... کا مرکز ہے ... جہاں سے دو راہیں پھوٹتی ہیں۔ ایک محبت ... اور دوسری نفرت کی طرف۔

یہیں سے میری زندگی ... کا ... رہنے لگی۔ نزہت اس کی ہمدم ...

صغر ... تک ... آسمان اور زمین کے درمیان تکتا رہا ... پھر کہنا شروع کیا .... نزہت ... رشتہ ازدواج میں منسلک ہوگئے۔ شادی کے چند ماہ تک میں فرحت بیز مسرتوں میں مصروف، محبت کے خوشنما خواب دیکھتا رہا۔ اسفل و اعلیٰ کا امتیاز اٹھ چکا تھا۔ جہاں غالب تھا ایک جان دو قالب ہیں۔ میری دنیا تو نزہت اور لیکن اس کی روح تھی۔ زمانہ اپنا پیرہن بدلتا گیا لیکن ہماری محبت بجنسہ قائم رہی۔ بلکہ اب تو میری مسرتوں میں اضافہ کرنے کے لئے میرا نومولود اختر تھا۔

نزہت کی آنکھیں! اف نرگس مستانہ تھیں۔ یا سحر کا شانہ گھنی پلکوں کے درمیان سیاہ درخشاں دنیا آباد تھی۔ جہاں سے ایثار و محبت کا تیر بار بار دل میں پیوست ہو جاتا انداز تکلم دلفریب۔ جب وہ ساحرانہ انداز سے چلتے چلتے ایک معشوقانہ انداز سے رک جاتی تو معلوم ہوتا کہ دنیا اپنے محور پر منجمد ہوگئی ....

لیکن ایک روز میں نے دیکھا کہ یہ سب مسمریزم تھا۔ ترکش خالی ہو چکا تھا۔ اور جام عشرت لبالب۔ ایک قطرہ

بھی ڈالو تو نیچے آ نا رہتا

ایک روز میں باہر سے آیا تو جاوید میرا انتظار کر رہا تھا۔ میرا چچا زاد بھائی تھا۔ علم کا دیوانہ مدتوں سے غائب ... آج ... ادھر آ پڑا۔ ہم دونوں میں بہت دیر تک باتیں ہوتی رہیں۔ میں اس کو اندر لے گیا۔ اور نئی بھابی سے اس کا تعارف کرایا۔ یہیں سے آغاز حشر ہے۔

جاوید میرے یہاں مہمان رہ گیا لیکن ہر روز ایک نہ ایک تغیر اس کی فطری معاشرت میں ضرور پاتا لیکن چونکہ میں توہم پرست نہ تھا۔ اسلئے اس کو اہمیت نہ دی۔ میری کم عقلی سے وہ روز بروز فائدہ اٹھاتا گیا۔ جاوید اب مجھ سے بہت کم بولتا۔ اور اگر سلسلہ گفتگو شروع بھی کرتا تو ایک سرد سانس کے ساتھ۔ باتیں نہایت پھیکی پھیکی سی ہوتیں اور وہ بھی بے کیف اور غیر لطیف فکر دامن دہ سے لدا معلوم ہوتا تھا۔ میں اخذ کرتا کہ اس کو بے روزگاری کا روگ لگ گیا ہو

نزہت میرے دل کی ملکہ، میری راز حیات، میری کائنات!

آہ! اس کی فطرت میں بھی دن دو عارضے انقلاب ہونے لگا۔ میرا گھر میں ہونا اس کے لئے سوہان روح تھا۔ میرے لئے اس کے دل میں اب محبت کی جگہ نفرت، عشرت کی جگہ عسرت تھی۔ لیکن ابھی تک میرا نہ سمجھنے والا دماغ اس کو انقلاب سمجھنے سے قاصر تھا۔

ایک صبح جو میری آنکھ کھلی تو نزہت تھی اور نہ اختر

ہاتھا ٹھنکا۔ جاوید کے کمرے کی طرف بھاگا۔ شوخیٔ تقدیر! وہ بھی غائب (فرار زیادہ بہتر ہوگا) تمام راز کا انکشاف ہوگیا۔ طفیل اس کے بعد کی زندگی نہ پوچھو۔ حکایت خونچکاں بنکر رہ گئی۔ گھر، طبیعت، جوانی، ہنر بند، جوڑ جوڑ سے الگ ہوگئی۔ میں سراسیمہ اپنی قسمت کو رو رہا تھا۔ پردنیا ہنس رہی تھی۔

گھنٹے، دن، مہینے، یہاں تک کہ سالہا سال گذر گئے۔ لیکن نزہت نہ آئی۔ اس کی کافر جوانی، اس کا حسن فریب کار، اس کا عشوہ نابکار، اس کی طبیعت عیش پرست جنگ کا جواب نہ دے دیتی جاوید اس کا حقدار تھا۔ وہ آہنی جذب ہونا چاہتا تھا۔ لیکن جذبۂ محبت کے متلاطم دریا کی بے پایاں موجیں اسے بار بار ابھار دیتیں۔ اسی طرح قدرت اور فطرت میں جنگ ہوتی رہی۔

بازار میں تم نے ساہوکار کی دوکان دیکھی ہوگی؟ ایک روز اس کے ملحقہ کمرے کے دروازے پر لٹکتے ہوئے دبیز پردے کو جنبش ہوئی اور ایک عورت، عورت کہوں یا لڑکی، گیسو عنبریں، عارض مرمریں، جسم مائل بہ زمیں اور لباس نظر چیں، لئے ایک راہی کو لطیف اور شیریں الفاظ میں نوید عشق دینے لگی۔ رہگیر کی طبیعت کچھ مشتعل سی ہوئی اور وہ نظریں بچاتا ہوا اندر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد کرب و رنج سے ملی ہوئی آہ اور مخلوط قہقہے اس کے کمرے سے بلند ہو کر دنیا کی وسعت میں فنا ہونے لگے .... یہ نزہت تھی جو کر خون تعشق کے چند باقی ماندہ قطروں کو ضائع کرنے کے لئے نشتر کی تلاش میں جاذب نگاہ بازار بنی بیٹھی تھی۔

ایک روز اچانک میری بادہ مست نگاہوں نے اس کو دیکھ لیا۔ اس کی آنکھوں میں نہ حجاب کے ڈورے تھے۔ اور نہ حیا کی باگ۔ لا ابالی حلقہ گیر آنکھیں سرمہ و کاجل کی مدد سے سرمگیں بنی اپنی دھندلی کرنوں سے ہر آنے جانے والے کو دعوت عام دے رہی تھیں۔ جوانی کی لغزش سے اس کا سرو سا قد کمان کی طرح خم کھا کر اپنا مستقبل تلاش کر رہا تھا۔ عشوہ فروشی کے انعام میں بے شمار سیاہ سیاہ مہرے اس کے چہرے پہ بکھری پڑی تھیں۔ غازہ اور پاؤڈر کی فراوانی انکشاف راز سے بچانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔

میں نے جو دیکھا تو ماضی یک بیک عود کر آیا۔ اور پہلی جیسی محبت دل میں چٹکیاں لینے لگی۔ جذبہ صادق امنگیں لینے لگا۔ رگ رگ میں ہلچل مچ گئی۔ پھر بھی میری خوئے مۓ چشتی مجھ کو کشاں کشاں میکدہ کی جانب لے گئی۔ ہر گام پہ ڈگمگاتا نزہت کی حالت زار کو رو رہا تھا۔ میں اس سے ملتا۔ اگر نفس کی ملامت راستہ نہ روکے لیتی۔

روز میں دور ہی سے اس کا درشن کر لیا کرتا۔ اور اپنی خفتہ چنگاریوں کو ایک بار بھڑکا کر چلا آتا۔

مجھے نزہت سے محبت سی ہوگئی تھی لیکن یہ محبت نہ جذباتی، نہ نفسیاتی بلکہ نزحمانہ تھی۔

دنوں دن گذر گئے، کچھ دنوں سے عشاق کی آمد بند ہے۔ نزہت کے چہرے پر ندامت، فطرت میں نفاہت.

جذبہ یہ تھا کہ ایک دن اور پھر [illegible] فلاں فلاں کہ اٹھا رہا یاں ہو کر

پھر ذرا سا بار دو ... قدم رکھ ... ہو۔

پھر کون ہو جو الوں کو دنیا ... کا پیغام دیگا۔

... کی ... ہو گیا لیکن اسی وقت اس کی ... گاڑی ... کی طرف جا رہی تھی۔ اس نوجوان کا ... ہاتھ مجھ پر ... رہا تھا ... گیا ... گاڑی کی عجیب ... رہی ... منازل ... ہو گئی۔ ......

وہ مر چکی ہے ... ہو گئے۔

دیکھو طفیل ... گناہ کے لئے وہ مجھے بھی بلا رہی ہے جاؤں؟......!

اصغر ... کی حالت میں اٹھکر باغ کی طرف بھاگا۔ لیکن ... کر وہیں پر ڈھیر ہو گیا۔ میں بھی ... کہ پیچھے ... گر دہ ... سے مل چکا تھا

مدعا ... اب سمجھا
... عالم میں ایک ...

ایم ملک

کام کی باتیں

(۱) اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی پانچ نشانیاں ... ہیں۔

(۱) جب اللہ کا نام ... جائے تو اس ... خوف سے ... (۲) جب قرآن پاک کی آیتیں اس کو سنائی جائیں تلاوت کی جائیں تو اس کے ایمان میں ترقی اور ... پیدا ہو (۳) جب کبھی کوئی مصیبت سے دوچار ہو یا کسی مرض میں مبتلا ہو تو بس اللہ ہی پر بھروسہ رکھے۔ (۴) اپنی اسلامی شان کو قائم رکھنے کے لئے پنجوقتہ نماز پڑھا کرے۔ (۵) اپنے دین کی تبلیغ دینی بھائیوں کی امداد ... نظام کو قائم رکھنے کے ... ہمیشہ اپنے مال کی زکوٰۃ دیتا رہے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کی تین نشانیاں بیان کی ہیں۔

(۱) جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے۔ (۲) جب وعدہ کرے تو وعدہ کے خلاف کام کرے۔ (۳) جب اس کو کوئی امانت دی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

منظفر رجوروی

سپاسنامہ

گذشتہ اتوار مورخہ ۲۵ نومبر کو آنریبل جناب اے کے فضل الحق صاحب وزیراعظم بنگال، و جناب مولوی سید محمد رضا صاحب و مولوی سید محمد حامد صاحب رئیس دربھنگہ و مولوی عبدالودود صاحب وکیل و مولوی عبدالکافی صاحب وکیل وغیرہ کی معیت میں دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ تشریف لائے اور درسگاہ کی عمارت، بورڈنگ، کتب خانہ کے مکانات اور مدرسہ کی مسجد اور اس کے وسیع صحن وغیرہ کو دیکھ کر بیحد محظوظ ہوئے۔ آپ نے مدرسہ کی تعلیم، طلبہ اور مدرسین کے اخلاق اور اس کی دیگر خصوصیات معلوم کرکے دلی مسرت کا اظہار کیا۔ آپ کی تشریف آوری کے سلسلہ میں جو ایڈریس تیار کیا گیا تھا اس کی ایک نقل ان کی خدمت میں روانہ کی گئی ہے۔ حسب ذیل ہے:۔

سپاسنامہ

بعالیجناب آنریبل جناب مسٹر اے کے فضل الحق صاحب

وزیراعظم بنگال دامت برکاتہم

جناب عالی! سب سے پہلے میں دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے طلباء، اس کے اسٹاف اور اس کے کارکنوں کی جانب سے آپ کی خدمت میں نذر عقیدت پیش کرنے کی جرأت کرتا ہوں اور آپ جیسی جلیل القدر ہستی کو آج اپنے حلقہ میں دیکھ کر دلی مسرت کا اظہار کرتا ہوں!

جناب عالی! اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ بنگال کے مسلمان اپنی اکثریت کے باوجود آج سے پہلے اپنی ہمسایہ قوم کے مقابلہ میں پسماندہ اور بہت پیچھے جا چکے تھے۔ گورنمنٹ کے دفاتر، تجارتی فارم اور بنک، ملیں اور جہازوں کے علاوہ کارپوریشن حتیٰ کہ لوکل بورڈوں کی بھی اکثر سیٹیں اغیار کے قبضہ میں تھیں اور ان کے تسلط سے بنگال اپنی وسعت اور زرخیزی کے باوجود تنگ دستی کا شکار تھا۔ جب سے آپ نے قلمدان وزارت ہاتھ میں لیا ہے گنگا کا رخ بدل گیا ہے۔ آپ کی حقیقت شناس نگاہ نے اس خامی کو جلد محسوس کر لیا۔ چنانچہ آپ کے زرین عہد میں مسلمانان بنگال کو جو فیوض پہنچ رہے ہیں۔ اس سے کوئی متنفس بھی انکار نہیں کر سکتا۔ ہماری دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اندر اور زیادہ اخلاص اور اسلامی جذبہ پیدا کرے اور آپ سے وہ کام لے جس کے صحیح معنی میں آپ مستحق ہیں۔

جناب والا! جس دار العلوم کو آپ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے زینت بخشا ہے وہ درحقیقت صوبہ بہار کے دو اہم پیشواؤں اور بزرگ ترین ہستیوں یعنی حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ اور حضرت مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار ہے۔ جو نہ صرف ربع صدی سے دربھنگہ میں قائم ہے۔ بلکہ اسلاف صالحین کے صحیح نقش قدم پر چل رہا ہے۔ اور جس میں تمام علوم عربیہ کے ساتھ تفسیر و حدیث اور علم ادب کی خصوصیت سے تعلیم دی جاتی ہے۔ اور اس کا سب سے نمایاں امتیاز یہ ہے کہ بعض علوم کی مصر و عراق کی یونیورسٹیوں کی طرح اس میں عربی زبان کے ذریعہ تعلیم دی جاتی ہے۔

عالیجناب! آپ کو یہ معلوم کر کے زیادہ مسرت ہوگی کہ اس دار العلوم کو دربھنگہ میں ہونے کے باوجود بنگال سے خصوصی رشتہ ہے۔ اس کی بقا و قیام کے لئے بنگال اور خاص کر کلکتہ کے مخیر حضرات شب و روز کوشاں رہتے ہیں۔ یہ رشتہ یہیں پر ختم نہیں ہو جاتا ہے۔ بلکہ بنگال کے طلبہ بھی معتد بہ تعداد میں اس سے فائدہ اٹھاتے رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت بھی ان میں بہت سے بنگالی طلبہ موجود ہیں حتیٰ کہ دار العلوم کے اساتذہ میں بھی ابھی بنگالی علماء موجود ہیں۔ جو خوش قسمتی سے اسی دار العلوم کے فارغ التحصیل ہیں۔

عالیجناب! دار العلوم کو صوری اور معنوی حیثیت سے مفید بنانے کے لئے حتی الامکان تمام وسائل سے کام لیا جا رہا ہے۔ اور دین کے ساتھ دنیا کا بھی خیال رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ اس میں انگریزی تعلیم کے ساتھ بعض صنعت و حرفت اور بالخصوص کتابت و طباعت وغیرہ کی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دار العلوم دیگر مدارس عربیہ میں ممتاز خیال کیا جاتا ہے۔

عالیجناب! ہمیں معلوم ہے کہ آپ کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اس لئے میں انہی چند غیر مرتب الفاظ پر اکتفا کرتا ہوں، اور آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ اس کی فلاح کے لئے دعا فرمائیں گے آخر میں، میں پھر ایک دفعہ آپ کی جناب میں عقیدت کے پھول پیش کرتا ہوں۔ اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ قوم پر تا دیر قائم رکھے ؎

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

میں ہوں آپ کا مخلص

ناچیز (ڈاکٹر) سید محمد فرید مہتمم دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

تراویح کی رکعتیں

رمضان شریف میں نماز پنجگانہ کے علاوہ تراویح بھی پڑھی جاتی ہے۔ لیکن اس کی رکعتوں میں ائمہ کا اختلاف ہے بعضوں نے آٹھ رکعتیں پڑھی ہیں اور بعض بیس رکعتوں کے قائل ہیں۔

چونکہ یہ مسئلہ خالص دینی ہے۔ اس لئے اس کے ماله وما علیہ پر تفصیلی نگاہ ڈالے بغیر رائے زنی کرنا اصابت رائے کے خلاف ہوگا۔ حسن اتفاق سے اس سلسلہ میں دو مضامین نشر کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ایک میں بیس رکعتوں پر زور دیا گیا ہے۔ اور دوسرے میں آٹھ رکعتوں کو احادیث نبویہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مگر تنگی صفحات کی وجہ سے دونوں مضامین ایک ہی نمبر میں شائع نہیں ہو سکتے ہیں۔ ذیل میں ایک مضمون درج کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نمبر میں دوسرا بھی شائع کیا جائے گا۔ اگر اس سلسلہ میں مزید مضامین موصول ہوئے تو وہ بھی شائع کر دیئے جائیں گے۔ تاکہ ناظرین مسئلہ کے پورے خدوخال سے واقف ہو جائیں۔ اور کسی صحیح نتیجہ پر پہنچنے میں انہیں مطلق دشواری نہ ہو۔ ——— ایڈیٹر

(۱) عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید رض قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه فی شهر رمضان بعشرین رکعة۔ رواه البیهقی اسناده صحیح

یزید بن خصیفہ سے مروی ہے وہ روایت کرتے ہیں سائب بن یزید سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں صحابہ رمضان کے ماہ میں بیس رکعتوں کے ساتھ قیام کرتے یعنی نماز پڑھتے تھے۔ یہ حدیث بیہقی نے روایت کی، اس کی اسناد صحیح ہے

(۲) عن یزید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعة رواه مالک و اسناده [illegible] قوی

یزید بن رومان سے مروی ہے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں ۲۳ رکعتیں یعنی ۲۰ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔ روایت کی مالک نے اور اسناد اس کی قوی ہے۔

(۳) عن یحیی بن سعید ان عمر بن الخطاب رض

[illegible] ابن ابی شیبۃ [illegible]

[illegible] اسنادہ [illegible]

[illegible] ایک شخص [illegible] روایت کی ابو بکر ابن شیبہ نے [illegible] اسناد اس کی قوی ہے

(۳) عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان [illegible] عشرین رکعۃ ویوتر [illegible] رواہ ابو بکر [illegible] فی مصنفہ [illegible] قوی

[illegible] فرمایا کہ حضرت ابی [illegible] لوگوں کو [illegible] نماز تراویح اور [illegible] پڑھاتے تھے [illegible] ابو بکر ابن شیبہ سے کی اسناد [illegible] قوی ہے

(۵) عن عطاء قال [illegible] رکعۃ [illegible] رواہ ابن ابی شیبۃ واسنادہ حسن

حضرت عطاء سے مروی ہے کہ [illegible] لوگوں کو اس حال میں پایا کہ وہ ۲۳ رکعت نماز تراویح وتر کے ساتھ پڑھتے تھے اسنادہ اس کی حسن ہے روایت کی ابو بکر نے

(۶) عن ابی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلۃ فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعۃ رواہ البیہقی واسنادہ حسن

حضرت ابو الخصیب سے مروی ہے فرمایا کہ ہم لوگوں کی امامت حضرت سوید بن غفلہ کرتے رمضان میں اور بیس رکعت تراویح پانچ ترویحوں میں پڑھاتے روایت کی اس کی بیہقی نے

(۷) عن نافع عن ابن عمر قال کان ابن ابی ملیکہ یصلی بنا فی رمضان عشرین رکعۃ رواہ ابو بکر بن ابی شیبۃ واسنادہ صحیح۔

حضرت نافع ابن عمر سے مروی ہے فرمایا کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ہم لوگوں کو رمضان میں بیس رکعت نماز پڑھاتے روایت کی ابو بکر ابن شیبہ نے

(۸) عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعۃ کان یصلی بہم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث اخرجہ ابو بکر بن ابی شیبۃ۔

حضرت سعید بن عبید سے مروی ہے کہ علی بن ربیعہ ان لوگوں کو رمضان میں پانچ [illegible] بیس رکعت نماز پڑھاتے اور تین وتر روایت کی ابو بکر ابن ابی شیبہ نے

وعلی ہذا استقر [illegible] المصابیح فی باب قیام [illegible] ورحمہ الله فی القسم الثالث

وروی البیہقی [illegible] عن السائب بن یزید قال کنا نقوم فی زمن عمر بن الخطاب بعشرین رکعۃ والوتر قال النووی فی الخلاصۃ اسنادہ صحیح وفی الموطا روایۃ باحدی عشرۃ وجمع بینہما بانہ وقع اولا ثم استقر الامر علی العشرین فانہ المتوارث فتحصل من ہذا کلہ ان التراویح فی الاصل احدی عشرۃ بالوتر فی جماعۃ فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم

ثم ترک لعذر افاد انه لولا خشية ذالک لواظبت بکم ولا شک فی تحقق الامن من ذالک بوفاته صلی الله علیه وسلم فیکون سنة وکونها عشرین سنة الخلفاء الراشدین وقوله علیه السلام علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین من بعدی ندب الی سنتهم [illegible] ربما فی احدی الصحاح الستة اعنی ابن ماجة علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین عضوا علیها بالنواجذ قال القسطلانی فی شرح البخاری جمع البیهقی بینهما بانهم کانوا یقومون باحدی عشرة ثم قاموا بعشرین واوتروا بثلاث [illegible] وقد عدوا ما وقع فی زمن عمر کالاجماع انتهی۔

خلاصہ مطلب : [illegible] کے حاشیہ پر قیام شہر رمضان کے باب [illegible]

[illegible] گیا ہے۔ [illegible] فرمایا کہ [illegible] کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح علاوہ وتر کے پڑھتے تھے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے متعلق خلاصہ کتاب میں فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور موطا میں ایک روایت گیارہ رکعت یعنی ۸ رکعت تراویح کی اور ۳ وتر کی آئی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں تطبیق اس طور پر دی کہ پہلے آٹھ رکعتیں تھیں اس کے بعد بیس ہوئیں اور پھر بیس ہی رہیں۔ اور یہی سنت متوارثہ ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تراویح میں فعل حضور ۸ رکعت ثابت ہے پھر آپ نے اس عذر کی بناء پر کہ کہیں یہ نماز میری امت پر فرض نہ کر دی جائے چھوڑ دی حضور کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد اس کا خطرہ نہیں رہا۔ پس تراویح سنت ہوئی اور تراویح بیس رکعت ہونا یہ خلفائے راشدین کی سنت ہے۔ اور یہ بھی [illegible] صحاح ستہ کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگوں پر میری سنت کی پیروی بھی لازم ہے اور خلفائے راشدین کی بھی سنت کا اتباع ضروری ہے۔ اور تاکید کی کہ سنت خلفاء کو داڑھوں سے پکڑ لینے یعنی مضبوطی سے [illegible] قائم رہو۔ [illegible] حدیث پر تعامل کو ملحوظ رکھتے ہوئے تراویح [illegible] رکعت مسنون قرار پائی۔ اور امام قسطلانی نے بخاری کی شرح [illegible] گیارہ اور بیس [illegible] تو [illegible] طرح [illegible] پہلے گیارہ [illegible] پڑھتے وتر کے ساتھ پھر بعد ان کے بیس پڑھنے لگے [illegible] اور اس کو مثل اجماع کے [illegible] شمار کیا۔ [illegible] حضرت عمر کے زمانہ [illegible] تراویح [illegible]

[illegible]

[illegible] جماعت [illegible] حضرت عمر [illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اصلاً ثابت نہیں اور حضرت عمر نے فرمایا کہ نعم البدعۃ [illegible] یعنی یہ طریقہ جماعت کو نیا ہوا۔ مگر محبوب و حسن ہے نہ قبیح و مذموم بھی۔ جس کا انکار فرقہ مخالف بھی نہیں کر سکتا ہے اور نہ کرتا ہے۔ تو جس طرح جماعت تراویح میں حضرت عمر کے فعل کو ہم اور وہ بھی سند و مستند مانتے ہیں۔ اسی طرح احناف کے لئے حضرت عمر کا بیس رکعتوں کے لئے حکم دینا اور پھر بعد ان کے تمام خلفائے راشدین حضرت عثمان و علی رضی اللہ عنہم کے زمانہ

مارچ کے پہلے ہفتہ سے جنگ عظیم کے شروع ہونے کا امکان غالب ہے۔ دنیا کی بیشتر حکومتیں فوجی تیاری میں مصروف ہیں۔

چین و جاپان کی لڑائی بدستور جاری ہے۔ چونکہ تمام حکومتیں تیل دیکھنے کے اصول پر کاربند ہیں۔ اسلئے ابھی کوئی رائے قائم نہیں کی جا سکتی۔

طہران میں دول اسلامیہ کی ایک اہم کانفرنس ہونے والی ہے جس میں پیمان سعدآباد کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ گفتگو اس مسئلہ پر ہوگی کہ عراق، ایران، افغانستان اور ترکی افواج کی باہمی نقل و حرکت کس طرح کی جائے۔ حجاز، مصر اور یمن کو بھی اس میثاق میں شامل ہونے کا موقع دیا جائیگا تاکہ مشرقی ممالک جارحانہ حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔ اور دول اسلامیہ ۵۰ لاکھ متحدہ فوج کیساتھ بوقت ضرورت میدان جنگ میں آ سکیں۔

مسٹر جناح نے اپیل کی تھی کہ تمام لیگ کمیٹیاں اس خوشی میں کہ کانگریسی طرز حکومت سے انہیں خلاصی ہوئی ہے۔ ۲۲ دسمبر بروز جمعہ کو یوم نجات منائیں تمام کانگریسیوں کا اس پر سخت اعتراض ہے اور لیگ کے بعض سرکردہ ممبر خصوصاً مسٹر عبدالرحمن صدیقی ممبر ورکنگ کمیٹی آل انڈیا مسلم لیگ ان کے بہت مخالف ہیں۔ مسٹر جناح نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ کہا ہے کہ ہندو مسلم اتحاد پر اس کا ہرگز کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

مولانا عبدالحق سکریٹری آل انڈیا انجمن ترقی اردو دہلی میں مرکزی (آل انڈیا) کانفرنس منعقد کرنے والے ہیں جس میں اردو کے لغات، کتب، زبان اور رسم الخط کے متعلق متعدد اہم تجویزوں پر بحث ہوگی۔

جواہر لال نہرو اور مسٹر جناح ہندو مسلم اتحاد کے لئے ایک آخری کوشش کرنے والے ہیں۔ چنانچہ پنڈت جی عنقریب بمبئی تشریف لے جائیں گے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی کا ایک اجلاس ۱۸ دسمبر کو منعقد ہوا جس میں خصوصیت کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد اور جنگ اور ہندوستان کے مسئلہ پر غور و خوض کیا گیا۔

ادارہ

اطلاع: ۔ دفتر مجلہ سلفیہ کو کسی خریدار سے مبلغ دو روپیہ کی رقم گذشتہ .... تاریخ کو وصول ہوئی ہے۔ مگر مرسل کا نام اور پتہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہنوز وہ رقم درج رجسٹر نہیں کی گئی ہے۔ منی آرڈر کے کوپن پر جو عبارت لکھی ہے۔ ذیل میں بعینہ نقل کی جاتی ہے۔ برائے مہربانی جن صاحب نے ارسال کیا ہے وہ اپنے نام اور پتہ سے مطلع فرمائیں عبارت مندرجہ کوپن منی آرڈر یہ ہے۔ منیجر

مخدوم جناب منیجر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ الحمد للہ آج میں مبلغ عا/ روانہ کر رہا ہوں رسید سے آگاہ کرینگے۔ آپ نے جو لکھا ہے کہ مبلغ [illegible] ہے بھیجئے کیونکہ میں نے تیسرے سال کا روپیہ مولوی زین العابدین کے معرفت مبلغ عا/ بھیجدیا ہے اور سنہ ۳۸ء میں بھی ہم نے مبلغ عا/ بھیجا مگر ۳۸ء میں مجلہ کا ایک روپیہ ہوگیا تھا۔ اب سنہ ۳۹ء سے مبلغ عہ/ دیا کریں گے۔ اگر مرضی آپ کی ہو تو پرچہ بھیجئے ورنہ بند کر دیجئے۔ زیادہ والسلام

RGD.P.N.347

رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے
سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ
میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب | باہتمام مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

معاونین کرام سے (عہ/)

قیمت سالانہ (سعہ/)

قیمت ششماہی (۱۲/)

مجلہ سلفیہ دہلی

جلد ۵ | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۷ء مطابق ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۵ھ | نمبر (۷)

شذرات

پٹرول اور اس کی اہمیت

[illegible]

[illegible] دارستیاں [illegible] موجودہ [illegible] میں [illegible] قوموں کا [illegible] ورنہ ہوں کا مزاج بن گیا ہے۔ جنگ اور [illegible] دونوں حالتوں [illegible] دنیا کا [illegible] ہوگیا ہے [illegible] ایک ایسی قوت پوشیدہ ہے جس کے [illegible] جنگ [illegible] تمام [illegible] گاڑیاں، آرمرکار، جنگی جہاز ہوائی جہاز [illegible] بحالت امن [illegible] کاریں [illegible] سڑکوں پر دوڑتی نظر آتی ہیں۔ [illegible] نہیں بلکہ بڑے بڑے کارخانے [illegible] گرم رکھنے کے آلات [illegible] کے ذریعہ چلائے جاتے ہیں، بلکہ اب [illegible] کوئی متحرک آلہ بھی ان کی احتیاج سے خالی نہیں پاؤ گے [illegible] اور لوگ ان کی کسی نہ کسی شکل سے ضرور مستفیض ہوتے ہیں۔

دور حاضر میں، وہ ملک جہاں مٹی کے تیل کے چشمے ہیں اور وہ ان سے براہ راست فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ان ملکوں سے جہاں یہ چشمے نہیں ہیں۔ ممتاز شمار کئے جاتے ہیں۔ اور وہ ملک بھی جہاں یہ چشمے موجود ہیں۔ مگر دوسروں کے اجارے میں ہیں۔ ان ملکوں سے جہاں یہ چشمے بالکل نہیں ہیں، اعزاز کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ چنانچہ حالت جنگ میں محارب قوموں کی اقتصادی

ناکہ بندی کر دی جاتی ہے مٹی کا تیل تیز تر ہتھیاروں میں شمار کیا جاتا ہے۔ اور اس کے حصول کی دیگر تمام سامان جنگ سے زیادہ کوشش کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ جب گذشتہ جنگ عظیم میں، فرانس کے وزیر اعظم موسیو کلیمانسو نے امریکہ کے صدر مسٹر ولسن کے نام اس وقت جبکہ فرانس کا خزانہ پٹرول سے خالی ہو گیا تھا۔ اور اسے خوف پیدا ہوا کہ کہیں تمام آلات متحرکہ معطل نہ ہو جائیں ایک برقیہ روانہ کیا جس میں لکھا تھا کہ پٹرول کا ہر قطرہ خون کے قطرے سے اہمیت میں کم نہیں ہے! اور یہ اس بات کی کھلی دلیل ہے کہ دنیا کو اس کی کتنی سخت احتیاج ہے۔

جنگ کے مصارف

گذشتہ جنگ عالمگیر میں ساڑھے پندرہ کھرب انگریزی پونڈ خرچ ہوا! حالانکہ شاہ نپولین نے اپنی تیرہ سالہ جنگ میں جو خرچ کیا وہ اس کی ایک فی صدی سے زیادہ نہ تھا جس کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ موجودہ جنگ دنیا کے لئے حیثیت عظمیٰ سے کم نہیں ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ وسائل جنگ، پہلے سے بہت زیادہ گراں ہو گئے ہیں۔ اور موجودہ جنگ میں پیدل سپاہ اور سواروں پر اتنا اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔ جتنا کہ ہوائی جہازوں، مشین گنوں، آرمرڈ کاروں، اینٹی ایئر کرافٹ مشینوں، آہن پوش موٹروں، توپوں، جنگی جہازوں اور اسی قسم کے دوسرے نو ایجاد آلات پر کیا جاتا ہے۔

موجودہ جنگ کے مصارف اور اس کی اہمیت کو معلوم کرنے کے لئے پچھلی جنگ عظیم کے بعض معرکوں کے مصارف پر نگاہ ڈالنا بہت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ معرکہ جو جرمنی اور فرانس کے درمیان ۱۴ فروری سنہ ۱۹۱۶ء کو پیش آیا، فرانس کا اس پر چھ لاکھ ٹن سے زیادہ سامان جنگ خرچ ہوا جس کی قیمت ایک کروڑ اسی لاکھ انگریزی پونڈ سے کم نہ تھی۔ اسی طرح معرکہ فردان پر جو ۲۰ اگست سنہ ۱۹۱۷ء کو پیش آیا۔ اس پر فرانس کا ایک کروڑ بارہ لاکھ پونڈ خرچ ہوا۔ اور معرکہ مالبردن اور [illegible] میں ایک کروڑ بانوے لاکھ پونڈ خرچ ہوا!

ماہرین جنگ کا بیان ہے کہ گذشتہ جنگ کی کسی معمولی سے معمولی صف کو چیرنے کے لئے بھی بھاری توپوں کے پانچ سے سات سو گولوں تک کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اور کبھی سات سو سے آٹھ سو تک کی۔ یہ تو گذشتہ جنگ کے اخراجات ہیں لیکن اگر موجودہ جنگ کے اخراجات پبلک کے سامنے لائے جائیں تو حیرت کی انتہا نہ رہے گی۔ کیونکہ موجودہ جنگ کے مصارف گذشتہ جنگ کے تمام مصارف پر پانی پھیر دیں گے۔

یہ واقعہ ہے کہ دنیا کی آنکھ بہت بعد کو کھلی اور رقیب سلطنتوں نے سنہ ۱۹۳۲ء سے جنگی مصارف میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی سعی شروع کی۔ چنانچہ سنہ ۱۹۳۲ء میں دنیا کی سلطنتوں نے اس جنگی دوڑ پر بجٹ سے آٹھ لاکھ پونڈ زیادہ خرچ کیا۔ اس کے بعد سے اخراجات میں بازی لے جانے کی دوڑ برابر جاری رہی یہاں تک کہ سنہ ۱۹۳۸ء میں بیس لاکھ اسی ہزار پونڈ

بجٹ سے زیادہ خرچ آ گیا۔ اور یہ ر[illegible] تیار کی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا نے اس دوڑ [illegible] لاکھ پونڈ روزانہ کے حساب سے خرچ کیا۔

اور یہ بات [illegible] ۱۹۲ [illegible] کہ برطانیہ اپنے بجٹ میں اسّی کروڑ پونڈ سے ایک ارب پونڈ تک کا اضافہ کر رہا ہے [illegible] جنگی مصارف پر دس کروڑ پونڈ سے چالیس کروڑ پونڈ کا اضافہ ہوا۔ اور گذشتہ اپریل میں صرف [illegible] کروڑ پونڈ کا اضافہ کیا گیا ہے۔ ان گونا گوں مصارف کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ جنگ [illegible] قومی منظم و منصوبہ [illegible] زیادہ موجود ہوگا۔ لیکن اگر خام مواد کے بہم پہنچانے میں کمی پڑ جائے گی تو خطرہ سے خالی [illegible] جنگ میں مواد خام سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن صرف مواد خام سے کام نہیں چلتا [illegible] مواد خام کی ضرورت کی چیزوں کے بنانے میں بر وقت منتقل بھی کیا جاتا ہے۔ [illegible] اچھے کارخانے [illegible] صنعت [illegible] کاریگروں اور دیگر وسائل لازمہ کی بھی ساتھ ساتھ ضرورت ہے۔ کیونکہ ماہرین جنگ کا بیان ہے کہ میدان کے [illegible] سپاہی کے لئے کارخانہ کے دس کاریگروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک ہوائی جہاز کے بنانے میں کم سے کم [illegible] کی ضرورت پڑتی ہے۔

[illegible] مصارف کے متعلق برلن یونیورسٹی کے ایک مشہور پروفیسر ڈاکٹر کیرٹ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ جنگ کے مصارف [illegible] مصارف سے کہیں بہت زیادہ ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم فوج کے سپاہی پر خوراک اور ذخائر کا جو خرچ ہوتا ہے۔ اس پر [illegible] اخراجات کو بھی شامل کرلیں جو اس کے نقل و حرکت اور قلعہ بندی وغیرہ پر صرف ہوتے ہیں تو میدان جنگ کے ہر کیلومیٹر پر ۲۰۰ پونڈ انگریزی روزانہ خرچ کا اوسط پڑتی ہے!

مخلوط تعلیم | ہندوستان اس وقت ایک نہایت ہی سیاسی کشمکش میں مبتلا ہے۔ ایک طرف مغربی تہذیب اس کو اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اور دوسری طرف ہندو تہذیب اپنا دامن اس کی طرف پھیلا رہی ہے۔ ان دونوں تہذیبوں کے درمیان اسلامی تہذیب اور اس کا کلچر چکّی کے دانوں کی طرح نہایت بے بسی کے ساتھ پس رہا ہے۔ مغربی تہذیب کا تقاضا ہے کہ اسلامی تہذیب صفحۂ ہستی سے مٹا دی جائے۔ اور ایسی راہ عمل اختیار کی جائے کہ کچھ دنوں بعد اس کا وجود بھی صفحۂ ہستی پر قائم نہ رہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں مدارس قدیم کے ساتھ بے اعتنائی اور مدارس جدیدہ کے ساتھ حکومت کا لطف و کرم اس کی کھلی دلیل ہے۔

ہندو تہذیب نے بھی اسلامی کلچر کو اپنے اندر مدغم کرنے کی کم کوشش نہیں کی۔ فرض کرو اگر ہم اپنے بچے اور بچیوں کو

ایسے مخلوط مدارس ہیں جہاں نہ تو اسلامی تہذیب موجود ہے۔ اور نہ اس کا کلچر، آزادی کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیدیں۔ اور
عام کر کے اسکولوں میں جو مسلمانوں کے لئے ہر طرح زہر آلود ہے۔ اور اس کا ہر ہر ذرہ اسلامیان کو اپنے اندر ضم کرنے پہ تلا ہوا ہے۔
اسلامی تہذیب قائم رہ سکے گی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ؎ تا ثریا می رود دیوار کج

کھلی ہوئی بات ہے کہ جب عمارت کی پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھی جائے گی تو وہ عمارت بادی الامر میں خواہ کتنی ہی شاندار
اور بلند کیوں نہ ہو ٹیڑھی کہلائے گی۔ ظاہر ہے کہ جب ہمارے بچے اور بچیاں بلا امتیاز ایک جگہ بیٹھ کر تعلیم حاصل کریں گے
اور وہ بھی ایک ایسی تعلیم جس کو قرآن سے رشتہ ہوگا نہ حدیث سے اور نہ اسلامی روایات سے کس قدر اسلامی تہذیب کرا
ہوئی۔ اور پھر ان سے جو نکلے ہوئے بچے اور بچیاں مسلمان کہلائیں گی یا اور کوئی بات۔

یہ اسکیم مخلوط تعلیم خواہ جس شکل اور جس صورت سے جاری کی جائے ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے کسی طرح
مفید نہیں ہو سکتی۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مسلمان اس کی پوری مخالفت کر سکے اس سے کنارہ کش ہو جائیں گے۔ اور اس طرح وہ دوسروں
کو ترقی کا موقع دیں گے۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو انہیں چاہئے کہ وہ موجودہ تعلیمی اسکیم میں حسب ضرورت ترمیم کر کے اس کو
مسلمانوں کے مفید بنانے کی کوشش کریں۔ اور حکومت سے اس کا پرزور مطالبہ کریں۔ احتجاج بلند کریں۔ اور جس طرح ممکن ہو اس پر زور
دیں کہ وہ ان کے حسب منشا تعلیمی اسکیم جاری کرے۔ اور اے کاش اگر وہ اپنی جدوجہد میں کامیاب نہ ہوں تو انہیں پھر اعتراف
کرنا چاہئے کہ جو رد یہ تعلیم کی موجودہ اسکیم پر ختم کیا جائے اس میں سے جو ہندو ستان کا پورا لائحہ عمل خود تیار کر لیں۔

آسمانی فیصلہ

از مولوی حافظ مصلح الدین صاحب متلفی مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

(۴)

پچھلی قسط میں ان چیزوں پر ہلکی سی روشنی ڈالی گئی تھی جو حضرت داؤد علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھیں۔ اس اشاعت میں حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ان اوصاف کی تشریح کی جائیگی جنہیں اللہ تبارک وتعالےٰ نے بطور ان کے وصف امتیازی کے بیان فرمایا ہے۔ اس مقام میں اللہ تعالےٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے مخصوص اوصاف میں سے دو چیزوں پر توجہ دلائی ہے اور انہیں کو ان کا طرۂ امتیاز قرار دیا ہے۔ پہلی چیز شیاطین کی تابعداری اور دوسری ہواؤں کی تسخیر ہے۔ انہیں دو حقیقتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ نے سورہ صٓ میں ارشاد فرمایا ہے۔ ولسلیمٰن الریح عاصفۃ تجری بامرہ رخاء حیث اصاب والشیٰطین کل بناء وغواص ۵ یعنے ہم نے سلیمٰن علیہ السلام کے لئے تند ہوا کو مسخر کر دیا تھا اور وہ ان کے حکم سے نرم ہو کر جہاں کا وہ ارادہ کرتے تھے چلتی تھی۔ اسی طرح ہم نے شیاطین کو بھی فرمانبردار بنا دیا تھا چنانچہ وہ ان سے مکانوں کی تعمیر اور غوطہ زنی کا کام لیتے تھے۔

ہواؤں کی تسخیر اور اس کی کیفیت ذیل کے اقوال اور روایات سے بخوبی واضح ہو جائیگی۔ سعید بن جبیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے چھ لاکھ کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ وہ خود کسی امتیازی جگہ پر جلوہ افروز ہو جاتے اور وہ لوگ جو ان پر ایمان لائے تھے۔ ان کے گرد و پیش بیٹھ جاتے ان کے بعد ان اجنہ کا نمبر ہوتا جو زیور ایمان سے مزین ہوتے۔ اس کے بعد پرندوں کو حکم دیتے کہ وہ ان پر سایہ کریں۔ پرندے حسب حکم ان کے سروں پر سایہ فگن ہو جاتے۔ پھر ہوا کو کسی مقام پر پہنچانے کا حکم دیتے چنانچہ وہ آپ کو آپ کے اصحاب کے ساتھ مقررہ جگہ پر پہنچا دیتی۔

عبداللہ ابن عمیر سے ایک دوسری شکل منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام جب سفر کا

دیا کرتے تو ہوا کو حکم دیتے کہ وہ مجتمع ہو کر شکل پہاڑ کے
ہو جائے۔ چنانچہ وہ آپ کے حکم کے مطابق ایک عظیم الشان
پہاڑ کے مانند ہو جاتی تھی۔ پھر خدام سے فرماتے کہ وہ
اس پہاڑ کی بلند تر جگہ پر پہنچا دیں۔ وہ پہنچا دیا جاتا اور
اس پر تخت بچھا دیا جاتا تھا اس کے بعد ہوا کو
پرواز کا حکم دیتے اور وہ اڑتی۔ کیونکہ اتنی بلندی پر پہنچ کر
کوئی سوائے آسمان کے علاوہ دنیا کی کوئی چیز آپ سے
بلند نہ ہوتی۔ لیکن باوجود اس شان و شکوہ اور جبروت
کے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نگاہ جلال الہی کے
رعب و داب سے نیچی ہوتی اور ایسا معلوم ہوتا کہ وہ
اپنی اس پرشکوہ اور نادر المثال حکومت کی دولت
خداوند قدوس کی ہمہ گیر قدرت اور عالمگیر شہنشاہیت
کے سامنے ہیچ اور ناقابل التفات سمجھتے ہیں۔ بعض لوگوں
سے یہ بھی منقول ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے
پاس لکڑی کی ایک لمبی چوڑی بساط تھی جو کسی وسیع میدان
میں پھیلا کر رکھ دی جاتی تھی۔ اس پر حضرت سلیمان علیہ السلام
اپنے لشکر، خیمے، گھوڑے اور اونٹ وغیرہ بہت
بیٹھ جاتے اور ہوا کو حکم دیتے کہ انہیں کسی مخصوص مقام
پر پہنچا دے۔ چنانچہ ہوا آپ کو اس مقام پر جو مہینوں
کی مسافت پر ہوتا چند گھنٹے میں پہنچا دیتی اس کی
تصدیق قرآن مجید کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے۔ جو
سورۂ سبا میں موجود ہے۔ غدوها شهر ورواحها شهر
یعنی اس کی صبح کی سیر ایک ماہ کی راہ اور شام کی سیر

ایک ماہ کی راہ تھی۔

روایات کے ان اختلافات سے ممکن ہے بعض
لوگ ذہنی انتشار اور الجھاؤ میں مبتلا ہو جائیں اور
انہیں قبول کرنے میں کچھ ہچکچاہٹ اور تردد ہو لیکن
حقیقت یہ ہے کہ روایتوں کا یہ اختلاف محض ظاہری اختلاف
ہے۔ انتشار اور الجھاؤ کے خاتمہ سب کی سب متفق
اور غور طلب ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر بھی نگاہ ڈالی جائے
اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہوا پر حضرت سلیمان علیہ السلام
کی حکومت تھی اور وہ اس سے جس طرح کی خدمت چاہتے
لیتے تھے۔ اختلافات صرف ان کی خدمت کے
طریقوں میں ہے۔ کبھی بساط پر جلوہ افروز ہو کر حرکت
دیا کرتے تھے اور کبھی خود ہوا کو پہاڑ کی شکل قبول
کرنے پر مجبور کرتے تھے۔ اس طرح اس سے دونوں
فائدے حاصل کرتے۔ اور کبھی کرسی نشین ہو کر تسخیر
سے نفع اندوز ہوتے۔ الغرض تینوں روایتیں اپنی
جگہ پر صحیح ہیں۔ اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے تینوں
شکلوں میں سے ہر شکل کا ظہور خاص خاص اوقات
میں ضرورت کے مطابق ہوا۔ اسی لئے ہر راوی نے کسی
خاص شکل کی روایت کی جس کا اسے کسی طریقہ سے
علم ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام
کا ہوا پر اس طرح کا تصرف تعجب خیز امر ہے لیکن بیسویں
صدی کی نت نئی ایجادات نے اس کا سرے سے ازالہ

کر دیا ہے۔ آج دنیا کا جب ایک معمولی مادہ پرست انسان علم و حکمت کے ذریعہ ہوا اور پانی پر حکومت کر سکتا ہے۔ اور مہینوں کی مسافت گھنٹوں میں اور گھنٹوں کی منٹوں میں ہوا اور پانی کے زور سے طے کر سکتا ہے تو خدا کے ایک سچے نبی سے اگر ان کاموں کے انجام کا صدور ہوا۔ تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام ہوا سے مختلف قسم کی خدمتیں لیا کرتے تھے۔ اسی طرح شیاطین کو بھی مختلف کاموں کا حکم دیتے تھے۔ اس جگہ پر اللہ تعالے نے صرف ایک کام کا صراحتاً تذکرہ فرمایا ہے۔ ومن الشیاطین من یغوصون له یعنے بعض شیاطین ان کے لیے غوطہ زنی کیا کرتے تھے۔ اس طرح وہ ان کیلئے موتی اور دیگر جواہرات فراہم کرتے تھے۔ باقی خدمات کیطرف اجمالی اشارہ موجود ہے چنانچہ فرمایا۔ یعملون عملاً دون ذالک یعنے اس کے علاوہ بھی بعض خدمتیں انجام دیتے تھے اس اجمال کی تشریح قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے جو سورہ سبا کے دوسرے رکوع میں موجود ہے۔ ویعملون له ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور راسیات یعنے شیاطین ان کے واسطے جو کچھ وہ چاہتے بناتے تھے۔ مثلاً قلعے تصویریں، بڑے پیالے تالابوں کے مانند چولہوں پر جمی رہنے والی بڑی بڑی دیگیں۔ گویا حضرت سلیمان علیہ السلام شیاطین سے مختلف کام لیا کرتے تھے۔ کبھی عمارتوں کی تعمیر کراتے کبھی دریا سے موتی نکلواتے اور کبھی بڑے پیالے اور بڑی دیگیں بنواتے اس کے علاوہ دوسرے کام بھی حسب منشا کرواتے اور کسی شیطان کو کبھی یہ جرآت نہ ہوتی کہ ان کے حکم کی خلاف ورزی کرے کیونکہ حفاظت الہی ہمیشہ آپ کے شامل حال ہوتی۔

تسبیح سے مراد اس کے فضائل ومناقب اس کی خوبیاں اور بھلائیاں اور اس کے درجوں ومقام کی تشریح .... نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے فضائل اتنے محدود نہیں کہ انہیں چند سطروں میں قلمبند کیا جاسکے احادیث کی روایات اور قرآن مجید کی آیات اس کی تعریفوں اور فضیلتوں سے لبریز اور پُر ہیں۔ یہاں اس کی فضیلت کے صرف اس باریک نکتہ کو واضح کرنا مقصود ہے جو سخرنا مع داؤد الجبال اور ولسلیمان الریح کے الفاظ میں پوشیدہ ہے۔ عربی سے دلچسپی رکھنے والے حضرات اس امر سے بخوبی واقف ہیں کہ عربی میں مع ساتھ کے لئے اور لام لئے کے معنی میں مستعمل ہے۔ گویا اس طرح ان دونوں ٹکڑوں کا مفہوم یہ ہوا کہ حضرت داؤد کے ساتھ پہاڑ تسبیح کے لئے مسخر تھے اور حضرت سلیمان کے لئے ہوا مسخر کر دی گئی تھی تسخیر کے لحاظ سے پہاڑ اور ہوا ایک ہی درجہ میں تھے اسلئے قاعدے کے رُو سے وسخرنا لداؤد الجبال ہونا چاہئے تھا لیکن اللہ عزوجل نے محض اس لئے کہ پہاڑ تسبیح الہی میں مشغول رہا کرتے تھے ان کا تذکرہ ایسے م

تشریحِ حدیث

(۲)

وانما لکل امرئٍ مانوی:۔ انسان خواہ کوئی کام بھی کرے۔ دنیاوی ہو یا اخروی۔ اس کا نتیجہ اس کی نیت کے موافق مترتب ہوتا ہے۔ اگر اس کی نیت خیر ہوتی ہے۔ تو اس کے ثواب کا پلّہ بھاری ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی نیت بُری ہوتی ہے۔ تو عذاب کا پلہ وزنی ہوتا ہے۔

اس فقرہ کو اگر بنظرِ عمیق دیکھا جائے تو پتہ چلے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فقرہ میں ایسی حقیقت کو کھول کر بیان فرمایا ہے۔ جس سے اگر ایک طرف ریاکاروں اور بدکاروں کو ان کے مذموم فعل سے متنبہ کرنا مقصود ہے۔ تو دوسری طرف تمام مذاہب باللہ کی تردید بھی اسی میں موجود ہے بایں طور کہ مشرکین عرب اس امر سے ناواقف نہ تھے۔ کہ ہم لوگ جس کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ خدا نہیں ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس وقت یہ فرمایا تھا کہ بت شکنی کی صحیح کیفیت اپنے بڑے بت سے پوچھو تو ان کو ندامت سے سر جھکا لینا پڑا۔ اور زبان حال نے یہ ثابت کر دیا کہ ابراہیمؑ اپنی بات میں سچے ہیں۔ مگر باوجود اس علم کے وہ حضرت ابراہیمؑ پر ایمان نہ لائے۔ صرف اس لئے کہ ان کے خیال میں اس سے ان کی عزت اور وجاہت پر دھبہ آ رہا تھا۔ توراۃ میں بنی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی پیشین گوئی پڑھ معلوم کر چکے تھے۔ مگر دنیا طلبی اور اس کی لالچ نے انہیں مجبور کر دیا کہ وہ توراۃ میں تحریف کر دیں۔ اور اس طرح چند روزہ عزت کو قائم رکھنے میں کامیاب ہو سکیں۔ قرآن پاک نے ان کو اسی ناشائستہ حرکت سے روکتے ہوئے کہا۔ ولا تشتروا بایاتی ثمناً قلیلا اور ہماری آیتوں میں تحریف کر کے ان کے معاوضے میں تھوڑی قیمت یعنے دنیاوی فائدے حاصل نہ کرو اسی طرح اہل نصاریٰ سے بے خبر نہ تھے کہ مسیح ابن اللہ نہیں ہیں۔ اور یہ کہ جس نبی کے متعلق انجیل میں پیشین گوئی کی گئی تھی وہ مبعوث ہو چکے ہیں۔ مگر باوجود ان معلومات کے نور ایمان سے محروم رہے۔ آخر کیوں صرف اس لئے دنیا کی حرص اور طمع نے ان کے دامن کو نہ چھوڑا۔ ان حالات کے پیش نظر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تعلیم دی کہ

ان مذاہب باطلہ کی نشر و اشاعت سے جو تمہارا مقصود تھا۔ یعنی دنیا طلبی اور دولت و ثروت یہ تم کو حاصل ہو چکا اور دوسری زندگی میں اعینوا علی امر الماد و مما رزقکم اللہ کہنے لگے سو اُن کو کچھ حاصل ہونیوالا نہیں ہے۔ اس لئے اب بھی وقت ہے کہ تم اپنی نیت صاف کرو اور اپنے دل کو نور ایمان سے منور کرو۔

ریاکاروں کو اس طور پر ان کی حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی کہ وہ اپنا نام مسلمان تو رکھتے ہیں۔ اور اسلامی احکام پر عمل بھی ہوتے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے اندر اخلاص نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ ان کا ہر کام ریا و سمع پر موقوف ہوتا ہے۔ اس لئے پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ دیکھو اپنے قلوب کی صفائی کر لو۔ اور جو کام بھی کرو خالصًا لوجہ اللہ کرو۔ ریا و سمعہ کو ہرگز اس میں دخل نہ دو۔ اسی اجمال کی تفصیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح بیان کی ہے۔ کہ قیامت کے روز شہید لایا جائے گا۔ سوال ہوگا کہ میں نے تم کو طاقت اور قوت دی۔ تو نے کیا کیا۔ جواب دیگا۔ ۔اے اللہ میں تیرے راستہ میں لڑتا رہا۔ یہانتک کہ جان دیدی۔ اللہ تعالیٰ کہے گا۔ تم نے بہادر اور شجاع کہلانے کے لئے جان دی تھی۔ اور یہ غرض تم کو حاصل ہو گئی پھر فرشتے کو حکم ہوگا کہ اس کو گھسیٹ کر جہنم میں ڈھکیل دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا جائیگا۔ قاری اور دولتمند سے سوال ہوگا کہ میں نے تم کو علم دیا مال و دولت سے نوازا تم نے اس کو کہاں اور کس طرح صرف کیا۔ جواب دیگا یارب میں نے علم سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھلایا میں نے مال حاصل کیا اور اسے تیرے غریب بندوں پر خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ کہے گا کہ تم نے علم اس لئے سیکھا اور سکھلایا تھا کہ تم بہت بڑے عالم کہے جاؤ۔ تمہاری قدر و منزلت بڑھے۔ تم نے مال خرچ کیا۔ مگر اس لئے کہ دنیا والے تمہاری سخاوت کی داد دیں اور تم دنیا میں سخی کے نام سے شہرت پاؤ۔ اور یہ تمام چیزیں دنیا ہی میں تم کو حاصل ہوگئیں یہاں تمہارے لئے کوئی جزاء خیر نہیں ہے۔ پھر حکم ہوگا اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈھکیل دینگے۔ اور اسی طرح حساب و کتاب کا سلسلہ جاری رہے گا۔ یہ ہے تفصیل اس اجمال کی جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انما الاعمال بالنیات کے سانچہ میں ڈھالا ہے۔ اور یہی ہے۔ وہ حقیقت جس کی وضاحت قرآن پاک ان بلیغ الفاظ میں کرتا ہے۔ من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہ فی حرثہ ومن کان یرید حرث الدنیا نؤتہ منہا وما لہ فی الآخرۃ من نصیب۔ جو آخروی زندگی کو محبوب رکھتا ہے اور اس کو بہتر بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہم اس کو ترقی دیتے ہیں اور بڑھاتے ہیں۔ اور جو شخص دنیاوی حرص و ہوا کی پیروی کرتا ہے۔ اور اسی میں منہمک رہتا ہے ہم چند دنوں کے لئے اس کی خواہشوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ لیکن وہ آخرت کے تمام فائدے اور اس کی نعمتوں سے بالکل محروم رہتا ہے۔

عبدالرحمٰن نشتر رجوردی متعلم جامعہ سلفیہ

سیلِ تاتار

جب میں چھٹی صدی کے ان خونی و لرزہ انداز واقعات پر نظر کرتا ہوں جن کا ظہور ظالم و قہار تاتاریوں کے ہاتھوں ہوا، تو میری آنکھیں اشک خون بہانے لگتی ہیں۔ قلب تھرتھرانے لگتا ہے۔ اور اس وقت کے مسلمانوں کی شومئی قسمت پر میری روح بے اختیار ماتم کرنے لگتی ہے مگر تاہم میں نے حد درجہ ضبط سے کام لیکر ان دلدوز و جگر خراش حقائق کو آپ کے سامنے ان شکستہ و غیر مربوط الفاظ میں درج ذیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔

تاتاریوں کا اصل نام منگول ہے، جو مخفف ہوتے ہوتے مغول ہوا۔ اور اب اس کی جگہ صرف منگل ہی بولا جاتا ہے۔ ان کا مولد و منبع ملک منگولیا تھا۔ جو چین کے بہت قریب اور متصل واقع ہے۔ ان کی صورتیں، اقوام عالم سے ممتاز اور نرالی واقع ہوئی تھیں۔ چہروں میں غیر معمولی چپٹاہٹ تھی۔ رنگ گندمی تھا۔ اور کل کے کل خانہ بدوش تھے۔ نہ سکونت کا مکان تھا نہ پہننے کو اچھے کپڑے۔ فطرتاً بہت قوی، چست و چالاک، توانا، محنتی اور یہاں تک ہمت ور تھے کہ ان کی عورتیں تک ہر وقت مسلح رہا کرتی تھیں۔ اسی کے ساتھ ساتھ نہایت قسی القلب حد درجہ کے بدمعاش، ظالم اور خونخوار تھے۔ ان کے کان "رحم" سے ناآشنا تھے۔ طبیعت "نرم دلی" سے بیگانہ تھی۔ ان کے قلوب کو کوئی شئے بھی نرم نہیں کر سکتی تھی۔ آفتاب کی پرستش کرتے اور کسی قسم کا گوشت کھانے سے دریغ نہ کرتے تھے۔ گھوڑوں، گدھوں، بھیڑوں، سانپ بچھوؤں، حتیٰ کہ انسان اور تمام حشرات الارض کو مرنے لیکر کھانا ان کے یہاں تہذیب میں داخل تھا۔ ایک عورت سے دس پانچ مردوں کا متمتع ہونا۔ ان کے نزدیک کوئی معیوب بات نہ تھی۔

ظہور تاتار سے قبل چند غیر معمولی اور تعجب خیز اشیاء وجود میں آئیں۔ مثلاً ۵۹۲ھ میں مصر میں ایسی قحط سالی ہوئی کہ لوگ قبروں سے مردے اکھاڑ اکھاڑ کر کھانے لگے۔ ۵۹۷ھ میں شام اور اس کے حوالی میں ایسا سخت زلزلہ آیا کہ مضبوط سے مضبوط قلعے منہدم ہو گئے اور مصر کے آس پاس کی بہت سی بستیاں دھنس کر غائب ہو گئیں۔ ۵۹۹ھ میں سماء دنیا نے اس قدر تارے گرائے کہ معلوم ہوتا تھا ٹڈیاں اڑ رہی ہیں۔ اور ۶۰۱ھ میں ایک ایسا

بچہ متولد ہوا جس کے دو سر اور چار پاؤں تھے۔ جن کے بعد بھی اہل تاتار اس معشوق عالم پر دلدادہ رہے۔

اس قوم کے دو سردار بہت نامور اور اولوالعزم گذرے ہیں۔ اول چنگیز خان دوم ہلاکو خان۔ ان دونوں کے ہولناک مظالم سے اوراق تواریخ پر ہیں اور آج بھی ان کی خونچکاں داستانیں ضرب المثل ہیں۔ بلا شک وشبہ اس کرۂ ارض پر بڑے بڑے خونخوار دل اور ظالموں نے اپنی اپنی صورتیں اہل دنیا کو دکھلائیں مگر وہ چنگیزیوں کے سامنے ستاروں سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے۔ بخت نصر نے ہزاروں یہودیوں کو قتل، بے شمار کو جلا وطن اور بیت اقدس کی برے طریقہ سے توہین کی۔ حجاج بن یوسف ثقفی نے ایک لاکھ اور کئی ہزار اشخاص کی گردنیں بلا جرم دھڑا دیں جن میں بڑے بڑے مجتہدین، ائمہ اور جلیل القدر صحابہ بھی تھے۔ تیمور نے ہندوستان کے ایک لاکھ مسلمان قیدیوں کو صرف اس وجہ سے قتل کر دیا کہ ہمارے پاس ان کی حفاظت کے سامان نہیں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ اس سفاک نے دلی میں پندرہ یوم تک لوٹ مار، قتل و غارت کو عام رکھا۔ جہاں بوڑھے، بچے، عورتیں اور امن طلب سب مساوی تھے۔ نادر شاہ کی بے پناہ تلوار نے شہر مذکور کو تہ و بالا کر کے خون کی اتنی ندی بہائی کہ قلم صفحۂ قرطاس میں ضبط کرنے سے قاصر ہے۔ اور عیسائیوں نے بھی مسلمانان عالم پر بڑے بڑے مظالم ڈھائے ہیں۔ اور ان کی اس قدر گردنیں تلوار کی نذر کی ہیں کہ جن کا شمار شاید ہی کوئی کر سکتا ہو۔ صرف اندلس کی ایک جنگ میں جو جنگ عقاب کے نام سے مشہور ہے، ایک ہزار کم چھ لاکھ مسلمانوں کو جام شہادت نوش کرنا پڑا ہے۔ مگر پھر بھی جب ہم ان تمام خونی واقعات کا موازنہ تاتاریوں کے لرزہ انگیز واقعات سے کرتے ہیں تو مجھے بے ساختہ یہ مصرعہ پڑھنا پڑتا ہے ع

"چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

خوارزم شاہ ایشیا کا ایک زبردست اور با جلال فرمانروا مسلمان تھا۔ اس سے اور چنگیز سے بارہا نوک جھونک ہونے کے بعد صلح ہو گئی۔ ایک دفعہ چند چینی تاجر اس کی حدود میں بغرض سوداگری آئے۔ جنہیں گورنر سرحد نے جاسوسی کے الزام میں گرفتار کر کے ان کے تمام اسباب چھین کر شاہ خوارزم کے پاس بھیج دیئے۔ سلطان نے بھی گذشتہ صلح و معاہدہ کا پاس و لحاظ کئے بغیر ان کا سامان تاجران سمرقند و بخارا کے ہاتھوں فروخت کر دیا۔ چنگیز خان نے شاہ کو لکھا کہ تم ہمارے تاجروں کو چھوڑ دو اور ان کی مسلوب شدہ چیزیں بھی واپس کر دو۔ مگر متکبر سلطان نے قاصدوں کی ڈاڑھیاں منڈوا کر شارع عام پر یا تو سزائیں دیں۔ یا قتل کرا دیا۔ اور خود بھی بادۂ کبر و نخوت سے سرشار ہو کر علاقہ چنگیزی پر چڑھ دوڑا۔ جسے تاخت و تاراج اور برباد کر کے واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں چنگیز سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ متواتر تین شبانہ روز تک لڑائیاں ہوتی رہیں۔ اور خون کا دریا رواں نظر آنے لگا۔ بیس ہزار مسلمان مارے گئے۔ اور اس سے کہیں زیادہ دشمنوں کا خاتمہ ہوا۔

چونکہ نتیجہ قریب قریب مساوی رہا۔ دونوں فریق بے نیل ومرام واپس وطن ہوئے۔

اس واقعہ کے بعد چنگیز اپنی طاقت بڑھانے میں مصروف ومنہمک ہوگیا۔ اور پورے پانچ مہینے کے بعد ایک جرار فوج لیکر بخارا آدھمکا۔ محمد خوارزم جو اس سے قبل نہایت جری وبہادر تھا۔ اس دفعہ پر ڈرپوک اور بزدل نکلا۔ اور خراسان بھاگ گیا۔ اہل بخارا نے نہایت [illegible] بلند ہمتی سے مقابلہ کیا۔ تین دن تک گھمسان کی لڑائی رہی۔ مگر چونکہ ان کا کوئی اچھا رہنما نہ تھا۔ اور مدتوں سے ان کی شمشیریں زنگ آلود اور قتل وجہاد سے ناآشنا ہوگئیں تھیں۔ اس لئے انہوں نے دشمنوں سے امان طلب کرلیا۔ سوائے چار ہزار شاہی فوجوں کے جو قلعہ میں محصور تھیں۔ اور جس کے گردا گرد گہری خندق تھی۔ نہایت استقلال سے ڈٹتے رہے۔ بالآخر ۶۱۷ھ میں چنگیز خاں نے ان لوگوں سے جنہیں امان دیا تھا خندق بھروانا اور قلعہ والوں سے لڑانا شروع کیا۔ گویا مسلمان مجبوراً اپنے بھائی مسلمانوں کو قتل کررہے تھے۔ اسی وجہ سے جبتک یہ چار ہزار محصورین ایک ایک کرکے شہید نہ ہوگئے۔ قلعہ پر تصرف نہ ہونے دیا

مگر آہ! یہ ہولناک اور خونچکاں تھا وہ دن جبکہ چنگیز خاں اور اس کی بے شمار فوجیں قلعہ فتح کرچکی تھیں۔

جس کے بعد ہی اس ظالم نے حکم دیا کہ محمد خوارزم نے جس جس کے ہاتھ چینی تاجروں کا مال فروخت کیا ہے حاضر کیے گئے۔ اس سے فارغ ہوکر چنگیز نے پورے اہل شہر کو ایک جگہ جمع کرکے ان کے تمام اسباب غصب کرکے قتل عام کا حکم دیا۔ ان خونخواروں نے عورتوں کے ساتھ ان کے وارثوں اور مالکوں کے سامنے اخلاق سوز حرکتیں کیں۔ یہ جگر دوز منظر کل مسلمانوں کے سامنے تھا اور وہ مجبور محض تھے۔ مگر واہ رے عزت وغیرت! کہ یہ حالت بدر رکن الدین، صدر الدین اور اولی الذکر کے لڑکوں سے نہ دیکھی گئی تلواریں ہاتھ میں لیں اور دشمنوں کو قتل کرکے جنت الفردوس کو سدھارے۔ اس کے بعد سب مسلمان ایک ایک کرکے شہید کردیئے گئے۔ اور اہل شہر کا ایک متنفس بھی نہ بچا۔

۶۱۷ھ میں تاتاریوں نے سمرقند کا رخ کیا شہر مذکور میں پچاس ہزار شاہی فوج تھی۔ لیکن اس پر رعب مسلط ہوگیا اور وہ کچھ بھی نہ کرسکی۔ یہ حالت دیکھ کر اہل سمرقند کو جوش آیا۔ خوب جان کھول کر لڑے۔ مگر برا ہو دشمن کا کہ وہ چالاکی سے پیچھے ہٹتے گئے اور ایک جگہ تمام مسلمانوں کو محصور کرکے ستر ہزار کو شہید کرڈالا۔ اس کے بعد شاہی فوج نے بھی یہ کہہ کر امان طلب کرلیا۔ کہ ہم دونوں قوم ترک ہیں اور تمہاری اطاعت بسروچشم قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اس لئے ہم کو امان دیا جائے۔ تاتاریوں نے اثبات میں جواب دیتے ہوئے سبھوں سے ہتھیار لے لینے کے بعد غداری سے شہید کرڈالا۔ بایں وجہ محمد خوارزم شاہ نے ایک دفعہ دس ہزار اور دوسری دفعہ بیس ہزار

کی فوج بھیجی لیکن ان بزدلوں سے کچھ بھی نہ ہو سکا بغیر لڑے ہوئے واپس ہو گئے۔ وحشی تاتاریوں نے ان کی عورتوں سے زبردستی افعال قبیحہ کئے۔ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بے دریغ تہ تیغ کیا۔ مسجدیں گرا دیں منبر جلا دیئے، قرآن مجید کی بُرے طریقے سے توہین کی جب کل مکانات مسمار اور پیوند خاک ہو گئے۔ تب کہیں جاکر آرام کا سانس لیا۔

محمد خوارزم کی گرفتاری کے لئے چنگیز نے بیس ہزار کا جرار لشکر روانہ کیا۔ مگر وہ افغانستان خراسان، رائے، ہمدان اور غزنی سے بھاگتا ہوا ماژندران پہنچا۔ اور دریائی سفر کرتا ہوا پیچ در پیچ پہاڑیوں میں گھس گیا۔ چونکہ تاتاریوں کے پاس کشتی نہ تھی۔ اس لئے وہ خوارزم شاہ کو گرفتار نہ کر سکے۔ یہ بادشاہ انہی پہاڑیوں پر گمنامی کی حالت میں انتقال کر گیا۔ جب کہ اس کے بدن پر سوائے ان کپڑوں کے جسے وہ زیب تن کئے ہوئے تھا۔ کچھ نہ تھا۔ حتی کہ اسے کفن تک نصیب نہ ہوا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

تاتاری جب خوارزم شاہ کی گرفتاری سے مایوس ہو گئے تو ماژندران کو تباہ و برباد کر ڈالا۔ ہمدان کو ویران کر کے دم لیا۔ قزوین والے جان توڑ کر لڑے مگر شکست کھائی اور چالیس ہزار شہید ہوئے اسی طریقے سے اہل سجستان نے بھی خوب جانفشانی سے مقابلہ کیا۔ مگر موت سے ہم آغوش ہوئے۔ یہی حال اہل رے کا ہوا۔ غرضکہ اس تاتاری لڑائی میں زن و بچہ، بوڑھا، جوان۔ سب تلوار کی نذر ہوئے۔ عورتوں کے ساتھ غایت درجہ کی بے حرمتی کی گئی۔ ایران۔ افغانستان، خراسان اور سرکشیا، خفچاق تمام شہر برباد ہو گئے اور کوئی مسلمان بھی ان کے تیغ ظلم سے محفوظ نہ رہ سکا۔ بیشمار مساجد، خانقاہیں اور بڑے بڑے مدارس پیوند زمیں ہو گئے۔ ابن اثیر لکھتا ہے (جو ان حادثات میں موجود تھا) کہ ان وحشی تاتاریوں کے مظالم اس قدر ہیں کہ ہماری آئندہ نسل ان صحیح واقعات کو پڑھے گی اور کسی کو یقین نہ آئیگا اور وہ سب یہ خیال کریگی کہ یہ سب مبالغے ہیں (باقی آئندہ)

محمد فاروق سلفی دربھنگوی

۱۵

انجام

قمر کو شیریں سے محبت تھی جس طرح ایک پجاری کو دیوی سے ہوتی ہے۔ قمر اور شیریں کے دل ایک دوسرے کے ہم آہنگ ہو چکے تھے جس طرح ایک اینٹ دوسری اینٹ سے ملا دی جاتی ہے۔ دونوں ایک دوسرے سے جدا رہنا ایک لمحہ کے لئے بھی گوارہ نہیں کرتے تھے جس طرح ایک ماں اپنے چھوٹے بچوں کو اپنے پاس سے دور نہیں کرتی تاہم ان دونوں کے درمیان اس قدر الفت گھر کر چکی تھی۔ مگر اس کی کوئی حد نہ تھی۔ ان دونوں کی روحوں میں ایک جاودانی پیام تھی۔ جسے وہ محسوس تو کرتے تھے مگر ایک دوسرے سے ظاہر نہ کر سکتے تھے۔ ان دونوں نے "درس الفت" سیکھا تھا۔ مگر کسی کتاب سے نہیں انہوں نے "درس جذبات" سیکھا تھا۔ مگر وہ کسی تعلیم کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ ان میں سے ایک نے پہاڑوں کی تنہائیوں سے "سبق عشق" حاصل کیا تھا۔ تو دوسرے نے اس کے دامنوں سے۔ ایک نے خاموش درختوں سے "جذبات الفت" معلوم کئے تھے۔ تو دوسرے نے ہلتی ہوئی شاخوں اور جھومتی ہوئی پتیوں سے۔ ایک نے اُبلتے ہوئے چشموں سے "علم محبت" حاصل کیا تھا۔ تو دوسرے نے اس خوشگوار بہتی ہوئی ندی سے جس کی لہریں اپنے ساحل کو پیہم اور متواتر چوم چوم کر واپس چلی جاتی ہیں۔ ان دونوں میں ایک نے بادلوں کی کڑک میں عشق کو ڈھونڈا تھا۔ تو دوسرے نے بجلی کی چمک میں۔ ایک نے اس "فرحت بخش" چیز کو کندن کی دمک میں تلاش کیا تھا، تو دوسرے نے عندلیبوں کی چہک میں۔ غرض کہ فطرت کی یہ ایک پیدا کردہ چاہ تھی یہ وہ چاہ تھی جو ایک قطرے کو مجبور کرتی ہے کہ اپنے کو کسی ندی میں جا کر کھو دے۔ ٹھیک اسی طرح ان دونوں کا عشق ایک دوسرے کی رگ و پے میں خون کی طرح دوڑ رہا تھا۔ ان کی باہمی محبت کا سلسلہ جو زمانہ دراز سے چلا آرہا تھا۔ اپنے پریم کی آگ بجھانے کا منتظر تھا۔ اس کا وقت اب بالکل قریب تھا۔ آخر ان دونوں کی محبت کامیاب ثابت ہوئی۔ اور ان کی شادی ہو گئی۔ اس طرح ان کی قسمت کا ستارہ چمک اٹھا۔ اور اب وہ "نامراد" نہیں "بامراد" تھے۔ اب وہ بے تار کا "ریڈیو" جو ایک زمانہ نامعلوم سے لفظ شادی، محبت، عشق، جوانی اور پریم کا گانا گا کر ان دونوں کے دو دلوں کو مضطر

اور پریشان اور ان کے بیٹھے ہوئے جذبات کو وقت بے وقت ابھارا کرتا تھا۔ اس کا وقت اب ختم ہو چکا تھا اور وہ انہی اس شاندار کامیابی پر نہایت ہی شاداں اور فرحاں نظر آتا تھا۔

شادی ہوئے تقریباً دو ماہ گزر چکے تھے۔ مگر ان دونوں کا محبت کی ٹریننگ ابتک جاری تھی۔ قمر کا جذبۂ الفت دن دونی ترقی پر تھا۔ اس کے لئے شیریں ایک عمیق سمندر تھی۔ جس کی گہرائیوں میں قمر غرق ہو جانا چاہتا تھا۔ ہر نیا دن۔ نئی تمنائیں اور امنگوں کو اپنے ساتھ لئے آتا۔ اور ہر آنیوالی شب نئی دلچسپیاں لے کر آتی۔ گویا ان دونوں کے لئے ان کی زندگی ایک نہ ختم ہونے والی حسین شیریں خواب تھی۔ رات کی تاریکیوں اور تاروں کی خاموش چھاؤں میں وہ دونوں بیٹھ کر اپنی محبت کا اظہار اپنے مخصوص پیرائے میں کرتے۔ ساتھ ہی فطرت کی ہر چیز ان کی محبت کو پر لطف بنانے کی کوشش کرتی۔ پھول اس لئے کھلتے کہ وہ ان دونوں کے سر چڑھیں۔ چشمے اس لئے ابلتے کہ ان کے صاف اور شفاف پانیوں میں یہ دونوں اپنے جسم مرمریں کو غسل دیں۔ خوشی سے بھرے ہوئے دنوں کے بعد امنگوں سے پر راتیں آتیں اور گزر جاتیں۔ مگر بادۂ عشق میں سرشار قمر کو زمانے کی رفتار کی کچھ بھی خبر نہ ہوتی اور اس نے اسے کہیں کا بھی نہ رکھا۔

اب قمر کو ملازمت کی سخت ضرورت تھی۔ اس نے کئی بار شیریں سے اس کا تذکرہ کیا۔ اور چاہا کہ کہیں دور جا کر کسی نوکری کی تلاش کرے۔ مگر آپس کی محبت ایک دوسرے سے جدا نہ ہونے دیتی تھی۔ قمر شیریں کو اکیلا اور تن تنہا چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دل ایسا کرنے کو ہرگز گوارہ نہ کرتا تھا۔ مگر ؎

قسمت کی بدنصیبی کو صبا کیا کرے
سر پر گرے پہاڑ تو فریاد کیا کرے

بالآخر قمر نے کچھ ہمت کی اور پردیس جانے کو تیار ہو گیا۔ اور شیریں سے یہ کہہ کر کہ اگر نوکری مل جائیگی تو تمہیں لینے ضرور آؤں گا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ قمر کچھ دنوں تک خاک چھانتے اور زمانہ کی مصیبتوں کو جھیلنے کے بعد شہر اسلم نگر میں پہنچا۔ یہاں اس نے نوکری کی تلاش کرنی شروع کر دی۔ خوش قسمتی سے اسے ایک زمیندار کے یہاں چند روپیہ کی جگہ مل گئی۔ اس کا مالک اس سے بہت خوش تھا۔ قمر نے باتوں باتوں میں ایک دن اپنے آقا سے کہا کہ حضور والا کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میری شادی کو صرف پانچ ہی ماہ ہوئے ہیں میں اور میری بیوی دونوں ایک ساتھ ایک جھونپڑے میں زندگی بسر کرتے تھے۔ مگر زمانہ کی گردش نے مجھے نوکری پر مجبور کیا۔ جس کی وجہ سے میں اپنی بیوی کو تن تنہا چھوڑ کر آپ کے دروازے کی زنجیر کھٹکھٹانے چلا آیا۔ مگر خوش قسمتی کہ میں کامیاب ہوا۔ اگر حکم ہو تو میں اپنی بیوی کو یہاں لے آؤں، آقا! یہ سن کر بہت خوش ہو

اور کہنے لگا: "اگر یہ بات ہے تو جلد اس کو یہاں لے آؤ تاکہ تم دونوں اپنی زندگی اچھی طرح خوش و خرم یہاں بسر کرو۔ اجازت پاتے ہی قمر خوشی خوشی گھوڑے پر سوار آقا سے رخصت ہو کر "سمت وطن" بیوی کو ساتھ لے آنے کو چلا۔

شیریں جو اپنے گھر میں اکیلی پڑی سڑ رہی تھی۔ عرصہ سے اپنے شوہر کی آمد کی منتظر تھی۔ اس طویل جدائی کی تاب نہ لا سکی۔ اس سے نہ رہا گیا۔ اور ماہی بے آب کے تڑپنے لگی۔ اس کا دل جدائی سے اتنا چور ہو گیا تھا۔ بالآخر وہ ایک روز غش کھا کر زمین پر گری اور ہمیشہ کے لئے سرد ہو گئی۔

جب قمر اپنے جھونپڑے کے پاس پہنچا تو اس نے شیریں! شیریں! کہہ کر آواز دی۔ مگر کوئی جواب نہ ملا اندر گیا تو وہاں عجب ماجرا دیکھا۔ اس سے نہ رہا گیا اور وہ بھی یہ الفاظ کہہ کر "شیریں"! ہماری شیریں! تم مجھ سے نہ معلوم کس حرکت ناشائستہ پر غصہ ہو کر روٹھ گئیں۔ خیر جو تم نے کیا، بہت ہی اچھا کیا۔ اب میں بھی تمہیں منانے کے لئے جلد آ رہا ہوں۔ منتظر رہنا۔ اس کے مردہ جسم پر گر کر اپنی جان اپنی بیوی کی جان پر قربان کر دی

آہ! غربت یہ تھا۔ دو معصوم دلوں کی محبت کا انجام!

(سید اختر عالم اسلام منگیری جامعہ سلفیہ دربھنگہ)

جنگ اور مسلمان

دور حاضرہ کی سیاست میں جذبات کو کم دخل ہوتا ہے۔ ہمیشہ سیاسی معاملات میں مفاد کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ مدبرین عوام کے جذبات کے مدوجزر اپنی ضرورتوں کی خاطر پیدا کرتے ہیں اور انہیں اپنے اغراض کی تکمیل میں استعمال بھی کرتے ہیں۔ مگر خود ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ اگر کہیں ان کے جذبات میں ہیجان اٹھا۔ یا ان کا کوئی ذاتی جذبہ ان پر تسلط پا گیا تو وہ من حیث رہنما کے یا تو معطل ہو جاتے ہیں۔ یا ان کی سیاسی رہنمائی کی حیثیت بڑی حد تک نقصان پذیر ہو جاتی ہے۔ انسانیت کی صلاح و فلاح بھی جذبات کو ضبط میں لانے اور انہیں مطلق العنان نہ ہونے دینے ہی میں مضمر ہے۔ اور جہاں انہوں نے اپنی حدود سے متجاوز ہو کر معقولیت پر حملہ کیا۔ فساد کا سبب بنے۔ مگر ضبط کی صلاحیتیں اور معقولیت کی حدیں بھی سب کی یکساں نہیں۔ ان میں جماعتیں اور شخصی تبائن ہوتے ہیں۔ ان کا صحیح تخمینہ اور اس کے مطابق عمل ہی دلیل کامیابی اور صراط مستقیم ہے۔

اصول زندگی انسانوں کے لئے ایک ہی اجتماعی اور انفرادی دونوں حیثیتوں میں قومی زندگی اور اس کی ترقی و تنزل کے بھی وہی اسباب ہیں۔ جو شخصی حیات و ممات اور شخصی زندگی کے نشیب و فراز کے۔ اسلام کے مفہوم اصلی کی وسعت غیر تو غیر اس کے کثیر نام لینے والوں کی نگاہوں میں ہے۔ اور بہت تھوڑے انسان ہیں۔ جن کے ایقان و اعمال اس سے متاثر نظر آتے ہیں۔ اس لئے آج کا مسلمان عام انسانی برادری کا نہیں بلکہ ایک محدود قومیت ہی کا فرد ہو سکتا ہے۔ اور کسی بحث میں جہاں عالمگیر مسئلہ زیر غور ہو اسے اسی حیثیت سے دیکھا جائیگا۔ ورنہ ہم پر بھی وہی اپنے جذبات سے متاثر ہونے کا الزام عائد ہوگا۔ اور پھر ہمارا یہ مضمون بھی کوئی خاص اہمیت کا حامل نہ ہو سکے گا۔ جو بصورت موجودہ بھی مشکوک ہی ہے۔

اسی اصول کے ماتحت جنگ حاضر میں مسلمانوں کا رویہ بھی آتا ہے۔ جہاں تک جذبات کا تعلق ہے۔ تمامی عالم اسلام حکومت برطانیہ کے دست تظلم سے پریشان ہے۔ اور اس کا ہونا بھی لازمی تھا۔ کیونکہ اس وقت برسر اقتدار حکومت اور دنیاوی سیادت کی حامل سلطنت برطانیہ ہی تھی۔ اور جب تک مسلمان من حیث قوم اندرونی

طور پر وہ قوت حاصل نہ کرلیں۔ کہ کسی کا پنجۂ تصرف تو کیا نگاہ آز بھی ان پر نہ پڑ سکے۔ اس وقت تک ہر برسر اقتدار جماعت مقامی حیثیت سے ہو یا بلا جغرافی حدود کے تعین کے ہو۔ ان کو ہمیشہ ستاتی رہے گی۔ اور ظاہر ہے کہ "تاریخی مظلومیت کی پناہ دل کی ہمت اور بازو کی قوت میں ہوتی ہے مصیبتوں پر آنسو بہانا اور فریادیں کرنا کام نہیں آتا۔

مراد یہ کہ انگریزوں نے جب سلطنت اور قوت حاصل کی تو مسلمان ہی ان کے سب سے زیادہ نرم اور مجرب لقمہ بنے۔ ہمارے دلوں میں اس بناء پر کہ ہمیں بے بس کرکے انگریزوں نے جس قدر ستایا ہے اور ستا رہے ہیں۔ کسی دوسری قوم نے نہیں ستایا۔ ان کے لئے نفرت اور دشمنی ہی کا جذبہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہر قوم کے تاریخی مدارج ہوتے ہیں۔ اور انگریز آج اس جگہ پر ہیں کہ ان کی قومی حیات و ممات یا کم سے کم حکومت برطانیہ کی ہستی مسلمانوں کے رحم و کرم پر ہے اور مسلمانوں میں سیاسی بیداری کا فقدان سہی۔ مگر بیرون ہند میں میثاق سعد آباد نے اسلامی ممالک کے اندر وہ یکجہتی پیدا کردی ہے۔ کہ اگر مسلم حکومتیں چاہیں تو ایک معمولی جنبش میں انگریزی سیادت اور برطانوی اقتدار کا خاتمہ کردیں۔

لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ انگریزوں کی دوستی میں نہیں۔ اور نہ برطانوی چاپلوسی اور [illegible] فریبی میں پھنس کے گو برطانوی مدبر ابھی تک مسلمانوں کو تدبر سے بے بہرہ اور سیاسی دوربینی سے عاری سمجھ رہے ہیں اور یہی سمجھنا ایک دن برطانوی سلطنت کے زوال کا سبب ہوگا۔ اور وہ دن زیادہ دور نہیں۔ اگر اللہ کو ان کی سلطنت قائم رکھنی ہوتی تو وہ جان لیتے کہ مسلم دوستی ہی اسے قائم رکھ سکتی ہے۔ اور فریب کی ریت سے زیادہ استوار بنیادوں پر اسے ٹھہرانے کی کوشش کرتے۔ بہرکیف یہ ان کا فعل ہے اور اس کا نتیجہ ان کے لئے ہے۔ مسلمانوں نے اگر انگریزوں کا ساتھ دیا تو انگریزوں کی محبت میں نہیں۔ اپنے مفاد کی خاطر اس لئے کہ دکھاوے کے لئے کریں یا جی سے انگریزوں کو اپنی بقا کے لئے مسلمانوں کا منہ دیکھنا ہے۔ اور نئی قوتیں جو برسر اقتدار آتی ہیں انہیں مسلمانوں پر ہاتھ صاف کرنے میں کوئی چیز مانع نہ ہوگی۔ اور اگر آج مسلمان ان سے سیاسی معاہدہ کرکے دوستی بھی کرلیں تو برطانوی جنگ کے شدائد پورے کے پورے سنہ ۱۴ء کی طرح سہنے کے بعد بھی نتیجہ یہی ہو کہ دو چار برس مسولینی عربوں اور ترکوں کو غلام بنانے کی کوشش نہ کرے۔ یا روس دردانیال اور خلیج فارس کی طرف ایک مامون اور فائدہ بخش بندرگاہ کی تلاش میں نہ بڑھے۔

پھر دوران جنگ میں اگر برطانوی بیڑہ خلیج فارس اور بحیرہ روم میں اسلامی ممالک پر حملہ آور ہوا اور ہندوستانی فوجیں عراق عرب اور بحرین و ایران میں اتاری گئیں تو بجائے اس کے کہ اپنے حلیفوں سے ان کی

مدد کریں۔ روسیوں کو ہندوستان پر اور روسیوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے کا موقع ہوگا۔ اور وہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں گے۔ برخلاف اس کے اگر آج روس جنوب کا رخ کرے یا بالفرض ان کا یہ خواب کی تعبیر ڈھونڈنا چاہے تو انگریز مجبور ہیں کہ دولِ اسلامیہ کی مدد اپنی پوری قوت سے کریں اور بحیرہ اسود میں بڑھ کر روسیوں کو روکیں۔ اور مسلمانوں کو بیٹے جزیرہ نما سے آگے نہ بڑھنے دیں۔ وہ نہ صرف سیاست برطانیہ کا اتحادی ہیں۔

یہ تو بیرونِ ہند کا مسئلہ تھا۔ اب یہاں کا معاملہ بھی ٹھیک وہی ہے۔ کم سے کم تخمینہ میں بھی برطانوی کی ہندوستانی فوج کا نصف حصہ مسلمانوں سے آباد ہے اور یہ ہندوستانی فوج کے دوسرے حصوں کی طرح ویسا نہیں کہ جو کسی اثر سے متاثر ہونے والا نہ ہو۔ اس پوری فوج کا کل نہیں لیکن بہت بڑا حصہ بلوچ پٹھان ہے۔ اور روسیوں کے حملہ اور اندرون ملک میں بدامنی کی روک کے ضامن بھی یہی پٹھان اور بلوچی ہیں۔

اب رہا انقلاب سلطنت تو وہ ہندوستان کا ہر آدمی چاہتا ہے۔ اور سب سے زیادہ مسلمان چاہتے ہیں۔ کیونکہ دو عملی حکومت کے شدائد سب سے زیادہ ان کی تباہی کا سبب ہو رہے ہیں مگر وہ صحیح انقلاب چاہتے ہیں۔ جس سے استوار جمہوریت کی بنیاد پڑے اور رعیت کے شہری حقوق محفوظ ہوں مگر گزشتہ چند برسوں کے تجربے نے بتا دیا کہ ابھی جمہوریت اور شہری حقوق کا مفہوم ہندوستان میں سمجھا نہیں گیا ہے۔ اور اس کے نام پر ہر طرح کی زیادتی جائز سمجھی جا سکتی ہے۔ ٹھنڈے دل سے معاملات کو سمجھنا اور انہیں سمجھانے کی کوشش کرنا اور بات ہے اور حقیقت سے آنکھیں بند کر کے مخالف کو گالیاں دینا اور بات ہے۔ مسلمان نہ فرقہ پرست ہے نہ انگریز دوست مسلمان خود زندہ رہنا چاہتا ہے اور اگر وہ سچا مسلمان ہے تو اس کی ہستی انسانیت کی خدمت اور بہبود کے لئے ہے۔ اس کے خلاف نہ وہ مسلمان رہ سکتا ہے اور نہ کوئی اسے مسلمان کہہ سکتا ہے۔

عبد السلام دربھنگوی

ایک نوجوان کا عہد

(از سحری بھوپالی)

فطرت مری طوفاں ہے طوفاں اٹھادونگا
دنیا کو تہ و بالا، کر کے میں دکھادونگا

ان نیند کے ماتوں کو بے خواب بنادونگا
ہر پیر و جواں کو میں غفلت سے جگادونگا

جب لے کے چلونگا میں آزادی کے جھنڈے کو
احساس غلامی کو، دنیا سے مٹادونگا

اس ہند کے گلشن کو سینچونگا لہو سے میں
آباد کروں گا میں، گلزار بنادونگا

جو کھیت کسانوں کے مرجھائے ہوئے سے ہیں
میں سینچ کے اشکوں سے سرسبز بنادونگا

برباد کرونگا جب سرمایہ کی دنیا کو
مزدور کی دنیا کو فردوس بنادونگا

دکھلا کے میں یکرنگی، آداب اخوت کی
سب نسل کی تفریقیں دنیا سے مٹادونگا

جو لوگ غریبوں کو دنیا سے مٹاتے ہیں
میں نام و نشان ان کا دنیا سے مٹادونگا

جن محلوں کی بنیادیں، بنیادِ ستم ہونگیں
میں اینٹ سے اینٹ ایسے محلوں کی بجادونگا

بربادئ دہقاں کا حاصل ہو جو، اے سحری
اس خرمن ہستی پر میں برق گرادونگا

(مدینہ)

تاج محل کے حضور

گزشتہ مرتبہ تاج محل کی زیارت کو گیا تو خیال آیا دریائے نور کے اس حباب کو دیکھ کر جن حضرت نے نظم یا نثر میں کچھ لکھا ہے۔ ان کا سواد تحریر قلب و نظر کا نور بن گیا۔ دیکھوں مجھ سے کم سواد کو اس ... حسن سے کیا ملتا ہے۔ یہ خیال آیا تھا کہ حسن و خیال میں چاندنی سی کھل گئی۔ جس کا نتیجہ یہ واردات ہے مقدور ہو تو دل چاہتا ہے کہ سنگ مرمر کی ایک بڑی لوح پر یہ سطریں سنگ سیاہ سے کندہ کراؤں۔ اور مرزا ارجمند کے پائیں بطور پیشکش رکھ دوں! (وزیر حسن)

یہ پھول! یہ تارا! ایک سیج ہے جہاں نام خدا کون سہاگن آسودہ ہے!! چاہنے والے بادشاہ کی چہیتی ملکہ!!! شاہجہاں کی ارجمند بانو!!!!

سیج کیا، جاڑے کی دھوپ! گرمی کی چاندنی ہے!! ہونی بھی چاہئے کہ دو پیار کرنے والے دلوں کا شاہانہ سہاگ ہے!!! ایسا سہاگ، ایسی محبت، دل کی خدائی ہے! جس کا کوئی شریک نہیں!! اس لئے جب ملکہ ارجمند اللہ کو پیاری ہونے لگی تو اس نے شاہجہاں بادشاہ سے یہ قول لیا:۔

"شاہجہاں!"

"ملکۂ عالم!!"

"تمہیں بھولئے گا نہیں!!!"

"تمہاری یاد میں خود کو بھول جاؤں گا کہ دنیا تمہیں یاد رکھے!!!!"

اتنا سننا تھا کہ عشق کی آنکھ سے آنسو ڈھلکا! حسن کے رخسار پہ ٹھہرا!! دنیا میں تاج محل کہلایا!!!

"ساقی"

تراویح کی رکعتیں

تراویح کی رکعتوں میں جو اختلاف ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس سلسلہ میں ایک مضمون بیس رکعتوں کے اثبات میں گذشتہ پرچہ میں شائع کیا جا چکا ہے۔ ذیل میں آٹھ رکعتوں کے اثبات میں ایک مضمون شائع ہو رہا ہے۔ امید ہے کہ ناظرین اس کو دیکھنے کے بعد کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ سکیں گے۔ (ایڈیٹر)

رمضان شریف میں قیام اللیل کے سلسلہ میں لوگ تراویح پڑھتے ہیں۔ بعض آٹھ رکعتیں اور بعض بیس رکعتیں لیکن ذیل کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آٹھ رکعت تراویح پڑھنا سنت نبوی ہے۔

عن ابی سلمة بن عبد الرحمٰن انه اخبره انه سأل عائشة کیف کانت صلوٰة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی رمضان فقالت ما کان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم یزید فی رمضان ولا فی غیره علی احدی عشرة رکعة الخ (بخاری شریف) صفحہ ۱۵۴ جلد اوّل

ابی سلمة بن عبد الرحمٰن سے روایت ہے اس نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گیارہ رکعت سے زیادہ نہ رمضان میں پڑھتے تھے اور نہ کسی اور مہینے میں

عن عبد اللّٰه بن ابی لبید سمع ابا سلمة اتیت عائشة فقلت ای امه اخبرینی عن صلوٰة رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فقالت کانت صلوٰته فی شهر رمضان وغیره ثلث عشرة رکعة باللیل منها رکعتا الفجر۔ (مسلم شریف صفحہ ۲۵۴ جلد اوّل)

عبد اللہ بن ابی لبید سے روایت ہے۔ اس نے سنا ابو سلمہ سے کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آکر دریافت کیا کہ اے اماں جان! مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز سے آگاہ فرمائیے۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان و غیر رمضان میں رات کو تیرہ رکعتیں پڑھا کرتے تھے۔ فجر کی دو رکعت سنتیں بھی اسی میں داخل ہیں۔

عن سائب بن یزید انه قال امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیم الداری ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة۔ مؤطا امام مالکؒ صفحہ ۴۰

سائب بن یزید سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے ابی بن کعب و تمیم داری کو گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ موطا امام مالک صفحہ ۔

عن جابر قال صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی رمضان ثمان رکعات ثم اوتر رواہ ابن حبان وابن خزیمۃ

جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں آٹھ رکعتیں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔ روایت کیا اس حدیث کو ابن حبان اور ابن خزیمہ نے

عن داؤد بن الحصین انہ سمع الاعرج یقول ما ادرکنا الناس الا وھم یلعنون الکفرۃ فی رمضان قال فکان القاری یقوم بسورۃ البقرۃ فی ثمان رکعات فاذا قام بھا فی اثنتی عشرۃ رکعۃ رای الناس انہ قد خفف ۔ کشف المغطا صفحہ ۷۹ ۔

داؤد بن الحصین نے سنا اعرج سے کہتے تھے ہم نے لوگوں کو پایا لعنت کرتے ہوئے کافروں پر رمضان میں اور امام پڑھتے تھے سورہ بقرآٹھ رکعتوں میں جب بارہ رکعتوں میں پڑھنے لگے تو لوگوں کو ہلکا معلوم ہوا۔

بیس رکعتوں کے متعلق کوئی صحیح اور مرفوع حدیث مروی نہیں ہے۔ بلاشبہ بعض روایتیں موجود ہیں مگر وہ ضعیف اور مرسل ہیں۔ ہمارے لئے صحیح حدیثوں کے مقابلے میں کسی طرح حجت نہیں بن سکتیں۔

چنانچہ ذیل میں اس قسم کی بعض حدیثیں درج کی جاتی ہیں۔

عن ابن عباس قال کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم یصلی فی شھر رمضان فی غیر جماعۃ بعشرین رکعۃ والوتر

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں علاوہ وتر کے بیس رکعتیں پڑھتے تھے۔

عن عبد العزیز بن رفیع قال کان ابی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان المدینۃ عشرین رکعۃ ویوتر بثلث ۔

عبد العزیز بن رفیع سے روایت ہے کہ ابی بن کعب مدینہ میں لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھاتے تھے۔

عن عطاء قال ادرکت الناس وھم یصلون ثلاثا وعشرین رکعۃ بالوتر

حضرت عطاءؓ سے روایت ہے کہ ہم نے تئیس رکعتیں تراویح معہ وتر کے لوگوں کو پڑھتے ہوئے پایا۔

عن ابن عمرؓ قال کان ابن ابی ملیکۃ یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ

نافع ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابن ابی ملیکہ ہم لوگوں کو بیس رکعتیں تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

ان چاروں حدیثوں میں ابن ابی شیبہ ایک راوی ہے بیہقی صفحہ ۴۹۶ و بخاری شریف صفحہ ۱۵۴ و نور العین صفحہ ۱۸۱ و طبرانی میں راوی مذکور کو ضعیف و متروک الحدیث لکھا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ یہ حدیثیں غیر مقبول ہیں۔

ایک ظالم اور بے وفا مرد

تم! ہاں ہاں! مکار تم، دغا باز تم، بیوفا اور ظالم تم ہو۔ تم نے [illegible] کو دھوکا دے کر [illegible] غریب کو لوٹ لیا۔ اپنا مطلب پورا کر کے اسے [illegible] چھوڑ دیا۔ اور کہتے ہو تم نے [illegible] کیا [illegible] دنیا کے سامنے پیش کر دو۔ کیا یہ اخلاقی جرم نہیں ہے کہ میں ایک چیز کی برائی معلوم کر کے خاموش رہوں؟ قدرت کی مہربانی سے میرے پاس خط پہنچ گیا ہے۔ کیا میں لوگوں کو اس سے فائدہ نہ پہنچاؤں۔ تم جیسوں کی مکاری سے غریب عورتوں کو نہ بچاؤں، جو معصوم [illegible] کا ناجائز [illegible] کر اپنی ہوس کو پورا کرتے ہیں!!! مضمون نگار نے انور کے سامنے پورے جوش میں ایک تقریر ہی کر ڈالی۔ دوران تقریر میں انور خاموش رہا۔ پھر غصہ میں بھر کر یوں گویا ہوا۔ اگر خط کی اشاعت سے پہلے ہی آپ کو دوسری دنیا میں پہنچا دیا جائے تو؟ یہ کہہ کر اس نے ریوالور نکال لیا ———

مضمون نگار ذرا نہ گھبرایا وہ کہنے لگا۔ مجھے مارنے سے پیشتر اپنی عزیز زندگی پر بھی ذرا ٹھنڈے دل سے غور کر لو۔ میں نے کچی گولی نہیں کھیلی ہے۔ میں جانتا تھا تم ایک گناہ کو چھپانے کی خاطر بیسیوں گناہ کر ڈالو گے۔ میں کل ہی پولیس اسٹیشن میں تمام حالات دے چکا ہوں۔ مجھے ذرا بھی کچھ ہوا، خواہ دوسرا ہی کیوں نہ کوئی شخص جرم کرے [illegible] ماخوذ تم ہوگے اور صرف تم۔ سمجھے مسٹر انور! [illegible] حرکت [illegible] سے [illegible] انور [illegible] پڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد [illegible] تو اتنی مہربانی کر سکتے ہو کہ مجھے ان کی اشاعت سے پہلے سنا دو [illegible] تو [illegible] خط [illegible] ہے۔ کیا ابھی سنا دوں؟ [illegible] ایک لمبی سانس لے کر [illegible] جواب دیا ———

مضمون نگار نے [illegible] ذرا سے مضمون نکالا اور سنانے لگا لکھا تھا :—

کمال نگر

اچھی حمیدہ!

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

یاد آوری کا شکریہ! مجھے خوش قسمت سمجھنے والی حمیدہ! میں اچھی ہوں خدا نہ کرے کوئی مجھ جیسی ہو۔ تم نے لکھا ہے! تم خط کیوں نہیں لکھتیں۔ ہاں! مجھے اعتراف ہے کہ میں نہیں لکھنی تھی۔ اور نہ آئندہ لکھوں گی۔ کیوں؟

کیوں کا جواب [illegible] مل جائیگا۔ تم سمجھتی ہو [illegible] پاگل ہو گئی ہوں [illegible] لکھتے وقت میرا دماغ بالکل [illegible] ساری سرگذشت تم کو لکھ رہی ہوں [illegible] اعتبار ہے [illegible] آج سب پول کھولے دیتی ہوں۔ [illegible] رنیوں میں نہیں کیا [illegible] ظلم و ستم نے [illegible] بڑی خوش ہوں

[illegible]

خدا ہم سے [illegible] کون جھیلے گا

سلمیٰ [illegible] ہوں۔ میرا [illegible] کے لئے [illegible] رہا ہے۔ اسلئے جہانتک ہو سکے گا مختصر ہی طور پر لکھکر ڈاک میں ڈالدوں گی۔ یہ خط تمہیں پرسوں ملے گا۔ اس وقت میں اس دنیا میں نہیں ہونگی۔ اچھا سنو! کان کھول کر سنو! میری نصیحت اور پہلی نصیحت یہ ہے کہ مرد کا اعتبار نہ کرو۔ خواہ وہ آگ ہی میں کیوں نہ کود پڑے

آج سے ڈیڑھ سال پہلے اپنے وطن [illegible] سے آئی تھی [illegible] میں نے اپنی تعلیم ایک حد تک وطن ہی میں مکمل کر لی تھی۔ جیسا کہ تم جانتی ہو۔ پھر اس کا سلسلہ نہ رہا۔ کیونکہ میں جوان ہو چکی تھی۔ ان دنوں ایک مولوی صاحب میرے چھوٹے بھائیوں کو ٹیوشن پڑھانے آیا کرتے تھے۔ مگر جب وہ کچھ دنوں کے لئے گھر گئے تو اپنی جگہ نجم کو دیگئے۔ جو سیکنڈ کلاس میں پڑھتا تھا۔ اس کے آنے کے چند ہی دنوں بعد اس کے ساتھ دو لڑکے فاخر اور انور بھی آنے لگے۔ انور شکل و صورت میں کوئی برے نہ تھے۔ ایک روز مجھے ان کی جانب سے ایک لفافہ موصول ہوا۔ جس میں لکھا تھا:-

میں نے خط لکھنے کی ناجائز جرأت ناروا کی۔ اور کی بھی تو قابل تعزیر نہیں ہوں۔ میں بے اختیار ہوں۔ دل پر اب قابو نہیں ہے

تیرے تیر نیم کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

تیرا منتظر۔ انور

یہ تھی ان کی پہلی تحریر جس کا جواب میں نے فوراً ہی دیا اور سچ پوچھو تو ان کے خط سے پیشتر ہی میں دل ہار چکی تھی۔ اور عشق کے راستے دیوتا کیوپڈ کا تیر میرے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔

اب میری طرف سے بھی خطوط جانے لگے۔ اس طرح ہماری محبت روز افزوں ترقی کرتی گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن ملاقات کا بھی مقرر ہو گیا۔ اور رات کے گیارہ بجے ہماری ملاقات قیام گاہ سے متصل ایک باغ میں ہوئی۔ اور دونوں نے اس جگہ یکجائی کا کبھی نہ ٹوٹنے والا عہد کیا۔ اس کے بعد ہم تین بجے علیحدہ ہوئے۔

اب تو ہماری باقاعدہ ملاقات ہونے لگیں۔ باہم ملے بغیر نہ دن کو چین آتا اور نہ رات کو نیند آتی۔ زندگی پر لطف بن گئی تھی۔ ہمارا ہر روز روز عید تھا۔ ہر شب شب برات!

ایک سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ انور اسی ٹک وددھیں فیل بھی کر گئے۔ میں دنیا میں بس اسی کو چاہتی تھی اور وہ مجھے۔ مگر کیا خبر تھی کہ ایک دن۔ دل لگی بری طرح رلائیگی۔ دل کی کایا اس طرح پلٹ جائیگی۔ مگر قدر مقدر ہو۔

آج پورے سات ماہ بیشتر ہماری رات تھی۔ فضا بالکل نکھر آئی ہوئی تھی۔ ارادات کا دل مسرور تھا۔ رات پر آپہنچی تھی۔ انور صاحب بہت منتظر تھے۔ گفتگو ہوتی رہی یکایک ان پر شیطان کا غلبہ ہوا۔ میں نے ہاتھ پاؤں مارنے کی بڑی کوشش کی۔ مگر ان پر جنوں سوار تھا اور یہ کہہ کر لوٹ لیا کہ میں تو آخر اس چیز کا مالک ہوں آج نہیں کل عقد ہو جائیگا۔ میں روتی رہی، وہ دلاسا دیتے رہے۔ جب گھر آئی تنہائی میں غور کیا تو میں نے محسوس کیا کہ آج میں نے گناہ کیا ہے، مگر اب تو قصہ ختم ہو چکا تھا۔

آہ ظالم نے مجھے کسی کا نہ رکھا۔ مجھے برباد کر دیا۔

اس کے بعد جانتی ہو نسیمہ! کیا ہوا؟ وہ تم کیا جانو بھولی بچی! مرد بھی کیا ہوس کا پتلا ہے، نفس پرست مرد، اپنی نفس پرستی کے بعد کس طرح آنکھیں پھیر لیتا ہے۔

اس کے دوسرے ہی صبح کو انور روانہ ہو گئے مجھے روتا اور بلکتا چھوڑ کر البتہ میرے پاس ان کا ایک رقعہ پہنچا جس میں تحریر تھا۔

پیاری نسیمہ

چند دنوں کے لئے باہر جا رہا ہوں۔ گھبرانے کی ضرورت نہیں واپسی پر تفصیل سناؤنگا ——— انور

میں مرتی کیا نہ کرتی غم و فراق کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

چند دنوں بعد وہ آئے۔ ملاقات بھی کی۔ مگر میں نے اس مرتبہ محسوس کیا کہ وہ مجھ سے زیادہ دلچسپی نہیں لے رہے تھے۔ اور کچھ اداس سے تھے میں نے وجہ پوچھی جواب میں کہنے لگے سخت پریشان ہوں۔ لکھنؤ سے بلاوا آیا ہے جا رہا ہوں۔ واپسی پر پھر دیکھا جائیگا۔ میں کچھ نہ کہہ سکی اور وہ روانہ ہو گئے۔

مسلسل تین ماہ تک وہ نہ آئے میں نے یہ تین مہینے ان پریشانیوں میں گذارے صفحات پر آ نہیں سکتے ——— مجبور ہو کر میں نے کئی خطوط لکھے مگر بلا جواب رہ گئے۔

حمیدہ! میں کس قلم سے لکھوں کہ میں ایک ماہ سے حیوانی حالت میں تھی۔ ناجائز اور قطعی حرام طور پر میں حاملہ ہو گئی تھی۔ پھر انہیں لکھا کہ جلدی آ جائیے۔ عقد کر لیجئے۔ مگر ظالم بیوفا اور دغاباز نے میری کسی بات کا جواب نہ دیا اور وہ دیتے بھی کیوں جبکہ وہ فطرت کے مطابق اپنی ہوس رانی میں کامیاب ہو چکے تھے۔

چوتھے مہینے اطلاع ملی کہ انہوں نے شادی کر لی ——— آہ! یہ سنکر میرا کیا حال ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جو،

"میری طرح لٹ گیا ہو بچھڑ کے کارواں سے"

آج ساتواں مہینہ ہے اب تک انہوں نے میری خبر نہ لی

اور رشتہ داروں کے خبر لینے کا محتاج ہوتا۔ بھلا تم ہی بتاؤ ہوش میں آکر اس کو کیا ہوتا۔ والدین سے نفرت۔ دنیا میں ہاتھوں کون میرا گناہ آلود چہرہ دیکھنا گوارا کرے گا۔ باعث ننگ خاندان بن چکی۔ اب تک اس کی کسی کو اطلاع نہیں ہے۔ مگر اب تو ضرور ظاہر ہو جائیگا اسلئے میں ابھی ہی سے دنیا ان کو بچا لوں ——————

—————— ختم کرنے سے پہلے دوبارہ پھر نصیحت کرتی ہوں کہ مردوں پر اعتبار نہ کرنا۔ اب میں زیادہ دیر اس دنیا میں اپنا وجود مجھے خود بُرا لگتا ہے یا دیکھنا نہیں چاہتی اس لئے معاف کرو حمیدہ!!

تمہاری نسیمہ

مضمون نگار خط ختم کر چکا تھا۔ انور بالکل بے حس بنا بیٹھا تھا۔ چند سکنڈ عالم سکوت کی نذر ہو گئے تو مضمون نگار پھر گویا ہوا۔ انور! تم ہی انصاف کرو یہ خون کس کی گردن پر ہو گا۔ کیا تم اس سے انکار کر سکتے ہو کہ مجرم تم ہو اور صرف تم! اگر تم چاہتے تو اس کی دنیا بدل سکتے تھے۔ اس کی زندگی خرید سکتے تھے۔ مگر تم نے ایسا نہ کرکے راہزن خلائقوں کی طرح عشاق کی پیشانی پر بدنما اور نہ مٹنے والا سیاہ دھبہ لگا دیا"! ہاں! میں نے ظلم کیا۔ مجرم سہی۔ مگر میں تو مجبور تھا۔ ماں باپ کے ہاتھوں۔ انہوں نے بے بوجھے اور سمجھے میری شادی کر دی اگر میں انکار کرتا تو آپ ہی کہہ دیتے، تم نے نافرمانی کی، اور اگر میں نے فرمانبرداری کی تو ادھر ایک جان کھو بیٹھا!

انور نے مشکل سے یہ جملہ ادا کیا۔ مضمون نگار نے جواب میں کہا۔ مسٹر انور! تم وہ کر سکتے تھے جو ایک سعادتمند شخص کر سکتا ہے۔ پہلے اپنی مجبوریاں زبان سے نہ سہی لکھ کر ہی پیش کر دیتے۔ اگر اس پر بھی شادی ہو جاتی۔ تو کوئی مضائقہ نہ تھا۔ اسلام نے چار شادیاں تک کی اجازت دے رکھی ہے۔ والدین کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے بھی دوسری شادی کرکے نسیمہ غریب کو اور خود تمہاری کرتوتوں سے گنہگار نسیمہ کو آسانی سے بچا سکتے تھے۔ مگر تم نے اسے دھوکا دیا۔ زبردست دھوکا!" اتنا کہہ کر وہ کھڑا ہو گیا۔ اس وقت انور کی آنکھوں سے آنسو گر کر جرم اقبال کر رہے تھے!

"ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا"۔

ایم ہادی حسن مسالہ شنکر پوری متعلم جامعہ سلفیہ

دار العلوم کی خصوصیات

دار العلوم احمدیہ سلفیہ کی خصوصیات میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ تعلیم و تربیت کے علاوہ بچوں کو تندرست و توانا بنانے کے وسائل پر بھی غور کرتا رہتا ہے۔ اور عام کھیلوں کے علاوہ کشتی، کبڈی، ڈنڈ، مگدر، دوڑ، رسہ کشی، تیراکی، سائیکل سواری، فٹ بال، اور فوجی ڈریل یہ اور اس قسم کی مختلف مفید ورزشوں کا ذوق، طلبہ میں پیدا کرانے کے اسباب مہیا کرتا رہتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ مزید برآں بعض مشاہیر اساتذوں کی زیر نگرانی ہندوستان کے قدیم فن سپہ گری کی مشق کرانے کا بھی انہیں موقع بہم پہنچاتا رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ صرف طلباء کی صحت و تندرستی اچھی رہتی ہے۔ بلکہ ان کی اکثریت، ناگہانی مصائب و شدائد کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت پیدا کر لیتی ہے۔ اور بعض دو چار اچھے ہاتھوں سے بھی واقف ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں گذشتہ سال ایک قابل قدر استاد کی خدمات حاصل کی گئی تھیں۔ جو ضلع مونگیر، گیا، اور بھاگلپور وغیرہ میں قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

سال میں کئی بار ان ورزشوں کا طلبہ کی جانب سے عام مظاہرہ بھی کیا جاتا ہے۔ جس میں باہر کے لوگ بھی بڑی دلچسپی لیتے ہیں۔ اور ان کے کمال کی داد دیئے بغیر نہیں رہتے اس قسم کے مظاہروں سے نہ صرف طلبہ کی ہمتیں بلند ہوتی ہیں بلکہ دیگر مدارس عربیہ کے طلبہ میں بھی ورزش کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ بھی اس سے بہرہ ور ہونے کی سعی کرتے ہیں۔

طلبہ دار العلوم کی خوش نصیبی ہے کہ اس سال انہیں ایک ایسا ماہر اور فن کا کامل استاد مل گیا ہے جو اضلاع ترہت میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اور نہایت شفقت اور پابندی اوقات کے ساتھ دار العلوم میں آ کر نماز عصر سے قبل مغرب تک طلبہ کو تعلیم دیتا ہے

استاد مذکور کا اپنے فن میں کامل ہونے کے متعلق اتنا معلوم کر لینا کافی ہے کہ وہ دربھنگہ کے اس نامی اور مسلم الثبوت پہلوان کا استاد ہے۔ جو گذشتہ سال صوبائی جمعیۃ علماء دربھنگہ کی کانفرنس میں فن سپہ گری کی نمائش کے موقع پر اول نمبر کا تمغہ حاصل کر چکا ہے۔ چنانچہ جب اسے معلوم ہوا کہ کوئی شخص اس سے بھی زیادہ با کمال ہے تو فوراً اس کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے پر مجبور ہو گیا اور اب دربھنگہ میں بلا کر روزانہ صبح شام اس سے مشق کرتا ہے!

(سکریٹری)

معلوماتِ عامہ

ستاروں میں زلزلے:۔ ماہرین فلکیات نے ستاروں کے مدوجزر اور تغیرات کا مشاہدہ کیا ہے۔ زلزلے صرف زمین ہی کے لئے مخصوص نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے بر عکس ستاروں میں بھی آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ستارے بعض اوقات مختلف ... میں نمودار ہوتے ہیں۔ (ابھی یہ ستاروں ... محدود ہے آگے دیکھئے سائنس ... ترقی کرتے ہیں)

سب سے بڑا جنگی جہاز:۔ ... برطانیہ کے تمام جنگی جہازوں میں ... سب سے بڑا ہے۔ اور اتنی بڑی ... توپوں سے ... دیکھ کر ... ہوتی ہے۔ اس کے دہانے ۱۵ انچ چوڑے ہیں۔ جس سے بیک وقت ایک ... میں ہزاروں آدمی موت کے گھاٹ اتارے جا سکتے ہیں۔ انہی تباہ کن آلات حرب کی بناء پر اسے دنیا کا سب سے بڑا جنگی جہاز کہا جاتا ہے۔

زلزلوں کی تعداد:۔ ماہرین ارضیات کے نزدیک یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ نسل انسانی اپنی ہزار سالہ زندگی میں سات ہزار بڑے بڑے زلزلوں کا ریکارڈ چھوڑ چکی ہے۔ اور چھوٹے چھوٹے زلزلے تعداد میں اس سے کئی سو گنا زیادہ ہیں۔

دنیا کا سب سے بڑا زلزلہ:۔ ۱۶۹۲ء کا زلزلہ جو جزیرہ جمائیکا میں واقع ہوا تھا۔ تقریباً دنیا کا سب سے بڑا اور بھیانک زلزلہ خیال کیا گیا ہے۔ اس زلزلے نے پورے جزیرہ کو برباد کر ڈالا خصوصاً پورٹ رائل جو اپنی گوناگوں آلودگیوں کی وجہ سے بدنام فی الاخلاق تھا۔ پورا کا پورا تہ آب ہو گیا۔ اب بھی جب سمندر کی موجوں میں سکون ہوتا ہے تو باریک نظریں ان کھنڈرات پر پڑتی ہیں۔ جو اپنی زبانِ حال سے دیدۂ عبرت کا سبق سنا رہے ہیں۔

مصنوعی دل:۔ زمانہ دراز کی تحقیق و تفتیش کے بعد ایک ماہر سائنسدان نے "مصنوعی دل" ایجاد کیا ہے۔ جسے اگر کسی حیوان کے دل کی جگہ پر رکھ دیا جاتا ہے۔ تو وہ دوران خون جاری رکھ سکتا ہے اور ۹۸ درجہ حرارت (فارن ہیٹ) تمام نسوں و رگوں میں با آسانی پہنچا سکتا ہے نیز اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ بغیر خون کے زندگی قائم رکھ سکتا ہے۔ مصنوعی دل کی دھڑکن ایک منٹ میں سو دفعہ ہے جس میں کمی و زیادتی کی بھی گنجائش ہے۔ مگر یہ دل انسانی دل کا نعم البدل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی دل کی کسی بیماری میں بطور علاج استعمال کیا جا سکتا ہے۔

حالات حاضرہ

دول یورپ کی ہوائی طاقت:۔ ذیل میں ان جنگی جہازوں کی تعداد درج کی جاتی ہے۔ جو اعلیٰ ترین قسم کے ہیں اور جن پر حکومتوں کو ناز ہے۔ یا جو حالت جنگ میں بمنزلہ روح کے شمار کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ تعداد بھی قطعی اور بالکل صحیح نہیں کہی جا سکتی۔ اس لئے کہ جنگی جہازوں کی بھی بے شمار قسمیں ہیں۔ بعض تیز پرواز ہیں۔ بعض بیجا مسلح ہیں۔ بعض کی پرواز بلند تر ہے۔ اور جنگ شروع ہو جانے کے بعد اس میں کتنا اضافہ ہوا۔ اس کا حال بھی کسی کو صحت کے ساتھ معلوم نہیں ہے۔ بہر حال مذکورہ تعداد سے یورپ و امریکہ کی بڑی بڑی سلطنتوں کی ہوائی طاقت کا ہلکا سا نقشہ ضرور ذہن نشیں ہو جائے گا۔

برطانیہ:۔ ۱۳۲۲ ایسے ہوائی جہاز ہیں جو چھ سو میل کی رفتار تک دشمنوں کا تعاقب کر سکتے ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک میں آٹھ بڑی مشین گنیں نصب ہیں۔ ۳۱۵ ایسے جہاز ہیں متوسط درجہ کے گولے پھینک سکتے ہیں اور جن کی قوت مدافعت ۹۰۰ میل ہے۔ ان میں سے ہر ایک جہاز دو ہزار پونڈ وزن کے گولے اٹھا سکتا ہے۔ ۱،۲۲۰ ایسے جہاز ہیں جو چار ہزار پونڈ تک بھاری گولے اٹھا سکتے ہیں اور ایک ہزار تین سو میل تک مدافعت کر سکتے ہیں۔

امریکہ:۔ ۱۳۰۰ جنگی ہوائی جہاز قوت مدافعت ۷۰۰ میل ۴ عمدہ مشین گنوں سے مسلح۔ ۴۰۰ متوسط بم بار، قوت مدافعت ۹۵۴ میل۔ ۷۰۰ پونڈ تک وزن کے بم اٹھا سکتے ہیں۔ ۲۰۰ بڑے بم بار، قوت مدافعت ۲ ہزار میل۔

اٹلی:۔ ۲۳۰ صف شکن جہاز، قوت مدافعت ۹۰۰ میل، ۴ توپوں سے مسلح۔ ۲۶۰ متوسط بم بار، قوت مدافعت ۱۵۰۰ میل، ۲۶۵ پونڈ وزن کے گولے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ ۲۰۵ بھاری صف شکن، قوت مدافعت ۹۰۵ میل، ۲۴۰۰ پونڈ وزن تک کے گولے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔

روس:۔ ۲۶۰ صف شکن، قوت مدافعت ۴۰۰ میل دو توپوں سے مسلح۔ ۴۷۰ بم بار متوسط قوت مدافعت ۶۲۵ میل ۱۷۰۰ پونڈ وزن کے گولے اٹھا سکتے ہیں۔ ۲۵۰ بڑے بم بار قوت مدافعت ۱۸۰۰ میل ۴۴۰۰ پونڈ وزن کے گولے لاد سکتے ہیں۔

فرانس:۔ ۳۰۵ صف شکن قوت مدافعت ۳۷۰ میل دو توپوں سے مسلح۔ ۳۰۰ متوسط درجہ کے بم بار قوت مدافعت ۱۲۶۰ میل ۲۳۰۰ پونڈ وزن کے گولے لاد سکے

[illegible]

[illegible] دشمن [illegible]

وائسرائے [illegible] تقریر [illegible]
کانگریس کی [illegible]
[illegible]
[illegible] کیا ہے کہ وائسرائے بہادر کو
چاہئے کہ [illegible] کے مفاد
سے غافل [illegible] دوسری اقلیت والی قومیں
بھی [illegible] پریشان ہیں۔

کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس شروع ہو گیا ہے
اور وائسرائے بہادر نے [illegible] بیان کو [illegible] آپ نے [illegible]
دیا ہے نہایت اہمیت دی جا رہی ہے [illegible] حالات [illegible]
رہے ہیں کہ کانگریس بہت جلد وائسرائے بہادر کی دعوت پر
[illegible] لینے کو تیار ہو جائیں گی۔ اور وزارتیں اپنی اپنی جگہ
پر لوٹ آئیں گی۔

گذشتہ کئی سال سے قربانی کے موقعہ پر اس اطراف
میں شورش پھیل جایا کرتی تھی۔ اور اس کا لازمی نتیجہ ہندو
مسلم فساد کی صورت میں ظاہر ہوا کرتا تھا۔ لیکن امسال
خدا کے فضل سے ہنوز اس کی کہیں سے خبر نہیں آئی ہے
ہاں دربھنگہ مصری گنج میں کچھ شورش پیدا ہوئی تھی۔ لیکن
شکر ہے کہ معاملہ بڑھنے نہ پایا۔ اور فریقین میں صلح کرا دی
گئی۔

وائسرائے بہادر نے ہز ہائینس مہاراجہ بڑودہ
[illegible] کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے بیان کیا کہ
[illegible] ہندوستان کے اتحاد کے لئے فیڈریشن از حد ضروری ہے
[illegible] ہندوستان میں آئینی اتحاد پیدا کرنے کی
[illegible] کوشش کر رہے ہیں۔ جنگ چھڑ جانے کی وجہ سے
فی الحال فیڈریشن کی اسکیم ملتوی کر دی گئی ہے۔ جونہی صورت
حال بہتر ہو جائیں گے اسے جاری کرنے کی کوشش شروع
کر دی جائیگی۔

بلجیم اور ہالینڈ کو جرمنی کے تازہ حملوں کا خطرہ
لاحق ہو گیا ہے۔ لہذا بلجیم کے ان تمام سپاہیوں کو جو
چھٹی [illegible] ہیں اپنے اپنے کاموں پر واپس بلایا جا رہا ہے۔

پولینڈ کے جن علاقوں پر جرمنی نے قبضہ کر لیا ہے
وہاں کے چودہ سال سے ساٹھ سال تک کی عمر کے یہودیوں
کے لئے دو سال تک مزدوری لازمی قرار دی گئی ہے۔

روسی طیاروں نے جنوبی فن لینڈ پر پھر گولہ باری
کی ہے۔

اناطولیہ کے زلزلہ عظیم کے موقع پر ایک عجیب
بات دیکھنے میں آئی۔ یہ ہے کہ آرزنجان کے پچاس
قیدیوں نے جب کہ جیل کی دیوار زلزلہ سے گر گئی تھی بجائے
فرار ہونے کے تقریباً ہزار اشخاص کو موت کے پنجہ سے
بچایا۔ حکومت نے اس صلہ میں ان کو طویل میعاد قید سے
رہائی بخشی ہے۔

ادارہ

RGD. P. N. 347

رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے
سلفی پریس لہریاسرائے دربھنگہ
میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریاسرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ
سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب | باہتمام مدیر مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

معاونین کرام سے (عہ/)

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ (عہ)
قیمت ششماہی (۱۲/)

جلد (۱) | بابت ماہ محرم الحرام ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ مارچ ۱۹۴۰ء | نمبر (۸)

۲

شذرات

آج سے بارہ سال پہلے ہندوستان کی فضا صاف تھی، ہندو اور مسلمان ایک ہی جھنڈے کے نیچے ہندوستان کی آزادی میں باہم متحد ہوکر جد وجہد کر رہے تھے، اگر ہندوستانیوں کی یہ مشترکہ کوشش کچھ دنوں اور قائم رہتی تو آج انہیں اپنی کوششوں کا پھل ملتا، اور وہ اپنی آزادی کی ہوا میں سانس لیتا، لیکن ہندوستان کی عالمگیر جہالت نے اسے اس کے اس پاک مقصد سے منزلوں دور کر دیا، اور یورپ کی "پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو" کی پالیسی اس قدر زیادہ قوی ہوگئی کہ آزادی کا نام ونشان بھی دلوں میں باقی نہ رہا، ہندوستانی آپس میں منازعات کو باہم طے کرنے کی جگہ اغیار کے دروازے کو اب بڑے شوق سے کھٹکھٹا رہے ہیں، ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ حکام سے ملنا باعث اہانت سمجھا جاتا تھا، مگر وہی چیز اب باعث عزت سمجھی جاتی ہے۔ اور ہندوستان کے بڑے سے بڑے لیڈر کا منتہائے مقصد صرف یہ رہ گیا ہے کہ وہ گورنروں اور حضور وائسرائے کی چوکھٹ پر جبہ سائی کریں، مگر یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ ہندوستانی جتنی ہی زیادہ حکام رسی اور ان سے میل جول کو بڑھائیں گے، اتنے ہی زیادہ آزادی کی منزل مقصود سے دور ہوتے جائیں گے، لہذا ہندوستانیوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان، سکھ ہوں یا پارسی، نیچے طبقے کے ہوں یا اعلیٰ ذات والے اس بات پر خوب غور کرنا چاہئے کہ آزادی حاصل کیجاتی ہے، مانگی نہیں جاتی۔ ہندوستان اس وقت تک صحیح معنی میں آزاد ہو نہیں سکتا جب تک کہ آزادی کے لئے کوشش نہیں کرے، اور اس کی صحیح قیمت یعنی قربانی ادا نہ کی جائے۔

کانگریس جب تک انڈین نیشنل کانگریس رہی، ہندوستان کی ہندو اور مسلم دونوں جماعتوں کی نمائندگی اس کو حاصل رہی مگر جب سے ہندوؤں اور مسلمانوں میں کشیدگی پیدا ہوئی، کانگریس نے بھی اپنا رنگ بدلا، اور مساوات کی جگہ عصبیت برسر اقتدار ہونے لگی، چنانچہ ۱۹۲۸ء کے بعد سے کل تک کانگریس کا ایک صدر بھی مسلمان نہ ہوا، اسلئے نہیں کہ مسلمانوں میں قحط الرجال ہے۔ کانگریس کی صدارت کی اہلیت موجود نہیں ہے۔ آج بھی ایک نہیں مسلمانوں میں بیسیوں افراد ایسے موجود ہیں، جو اس کام کو نہایت

حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکتے ہیں، مگر کانگرس ہائی کمانڈ کی کورچشمی سے گذشتہ بارہ سال تک ہندوستان کی سب سے بڑی وطنی جماعت کی کرسی صدارت پر ایک مسلم بھی نظر نہیں آیا، بلاشبہ کانگرس نے گذشتہ تلخ تجارب کے بعد اپنا رویہ بدلا ہے اور اس یقین کے ساتھ کہ ہندوستان میں خواہ ہندوؤں کی اکثریت کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، مگر اقلیت اور خاصکر مسلمانوں سے اتحاد کئے بغیر کانگرس کے مقاصد کو کامیاب بنانا دشوار ہے مسلمانوں کی طرف ہاتھ بڑھانے کی ایک سے زیادہ دفعہ کوشش کی گئی اور کی جا رہی ہے۔ اور عملاً اس سال کانگرس کی صدارت کے لئے مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا نام نامی پیش کیا گیا، اور وہ مسٹر ام، ان، رائے کے مقابلہ میں ایک ہزار چھ سو اکتیس ووٹوں کی اکثریت سے آل انڈیا کانگرس کمیٹی کے صدر منتخب ہو گئے، بلاشبہ مولانا آزاد کی شخصیت پورے ہندوستان میں مسلم ہے۔ اور وہ ابتدائے عمر سے اس وقت تک آزادی ہی کا پرچار کرتے رہے اور کر رہے ہیں۔ آپ کی قابلیت میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ بہرحال ہم مولانا موصوف کو ان کی اس کامیابی پر مبارکباد پیش کرتے ہیں، اور امید کرتے ہیں کہ وہ اس نازک اور خطرناک موقع پر قوم کی صحیح رہبری فرمائیں گے، اور اپنی مدبرانہ قابلیت سے ہندو اور مسلمانوں کے درمیان جو خلیج حائل ہو گئی ہے اسے پاٹنے کی کوشش کریں گے، ہندوستان کو قدرتاً ایک ایسا موقع ہاتھ آگیا ہے جس کو کھو دینا عقل و دانش کے بالکل خلاف ہے۔ آج سے پچیس سال پہلے بھی اسی قسم کے ایک سنہرے موقع کو ہم کھو چکے ہیں۔ اور اب اسی جرم کا ارتکاب کرنا جرم عظیم کے مرادف ہو گا۔ ہندوستانیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ یورپ بالخصوص انگلستان جنگ کی پُرخطر دلدلوں میں پھنسا ہوا ہے۔ اور ہندوستان کی طرف ترحمانہ نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ اگر اس کو یقین ہو جائے۔ کہ ہندوستان آزادی کے لئے صف آرا ہو گیا ہے۔ اور اسے حاصل کرکے چھوڑے گا، تو بلاشبہ برطانیہ کو ہندوستان کے اس مشترک مطالبے کے سامنے جھکنا پڑے گا، ورنہ جنگ کے بعد ہندوستان عرصہ دراز کے لئے آزادی سے محروم کر دیا جائے گا، اس لئے کہ جنگ کا نتیجہ دو میں سے ایک ہو گا۔

برطانیہ کو فتح ہو گی یا شکست، اول الذکر صورت میں وہ ہندوستانیوں سے بے پروا ہو جائیگا، اور اس طرح ہندوستانیوں کی ہر خواہش کو دبانے اور پامال کرنے کی کوشش کرے گا، آخر الذکر صورت میں ہندوستان کسی فاتح قوم کے رحم و کرم کا محتاج ہو گا اور ظاہر ہے، کوئی قوم کسی ملک کو اس لئے فتح نہیں کرتی اکہ اس کے باشندوں کو آزاد کر دے، اسلئے ہندوستانیوں کو چاہئے کہ وہ موجودہ صورت حال کو ملحوظ رکھتے ہوئے جلد سے جلد باہم متحد ہونے کی کوشش کریں مولانا آزاد نے بحیثیت صدر کانگرس کے لاہور کے عظیم الشان مجمع میں جو تقریر کی ہے۔ اس میں صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے کہ ملک کی موجودہ شکل ہمیشہ قائم نہیں رہ سکتی، میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ رام گڑھ سیشن کے بعد کانگرس ضرور کوئی موثر قدم اٹھائے گی، فرقہ وارانہ نزاع کے متعلق مولانا نے فرمایا مسلمانوں کو اپنی خود حفاظتی تدابیر اختیار کرنیکا حق ہو، لیکن اس سلسلہ میں برطانیہ سے کسی قسم کی بھلائی کی امید کرنا عبث ہو۔

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس

آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ۲۲، ۲۳، ۲۴ مارچ کو منٹو پارک لاہور میں منعقد ہوگا۔ اس اجلاس کو کامیاب بنانے میں اہل پنجاب پوری کوشش سے کام لے رہے ہیں۔ یہ اجلاس کئی وجوہ سے اپنے اندر ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔ چنانچہ اس میں نہ صرف ہندوستان کے رہنما شریک ہونگے، بلکہ ہندوستان سے باہر کے مسلمان اور خاصکر مصر وایران، عرب اور افغانستان کے بعض عمائدین بھی شرکت فرمائیں گے۔ ہمیں امید ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا یہ ستائیسواں سالانہ اجلاس اپنے عظیم مقاصد میں کامیاب ہوگا، اور ارکان اجلاس باہم مل کر کوئی ایسا لائحہ عمل بنائیں گے، جو مسلمانوں کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ہوگا، اور ہندوستان کی موجودہ فضا کو صاف کرنے میں نہ صرف معین ومددگار ہوگا۔ بلکہ مسلمانوں کو آزادی کی ہوا میں سانس لینے کے لئے ہر ممکن کوشش عمل میں لائیگا۔

مدرسہ احمدیہ سلفیہ کے مدرسین اور اس کے ہونہار طلبہ گذشتہ چند سال سے شرک و بدعت کے خلاف سرگرم تبلیغ کر رہے ہیں۔ اور خاصکر محرم کی بدعتوں کا قلع قمع کرنے کے لئے وہ ٹولیاں بنا کر دربھنگہ اور اس کے اطراف میں جا کر پوری سرگرمی کے ساتھ تبلیغ کرتے ہیں۔ چنانچہ لوگ آہستہ آہستہ محرم کی بہت سی بدعتوں سے تائب ہوتے جا رہے ہیں اس سال ان کی سرگرمی پچھلے سالوں سے بہت زیادہ رہی اور انہوں نے نہ صرف محلوں میں جا کر تبلیغ ونصائح پر اکتفا کیا، بلکہ بعض اشتہار اور پمفلٹ بھی شائع کئے جن کو موثر بنانے کے لئے مقامی اور غیر مقامی علماء کے فتوی بھی شائع کئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بہتوں نے تعزیہ بنانا بند کر دیا۔ اگر دیگر مدارس کے اساتذہ اور طلبہ نے بھی مدرسہ احمدیہ سلفیہ کا اس کار خیر میں ہاتھ بٹایا، تو امید قوی ہے کہ اہل دربھنگہ کا دامن محرم کی گوناگوں برائیوں سے پاک وصاف ہو جائیگا اور لوگ اسلام کے صحیح اور مضبوط راستے پر آجائیں گے، لیکن اس سلسلہ میں تبلیغ کرتے وقت مبلغین شرک وبدعت کی جگہ لوگوں میں جنگی اسپرٹ پیدا کرنے کی کوشش کریں، اور ان کی تمام تر توجہ جنگی فنون کی طرف مبذول کرائیں تو انہیں جلد اور خاطر خواہ کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور خود مسلمان غیر مسلموں کے مقابلہ میں طاقتور اور مضبوط بن سکتے ہیں، ورنہ اندیشہ ہے کہ رفتہ رفتہ مسلمانوں کی یہ خصوصیات جن کے بل بوتے پر اب تک زندہ ہیں مفقود نہ ہو جائیں۔

مجلہ سلفیہ ہندوستان کے دیگر تمام رسالوں سے بعض حیثیت سے ممتاز ہے۔ چنانچہ کتابت طباعت اور مضمون نویسی وغیرہ کی تمام خدمات طلباء سلفیہ ہی انجام دیتے ہیں، چونکہ اس کی اشاعت بڑھ رہی ہے اور وہ مختلف الخیال لوگوں کے ہاتھوں میں جا رہا ہے، بعض لوگوں کا مطالبہ ہے کہ اس میں سلفی حضرات کے علاوہ باہر کے مضامین بھی ہونے چاہئیں، لہذا آئندہ سے جو صاحب بھی مضمون بھیجینگے شائع کیا جا سکیگا۔ بشرطیکہ وہ مجلہ کے معیار پر بھی اترے۔

حکومت فنلینڈ

روس اور فنلینڈ میں گذشتہ چند ماہ سے جنگ جاری ہے اور ابھی تک کوئی فیصلہ کن معرکہ نہیں ہوا ہے۔ روس کی بے پناہ قوت کے مقابلہ میں فنلینڈ کا اس وقت تک جما رہنا تعجب انگیز ضرور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ فنلینڈ کے اندرونی حالات معلوم کرنے کا بے چینی کے ساتھ انتظار کر رہے ہیں، چنانچہ ذیل میں بعض دلچسپ حالات یورپین اخبارات سے جمع کر کے درج کئے جاتے ہیں۔

قارئین کرام کو پچھلی اشاعتوں سے یہ معلوم ہو چکا ہوگا کہ روس نے بالٹک ریاستوں کے سامنے حال میں کیا کیا شرائط پیش کی تھیں، ان میں سے بعضوں نے اپنی کمزوری اور ناتوانی کو محسوس کرتے ہوئے بادل ناخواستہ روس کی پیش کردہ شرائط پر دستخط کر دیئے، اور بعضوں نے دستخط نہیں کئے، چنانچہ روس و فنلینڈ کے درمیان ابھی تک گفتگوئے صلح جاری ہے۔

آٹھویں صدی عیسوی سے پہلے فینشوں کا تاریخ میں کوئی ذکر نہیں ہے، نویں صدی کے وسط میں انہوں نے کروٹ لی اور باہم متحد ہو کر سکنڈ و فیون پر چھاپے مارنے شروع کئے اور ساڑھے تین سو برس تک نہایت بہادری، پامردی اور شجاعت کے ساتھ وہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ اور ہمیشہ انہیں زیر نگیں کرتے رہے، یہاں تک کہ ۱۱۵۷ء میں سویڈن کے بادشاہ اریک نے ان پر چڑھائی کی اور پیہم حملوں کے بعد ان کے ملک میں گھس کر انہیں تسلیم خم ہونے پر مجبور کیا۔ یہ مسیحیت اور مجوسیت کی پہلی جنگ تھی، جس میں فنشیوں کو بری طرح شکست ہوئی، اس کے بعد سے ان کے ملک میں مسیحی پادری کی بکثرت آمد و رفت شروع ہو گئی۔

سویڈن نے فنلینڈ کو زیر نگیں کر کے غلام نہیں بنا لیا بلکہ وہاں تہذیب و تمدن پھیلانے میں ہر طرح اس کی مدد کی اور اس کو شہریت کے وہی حقوق عطا کئے جو اس نے خود اپنے لئے وضع کئے تھے۔ شاہ جون ثالث کے زمانہ میں فنلینڈ کو ہلکے قسم کی خود مختاری عطا کی گئی، حتی کہ ۱۷۷۲ء میں گوستاف نے پارلیامنٹ کے افتتاح کی بھی اجازت دیدی، جس میں امراء، شرفاء، متوسط طبقہ اور کاشتکار سب کو حق رائے دہندگی عطا کی گئی، اس طرح ملک نے تعلیم اور صنعت و حرفت پر کافی توجہ مبذول کی، لیکن عجیب اتفاق کہ اس کے بعد سے عرصہ تک ملک قحط سالی اور جنگ میں مبتلا رہا۔ چنانچہ ۱۷۱۴ء میں پیٹر اعظم نے فنلینڈ کو سویڈن سے جدا کر کے اپنی مملکت میں شامل کر لیا اس کے بعد شارل دوازدہم کا زمانہ آیا، جس میں بہت سے فینش قتل کر دیئے گئے، اس کے بعد ۱۷۲۱ء میں ایک معاہدہ طے پایا جس کی رو سے مشرقی فنلینڈ روس کی مملکت میں ضم کر لیا گیا۔

بارہ سال کے بعد اہل سویڈن نے فنلینڈ پر دوبارہ چڑھائی کی لیکن اس دفعہ انہیں ... طرح شکست ہوئی، اس کے بعد روس اور سویڈن کے درمیان ۱۸۰۸ء تک فنلینڈ کے لئے جنگ جاری رہی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ روس نے پورے فنلینڈ کو زیر نگیں کر کے جزائر آلینڈ تک قبضہ کر لیا۔

روسیوں کے زمانہ میں بھی فنلینڈ اس کا بالکل محکوم بن کر نہیں رہا، چنانچہ شہنشاہ اسکندر اول نے اس کی خودمختاری تسلیم کر کے اس کو بہت کچھ قانونی حقوق عطا کئے تھے، اور وہاں ایک مجلس قانون ساز قائم کر کے اپنا صرف گورنر بھیجدیا، یہ حالت اسکندر ثانی و ثالث کے زمانہ تک قائم رہی لیکن نکولا ثانی کے زمانہ میں مجلس قانون ساز توڑ دی گئی، اور ۱۹۰۱ء میں ایک جدید قانون کی رو سے روسی فوج میں فنلینڈ کی فوج کو ضم کر کے روس کی طاقت کو مضبوط بنانے کی از سر نو کوشش کی گئی لیکن اس دفعہ روسیوں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کیا، نومبر ۱۹۰۵ء میں روس و جاپان کی لڑائی کے پرخطر موقع پر زار روس نے ایک فرمان کی رو سے فنلینڈ کی خودمختاری دوبارہ تسلیم کر کے پھر سے مجلس قانون ساز وغیرہ بنانے کی اجازت دیدی، چنانچہ فوراً پارلیامنٹ قائم کی گئی، اخبارات کو آزادی دیگئی، اور عام جلسوں پر سے تمام قیود اٹھا لی گئیں، لیکن دو ہی سال بعد ملک میں بدامنی پھیل گئی۔ اس دفعہ زار نے نہ اس کی آزادی سلب کی اور نہ جبریا فوجی بھرتی پر اصرار کیا، بلکہ اہل فنلینڈ پر فوجی خدمت کے عوض ٹیکس عائد کر دیا مگر پارلیمنٹ نے اس حکم کی مخالفت کی، چنانچہ زار کو اس کی مخالفت

کی خبر معلوم ہوئی تو اس نے آبدیدہ ہو کر اس کو توڑ دیئے جانے کا حکم نافذ کیا، اور اخباروں پر بھی دوبارہ پابندی عائد کر دی یہی نہیں بلکہ وہاں کے تمام قاضیوں کو معزول کر دیا۔ اور بڑے بڑے سربرآوردہ لوگوں کو جلاوطن کر کے ملک میں بڑی سختی شروع کر دی، لیکن گزشتہ جنگ عالمگیر میں روس نے حزبہ کی جگہ ۵ فی صدی پرسنل ٹیکس قائم کیا، جس کو بادل ناخواستہ فنلینڈیوں نے منظور کیا، مگر جب ۱۹۱۷ء میں نکولس ثانی روس کا شہنشاہ قتل کر دیا گیا اور اس کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا، اور زار کی جگہ بالشویکی حکومت قائم ہو گئی تو اس سے فنلینڈیوں کے عزائم میں کوئی کمی نہیں ہوئی، بلکہ ان کی ہمت دوبارہ بلند ہوئی کیونکہ بالشویکی حکومت نے ان کی راہ میں مقاومت نہیں کی، اس طرح ۶ دسمبر ۱۹۱۷ء کو فنلینڈ میں دوبارہ پارلیامنٹ کا اعلان کیا گیا، اور بالشویک حکومت نے بھی اس کا اعتراف کر لیا۔ اس کے بعد فرانس وغیرہ نے بھی اس کی تائید کی، پھر ۱۹۱۹ء میں فنلینڈ میں شہنشاہیت کی جگہ جمہوریت کا اعلان کیا گیا۔ ۱۹۲۰ء میں فنلینڈ جمعیت اقوام کا رکن مقرر کر لیا گیا، سویڈن اور فنلینڈ میں اس وقت تک جزائر آلینڈ کے متعلق تنازع جاری تھی، چنانچہ مجلس اقوام نے جزائر کو فنلینڈ ہی کے حق میں تسلیم کیا۔

اب فنلینڈ کا موجودہ رقبہ ۵۸۸۹۴۱ مربع میل ہے۔ اس میں سے تقریباً ۷۳ فی صدی جنگل ہے۔ اور ۱۱ فی صدی جھیل اور سمندر ہے، ان میں مشہور جھیل لاگوڑا ہے۔ جو یورپ میں سب سے بڑی جھیل شمار کی جاتی ہے۔ فنلینڈ سطح سمندر

سے ۴۰۰ قدم بلند ہو اور بعض جگہ اس کی بلندی ۲۰۰۰ قدم ہے۔ شمالی علاقہ میں ۱۵۱۴ قدم بلند ہو لیکن پورے ملک میں کوئی قابل ذکر نہر نہیں ہو البتہ ایک نہر ہے جو دریائے جو فنلینڈ اور سویڈن کے درمیان جاری ہے۔ فنلینڈ کی آب و ہوا بہت ہی ٹھنڈی ہے۔ اور کوئی چیز بھی آب و ہوا میں اعتدال پیدا کرنے والی موجود نہیں ہے۔ ہاں اس کے جنوب اور غرب میں بحر بالٹک کی وجہ سے کچھ اعتدال پیدا ہو جاتا ہے۔ جاڑا وہاں طویل قائم رہتا ہے۔ خاص کر وسط ملک میں اور گرمی دو مہینے سے زیادہ نہیں رہتی اور ربیع و خریف کی مدت تو بہت ہی کم ہوتی ہے۔ دسمبر اور جنوری کے مہینے میں دن دو تین گھنٹے سے زیادہ کا نہیں ہوتا ہے۔

۱۹۳۶ء میں فنلینڈ میں ۳۵۲۶ کارخانے تھے جس میں ۱۴۹۳۶۰ مزدور کام کرتے تھے اور ملک کی اہم ترین صنعت لکڑی کی بنی ہوئی چیزیں ہیں، اس کے بعد کا غذ پھر لوہے کا سامان ہے۔ اور اس سے کم چمڑا، اور تمباکو کی صنعت ہے۔ اور کسی قدر بجلی اور کیمیاوی سامان بھی تیار ہوتا ہو۔

۱۹۳۶ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی صرف ۳۶ لاکھ ہو۔ اس میں ۱۷ فی صدی شہری آبادی ہے اور باقی دیہاتی ان میں ۸۸ فی صدی فینش زبان بولتے ہیں ۱۱ فی صدی سویڈن زبان اور ۳ فی صدی لیپانی لوگ ہیں، مذہب کے لحاظ سے سب کے سب عیسائی ہیں، ان میں ۹۷ فی صدی پروٹسٹنٹ اور ڈیڑھ فی صدی رومن کیتھولک ہیں، اس کے پایہ تخت ہلسنکی جس کی مردم شماری صرف ۲۶۰۰۰۰ ہے جس میں ایک بڑی یونیورسٹی بھی ہو۔

۱۹۱۷ء تک ملک کی پیداوار سے روس بہرہ مند ہوتا رہا لیکن روس میں بالشویک حکومت کے قیام کے بعد سے روسی تجارت کی جگہ اس کا مال انگلستان جانے لگا، فنلینڈ کی برآمد ۵ لاکھ مارک سے زیادہ نہیں ہے۔ اور اسی قدر درآمد سے بھی آتا ہے۔

اہل فنلینڈ فنون لطیفہ خاص کر موسیقی کی طرف بہت مائل ہیں، اس سلسلہ میں انہوں نے بہت سے آلات موسیقی بھی ایجاد کئے ہیں جو یورپ میں بہت شہرت پا چکے ہیں۔

فنلینڈ کی سرحد روس، ناروے، اور سویڈن سے گھری ہوئی ہے اور ۱۹۳۲ء کے اعداد و شمار کے مطابق وہاں ۵۳۱۹ کیلو میٹر کی لمبائی میں ریل جاری ہے۔ اگرچہ فنلینڈ میں مجلس مدافعت بھی موجود ہے جس کا الگ سے صدر ہوتا ہے۔ مگر جدید دستوری قانون کے مطابق فنلینڈ کا صدر جمہوریت فوج کا سپہ سالار بھی ہوتا ہے، فنلینڈ کی فوج تین قسموں پر منقسم ہے، بری، بحری اور ہوائی اس کے علاوہ بحری ساحلوں کی حفاظت کے لئے بھی توپ خانہ اور رسالہ موجود ہے۔ فنلینڈ میں فوجی خدمت لازمی ہے، جس میں جنیاطی فوج بھی داخل ہے، محکمہ جنگ کے زیر انتظام بعض کارخانے بھی ہیں، جن میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز و کارتوس تیار ہوتے ہیں، بحری قوت کمزور ہے، بحری بیڑے میں دو جنگی جہاز ۵ سب میرین اور ۲۹ چھوٹے جہاز ہیں، فوجی اخراجات کے لئے ۱۹۳۲ء میں ۶۵۲ ملین مارک کا بجٹ منظور کیا تھا، اور ۱۹۳۸ء میں ۱۲۳۹ ملین

پریشان کن

(ماضی کا ایک جاں آفریں خواب)

دنیا سے، جو بہت دور، عالم سے بے خبر ایک دلفریب اور پرفضا مقام پر قسمت کے بکھرے ہوئے موتی وہ چنتا جا رہا تھا۔ اس نے کہا: کتنا دلکش مقام ہے۔ وہ مشغول تھا رہا تھا، مگر کائنات خاموش تھی۔ چاندنی فضا میں خوشگوار ہوا چل رہی تھی، پھول پودے کیا یہاں سب خاموش اس کی مسرت بھری زندگی پر ماتم کر رہی تھیں، اس نے گنگنانا شروع کیا۔ ؎

باغ کی دوشیزگی غمگیں ہوئی میرے بعد ٭ مر گیا جب میں تو کلیوں نے مرا ماتم کیا

اس نے سوچا اتنا عالی شان مکان؟ .... میں تو اس کے لائق نہیں، وہ تعجب کی نظروں سے چاروں طرف دیکھ کر دل میں کہنے لگا، یہاں کیسے آگیا؟ کتنا مہیب اور سر بفلک محل ہے۔ اس کی نگاہ یک بیک ٹھہر گئی۔

سامنے ایک سبز مخملی پردہ آہستہ آہستہ سرکنے لگا، دفعتًہ ایک بجلی سی کوندی، نور حسن اپنی تجلیاں دکھا رہا تھا وہ اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ اس کے سامنے تھی، صورت سے کچھ بیتابی ٹپک رہی تھی، تصویر میں جنبش ہوئی۔ ایک سریلی آواز سے اس نے اسے مخاطب کیا، آہ معاف کرو ـــــ مجبور تھی۔

ہائیں ـــ تم ـــ یہاں کہاں؟ وہ بیتاب ہو کر جھپٹا اور اس کے قدموں پر گر پڑا۔

وہ اپنی غلطیوں کی معافی چاہ رہا تھا۔ دفعتًہ آواز آئی اٹھو، اٹھو یہاں کیوں پڑے ہو؟"

کوئی ہاتھ پکڑ کر اسے جنبش دے رہا تھا، اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اس نے دیکھا کہ اس کا ایک رفیق دوست صبح کی نماز کے لئے ہاتھ پکڑ کر اٹھا رہا تھا جب کہ وہ مسہری کے قریب منبر کے پائے کے ساتھ بری طرح چمٹا پڑا تھا، اور اس کا ایک عزیز دوست صبح کی نماز کے لئے ہاتھ پکڑ کر اٹھا رہا ہے۔

عالم مایوسی میں وہ یہ شعر پڑھتا ہوا اٹھا۔ ؎

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا۔

شاہ محمد طیب تشنہ پھلواروی

تشریح حدیث

قیام تعظیمی شرعی نقطہ نگاہ سے

عن ابی سعید الخدری رضی قال لما نزلت بنو قریظة علی حکم سعد بن معاذ بعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہ وکان قریبا منہ فجاء علی حمار فلما دنا من المسجد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الانصار قوموا الی سید کم۔ متفق علیہ۔

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی کہتے ہیں کہ بنو قریظہ نے جب حضرت سعد کو حکم مانا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیجکر ان کو بلایا۔ وہ کہیں قریب ہی تھے۔ جب وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے اور مسجد کے نزدیک پہنچے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اپنے سردار کی طرف کھڑے ہو جاؤ۔

تشریح:۔ چونکہ اس حدیث کو ایک واقعہ سے نہایت گہرا تعلق ہے۔ اسلئے اصل موضوع پر بحث سے پہلے اس کی طرف اشارہ کر دینا از بس ضروری ہے۔

سنہ ۴ھ کا ہجری کا واقعہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ کے سلسلہ میں بنو نضیر (جو مدینہ میں یہودیوں کا ایک قبیلہ تھا) کے محلہ میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے آنحضرتؐ کو ایک دیوار کے نیچے بٹھلا دیا۔ اور تدبیر کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر آپؐ پر گرا دے۔ اور اس طرح حضور کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ آنحضرتؐ کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلام ربانی اس مکیدہ کا علم ہو گیا۔ چنانچہ آپ وہاں سے بچ نکلے۔ اس شرارت کی پاداش میں خیبر کی طرف انکو جلاوطن کر دیا گیا۔ سنہ ۵ھ میں جنگ خندق کا مشہور واقعہ پیش آیا۔ اس موقع پر بنو نضیر عرب کے تمام قبائل کو مسلمانوں کے خلاف ابھار کر مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ مسلمانوں نے اس لشکر عظیم سے مقابلہ کی تاب نہ دیکھ کر حکمت عملی سے کام لیا۔ اور مدینہ کے گرد خندق کھود لی۔ یہود کا ایک قبیلہ بنو قریظہ جو ہنوز مدینہ میں موجود تھا۔ اور مسلمانوں سے امن عام کا معاہدہ کر چکا تھا۔ بنو نضیر کی خفیہ سازش سے مجبور ہو کر ان کے ساتھ عہد شکنی پر اتر آیا۔ اور امن عام میں خلل ڈالنا شروع کر دیا۔ ادھر حملہ آور فوج بیس دنوں تک مدینہ کا محاصرہ کئے رہی۔ اور جب وہ اس عرصہ میں مسلمانوں سے کوئی مورچہ نہ لے سکی۔ تو اس کے حوصلے

...گئے اور ایک رات کو موقعہ پاکر یہودی کی پارٹی فوج
... چھوڑ کر فرار ہو گئی۔ اس مصیبت سے ... کے بعد
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ کو جا گھیرا۔ وہ دربار
رسالت میں آکر عہد شکنی کی معقول وجہ ... بیان نہ کر سکے بلکہ
بنو قریظہ قلعہ بند ہو بیٹھے۔ مسلمانوں کو محاصرہ کرنا
پڑا چنانچہ پچیس دنوں تک مسلمان ان کا محاصرہ کئے رہے
بالآخر انہوں نے تنگ آکر قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذ
کو حکم مانا۔ اور ... فیصلہ کے لئے ... آئے
جب حضرت سعد بن معاذ ... رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں تشریف لا رہے تھے آپ نے انصار کی طرف
مخاطب ہو کر فرمایا۔ قوموا الی سیدکم۔ جاؤ اپنے سردار
کو اتار لاؤ۔

کسی بزرگ اور معزز ہستی کی آمد پر حاضرین کو اس
کی تعظیم و تکریم کے لئے کھڑا ہو جانا چاہئے یا نہیں۔ اس میں
اسلاف کا اختلاف رہا ہے۔ چنانچہ کتابوں کے دیکھنے
سے معلوم ہوتا ہے۔ اس مسئلہ پر ایک سے زیادہ مرتبہ مناظرہ
ومباحثہ بھی ہو چکا ہے۔ جہاں تک حقائق کا تعلق ہے غور
کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس باب میں ماخذ اختلاف آنحضرت
کا قول قوموا الی سیدکم ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے حضرت
سعد کی آمد پر آپ نے انصار کو ان کی تعظیم کے لئے کھڑے
ہو جانے کا حکم دیا۔ جس سے صریحی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ
بزرگوں کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا جائز اور مباح ہے۔ لیکن
اکثر محدثین اس طرف گئے ہیں کہ جب حدیث شریف میں
دوسری جگہ صریحی طور پر قیام تعظیمی ممنوع قرار دیا گیا ہے
تو حضرت سعد والی روایت میں بھی قیام تعظیمی مراد نہیں
لیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت سعد غزوہ سے واپس آرہے
تھے۔ ان کے ساتھ سامان تھا۔ اور ان کی طبیعت بھی علیل
تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کے سامان
کو اتارنے کے لئے حکم دیا تھا۔ نہ یہ کہ ان کی تعظیم کے لئے۔

جو لوگ قیام مذکور کے قائل ہیں وہ بعض اوقات
حضرت عکرمہ بن ابو جہل کی حدیث پیش کرتے ہیں کہ وہ
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کرتے
تھے تو آپ ان کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ نیز حضرت
عدی بن حاتم کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ جس
میں حضرت عدی ابن حاتم نے کہا ہے۔ ما دخلت علیہ
صلی اللہ علیہ وسلم الا وتوسع لی او تحرک یعنے میں جب
کبھی رسول اللہ صلعم کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ آپ مجھ کو
دیکھ کر کھڑے ہو جاتے یا اپنی جگہ سے کسی قدر ہٹ جاتے لیکن
حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا ذکر کر کے اس سے
قیام تعظیمی کو ثابت کرنا کسی حال میں صحیح نہیں ہو سکتا
کیونکہ ان دونوں روایتوں کو محدثین نے کمزور اور ضعیف
لکھا ہے۔ اس کے علاوہ ایک روایت حضرت عدیؓ سے
الا اوسع لی کے ساتھ بھی آئی ہے۔ اور اس صورت میں
حدیث کا معنی یہ ہوتا ہے۔ میں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تو آپ مجھکو جگہ دینے کے لئے
اپنی جگہ سے کھسک جاتے اور اس معنی سے قیام مذکور کا ثبوت

نہیں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ان حدیثوں کے متعلق بعض آئمہ کا خیال ہے کہ نبی کریم صلعم ان لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے ایسا کرتے تھے۔ اور جب یہ ظاہر ہو گیا کہ آپ محض انکی تالیف کے لئے ایسا کرتے تھے، تو اس سے قیام مذکور ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

حدیثوں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایسے امر سے نہی فرمائی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان میں غرور و تکبر کا شائبہ بھی پیدا ہوتا ہو۔ یا جو مودی الی الفخر ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جب کسی کی تعظیم کے لئے لوگ کھڑے ہونگے تو اس کے دل میں اپنی بڑائی کا احساس شروع ہوگا۔ جو ترقی کرکے غرور کی صورت اختیار کر لے گا۔ اور سچ پوچھئے تو اسی لئے شرعی نقطۂ نگاہ سے قیام ممنوع قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں صریحی طور پر یہ الفاظ مذکور ہیں۔

من سرہ ان یتمثل لہ الرجال قیاما فلیتبوء مقعدہ من النار (ترمذی) یعنے جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ لوگ اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جایا کریں، تو ایسا شخص ابھی سے جہنم میں جانے کو تیار رہے۔ محدثین کرام اس حدیث کے تحت میں لکھتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وعید اسی کے لئے ہے جو فخر و تکبر الوگوں کے کھڑے ہونے کو پسند کرے۔ لیکن جو متکبر نہ ہو یا لوگ اس کی خدمت کے لئے کھڑے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اسی بنا پر امام بیہقی نے خطابی علیہ الرحمۃ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آدمی کا اپنے فاضل سردار اور عادل قاضی کے سامنے کھڑا ہونا۔ اور شاگرد کا اپنے استاذ کو دیکھکر کھڑا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ امام غزالیؒ کی رائے ہے کہ قیام علی سبیل الاعظام مکروہ ہے۔ اور اگر علی سبیل الاکرام ہو تو اس میں مضائقہ نہیں ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب فتح الباری جلد پچیس ۲۵ صفحہ ۶۵ میں امام غزالی کی پر زور تائید کرتے ہوئے ہذا القول حسن لکھا ہے۔

جو لوگ قیام تعظیمی کے سرے سے قائل ہی نہیں ہیں وہ حضرت ابو امامہ باہلی کی اس روایت کو پیش کرتے ہیں

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متکئا علی عصا فقمنا الیہ فقال لا تقوموا کما یقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضًا یعنے ایک مرتبہ رسول اللہ صلعم لکڑی پر ٹیک لگائے باہر نکلے ہم لوگ آپ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو گئے۔ آپؐ نے اس سے ہم لوگوں کو منع فرمایا کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے کہ ان میں سے ایک دوسرے کی اس طرح تعظیم کرتا ہے۔

جو لوگ حضرت سعد والی روایت میں قیام تعظیمی مراد لیتے ہیں۔ ان کا جواب اس طرح دیا جا سکتا ہے کہ ابو امامہؓ کی حدیث میں بلاشک و شبہ قیام تعظیمی سے روکا گیا ہے اور اس کا صلہ لام لایا گیا ہے۔ اگر سعد والی روایت میں بھی قیام مذکور مراد ہوتا تو وہاں بھی بجائے الی کے لام آتا۔ اور جب لام نہیں آیا تو معلوم ہوا کہ اس سے قیام تعظیمی نہیں بلکہ قیام الخدمۃ مراد ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہؓ کی ایک روایت میں قوموا الی سیدکم فانزلوہ بھی آیا ہے

عبدالرحمٰن نشتر رجوروی جامعہ سلفیہ

۱۲

سیل تاتار

۱۳

شاہ [illegible] اہل خوارزم نے افواج تاتار کی [illegible]
دیکھا کہ ہمت ہار دی اور ایک بہادر و غیور [illegible]
میں جان دینے کو تیار ہو گئے۔ [illegible] اپنے سر فروش
جہاد سے بیشمار دشمنوں کو واصل جہنم کیا [illegible]
ایسی بے نظیر شجاعت دکھائی کہ تاتاری [illegible]
مگر افسوس کہ اس [illegible] لڑائی [illegible]
[illegible] تھے [illegible]
مسلمانوں کے دل [illegible] زخموں سے
چور چور ہو گئے۔ تاہم دوسرے دن [illegible]
گھوڑے کی پشت پر سوار ہوتے اور [illegible]
سے روز اول سے زیادہ تاتاریوں کو فنا کیا۔ تیسرے دن
وہ بالکل [illegible] ہو گئے یہاں تک کہ اٹھنے اور حرکت کرنے کی
بھی قوت نہ رہی۔ اسی وجہ سے مسلمان سست پڑ گئے جس کا
نتیجہ یہ ہوا کہ مغل فاتحانہ طور پر شہر میں داخل ہو گئے اور
قتل عام کا حکم دیدیا حتی کہ جب ان کی تلواریں کند ہو گئیں
اور انکی دھاریں خراب ہو گئیں۔ تو بڑے بڑے [illegible]
جھرونکوں سے عورتوں اور مردوں کے پیٹوں کو پھاڑنا شروع کیا

اس کے بعد شہر [illegible] کی باری آئی۔ اس شہر کا حاکم ایک [illegible]
تھا [illegible] مارے بھاگ گیا۔ تاتاریوں نے وہاں بھی پہلے
کی طرح [illegible] لوگوں [illegible] کو بلا دریغ قتل کیا اور
جتنے افعال [illegible] ہو سکتے تھے [illegible] سب کے مرتکب ہوئے۔

تاتاریوں نے [illegible] کے بعد دربند شروان
کا رخ کیا۔ چونکہ یہ شہر ایک مضبوط و ناممکن الفتح قلعہ
[illegible] محصور ہو کر دشمنوں کو کافی زک دے رہے تھے۔ اسلئے
چنگیز نے دھوکہ دینے کی ایک نئی ترکیب نکالی محصورین
کو پیغام بھیجا کہ ہم صلح کے لئے تیار ہیں تم اپنے دس معتبر مسلمانوں
کو بھیجدو تاکہ صلح کے متعلق بات چیت پختہ کر لی جائے۔ اہل
قلعہ نے [illegible] اور ان کی [illegible] ہوئی تجویز کی تعمیل
کی چنگیز نے ایک کو قتل کر کے بقیہ نو مسلمانوں سے کہا۔ اگر
تم لوگ اپنی خیریت چاہتے ہو تو قلعہ کا راستہ بتلا دو۔ ورنہ
تمہارا بھی وہی حشر ہو گا۔ جسے تم ابھی ابھی اپنی آنکھوں کے
سامنے دیکھ چکے ہو۔ جان کے خوف سے انہوں نے قلعہ کی
راہ بتلا دی۔ بس پھر کیا تھا تاتاری نہایت جوش و خروش
سے اندر گھسے اور اپنی بے پناہ شمشیر سے لوگوں کو شہید

کرنا شروع کیا۔ اس حالت پر بھی قوم کفرا خفچاق، لان اور ترکوں نے ان ظالموں کا سخت مقابلہ کیا۔ یہ دیکھ کر تاتاریوں نے ان کو یہ دم دیا کہ ہم اور تم ہم قوم ہیں۔ ہم نے اپنے لوگوں پر تلوار اٹھانے سے قسم کھالی ہے۔ تم ہم سے معترض نہ ہو۔ لامحالہ ترک اس بھرے میں آگئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب تاتاری عام مسلمانوں کے قتل سے ہاتھ رنگین کر چکے تو ان ترکوں پر گدھ کی طرح ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

قوم خفچاق کے بہت سے لوگوں نے چنگیزی تلوار سے مرعوب و خوفزدہ ہوکر روس میں پناہ لی۔ روسیوں نے خفچاقیوں کی معیت سے ایک زبردست و قہار فوج تیار کی اور مغلوں کو روکنے کے لئے آگے بڑھے۔ فریقین کا مقابلہ بہت خوفناک اور جوانمردانہ ہوا۔ تاتاری پیچھے ہٹنے لگے، روسی اسے اپنی کامیابی و فائز المرامی تصور کرتے ہوئے مسلسل بارہ روز تک ان کے تعاقب میں آگے بڑھتے گئے۔ اس طرح سے چالاک مغلوں نے جب یہ دیکھا کہ دشمن اپنے ملک سے بہت دور ہٹ آیا ہے۔ گھوم کر بجلی کی طرح پلٹ پڑے کئی روز تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی آخر کار روسیوں نے زبردست شکست کھائی اور معدودے کم آدمی زندہ بچے۔ ان فتوحات عظیمہ سے تاتاریوں کے دل بڑھ گئے اور وہ فوراً شہر بلغار پر چڑھ دوڑے۔ مگر اس جگہ انہوں نے سخت ہزیمت اٹھائی، بہت کم تاتاری اس معرکہ سے اپنی جان صحیح وسلامت لے گئے۔ اور قریب قریب ان کے بڑے بڑے افسر داخل فی النار ہوئے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ظالم آگے نہ بڑھ سکے اور وہ اہل بلغار کو تعجب خیز نظروں سے دیکھنے لگے۔

چنگیز خاں نے ایک زبردست جمعیت سے ترمذ، فرغانہ، سمرقند، بخارا پر تسلط جمالیا۔ اور خراسان پر فوج بھی بھیج کر نیشاپور کو فتح کرتا ہوا شہر طالقان پہنچا۔ کئی ماہ کے محاصرہ کے بعد جب وہاں کے اہل عاجز اور قحط سالی سے بھوکوں مرنے لگے تو ایک روز متحد و متفق ہوکر دروازے سے نکل پڑے۔ پیادہ فوج سب کی سب شہید ہوگئی۔ البتہ سوار بزور شمشیر صفوں کو چیرتے ہوئے نکل گئے اور ادھر کے اطراف و جوانب میں جاکر جان بچائی۔ تاتاریوں نے تمام شہر گھوڑوں کے سموں سے روند ڈالا اور جب تک کہ تمام مکانات منہدم نہ کر ڈالے چین کا سانس نہ لیا۔

تاتاریوں کے تمام مفتوحہ ملکوں سے مسلمان بھاگ بھاگ کر مرو میں جمع ہو رہے تھے۔ اور دو لاکھ کی جمعیت سے مقابلہ پر تیار بیٹھے تھے۔ چنگیزی فوج خراسان و طالقان کو فتح و پامال کرتی ہوئی مرو کی طرف آئی۔ مسلمان تو تیار تھے ہی فوراً ہی معرکہ کارزار گرم ہوگیا۔ جس میں شومئی قسمت سے وہ مفتوح و مغلوب ہوگئے۔ اس کے بعد خاص باشندگان شہر نے مقابلہ کیا۔ اور دشمنوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ چنگیز نے والی مرو کو امان دیکر بلوایا۔ اور آتے ہی اسے گرفتار کرلیا۔ تاتاریوں نے زبردستی والی سے خط لکھوا کر اہل شہر واعیان و دولت کو طلب کیا۔ اور جب شہر کے تمام شرفاء

وامراء آگئے تو سبھوں کو فریب دیکر بلوا کر قتل کرا دیا۔ چنگیزی فوج مرو میں داخل ہوئی اور مال و دولت لوٹ لینے کے بعد مکانات گروا دیئے۔ مومنوں کو درندگی اپنی شہوت کا نشانہ بنایا۔ مردوں کو قبروں سے اکھاڑ کر نکالا اور جلوا دیا تین دن تک یہ مسلسل یہی حالت رہی چوتھے روز قتل عام کا حکم دیا جسمیں بچے، بوڑھے، عورتیں، جوان سب مساوی تھے اور شہر کا ایک متنفس بھی جان بر نہ ہو سکا۔ ان ہلاکت خیزیوں کے بعد تاتاریوں نے مقتول مسلمانوں کا شمار کیا جنہیں سات لاکھ سے زیادہ نعشیں بے گور و کفن نکلیں۔

وحشیوں نے مرو کے تباہ و برباد ہو جانے کے بعد نیشاپور پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد طوس گئے اور اس کو بھی زیر و زبر کیا، اس سے فارغ ہو کر مشہد گئے شہر کو جلایا اور باشندوں کے مال و اسباب کو لوٹ لیا۔ بعد کو ان تاتاریوں نے ہرات کی جانب توجہ کی۔ دس یوم تک محاصرہ کیا اور اپنی طبیعت کے برخلاف اہل شہر کو امان کلی دیدیا

اس زمانہ میں شہر خوارزم ایک بارونق اور آباد شہر تھا۔ اسمیں سر بفلک عمارتیں اور عجیب و غریب مستحکم قلعے تھے، بھلا وحشی تاتاری مسلمانوں کی اس باعظمت شہر کو کیسے چھوڑ سکتے تھے، فوراً ہی ان فتوحات کے بعد خوارزم کا محاصرہ کر لیا۔ مسلمان نہایت جانفروشی اور غایت درجہ کی بہادری سے قلعہ میں محصور ہو کر لڑے اور دشمنوں کو نقصان کثیر پہنچایا۔ گو وہ اپنی جمعیت کی زیادتی کی وجہ سے محسوس نہیں کرتے تھے۔ یہ حالت دیکھکر تاتاریوں نے چنگیز خاں سے مدد مانگی جس نے ایک جرار لشکر خوارزم کی تباہی کے لئے بھیجدی۔ آخر مسلمان پانچ ماہ کے طویل محاصرہ کے بعد جب وہ اپنی مدد سے بالکل ناامید ہو گئے تو مغلوں نے سخت متواتر حملوں سے قلعہ کو لے لیا اور قبضہ کر کے اپنی قدیم عادت کے موافق مال و اسباب کو لوٹا اور اپنے دست ستم سے بے انتہا لوگوں کو ہلاک کیا۔ یہی نہیں بلکہ انہوں نے دریائے جیحوں کے بند کو کاٹ ڈالا جس کے انجام میں پورا شہر غرق اور تمام بقیہ مسلمان فنا ہو گئے۔

خوارزم کی فتح کے بعد وحشی مغل غزنی کو تباہ کرنے گئے۔ یہاں محمد خوارزم کا بہادر لڑکا جلال الدین ساٹھ ہزار فوج سے ہمہ تن مستعد للقتال تھا ہی کہ نواح بلق میں ایک خونخوار معرکہ ہوا جسمیں خدا کے فضل سے مسلمان فتح و نصرت کی آغوشی سے ہمکنار ہوئے۔ تاتاری بری طرح پٹے اور موت کی گھاٹ اتارے گئے۔ اور لاکھوں کا مال غنیمت اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔

جلال الدین کی ہمت اس فاتحانہ لڑائی سے بہت بڑھ گئی اور اس بہادر نے چنگیز کو لکھا کہ "تم ایک جگہ اپنی فوج جمع کر کے ہم سے ایک فیصلہ کن جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ" چنگیز نے اس دفعہ پہلے کی نسبت کئی گنا زیادہ فوج جرار جمع کر کے غزنی بھیجدی اور ہمت افزائی کے لئے اپنے بیٹوں کو بھی ساتھ کر دیا۔ جلال الدین اور اس کی زبردست جمعیت نے نہایت خندہ پیشانی سے تاتاری فوج کا استقبال کیا اور ایک خونخوار معرکہ کے بعد دشمنوں کو فاش شکست دی۔

ہزاروں کو تہ تیغ کیا، لاکھوں کا مال غنیمت لوٹا اور جتنے مسلمان تاتاریوں کے ہاتھوں قید تھے، انہیں نجات دلائی، گویا اتنی بڑی زبردست فتح آجتک مسلمانوں کو ان وحشیوں پر نصیب نہیں ہوئی تھی۔

لیکن صد افسوس اس فتح عظیم کا نتیجہ نہایت برا ظاہر ہوا، مال غنیمت کی تقسیم میں وہ بہادر دل جلال الدین و سیف الدین میں سخت کشمکش ہوئی۔ آخر الذکر کا بھائی مارا گیا، جس کی وجہ سے وہ تیس ہزار کی جماعت سے مسلمانوں سے علیحدہ ہوگیا۔ یہ وحشت اثر خبر سنکر تاتاری پھر اس کے علاقہ پر چڑھ دوڑے۔ چونکہ جلال الدین اپنے کو کمزور اور غزنی وغیرہ کی حفاظت کی قوت اپنے میں نہ پاتا تھا، اسلئے ہندوستان کی طرف بھاگا، دشمنوں کی فوج بھی غزنی کو پامال کرتی ہوئی دریائے سندھ پر جلال الدین کو پاگئی مسلمانوں نے زندگی سے مایوس ہوکر ایسا سخت اور شدت کا مقابلہ کیا کہ اس کے سامنے ایام گذشتہ کی تمام لڑائیاں ہوا ہوگئیں، مگر آخر مسلمان چونکہ مدد سے مایوس ہوگئے تھے، اور زندگی کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی، اسلئے اپنے آپ کو بسم اللہ مجرٖھا ومرسٰھا کہہ کر دریا میں ڈال دیا۔ چنگیز للکارتا رہا، ہے کوئی بہادر جو دریا میں کود سے اور جلال الدین کو گرفتار کرے ؟ لیکن اس کے کسی جوانمرد کو اتنی جرأت نہ ہوئی، بالآخر کتنے اسی بحر بیکراں میں غوطہ زنی کرتے اور ڈوبتے ہوئے نکل آئے، جسمیں جلال الدین بھی تھا اس نے دربار بلبنی میں جو غلام خاندان سے شہنشاہ ہند تھا جاکر پناہ لی، اس زبردست اسلامی ہیرو یا د رسول کے سچے مطیع غیاث الدین بلبن نے تاتاریوں کو متعدد پے در پے سخت شکستیں دیں، اور تقریبا دو لاکھ مغلوں کو قتل اور گرفتار کرکے ان کا قدم ہندوستان میں نہ آنے دیا اور ظالموں و خونخواروں کو سرحد سے ناکامیاب لوٹایا۔ ورنہ اس کی بھی وہی حالت ہوتی، جیسی کہ تبریز، بغداد، مرو غزنی، نیشاپور، خوارزم، سمرقند، رے، ہرات، مازندران وغیرہ کی ہوئی۔

ان دنوں بغداد کا بادشاہ معتصم باللہ تھا۔ نہایت حریص، متکبر اور مغرور تھا، رعایا کس حالت میں ہے اس کی اسے کچھ پرواہ نہ تھی۔ تاہم بغداد کے مسلمان نہایت بہادر اور شجاع تھے، ۶۴۳ھ میں تاتاری نوشاپہ چڑھ دوڑی، خلیفہ کی فوج سے گھمسان کی لڑائی ہوئی، اہل اسلام سخت خونریز معرکہ کے بعد فائز المرام ہوئے لیکن دور تک مغلوں کا تعاقب کرکے بہتیرے تاتاریوں کو واصل جہنم کیا۔

اسی زمانہ میں شیعہ و سنی اختلافات و تعصبات روز افزوں ترقی پر تھے، خلیفہ کا وزیر محمد بن علقمی متعصب شیعہ تھا، ایک دن دونوں جماعتوں میں سخت فساد رونما ہوا۔ حکومت نے سنیوں کا ساتھ دیتے ہوئے بہت سے متنفس شیعوں کو موت کی گھاٹ اتارا اور ان کی کئی بستیاں تباہ و برباد کردیں۔ ابن علقمی نے بغرض انتقام ہلاکو خاں کو لکھ بھیجا کہ تم اور یہاں کے تمام شیعہ تمہارے ساتھ ہیں، تم آکر بغداد پر قبضہ کر لو، اور اس کے عوض مجھے یہاں کا والی بنادو

اس نے ہولاکو سے مطلع کیا کہ ہم ایک دفعہ شکست کھا چکے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم مجھے دھوکہ دو۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو خاص شاہی فوج میں کچھ تخفیف کرا دو۔ چنانچہ ابن علقمی نے خلیفہ سے کہا کہ تاتاری ... بھاگ گئے ہیں، اب ان کی ہمت بغداد پر حملہ کرنے کی نہ ہوگی، لہٰذا فوجیں بیکار پڑی ہوئی ہیں۔ ... کی تنخواہیں ... میں فساد برپا کرتی ہیں۔ اسلئے ہمارے خیال میں فوج میں کچھ کمی کر دی جائے۔ خلیفہ اس کی چاپلوسی، مکر و فریب میں آگیا، اور بیس ہزار فوج کو بغداد سے نکلوا دیا جس کے ... کمزور ہو گئی، اور ... ابن علقمی نے اس کارنامے کی اطلاع ہلاکو کو دی، یہ خبر سنتے ہی وہ ایک قہار فوج لیکر اپنے مفتوحہ ممالک خلاط اور موصل کے مسلمانوں کو ساتھ لیتے ہوئے بغداد پر حملہ آور ہوا۔ معتصم باللہ نے باہر نکلکر ایک کھلے میدان میں مقابلہ کیا۔ تاتاریوں نے اپنے بہتے جان توڑ کوششیں کیں اور ہمت و شجاعت کا بہت کچھ نمونہ دکھایا اپنی بے شمار جانیں بلا دریغ قربان کر دیں لیکن وہ اسلامی تلوار کا مقابلہ نہ کر سکے، ہلاکو خاں باوجود اپنی کثرت فوج کے بہتوں کو میدان کارزار میں چھوڑتا ہوا سرپٹ بھاگا۔ مسلمان تعاقب سے واپس آکر بلا کھٹکے یہ خیال کرکے کہ ہم دشمنوں کو زبردست شکست دے چکے ہیں، آرام کی نیند سو گئے، ابن علقمی نے جو بحر انتقام میں سرشار ہو رہا تھا اپنے چند نوجوان شیعوں کو دجلہ کے بند کاٹنے کے لئے بھیج دیا چنانچہ ایک طرف تمام فوج پانی میں سرگرداں اور پریشان خاطر ہو رہی تھی، اور دوسری طرف اس نے اپنے چند جانباز بہادروں کو برق رفتار گھوڑوں پر روانہ کیا۔ کہ ہلاکو کو واپس بلا لائیں، اور ہمارے اس عظیم الشان کارنامے کی اسے اطلاع دیں۔

اس پھر کیا تھا تاتاری قضائے مبرم کی طرح سر پر آن سوار ہوئے۔ بھلا اس بری حالت میں مسلمان کب ... سکتے تھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب فنا اور دار آخرت کو سدھارے، اس کے بعد مغلوں نے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ وزیر ابن علقمی خلیفہ کے پاس آیا اور یہ کہا "ہلاکو آپ سے کچھ کہنے کا متمنی ہے۔ اس کی خواہش ہے کہ وہ ابوبکر ولی عہد سے اپنی لڑکی کی شادی کرکے انہیں خلیفہ بنا دے، شاید اسی کے متعلق وہ کچھ کہے گا" چنانچہ خلیفہ اپنے لڑکے، بڑے بڑے اعیان دولت اور ارکان سلطنت کی معیت میں ہلاکو کی ملاقات کو گیا۔

آہ! وہ بغداد جس پر ۳۷ خلیفہ حکمراں رہ چکے ہوں، آہ! وہ پر رونق شہر جو ۵۰۰ سال سے خلفائے عباسیہ کے زیر نگیں رہا ہو۔ یوں اس کا آخری خلیفہ مستعصم باللہ نہایت عاجزی و مجبوری سے ایک لٹیرے اور ظالم کی ملاقات کو جا رہا ہے۔ اور نتیجہ میں ایک باعزت و غیر فانی موعظت آئندہ نسل انسانی کے لئے چھوڑ جاتا ہے۔ وہ خلیفہ جو اپنے ایک ہاں اور ناں سے روئے زمین میں تہلکہ مچا دینے کی قدرت رکھتا ہو، جس کی دست قدرت میں ... کی بیشمار

رعایا کی جانیں ہوں، سر بفلک مکانات [illegible] عمارتیں اور بیش قیمت جواہرات سے اس کے قصور بھرے پڑے ہوں، وہ آج [illegible] نہایت بے کسی سے قتل کیا جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں کے سامنے اس کے جگر پیوند لائق و فائق فرزند کا خون بہایا جاتا ہے۔ اسے دکھا دکھا کر اس کے [illegible] دولت اور بڑی بڑی قیمتی چیزوں کی [illegible] لی جاتی ہیں۔ مگر وہ بیچارہ [illegible] تڑپ کر رہ جاتا ہے تو بھی [illegible] کی قدرت نہیں رکھتا، اور وہ عالم [illegible] دار البقا کو کوچ کرتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آہ! ایسی مصیبت کبھی بھی مسلمانوں پر نہ آئی ہو۔ وحشی تاتاری بغداد میں گھسے اور اپنی قدیم عادت کو بروئے کار لانے لگے، عورت، مرد، جوان، بچے، بیمار، تندرست، لنگڑا، کوئی بھی ان ظالم مغلوں کی خونخوار تلوار سے نہ بچا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ یہ مغل ۴۰ یوم تک لگاتار لوگوں کو قتل اور مال و اسباب کو لوٹتے رہے۔ حتیٰ کہ دجلہ کا پانی کثرت قتل سے سرخ ہو گیا۔ جب تمام ہستیاں صفحہ بغداد سے ناپید ہو گئیں تو آمادہ ان کتابوں پر نوبت آئی جن کو چھ سو برس سے جمع کیا جا رہا تھا۔ اور ایک ایک کتاب پر ہزاروں روپے خرچ کئے گئے تھے۔ وحشیوں نے تمام کتابیں دجلہ میں ڈلوا دیں جس کے سبب سے وہ ایک پل بن گیا۔ اور تاتاری اس پر سے آنے جانے لگے۔

الغرض اسی حادثہ کو حالی مرحوم نے اپنے مسدس میں یوں بیان کیا ہے:۔

وہ بلدہ کہ فخر بلاد جہاں تھا　ترو خشک بحر و بر کا سکہ رواں تھا
گڑا جس میں عباسیوں کا نشان تھا　عراق و عرب جس سے رشک جناں تھا

اڑا لے گئی باد پندار جس کو
بہا لے گئی سیل تاتار جس کو

(باقی آئندہ)

فاروق احمد سلفی دربھنگوی

(بقیہ صفحہ ۱۲) متحرک کر دیتی ہے۔ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جو محبت جذبات کے زیر اثر ہوا کرتی ہے وہ محبت نہیں بلکہ شہوانیت یا نفسانیت ہے۔ میں یہ بات ماننے کے لئے تیار نہیں کیونکہ جذبات سے مراد جذبات لطیفہ لیا جاتا ہے اور جذبات لطیفہ محبت میں روحانیت کی بیج بوتے ہیں، جذبات کثیفہ سے مراد جذبات شہوانی ہے۔ اور جو محبت جذبات شہوانی کی تسکین کے لئے کی جاتی ہے وہ کبھی محبت نہیں کہلا سکتی، اگر جذباتی محبت کو معنوی لحاظ سے محبت کہنے سے انکار کیا جاتا ہے تو میں یہ سوال کرتا ہوں کہ خالق دو جہاں نے انسان کے دل میں جذبات لطیفہ کو کیوں جگہ دی، اگر جذبات کے وجود کو تسلیم کیا جاتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ محبت کو جذباتی نہ کہا جائے۔

حاصل کلام یہ کہ محبت کی ابتدا جمالیات سے اور اس کی پرورش جذبات لطیفہ سے ہوتی ہے۔ اور منتہائے محبت اس کا روحانیت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

حبیب الرحمٰن متولی مو[illegible] ، بی۔ اے۔

محبت — جذباتی یا نفسیاتی

میں کوئی ادیب نہیں کہ زورِ قلم دکھا کر اپنی قابلیت اور اپنے کمال کا سکہ بٹھاؤں یا کوئی نامہ نگار نہیں کہ ایک معمولی اور من گھڑت قصہ کو افسانہ کا جامہ پہنا کر عوام کے سامنے پیش کرکے نامہ نگار ہونے کا دعویٰ کروں، یا کوئی مبصر نہیں کہ شعراء کے اشعار یا ادباء کی تحریر پر تبصرہ کرکے ان کے اشعار یا ان کی تحریر کے حسن و قبح کو بیان کروں، یا کوئی فلسفی نہیں کہ زندگی و موت کے فلسفے یا حسن و عشق کے موضوع پر اظہارِ خیال کی جرأت کرسکوں۔ میں نے کیا۔ اور میری بضاعت کیا۔ چونکہ اردو ادب سے کسی قدر شغف ہے اسلئے کبھی کبھی ٹوٹی پھوٹی اردو میں اپنے خیالات و جذبات کی ترجمانی کر دیا کرتا ہوں یا وقتاً فوقتاً کسی مستند ادیب یا فلسفی کے سطور کو اپنا کر کسی گمنام پرچہ میں شائع کر دیا کرتا ہوں، ابھی چند روز ہوئے میرے ایک دوست کا خط آیا جس میں مجھ سے استدعا کی گئی کہ میں فلسفۂ محبت پر چند سطریں لکھ کر اس کے پاس بھیج دوں۔ میں نے جواب میں لکھا کہ بھئی میں کوئی فلسفی تو ہوں نہیں کہ اس ادق مضمون پر کچھ لکھنے کی ہمت کروں، اسی دوست کا دوسرا خط آیا کہ اگر تم فلسفۂ محبت پر بحث کرنے سے قاصر ہو تو کم از کم یہ سمجھا دو کہ محبت جذباتی ہے یا نفسیاتی (Love — Whether Emotional or Psychological)

دوست کے پیہم اصرار پر یہ مضمون بھیجا جا رہا ہے۔ امید کہ ناظرین میری غلطی یا میرے نظریے کے نقص کو نظر انداز کرینگے

قبل اس کے کہ نفسِ مضمون پر کچھ روشنی ڈالوں میں چاہتا ہوں کہ لفظ "محبت" کی تشریح کر دوں، محبت ایک ایسا لفظ ہے جس کی تشریح میرے حیطۂ علم سے باہر ہے اور میری بے بضاعتی اور کم علمی اس بات کی متحمل نہیں کہ میں اس اہم کام کے بار کو برداشت کرسکوں، تاہم میں چند مستند ادباء کی کتب اور شہرہ آفاق فلاسفہ کی تصانیف سے کچھ سطور درج کرکے "محبت" کی توضیح کرونگا، ورنہ حقیقت تو یہ ہے

محبت معنی و الفاظ میں لائی نہیں جاتی
یہ وہ نازک حقیقت ہے جو سمجھائی نہیں جاتی

فلاسفہ مشرق کے تاج امام غزالی (کیمیائے سعادت میں) فرماتے ہیں کہ کشش، لگاؤ اور وابستگی کا نام محبت ہے۔ اگر یہ محبت اور رغبت قوی ہے تو اس کو عشق کہتے ہیں۔

علامہ شبلی (شعر العجم میں) رقمطراز ہیں۔ محبت ایک فطری

کشش ہے جو انسان میں پائی جاتی ہے۔ وہ دل میں آکر ایک خاص ذوق و شورش پیدا کرتی ہے۔

نیاز صاحب فتحپوری بیان میں فرماتے ہیں، محبت نام ہے ایک بے غرض انہماک، ایک خود فراموش محویت کا جو پیدا ہو حسن کو دیکھ کر خواہ وہ حسن ظاہری ہو یا باطنی ہو۔ یا عبیر واضح از زمین ہو یا آسمان میں۔

جیبر الدشن، بانی ملک شاہ البانیہ احمد زوگو نے لفظ محبت کو یہ معنی پہنایا ہے۔ محبت ایک ایسا جذبہ ہے جو پھولوں سے زیادہ پاک اور پھولوں کی خوشبو سے زیادہ نازک ہے۔ دنیا میں یہی ایک چیز ہے جس کی قیمت نہیں ہو سکتی محبت ایک ایسی دنیا ہے جو سنگدلوں کی نظروں سے اوجھل ہے لیکن محبت والے دل اس کے روحان آفریں مناظر کی سیر کرتے ہیں۔ یہ ایک وادی ہے جس میں رنگا رنگ کے ہزاروں خوشنما پھول کھلتے ہیں۔ ان پھولوں کو ہم ایسی آرزوؤں اور مقدس تمناؤں سے تعبیر کرتے ہیں جس نے ایک مرتبہ اس وادی میں قدم رکھا ہمیشہ کے لئے اسی کا ہو رہا۔

المختصر محبت دو روحوں کے امتزاج کو کہتے ہیں۔ یہ نام ہے ایک جذبۂ عبودیت و پرستاری اتسلیم و رضا کا۔ محبت اس کیفیت کو کہتے ہیں۔ جب پرستار محبت ماسوا سے بے نیاز ہو کر سارے عالم کو اپنے محبوب کا پیکر ناز تصور کرنے لگے، زندگی بغیر محبت کے اسی طرح ہے جس طرح بے نمک کا کھانا۔

لفظ محبت کی ان توضیحات کے بعد میں اپنے خیال کی باگ اصل مضمون کی طرف موڑتا ہوں، میں نے فلسفہ محبت پر اکثر فلاسفر کی کتب کی ورق گردانی کی ہے۔ اور میں نے ان تصانیف میں محبت کے دو نمایاں پہلو دیکھے ہیں۔ بعض کا خیال ہے کہ محبت جذباتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ محبت جذباتی نہیں بلکہ نفسیاتی ہے۔ ان دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالنے کے بعد اپنے ناچیز نتیجۂ فکر کو ہدیہ ناظرین کروں گا۔

فلسفہ محبت ایک ایسا ادق مسئلہ ہے کہ مجھ جیسے کم مایہ انسان کے لئے اس کے متعلق کچھ لکھنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں، بہر کیف اپنی توجہ اصل مضمون کی طرف منعطف کرتا ہوں، میں بتلا چکا ہوں کہ محبت کے دو نام ہیں۔ جذباتی اور نفسیاتی، یا یوں سمجھئے کہ محبت کے دو اقسام ہیں، اوّل جذباتی، دوم نفسیاتی، جذباتی محبت وہ ہے جو جذبات دل اور میلان طبع کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔ نفسیاتی محبت وہ جو خیالات اور مطالبات سے متعلق ہوتی ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ محبت کو جذباتی کہنا زیادہ موزوں ہے یا نفسیاتی اس مسئلہ کے حل کے لئے ہمیں محبت کے معنی پر نظر ثانی کرنی پڑے گی، ایک شخص نے لکھا ہے کہ محبت اس نامعلوم جذبہ کا نام ہے جس میں بجز استہلاک اور کچھ نہ ہو۔ دوسرے صاحب رقمطراز ہیں کہ محبت ایک ایسا جذبہ ہے۔ جو وغیرہ وغیرہ محبت کی حسب بالا تعریفات سے ظاہر ہے کہ محبت کا تعلق جذبات انسانی سے ہے۔ انسان مختلف نوعیات جذبات کا نمونہ ہے۔ یعنے جذبات دل ایک فطری شئے ہے جو ہر انسان کے دل میں

جبلّی طور پر موجود ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ ابتدائی مرحلہ میں یہ جذبات خوابیدہ ہوتے ہیں اور ترقی کی منازل کے ساتھ ساتھ بیدار ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ عالم بلوغت میں یہی خوابیدہ جذبات آتش فشاں کی طرح ایک شرر بار کردیتے ہیں اور بعض اوقات تو یہ زندگی ... کے تمام ... کو جدا کرنا ... جذبات دو طرح کے ہوتے ہیں۔ جذبات لطیفہ اور جذبات کثیفہ۔ اگر انسان پر اول الذکر کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ ایک اعلیٰ تخیل، ایک لطیف تصور اور ایک خاص ... میں مستغرق ہو جاتا ہے۔ اس کا نام عشق اور صرف محبت ہے۔ (یعنی وہ نظریہ ہے جسکو ... نے بیان کیا ہے)۔ لیکن بخلاف اس کے اگر وہ ثانی الذکر جذبہ سے متاثر ہوتا ہے۔ تو بدخیال، مذموم جذبات اور ... ہو کر نفس پرست بنجاتا ہے۔ ایک مفکر نے اس خیال کی ... یوں کی ہے کہ انسانی محبت کی ابتدا کبھی حقیقی معنی میں محبت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ہمیشہ مبنی ہوتی ہے جذبات شہوانی پر لیکن یہی بعد میں حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ مادی محبت روحانیت اختیار کرلیتی ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب محبت ناکام و نامراد ہوتی ہے تو مدارج محبت طے ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر میں سوائے تاثر و سوز کے کچھ نہیں رہ جاتا۔ اپنے اس خیال کو تقویت دینے کے لئے مفکر صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں کوئی مثال ایسی نہ ملے گی کہ اگر محبت کا تجزیہ کیا جائے تو اسکی علت غائی یا حقیقی جذبہ شہوانی نہ نکلے۔ مجھکو مفکر صاحب کے اس مفکر کے نظریہ پر نہایت افسوس آتا ہے۔ ان کا تخیل بالکل ناقص اور غلط ہے بلکہ سراسر ناقابل قبول ہے۔ انہوں نے محبت انسانی کی بنیاد جذبہ شہوانی پر ڈالی ہے اور ... الفاظ میں ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہی جذبہ شہوانی ... محبت ... حقیقت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ اللہ رے تیری کبریائی! ایسی محبت جو جذبہ شہوانی کے ماتحت ہوا کرتی ہے۔ ہرگز محبت نہیں کہلا سکتی، بلکہ اس کو ... نفسانیت یا شہوانیت کہتے ہیں۔ نفسانیت یا شہوانیت کبھی حقیقت کا رنگ اختیار نہیں کرسکتی، کیونکہ نفسانیت کے پورا ہو جانے پر وہ ظاہری محبت باقی نہیں رہ سکتی۔ شاید محترم مفکر نے محبت کے معنی کو محدود کرکے محبت سے مراد محبت جسمانی لی ہے۔ اگر بالفرض محال محبت سے مراد صرف محبت جنسی ہی لی جائے تو بھی ان کا نظریہ قابل قبول نہیں ہو سکتا، کیونکہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو نہ اپنے جذبات سے متاثر ہوتے ہیں اور نہ دوسرے کے جذبات کا احترام کرتے ہیں۔

اب میں محبت کے دوسرے پہلو پر بحث کرتا ہوں بعض فلاسفہ نے محبت کو نفسیاتی کہا ہے یعنی ان کے نزدیک محبت ایک دماغی کیفیت کا نام ہے۔ اور اس کو جذبات سے دور کا بھی لگاؤ نہیں۔ محبت کا تعلق جمالیات سے ہے۔ یعنی ہم ایک چیز سے اس لئے محبت کرتے ہیں کہ وہ ہمیں حسین یا بہ تعبیر دیگر دلکش نظر آتی ہے۔ حسین یا دلکش محسوس کرنا کسی مخصوص خواہش و غرض سے وابستہ نہیں۔ ایک

ماں اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے۔ اور ایک بھائی دوسرے بھائی سے محبت رکھتا ہو۔ یہ محبت کسی مخصوص خواہش یا جذبات کے ماتحت نہیں بلکہ یہ اخلاق میں توافق اور فطرت کی یکسانیت کا فطری نتیجہ ہو غیر مرد اور عورت کسی خواہش سے متاثر ہو کر یا جذبات سے متاثر ہو کر محبت نہیں کرتے، بلکہ وہ صرف اسلئے محبت کرتے ہیں کہ ان کے نشو ونما کا عروج جمالیات کے بعض ذہنی معروضات یا مخصوص داعیات نفس (جن کا تعلق صرف ترکیب دماغ سے ہو) کی بناء پر انہیں مجبور کرتا ہے۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ کسی شخص کو پھول سے عشق ہو، کسی کو گانے سے انسیت اور کسی کو کتب بینی سے، پھول سے عشق، موسیقی سے محبت، اور کتابوں سے وابستگی جذبات کا نتیجہ نہیں، بلکہ داعیات نفس کا۔ انگلستان کا مایۂ ناز ادیب روبرٹ لوئی اسٹیونسن بھی اسی نظریہ کا حامل تھا، ایک روز جب کہ اس کی محبوبہ باغ میں پھول توڑ رہی تھی تو اس نے اس سے پھول توڑنے کی وجہ دریافت کی، محبوبہ نے جواب دیا چونکہ مجھکو پھولوں سے عشق ہے۔ اسلئے انہیں توڑ رہی ہوں، کہ ہار بنا کر پہنونگی، اس نے محبوبہ سے کہا کہ تم پھولوں کی عاشق نہیں، بلکہ دشمن ہو۔ کیونکہ اگر تمہیں ان سے محبت ہوتی تو تم کبھی ان کو اس بے دردی سے نہ توڑتیں، بلکہ ان کی مسکراہٹ اور شگفتگی سے خوش ہوتیں، تمہارا یہ خیال محبت کی توہین کرتا ہے۔ دنیا میں بہتیرے عشاق گذرے ہیں، جو محبوب کی عدم موجودگی یا اس کی دائمی جدائی کے باوجود عشق کا راگ الاپتے رہے یعنے محبوب کی جدائی یا اس کا عدم حصول ان کے عشق کی آگ کو سرد نہ کرسکا، اگر ان کے دل میں جذبات کا دریا موجزن ہوتا تو وہ امواج دریا محبوب کے عدم حصول پر ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر دم توڑ دیتا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے تسلیم بھی کر لیا جائے کہ محبت میں جذبات کو دخل ہے تو عشق الٰہی میں جذبات کہاں غائب ہو جاتے پس معلوم ہوا کہ محبت کو جذبات سے کوئی تعلق نہیں۔

میرے خیال ناقص میں محبت نہ تو محض جذباتی ہے اور نہ محض نفسیاتی، بلکہ یہ جذبات اور نفسیات دونوں کے باہمی اشتراک کا نتیجہ ہے۔ وہ محبت جس میں صرف جذبات (جذبات سے میری مراد جذبات لطیفہ ہو) کارفرما ہوتے ہیں صحیح معنی میں محبت نہیں کہی جاسکتی، یا جس میں محض نفسیات کو دخل ہو معنوی طور پر محبت نہیں کہا جاسکتی، حقیقت میں محبت ایک اشتراک ہے دو دماغوں، دو روحوں، اور دو دلوں کا اتصال امید، خیال اور احساس میں، یہ امر مسلم ہے کہ محبت کا تعلق جمالیات سے ہے۔ اور حسین یا دلکش یا خوشنما اشیاء تصور کرنا جمالیات کے بعض ذہنی معروضات کی بناء پر ہے۔ محبت دو طرح کی ہوتی ہے، ایک جنسی اور دوسری غیر جنسی، جنسی محبت میں جذبات کا حصہ زیادہ اور نفسیات کا کم اور غیر جنسی محبت میں جذبات کا حصہ کم اور نفسیات کا زیادہ ہوتا ہے۔ ایک مرد ایک عورت سے یا ایک عورت ایک مرد سے اسلئے محبت کرتے ہیں کہ دونوں ایک دوسرے کی نظر میں حسین یا پسندیدہ نظر آتے ہیں، ایک شخص پھول سے محبت کرتا ہے کیونکہ وہ دلکش نظر آتا ہے۔ اور اس کی دلکشی انسانی جذبات کو

"غزوۂ خیبر"

خیبر حجاز کے [illegible] قلعہ ہے
وجہ تسمیہ یہاں کی ۔ یہ کہ [illegible] مستحکم قلعوں زراعتوں
اور کھجوروں والا علاقہ ہے جو مدینہ منورہ کے شمال میں ۹۰
میل پر واقع ہے۔ اس غزوہ کا سبب، خیبر والوں کا نبی کریم
صلعم پر بنو غطفان کی مدد سے چڑھائی ہے۔

خیبران یہودیوں کا ماویٰ تھا، جو نبی کریم صلعم سے
شکست کھا کر بھاگے تھے، وہیں سے بنو نضیر نے بھی خروج
کیا، انہوں نے بہت سی جماعتوں کو مسلمانوں سے خندق
کی لڑائی میں جنگ کرنے کے لئے تیار کیا تھا۔

سنہ ۷ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ سے
مدینہ واپس ہوتے وقت، ذوالحجہ اور محرم کے چند دن وہاں
قیام فرمایا، پھر خیبر پر چڑھائی کے لئے نکلے، اور عام مسلمانوں
خصوصاً جنگ حدیبیہ میں شریک ہونے والے مسلمانوں میں
جہاد میں چلنے کی منادی کرادی، چنانچہ آپ کا لشکر ۱۴۰۰
جنگجو بہادروں تک پہنچ گیا، جس میں ایکسو سوار تھے۔

حدیبیہ کی مہم سے پیچھے رہ جانے والے بھی، مال
غنیمت کی امید میں آپ کے پاس آئے، نبی کریم صلعم نے
ان سے صاف کہہ دیا کہ تم اس جنگ میں شریک ہو سکتے
ہو مگر مال غنیمت میں حصہ نہیں مل سکتا، اور بذریعہ منادی
اس بات کو لوگوں میں مشتہر کرا کر حضرت سباع بن عرفطہ
کو مدینہ کا خلیفہ مقرر کر دیا۔

حدیبیہ کی واپسی میں اللہ تعالےٰ نے حضور سے بیشمار
غنیمتوں کا وعدہ ان لفظوں میں کیا تھا۔ وعدکم اللہ
مغانم کثیرۃ تاخذونہا۔ خدا نے تم سے بیشمار غنیمتوں کا
وعدہ کیا ہے جنہیں تم حاصل کروگے، ازواج مطہرات میں
سے حضرت ام سلمہؓ اس جنگ میں آپ کے ساتھ تھیں،

جب اسلامی فوج نے کوچ کیا تو آپ نے عامر بن
اکوع کو مخاطب کرکے فرمایا "تم اپنے کچھ رجزیہ اشعار سناؤ"!
اس پر عامر بن اکوع نے کہا۔

"میں نے تو سب چھوڑ دیا" یہ سنکر حضرت عمر نے
جو پاس ہی بیٹھے تھے کہا۔ رسول اللہ کی بات کو سنو۔ اور
اشعار کو سناؤ، حضرت عامر پڑھنے لگے۔

اللھم لولا انت ما اھتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا
فانزلن سکینۃ علینا
وثبت الاقدام ان لاقینا
انا اذا صیح بنا اتینا
اذا ارادوا فتنۃ ابینا

ترجمہ: اے خدا تو نہ ہوتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پا سکتے۔ نہ ہم خدا کی تصدیق کرتے، اور نہ ہم نماز پڑھتے! خدایا ہم پر سکون نازل کر اور ہمارے قدم میدان جنگ میں ثابت رکھ، کفار نے ہم سے بغاوت کی، مگر جب ان لوگوں نے فتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔

یہ اشعار سنکر رسول صلعم نے یہ دعا فرمائی "خدا تم پر رحم کرے" اس پر حضرت عمرؓ بولے، اور اللہ ان پر شہادت واجب ہو گئی یا رسول اللہ؟" چنانچہ عامرؓ اس غزوہ میں شہید ہو گئے۔

لشکر اسلام جس وادی سے بھی گذرتا تھا، لوگ چیخ چیخ کر یہ تکبیر کہتے تھے، اللہ اکبر لا الہ الا اللہ جس پر نبی کریم صلعم فرماتے۔ آواز میں نرمی پیدا کرو، کیونکہ تم جس کو زور سے پکارتے ہو وہ بہرا اور گونگا نہیں ہے، وہ ہر وقت تمہاری صدائیں قریب و بعید سے یکساں سنتا ہے۔

جس وقت نبی کریم صلعم نے خیبر دیکھا، تو آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا ٹھیرو اور کہو۔

"اللھم رب السموات وما اظللن ورب الارضین وما اقللن، ورب الشیاطین وما اضللن، ورب الریاح وما اذرین، فانا نسئلک من خیر ھذہ القریۃ وخیر اھلھا وخیر ما فیھا، ونعوذ بک من شرھا وشر اھلھا وشر ما فیھا"

ترجمہ: قسم اے آسمانوں کے رب ، اور جس کو اس نے ڈھانک لیا ہے۔ قسم اے زمین کے رب اور جس کو وہ اٹھائے ہوئے ہے، اے شیطانوں کے رب اور جن کو انہوں نے گمراہ کر رکھا ہے۔ اے ہواؤں کے رب اور جنکو انہوں نے منتشر کر دیا ہے۔ ہم تجھ سے اس شہر اس کے اہل اور اس کی چیزوں کی بھلائی کے طالب ہیں، اور ہم تجھ سے اس کی، اس کے اہل اور اس کی چیزوں کی شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں، آپ نے فرمایا اللہ کا نام لے کر بڑھو، خدا کی برکت سے داخل ہو۔ نبی کریم صلعم جب کسی قریہ میں داخل ہوتے تو یہی دعا فرماتے تھے، پھر آپ وادی رجیع میں اترے تاکہ اہل خیبر اور بنو غطفان کے درمیان حائل ہو جائیں جنہوں نے آپ پر تظاہرہ کیا تھا۔

جب غطفانیوں نے یہ خبر سنی تو سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔ مگر خدا نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ جس سے وہ لوگ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اس طرح ان لوگوں نے حضور اور خیبریوں کے درمیان میدان خالی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں رات کو تشریف لائے، جب صبح ہوئی تو آپ نے غلس (اندھیرے) ہی میں نماز فجر ادا کی، خیبر کے یہودی آپ کو دیکھ کر کہنے لگے محمدؐ لشکر عظیم لے کر آ گئے۔

خیبر میں دس ہزار جنگجو تھے اور صف بند ہوتے ہوئے کہہ رہے تھے "محمدؐ ہم سے جنگ کریں گے؟" افسوس! صد افسوس!! لیکن اس دن وہ میدان میں نہ نکلے۔

نحو الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیان علی الصباح

توخیبر کو دیکھ کر فرمایا، اللہ اکبر خیبر ویران ہوا، ہم جب کسی قوم کے ملک میں اترتے ہیں تو ان کا نہایت برا ہوتا ہے۔ آپ نے یہ جملہ اسلئے فرمایا تھا کہ [illegible] پہلے ہی مطلع کر دیا تھا کہ یہ یہودیوں کے گھر [illegible] ہاتھوں برباد ہونگے کیونکہ وہ [illegible] میں داخل ہونگے نہیں

رسول اللہ صلعم قلعہ نطاۃ کے قریب پڑاؤ ڈالے ہوئے تھے جہاں یہودی لشکر ٹھہرا تھا۔ حباب بن منذر نے آکر عرض کیا، یا رسول اللہ یہاں جگہ [illegible] اگر یہ خدا کے حکم سے [illegible] تو [illegible] اور اگر آپ کی ذاتی رائے ہے تو میں کہوں گا کہ یہ جگہ بدل دی جائے۔ آپ نے فرمایا یہ میری رائے ہے۔ حباب بن منذر نے کہا میں نطاۃ والوں کو خوب جانتا ہوں۔ [illegible] بہت تیرانداز ہیں، اور ہم ان کے برابر تیراندازی نہیں کرسکیں گے۔ کیونکہ وہ ہم پر بلندی پر ہیں، ان کا تیر ہم پر بہت جلد آئیگا، اور جب ہم چلائیں گے تو وہ درختوں کی آڑ میں چھپ جائیں گے اسلیئے یہاں سے اٹھکر دوسری جگہ پڑاؤ ڈالیئے۔ آپ نے جواب میں فرمایا "مشورہ اچھا ہے" انشاء اللہ ہم سرِ شام ہی یہاں سے ہٹ جائیں گے۔ اس کے بعد محمد بن مسلمہ کو آپ نے بلا کر فرمایا۔ فاصلے پر کوئی اچھی جگہ تلاش کرو۔ انہوں نے تمام جگہ چکر لگا کر ایک جگہ تجویز کرلی اور شام کو آپ معہ لشکر اسلام کے وہاں سے ہٹ گئے۔ اسی جگہ ایک مسجد بنائی اور خیبر کی مدت اقامت وہیں نماز ادا فرمائی۔

بادشاہ خیبر کو جب یہ خبر ملی تو وہ ننگی تلوار ہلاتا ہوا اور یہ کہتا ہوا سامنے نکلا ؎

قد علمت خیبر انی مرحب

شاکی السلاح بطل مجرب

اذا الحروب اقبلت تلهب

خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب تجربہ کار اور بہت ہتھیار رکھنے والا ہوں، جب جنگ شروع ہوتی ہے تو شعلے بھڑکاتی ہے۔

کراتے میں عامر بن اکوع یہ کہتے ہوئے اس کے مقابلہ کو نکلے ؎

قد علمت خیبر انی عامر

شاکی السلاح بطل مغامر

خیبر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں عامر ہوں، صاحب ہتھیار دلیر اور معرکوں سے جو کھیلنے والا ہوں، پھر کیا تھا دونوں طرف سے شمشیر بازی شروع ہوگئی، دونوں اپنے جوہر دکھاتے رہے، مرحب کی تلوار حضرت عامرؓ کی ڈھال پر پڑی حضرت عامر نے موقع پاکر مرحب کی پنڈلی پر وار کیا، مگر سوئے اتفاق کہ تلوار الٹ کر اپنے ہی اوپر آگئی، اور وہ شہید ہوگئے۔ ازاں بعد نبی کریم صلعم نے قلعہ نطاۃ کے سامنے کے درختوں کو کاٹنے کا حکم دیدیا تاکہ میدان صاف ہوجائے اور مسلمانوں کو دھوکہ نہ ہو۔

(باقی آیندہ)

ایم ہادی حسن سالم نشکرپوری متعلم جامعہ سلفیہ

ہمارا محرم

[illegible] لوگوں سے پوشیدہ نہیں ہے [illegible]
[illegible] اور چونکہ ان کے قدم بھلا دیے گئے ہیں اس لئے نہیں اس
[illegible] یاد تازہ کی جا رہی ہے کہ جو کچھ محرم کے نام سے کیا جاتا
[illegible] اس سلسلہ میں پٹنہ کے بعض درد مندان اسلام کی جانب
[illegible] کے ساتھ ایک مضمون موصول ہوا ہے جس میں اس کی اشاعت
[illegible] کا تعلق ہے حتی الامکان اس میں پوری کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ اردو
[illegible] ہم اسے خفیف سی اصلاحات کے ساتھ شائع کر رہے ہیں
[illegible] اور قوم کو ان کی ہدایتوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (ایڈیٹر)

[illegible] واقعات ہو گئے اور [illegible] اور وہ انقلاب بے نظیر [illegible] نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ یہ رائے ہماری نہیں تاریخ کی ہو بہو بصیرت کی ہے۔

اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جس اسلام کی پہلی بہار ہے۔ [illegible] باغبان کی گلچینی سے سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ ایک سچا پاسبان چمن اس منظر کی تاب نہیں لاسکتا، وہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور حق و صداقت [illegible]

لشکر دوسری طرف چند جان نثاران ہیں، وہ کون مصائب و آلام ہیں جو ان پر ڈھائے نہیں جا رہے ہیں، مگر ان کے قدم نہیں ڈگمگاتے، وہ اپنے خون کا آخری قطرہ تک دین کی خاطر بہا دیتے ہیں، ان کو وقتی شکست ہوتی ہے مگر ابدی فتح۔

کون ایسا مسلمان ہے جو اس کے [illegible] واقعات کے مطالعہ سے حق و صداقت پر مٹنے کی آرزو پیدا نہ ہوتی ہو اور اس کا خون جوش نہ مارنے لگتا ہو۔ در اصل یہ ایک ایسا واقعہ ہے جو دنیا کو ہمیشہ ایثار و قربانی کا درس دیتا رہے گا۔ اس کی یاد [illegible] عملاً گرمائی رہے گی [illegible]

وہ صبر و جانبازی اور استقلال و شجاعت پیدا کرتی ہے جس نے
ان کو ایک ایک قطرہ [illegible] کے عوض میں گھر جانے کے بعد بھی
ایک کافر اور فاسق و فاجر کی اطاعت قبول کرنے اور حق و صداقت پر قربان
ہونے کے لئے تیار رہے گا۔ غور کیجئے تو شہادت امام حسین میں صبر
اور ایثار بھی ہے۔ قربانی بھی ہے۔ اللہ کی رضا جوئی، عمل بھی ہے اور
پیروی رسول اللہ ہے۔

سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام کے مقدس عمل، سچی
قربانی اور جذبہ ایمانی سے کون ہے جو متاثر نہ ہوگا۔ اور اس
کے دل میں ان کے لئے عقیدت کے جذبات جوش نہ مارنے
لگیں گے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ شہادت امام حسین کو جتنا سمجھو
اتنا ہی ایمان تازہ ہو۔ جتنا غور کرو اتنا ہی وہ فطرت انسانی
کو اپیل کرتی ہے۔ اور جتنا تأمل کرو اتنا ہی وہ برائیوں سے
پاک اور مسلمان معلوم ہوتی ہے۔ دنیا کی بہت سی قوموں
نے اس سے سبق لیا ہے۔ دنیا کے بہت سے بڑے بڑے
آدمیوں نے اس کو زندگی کی شمع ہدایت بنایا ہے۔ دور
کیوں جائیے خود مولانا محمد علی مرحوم قدم قدم پر واقعہ کربلا کو
یاد کرتے رہے، انہی کا یہ شعر ہے۔ جو مسلمانوں میں
بہت عام ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

مگر ہم! افسوس کہ اس کو نہیں سمجھتے انہیں جانتے
ہم نہیں دیکھتے کہ اس کی زندہ حقیقت اس کی متبرک اہمیت
کو ہوئی ہائے حسین ہائے حسین کی چیخ و پکار اور آہ و بکا
اور غلط رسوم کے پردوں میں لپٹ کر ایک افسانہ کی شکل اختیار
کر رہی ہے۔ ہم دوسروں کی نظروں میں خود ہی ذلیل ہو رہے ہیں
اور اس کو بھی ذلیل کر رہے ہیں۔ غیر اقوام کے نزدیک ہمارا محرم ایک خوشی
ہے، ایک تہوار ہے، ایک تماشہ ہے۔

سید الشہداء کا یہ دردناک ماتم ہمیں جوش ایمانی کو زندہ کرنے
صبر و استقلال کو پیدا کرنے ہم کو دلیر، صابر، شجاع اور حق و صداقت
پر مٹنے والا مسلمان بنانے اور مسلمانوں میں تازہ زندگی پیدا کرنے
کے بجائے ڈھول، باجہ، روشنی اور ہاتھی، گھوڑا، تعزیہ، روپیہ
وغیرہ پر فضول خرچ ہو رہا ہے اور اسی قسم کی ہزاروں برائیوں کے
ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ یہی نہیں بلکہ یہ ماتم کا محض فقط اور حق و صداقت
کا پیکر بن کر [illegible] اس لئے نہیں کرتا ہے کہ وہ شہادت [illegible] ہے
مگر محرم کے منانے والے محرم کے جلوس اس وقت تک نہیں نکالتے
جب تک تابوتوں، خانوں اور [illegible] خانوں پر نذر نیاز نہیں کر لیتے
کیا یہ سب پیروی حسینی ہے؟ کیا یہ سب مشغلے اس پاک
واقعہ سے دور کی بھی نسبت رکھتے ہیں؟ کیا ان تماشوں سے
کچھ بھی حاصل ہوتا ہے۔ کیا یہ دوسری قوموں کی نظروں میں
آپ کو ذلیل نہیں کرتے؟ چند راتوں میں مفلس قوم کی کمائی پانی
کی طرح بہا دی جاتی ہے۔ اگر ان تمام بدعات اسلام باتوں کو بیان
کیا جائے جو آج محرم کے نام سے کی جاتی ہیں تو ایک دفتر درکار
ہوگا۔ ہر مسلمان بطور خود اپنی جگہ پر غور کرے کہ محرم کی یہ خرابیاں
کس ضلالت اور گڑھے کی طرف ہمیں لئے جا رہی ہیں، اور ان کی
اصلاح کیسے ہو سکتی ہے۔

اسلام کا ہر رکن مسلمانوں کی دینی و دنیوی فلاح کے لئے ہے

ظاہر ہے اگر ہمارا فعل اسلامی ہوگا تو اس سے دین و دنیا دونوں کو تقویت ہوگی، ورنہ ہم ذلیل و خوار ہونگے۔

واقعہ کربلا ہر سال زندہ ہوتا ہے۔ اسلئے وہ ایک ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی حقیقت ہے۔ لہذا اسپنے جوش عمل سے اس کو قائم رکھنا ہمارا فرض ہے نہ کہ غلط اور ہنگامی مظاہروں سے اس کو محض دنیا ہم کو زیب دیتا ہے۔ دراصل اسلام جیسی ٹھوس حقیقت ہنگامی مظاہروں سے قائم نہیں ہے، اور نہ رہ سکتی ہے۔ خاموش عبادت، خاموش اور ٹھوس عمل اور بدعتوں سے پرہیز ہی اس کی اصل ہے۔ اگر اس کسوٹی پر ہم محرم کی رسم کو پرکھیں تو ہم کو معلوم ہو جائیگا کہ وہ تعزیے افعال نہیں، بلکہ قوم کو ہلاکت میں ڈالنے والے ہیں۔

محرم کس طرح منایا جائے: محرم کا عشرہ مبارک ہم کو پیروی حسین کی تعلیم دیتا ہے۔ اور بس۔ امام حسین حق و صداقت کے پیکر تھے اور جب ان انہیں یقین ہو گیا کہ حق پر باطل غالب ہونا چاہتا ہے انہوں نے حق کا ساتھ دیا اور اپنی جان تک قربان کر دی۔ اسلئے حق و صداقت کو پہچاننا اور اس پر صبر و استقلال سے قائم رہنا یہی صحیح پیروی ہے۔ حق و صداقت کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کے لئے ہر قسم کی برائیوں سے بچنا لازمی ہے جہالت، فضول خرچی، شراب خواری، نفاق وغیرہ وغیرہ سے کنارہ کشی ضروری ہے۔ ایام محرم میں ہر انسان اپنی حرکات وسکنات پر غور کرے اور دیکھے کہ ہم میں کون کون باتیں پیروی حسین کے خلاف ہیں۔ محرم کی دسویں تاریخ (یوم عاشورہ) کو جلسہ عام منعقد ہو۔ غیر مسلم بھی شریک ہوں جنہیں اکابر ملت

یہ بتائیں کہ سید الشہداء کون تھے، واقعہ کربلا کیا ہے۔ حسین کیا چاہتے تھے۔ ہم کیا چاہتے ہیں۔ وہ کیا کرتے تھے ہم کیا کرتے ہیں۔ پھر ان کے اعمال کی روشنی میں ایک راہ عمل تلاش کریں۔ وہ حسینی دربار ہوگا۔ ایک پرسکون، سبق آموز، پرجوش اور خاموش مظاہرہ ہوگا۔ جو ہمارے دل میں نور ایمان پیدا کریگا، ہم میں عمل کی روح پھونکے گا، اور غیر قوموں پر سکہ اسلام بیٹھائیگا۔ پھر اکھاڑوں اور امام باڑوں میں جو روپیہ آتا ہے اس سے جا بجا ورزشی اسکول مسلمان بچے اور بچیوں کے لئے مکتب اور مدرسے، اور دو کتب خانے، نادار مسلمان طلباء کے لئے وظیفے وغیرہ با صواب کھڑے کئے جا سکتے ہیں۔ ان باتوں سے قوم کی جہالت دور ہوگی، اسلام کا بول بالا ہوگا۔ حسینؓ کا مقصد حل ہوگا۔ اور تمام مسلمانوں کو خوشنودی خدا اور خوشنودی رسول حاصل ہوگی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ محرم کے اکھاڑوں سے مسلمانوں میں فوجی کرتب اور ورزش کا ذوق بڑھتا ہے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ مستقل فوجی اور ورزشی اسکولوں سے یہ کام بہت ہی بہتر اور اعلیٰ پیمانہ پر ہو سکے گا۔ دوسری قوم ڈاکٹر مونجے وغیرہ کی صدارت میں اس طرح کی اسکیم چلا رہی ہے۔ اور یہ آپ سے پوشیدہ نہیں ہے کہ مہابیر دل یا رام شالا اور یا ملٹری اسکول سے کیا کام لیا جا رہا ہے۔ ابھی حال ہی میں تعزیہ کے متعلق علامہ سید شاہ سلیمان ندوی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے بجائے عوام کی دلچسپی اور فائدہ کے لئے ان تمام اکھاڑوں کے فوجی کرتبوں کی نمائش کو جس کا موقعہ محرم ...

[illegible]

۱۰۰ امراض کی [illegible] ... گر کر دانے نکل آتے ہوں یا معمولی [illegible] ... کی بیماریوں کے لئے [illegible] ... ایک فطرہ کا فی [illegible]

دل بہار کریم: [illegible] ... جھریوں کو دور کرتی ہے۔ بلکہ اسے خوشنما اور خوشبودار بھی بنا دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ [illegible] ... عطر کا کام بھی لیتے ہیں۔ عورتیں اس کو زیادہ پسند کرتی ہیں کیونکہ [illegible] ... ایجنٹوں کو ہر دو ادویہ [illegible]

ملنے کا پتہ [illegible] ایم عرفان متصل مدرسہ احمدیہ [illegible]

محبت

[illegible] حضرت خوشتر [illegible] مدظلہ

[illegible] | [illegible] کسی [illegible] نہ ہو
[illegible] | [illegible] کا گلو نہ ہو
[illegible] سرخرو | [illegible] لہو نہ ہو
دشمن بنا لیا انھیں [illegible] کے حال دل | دنیا میں کوئی مجھ سا [illegible] عدو نہ ہو
[illegible] | [illegible] کا کوئی طبیب نہ ہو چارہ جو نہ ہو
[illegible] غبار آج | [illegible] یارب لہو نہ ہو
[illegible] رشک کہ [illegible] | [illegible] موتیوں کی کہیں آبرو نہ ہو

خوشتر کی التجا ہے تری بارگاہ میں
یارب وہ دل نہ دے جسے محبت کی بو نہ ہو

معلوماتِ عامہ

عجیب فقیر: بعض لوگ [illegible] ... اس [illegible] ... [illegible] ... مالک [illegible] کرنے کی کوشش [illegible] ... اسی قسم کا ایک فقیر [illegible] اس نام کا [illegible] تھا [illegible] ... اپنے آپ کو [illegible] لوگوں [illegible] تابوت میں [illegible] رکھ کر دفن [illegible] زیادہ اور [illegible] کچھ [illegible] ... بالعموم [illegible] وہ قبر میں [illegible] ... قبر سے نکالا گیا [illegible] نکلنے کے تھوڑی دیر بعد آنکھ کھول [illegible] ... کا [illegible] صحیح و سالم ہو کر [illegible] ... مصروف ہو گیا۔

پھٹکری کا پہاڑ: [illegible] کہا جاتا ہے کہ [illegible] میں ایک پہاڑ ہے۔ جو سراپا خالص پھٹکری کا ہے۔ [illegible] کی اونچائی [illegible] ہزار فٹ ہے۔

نوٹ کی لاگت: انگلینڈ کے سرکاری بینک کے نوٹوں پر فی نوٹ [illegible] دو پیسہ سے زیادہ لاگت نہیں آتی اور یہی دو پیسہ کا کاغذ [illegible] ہزار اور اس سے بھی زیادہ قیمت میں فروخت ہوتا ہے۔

طیور کی رفتارِ پرواز: عام چڑیا گھنٹہ میں [illegible] میل سے زیادہ پرواز نہیں کرتی، کوا گھنٹہ بھر میں ۲۵ میل [illegible]

[illegible] ایک گھنٹہ میں [illegible] میل [illegible] جاتا ہے۔

عجیب [illegible]: [illegible] جاتا ہے [illegible] کسی کی [illegible] ہزار [illegible] میں [illegible]

معمر [illegible]: [illegible] کی آبادی چار سو [illegible] ... سو سال [illegible]

بجلی [illegible]: [illegible] بجلی [illegible] ... کے وسط میں [illegible] ... مقابل پڑتی ہے جس سے [illegible] روشنی [illegible] استعمال کرنے میں بڑی آسانی ہوتی ہے [illegible] کہ اب حجامت رات کی تاریکی [illegible] بھی ہو سکتی ہے۔

برطانیہ اور شرحِ پیدائش: برطانیہ کے عوام کی صحت کے متعلق جو تفصیلی رپورٹ ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔ یہ رپورٹ چند طرح سے قابلِ اطمینان ہے۔ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۱۹۲۱ء سے لیکر اب تک کے تمام سالوں کے [illegible] ۱۹۳۸ء میں شرحِ پیدائش بہت زیادہ رہی ہے۔ امسال گذشتہ سال کے مقابلہ میں [illegible] بچے زیادہ پیدا ہوئے اور اموات میں بھی ۲۰۰۴۵ کی کمی رہی۔

حالاتِ حاضرہ

فروری کے دوسرے ہفتہ میں دربھنگہ اور اس کے مضافات میں کافی بارش ہوئی۔ جس سے فصل ربیع کو بڑی تقویت پہنچی، مگر برف باری سے کچھ نقصان بھی ہوا۔ خاص کر مرہیہ کے علاقہ میں فصل تمباکو اور مرچ کو زیادہ نقصان پہنچا۔

دربھنگہ کے تعزیے اس سال کربلا تک نہیں پہنچ سکے اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ تعزیوں کی گذرگاہ پر تار برقی اور ٹیلیفون کے تار حائل ہیں۔ محرم بازوں نے اس کے خلاف سخت احتجاج بلند کیا، مگر حکام بالادست کی عدم توجہی کی وجہ سے مشکل مذکور ہنوز حل نہ ہو سکی، جس کے مورد الزام علماء اسلام ٹھیرائے جاتے ہیں، اس لئے کہ انہوں نے اس سال اس مسئلہ کا جیسے کہ انسداد کی سرگرم کوشش کی اور اس سلسلہ میں پند و نصائح کے علاوہ پمفلٹ بھی شائع کئے۔

جنگ کے متعلق روزنامہ "انقلاب" کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ حسب ذیل وجوہ کی بناء پر جرمنی بہت ہی جلد حملہ کرنے پر مجبور ہو جائے گا۔

(۱) ناکہ بندی کی وجہ سے جرمن کو بہت مصائب کا سامنا ہو رہا ہے۔

(۲) جرمن اس قدر مالدار نہیں ہے جس قدر کہ اتحادی۔

(۳) اقتصادی وسائل داخلہ کے لحاظ سے جرمنی روس اور بلقان پر بھروسہ نہیں کر سکتا، اتحادیوں کو اپنی سلطنتوں اور تمام سمندر پار ممالک کے وسائل پر قابو حاصل ہے۔

ہیلسنکی کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ فن لینڈ کے محاذ پر موسم سرما کی برف اب گرنے لگی ہے۔ جس کی وجہ سے روسی فوجوں کی کارروائی رک گئی ہے۔ اس محاذ پر ۲۰ ہزار اشتراکی فوجیں ہیں جو برف کی وجہ سے ٹھٹھر رہی ہیں، مذکورہ محاذ کے علاوہ دوسرے علاقوں میں بھی برف گر رہی ہے۔

فینش فوجیں اپنی ناکامیوں کے باوجود دس روسی ڈویژن کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں۔ ان ڈویژنوں کے کم از کم پانچ ہزار اشتراکی دو ہفتہ کے اندر مارے گئے ہیں۔ کریلیا کے محاذ اور اس کے سولہ اشتراکی قلعوں پر فوجوں نے قبضہ کر لیا ہے۔ اور اس کے دارالحکومت ہیلسنکی اور دوسرے شہروں پر بمباری کی ہے جس کی وجہ سے کافی نقصانات ہوئے ہیں۔

گیا میں گذشتہ ماہ محرم میں جو ہندو مسلم فساد ہوا تھا اس کی وجہ سے حکومت بہار نے وہاں کے باشندوں پر تعزیری ٹیکس لگا دیا ہے۔

ترکی اخبار "طان" کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ حال ہی میں ترکی کے وزیر خارجہ نے غیر ملکی اخبار نویسوں کے ایک جلسہ میں

... پالیسی ...

... اور ...

ورہبرت ...

... کرز بھی نہیں آتا ہے ... فرض کو بادل ناخواستہ انجام دیا ...

... کا ... بتاریخ ۲۲، ۲۳، ۲۴، مارچ سنہ ۱۹۴۰ء ہونا قرار پایا ہے۔ اس

... قریب ... تعلق ...

... ضلع ...

... برف باری کی وجہ سے ...

... ہزار مرد و زن ...

... بالکل ناکافی تھے۔

... جب دیکھا گیا تو اس کا صرف ... دکھائی دیتا تھا۔ اور باقی تمام جسم برف سے ڈھکا

RGD. P. N. 347

رجسٹرڈ دہلی نمبر ۳۴۷

محمد عبد الحفیظ سلفی پرنٹر و پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب | ناظر تحریر جناب مولانا محمد عثمان صاحب فاضل مصر

معاونین کرام سے — قیمت سالانہ عمر

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

جلد ۱ — قیمت ششماہی ۱۲ر

جلد ۱ | بابت ماہ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ مطابق مئی ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۰

شذرات

اہلحدیث کانفرنس

جماعت اہلحدیث جس کی تعداد [illegible] ہندوستان [illegible] کی دیگر اسلامی جماعتوں [illegible] اور صوم وصلوٰۃ اور دیگر ارکان اسلام کی [illegible] ممتاز ہیں۔ مگر افسوس کہ سیاسی اور معاشرتی [illegible] ان کا شیرازہ [illegible] ہے کہ [illegible] کی تعداد میں ہونے کے باوجود ان کی بازگشت سے ہندوستان کی فضا خالی ہے۔

بلاشبہ آج سے کچھ عرصہ پہلے بعض مفکرین [illegible] جمیلہ نے آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کی شکل [illegible] لوگوں کی [illegible] قوم پر فدا ہونے کے لئے تیار رہیں۔ اسلئے [illegible] ایک مخلص اور [illegible] عالیجناب ڈاکٹر سید محمد فرید مہتمم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ کو اللہ تعالیٰ نے اس اہم اور ضروری کام کے لئے منتخب کیا۔ اور وہ اس میں جان ڈالنے [illegible] مستعد اور تیار ہو گئے۔ یہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ گذشتہ سال باوجود مخالفت کے شدید جھونکوں کے باوجود صوبائی بہار اہلحدیث کانفرنس کا پہلا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں صوبہ کے اکثر افراد جماعت نے شرکت کی اور بحمدہٖ وہ ہر طرح کامیاب رہا۔ جناب ڈاکٹر صاحب موصوف نے قیام

کانفرنس پر اکتفا نہیں کیا۔ اس کو بار آور بنانے کی مسلسل اور پیہم کوشش کرتے رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ ۱۳۔ اور ۱۴۔ اپریل کو پٹنہ میں اس کا دوسرا سالانہ اجلاس منعقد ہوا۔ جو ہر حیثیت سے پہلے سے بھی زیادہ کامیاب رہا یہی نہیں بلکہ اس کے بعد ہی ۱۶۔ اور ۱۷۔ اپریل کو اسلام پور ضلع دمکا میں ضلع اہلحدیث کانفرنس کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں جماعت کے تقریباً دس ہزار افراد نے شرکت کی۔ اگر یہی حالات برقرار رہے تو ہمیں امید قوی ہے کہ یہ جماعت سیاسی حیثیت سے ہندوستان کی اہم اسلامی جماعتوں کی اول صف میں جگہ حاصل کر سکے گی۔

آنکہ آمد زپس پردۂ تقدیر پدید

جس خطرہ کا خوف تھا وہ اپنی پوری ہولناکیوں کے ساتھ آموجود ہوا۔ یعنی افق یورپ پر جنگ کی خونخوار دیوی اپنی ڈراؤنی اور بدکوا شکل کے ساتھ بلائے ناگہانی کی طرح مسلط ہو گئی۔ اور چشم زدن میں دنیا کے ایک بہت بڑے رقبہ کو زیر و زبر کر کے بیٹھ گئی۔ ہزاروں لاکھوں انسان کو خاک و خون میں غلطاں دیکھ کر بھی اس کی پیاس نہ بجھی۔ ہزاروں بیوؤں اور لاکھوں یتیموں کی آہ و فغاں اور چیخ و پکار سے بھی اس کا پتھر سے زیادہ سخت دل نہ پسیجا۔ میدان کارزار میں لاکھوں انسانوں کے حلقوم سے خون کے فوارے چھوٹتے ہوئے دیکھ کر بھی اس کی پتھریلی آنکھیں پر نم نہ ہوئیں۔ عروس البلاد شہروں اور زیب و زینت میں ڈوبے ہوئے قصبوں کو ویران اور غیر آباد دیکھ کر بھی اس کے واعذار چہرے پر شکن نہ پڑی۔ اپنی قربان گاہ پر سینکڑوں نہیں ہزاروں کی تعداد میں انسانی جانیں روزانہ بھینٹ چڑھتے ہوئے دیکھ کر بھی اسے تشفی اور تسلی نہ ہوئی اور ہنوز اس کی زبان فولاد شگاف سے "ھل من مزید" کی صدا بازگشت کر رہی ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ دیوی کی خونیں سمندر میں ڈوبی ہوئی قربان گاہ پر کتنی جانیں بھینٹ چڑھتی ہیں۔ اور صرف یورپ کو تہ و بالا کرنے کے بعد اس کی آتش پیاس بجھتی ہے یا پوری دنیا کی ہلاکت و بربادی کے بعد اس کے جذبہ مضطر میں سکون پیدا ہوتا ہے؟

بلاشبہ جنگ نے جو بھیانک شکل اختیار کی ہے۔ اس سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ اس کے مہیب شعلے یورپ کی چہار دیواریوں میں محصور ہو کر ٹھنڈے نہیں ہو جائیں گے۔ اس کے شرارے بھڑکیں گے۔ اور بھڑک کر دنیا کے خرمن کو خاکستر بنا دیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت ان کو پھیلنے سے روکنے میں کامیاب نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ہٹلر، مسولینی، چیمبرلین اور اسٹالین وغیرہ نے جن کے ہاتھوں میں دنیا کی باگ ڈور ہے۔ عالم کی بربادی کی قسم کھالی ہے۔

لوگ عام طور پر خیال کرتے ہیں کہ گذشتہ جنگ عظیم کی طرح موجودہ جنگ بھی تین چار سال تک قائم رہے گی۔ اور پہلے کی طرح دریائے رائن کی وادی سے فتح و کامرانی کا پرچم لہرائے گا۔ لیکن موجودہ جنگ نے سابق نقشہ کو ردی کے

کو کیسے [illegible] حدود پر کامل سکون ہے۔ وہاں ایک معرکہ بھی ایسا پیش نہیں آیا جو اپنے اندر اہمیت رکھتا ہو۔

جنگ کے موجودہ [illegible] سے معلوم ہوتا ہے کہ ہٹلر اور چمبرلین یورپ کے دو چوٹی کے شاطر شطرنج کے مہروں کی طرح چالیں چل رہے ہیں۔ [illegible] شطرنج کے بادشاہ [illegible] شاطر قلعہ بند کر کے باقی مہروں کو آگے پیچھے کیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح [illegible] شاطروں نے اپنے اپنے بادشاہ کو میگنات اور سگفرڈ لائین دنیا کے دو عظیم [illegible] محفوظ قلعوں میں [illegible] باقی ماندہ فوجوں سے دنیا کے اس کو خطرناک بنائے ہوئے ہیں۔ بظاہر شہر کی پامالی [illegible] سب سے پہلے اس نے [illegible] ارضی واپس لے لی۔ اس واقعہ [illegible] اس کا ہاتھ بڑھا۔ کچھ دنوں بعد اس نے آسٹریا پر ہاتھ صاف کیا اور خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر اسے ہضم کر گیا [illegible] اس کے نتیجہ [illegible] اپنی حدود بندی مکمل کر لی [illegible] اٹھارہ دنوں [illegible] اس کو ختم کر دیا۔ پھر اس نے ماہرین شطرنج کی توجہ کو فن لینڈ [illegible] حدود میں گھس گیا اور اگر [illegible] وقت پر [illegible] ہوتا جو اس کی بھی ڈنمارک کا ہوا [illegible] فرانس میں [illegible] خون کی ہولیاں کھیلی جا رہی ہیں۔ اور [illegible] میں پوری قوت سے [illegible] رسہ کشی جاری ہے۔ خدا نخواستہ اگر اس رسہ کشی میں ہٹلر غالب آیا تو سوئٹزر غریب کی بھی خیر نہیں۔ اس طرح [illegible] پوری سیادت قائم ہو جائے گی۔ اور انگلینڈ کو [illegible] خطرے سے دوچار ہونا پڑے گا۔

سول نافرمانی | حکومت ہند کے موجودہ رویہ اور ملک کی خواہش کے خلاف ہندوستانیوں کو جنگ میں شریک کرنے پر کانگریس نے نہ صرف پر زور احتجاج سے کام لیا۔ بلکہ عام مایوسی میں سول نافرمانی تک کی دھمکی دی۔ کانگریس کو یقین تھا کہ اس کی دھمکی کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوگا۔ مگر لارڈ زٹلینڈ کی پارلیمنٹ میں حالیہ تقریر نے کانگریس [illegible] دنیا کو [illegible] مایوس کر دیا۔ بلکہ اکثر کے حوصلے بھی پست کر دیئے۔ اس لئے کہ لارڈ موصوف نے اس کا [illegible] کہا ہے کہ اگر دوران جنگ میں کوئی تحریک مفاد جنگ کے خلاف جاری کی گئی تو اس کو سختی سے دبانے کی کوشش کی جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ تحریک کو پاس ہوئے عرصہ گزر گیا۔ مگر ابھی تک اس نے عملی جامہ اختیار نہیں کیا ہے۔ حتیٰ کہ گاندھی جی بھی اس کے جاری کرنے میں پس و پیش کا اظہار کر رہے ہیں۔

۵

قصہ یوسف علیہ السلام

گذشتہ اشاعت میں قدرے تفصیل کے ساتھ ان لوگوں کے خیالات پیش کئے جا چکے ہیں، جن کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام نے برائی کا مصمم عزم کیا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اس غیر محمود قصد اور نازیبا ارادہ سے باز رکھا نیز وہ روایات ضعیفہ جو اس گروہ کی جانب سے اس خیال کے اثبات میں پیش کی جاتی ہیں۔ ان کا بھی تذکرہ مختصر الفاظ میں ہو چکا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی جتنی روایتیں مشہور ہیں، سب بے بنیاد اور غلط ہیں۔ نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی مشہور تفسیر فتح البیان میں علامہ خفاجی کا خیال ان روایات کے سلسلہ میں نقل فرمایا ہے جس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

قال الخفاجی هذا مع ما في القصص ونحوه مما لا يليق ذكره وتركه احسن منه كله مما لا اصل له والنص ناطق بخلافه۔

ترجمہ:۔ علامہ خفاجی نے فرمایا کہ یہ قول اور اس کے علاوہ دوسرے اقوال اس قابل نہیں کہ انہیں ذکر کیا جائے بلکہ ان کا چھوڑ دینا ہر چیز سے بہتر ہے۔ یہ تمام واقعات بے بنیاد ہیں۔ اور قرآن و حدیث کے صراحتاً خلاف ہیں۔

خود نواب صاحب کی رائے ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں

ان كل ذالك الا خرافات اباطيل تمجها الآذان وتردها العقول والاذهان ويل لمن لاكها ولفقها ونسجها وصدقها۔

ترجمہ:۔ ان تمام واقعات کی حیثیت خرافات سے زائد نہیں اور یہ ایسے جھوٹے افسانے ہیں کہ کان ان کے سننے کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے۔ سمجھ اور دانائی انہیں قبول کرنے سے انکار کرتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جنہوں نے یہ بے سروپا روایتیں بیان کیں اور گھڑیں ہلاکت ہے۔ اور ان کے لئے بھی جنہوں نے ان مہمل واقعات کو سچ سمجھ کر تصدیق کی۔

امام رازی نے ان واقعات کو غلط کہا ہے جن کا مفہوم گمراہ کن پروپیگنڈا ہو سکتا ہے۔ علامہ ابو سعود نے ان واقعات کے متعلق اسی قسم کے خیالات کا اظہار فرمایا ہے جنہیں طوالت کے خوف سے نظر انداز کیا جاتا ہے۔

یہ چند اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں ورنہ مفسرین کرام کے علاوہ جتنے محققین علماء ہیں سب کی رائے میں حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت اور عصمت ثابت ہے اور واقعہ بھی یہی ہے، کیونکہ تمام لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کی نبوت پر متفق ہیں۔ اور نبی کی شان اور اس کی نبوت کا

مقدمہ لوگوں کو اخلاق فاضلہ کی [illegible] اور [illegible]
اور افعال منکرہ سے باز رکھنے کی کوشش [illegible]
اور بشر کا قلع قمع ہو سکے۔ [illegible]
دورہ ہو یہ قصہ [illegible]
[illegible] کی ذات مکارم اخلاق کا [illegible]
کا [illegible] ہر دور [illegible]
یوسف علیہ السلام کے متعلق [illegible]
[illegible] طرح [illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ اگر [illegible]
شنید [illegible]
[illegible] وہ اس وقت [illegible]
ارادہ سے [illegible] کا ذکر [illegible]
یوسف کے متعلق کیا جاتا ہے۔ ان کے مطالعہ سے معلوم
ہوتا ہے کہ حضرت یوسف [illegible] یعقوب علیہ السلام کی صورت
دیکھنے غیبی آواز سننے اور [illegible] جبرئیل علیہ السلام کی [illegible]
نظر ڈالنے حتیٰ کہ [illegible] لا تقربوا الزنا لکھا ہوا دیکھنے
کے باوجود اپنے ارادہ اور قصد سے باز نہیں آئے۔ یہاں تک کہ
حضرت جبرئیل کو چار و ناچار ہاتھ مارنا پڑا جس سے ان کی
شہوت انگلیوں کے راستے نکل گئی، نعوذ باللہ من ذالک
سچ تو یہ ہے یہ تمام روایتیں اصول روایت سے بالکل ناقابل
وثوق اور غیر قابل اعتنا ہیں۔ یہ کیونکر ممکن ہو سکتا ہے کہ حضرت

[illegible] علیہ السلام [illegible] اس وجہ سے رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible] ان کے
[illegible] کہ ایک بچہ موجود تھا [illegible] یوسف
کے [illegible] اپنے [illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible] قرآن پاک [illegible]
[illegible] قرآن [illegible] علیہ السلام کی
[illegible] تذکرہ
کیا ہے [illegible] علیہ السلام کے تو
گذشتوں کا [illegible] لیکن جب ہم
[illegible] واقعہ [illegible] آخر تک نگاہ دوڑاتے
ہیں۔ [illegible] ہماری نگاہ کسی اور چیز پر نہیں
پڑتی کہیں [illegible] اور کہیں ان
عبادنا کے پر اشرف خطاب سے مخاطب فرمایا گیا۔ یہ نہایت
تعجب خیز امر ہے کہ جن کا تعلق حضرت یوسف کے واقعہ سے
ہے۔ وہ ان کی عفت عصمت اور برأت کی شہادت دیتے
دیتے ہیں۔ اور ہم خواہ مخواہ انہیں عاصی اور گنہگار ٹھہرانے
کی ناکام کوشش میں مبتلا ہیں۔ قرآن کے بغور مطالعہ سے
معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا [illegible] ہر اس کے گھرانے کا ایک
ایک شخص حتیٰ کہ شیطان تک نے حضرت یوسف کی برأت کا
اقرار اور اعتراف کیا ہے۔ ولقد راودته عن نفسه۔ ترجمہ:

میں نے ہی اسے پھسلانے کی کوشش کی،

انا راودتہ عن نفسہ ترجمہ اب سچائی کھل گئی۔ میں نے ہی اسے پھسلایا تھا۔ یہ دونوں آیتیں اس امر کی کھلی دلیل ہیں کہ زلیخا محض اپنے نفس کو مجرم خیال کرتی تھی، اور حضرت یوسف کی برأت کی معترف تھی۔ ... کہا، کن الی کیدکن عظیم ہ بیشک یہ تمہارا مکر ہے اور تمہارا مکر بہت بڑا ہوتا ہے یہ عزیز مصر کا قول ہے جس سے یہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کا قائل تھا۔ زلیخا کے قبیلہ کے ایک شخص نے مجرم ہونے کی جو علامت بیان کی تھی اس کی رو سے بھی حضرت یوسف بری ثابت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کذالک لنصرف عنہ السوء والفحشاء اسی طرح ہم نے ان کو ثابت قدم رکھا تاکہ برائی اور فحش کو ہم ان سے دور رکھیں۔ اس آیت سے حضرت یوسف کی عصمت ... منشرح ہو گئی۔ اس سے ارتکاب جرم کی نفی کے ساتھ ارادے کے فقدان کا بھی ثبوت ہو گیا۔ کیونکہ اگر ان سے گناہ کے ارادے کا صدور ہوتا تو عبارت یوں ہوتی لنصرفہ عن السوء جیسا کہ عربی مذاق رکھنے والوں سے مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے محض اسی پر اکتفاء نہیں کیا۔ بلکہ ایک دوسری جگہ فرمایا انہ من عبادنا المخلصین ہ بیشک وہ میرے مخلص بندوں سے ہے۔ خود حضرت یوسف نے اس بارے میں اپنی صفائی بیان کرتے ہوئے فرمایا تھا انا راودتہ عن نفسہ ہ اسی نے مجھے پھسلانے کی کوشش کی، دوسری جگہ فرمایا رب السجن احب الی مما یدعوننی الیہ ... اے رب قید خانہ کے مصائب بہتر ہیں لیکن وہ ... جس کی طرف مجھے وہ بلاتی ہیں ... طرح پسندیدہ نہیں ... حقیقت بالکل منکشف ہو گئی کہ حضرت یوسف علیہ السلام ہر طرح بری تھے کیونکہ خدا نخواستہ اگر ان سے ... ہوا ہوتا تو یقیناً وہ اپنے گناہ کا اقرار کر کے معافی چاہتے، جیسا کہ انبیاء و صلحاء کا وطیرہ اور طریقہ ہے نہ یہ کہ انکار کر کے اپنے کو اور زیادہ عذاب الہی کا مستحق بناتے۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا ... ملائکہ ... شیطان بوجہ تکبر ... درگاہ ... مہلت مانگی اور کہا فبعزتک لاغوینہم اجمعین الا عبادک منہم المخلصین ہ ... اے خدا تیری عزت کی قسم میں ... کو گمراہی اور ہلاکت کے گڑھے میں لے جانے کی کوشش کروں گا لیکن میرا افسوں تیرے مخلص اور برگزیدہ بندوں پر نہیں چلے گا، گویا شیطان نے بھی اقرار کر لیا کہ اس کے دجل و فریب اور ... اللہ کے خاص بندے نہیں ہوں گے۔

اب ... یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اللہ کے مخلص ... تھے یا نہیں اور اگر تھے تو یقیناً شیطانی جال سے محفوظ ... ہونگے۔ جب اس مقصد کے ماتحت ہم قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں روشن حروف میں ان کے متعلق یہ آیت نظر آتی ہے انہ من عبادنا المخلصین ہ

[illegible] بلکہ [illegible]

[illegible] رنگ [illegible]

[illegible] ایک [illegible] تھے [illegible]

[illegible] کا [illegible]

[illegible]

[illegible] علی [illegible]

[illegible] شخص [illegible]

[illegible] ان [illegible]

[illegible] کے بارہ میں [illegible] خوب [illegible]

[illegible] امرا [illegible] الیلیہ فارتقی

[illegible] جنتی [illegible] جندی

[illegible] کے لشکر کا ایک ادنیٰ سپاہی تھا

[illegible] مجھے [illegible] کہ اب [illegible] سپاہی ہے

[illegible] قبل کنت احسن [illegible]

[illegible] صنو [illegible] ابعادی

[illegible] مجھ سے قبل مر گیا تو میں اسکے بعد

[illegible] کہ وہ [illegible] سے

[illegible] کھول [illegible] گا ۔

[illegible] ان کی [illegible] کے جو

[illegible] کا

[illegible] جائے گا ۔

[illegible]

[illegible] اگر پیٹ میں [illegible] درد ہو یا پیپ نکلتی ہو، جسم میں گرمی [illegible] یا کسی تیز دھار [illegible] یا زخم ہو، سانپ بچھو نے کاٹا [illegible] کی اکثر بیماریوں کیلئے **آب حیات** [illegible] کافی ہے۔ ہر گھر میں [illegible] ضروری ہے۔ ترکیب استعمال کا پرچہ دوا کیساتھ بھیجا جائیگا۔

قیمت [illegible] چھ [illegible]

[illegible] بہار کریم: ۔ یہ [illegible] خوشبودار کریم [illegible] کے [illegible] اور جھریوں کو دور کرتی ہے۔ بلکہ اسے خوشنما اور خوشبودار بھی بنادیتی ہے یہی وجہ ہے [illegible] میں لگتے ہیں۔ اور اس سے عطر کا کام بھی [illegible] ہیں۔ عورتیں اس کو زیادہ پسند کرتی ہیں۔ کیونکہ یہ پوڈر کی جگہ بھی استعمال کی جاتی ہے۔ قیمت فی ڈبہ چھ پیسہ [illegible]

ملنے کا پتہ:۔ [illegible] مدرسہ احمدیہ سلفیہ [illegible] سرائے دربھنگہ

(ـ[illegible])

ایک اپیل

برادران ملت میں آپ کو ایسے امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ جو تمدنی و معاشرتی انتظام قائم رکھنے کے واسطے نہایت ضروری ہے۔ جس کو دنیا کا ہر فرقہ تسلیم کرتا ہے۔ ہر فرد مستحسن مانتا ہے۔ وہ امر اتحاد و اتفاق ہے۔ یہ لازمی امر ہے کہ بغیر اس کے کوئی تمدن و معاشرتی نظام قائم ہونا بالکل محال ہے۔ مذہب اسلام جو ایک فطرتی مذہب ہے۔ اس کی ہر تعلیم فطرت کے مطابق ہے۔ اسلئے اسکی تعلیم نہایت شد و مد کے ساتھ دی ہے۔ بلکہ اس کے ہر رکن میں اس کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ اس کے سمجھنے کے لئے نہ تو بڑے دل و دماغ کی ضرورت ہے۔ اور نہ کسی کد و کاوش کی حاجت، بلکہ قلب سلیم کی تھوڑی سی التفات کی ضرورت ہے۔ قدرت نے اتنی عقل اپنے فیض سے ہر شخص کو عطا کی ہے کہ وہ اپنے آغاز و انجام، عروج و زوال، نیک و بد اور حسن و قبح کا اندازہ لگا سکے۔ اگر اس میں یہ امتیاز نہ ہو تو سمجھنا چاہئے کہ انسانیت کا اصل جوہر اس سے مفقود ہے۔

یوں تو نماز روزہ حج زکوۃ ہر ایک رکن اسلامی سے اتحاد و اتفاق کی تعلیم ظاہر ہوتی ہے۔ مگر خصوصیت کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق ارشاد فرمایا ہے

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔

ترجمہ:۔ اللہ کی رسی مضبوط پکڑو۔ جدا جدا نہ رہو۔

خداوند قدوس نے ایسی مختصر جامع اور سہل تعلیم دی کہ اس کا نتیجہ بہت جلد منصۂ شہود پر دنیا کے سامنے آگیا۔ کون نہیں کہ عرب کی وہ جاہل وغیر متمدن قوم جو معمولی بات پر چالیس چالیس سال تک لڑتی رہتی تھی، اپنی جان کو جان۔ اپنے مال کو مال نہیں سمجھتی تھی، اس کی کیسی کایا پلٹ ہوگئی۔ اپنے خون کے پیاسوں سے شیر و شکر ہوگئی۔

وہی عرب جو دیگر اقوام سے ایک قدم آگے ۳۶۰ بتوں کی پوجا کرتے تھے، ہر قبیلے کے بت الگ الگ تھے۔ ہر ایک اپنے بتوں کی ایسی مدح سرائی کرتا تھا کہ اکثر جنگوں کی نوبت آپہنچتی تھی۔ بات بات پر لڑ جانے اور کٹ مرنے میں عرب پیش پیش تھے۔ دنیا میں کوئی قوم ان کی مثیل نہ تھی۔ مولانا حالی مرحوم نے ان کی لڑائی کا نقشہ کتنے بہتر طریقہ پر کھینچا ہے۔ فرماتے ہیں ؎

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی ÷ صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی

قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی ÷ تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ ÷ کرشمہ اک انکی جہالت کا تھا وہ

جن کی جہالت نے ان کو اسلام ... تفصیل
کی مرہون نہیں۔ ... ہر چیز کو حق و ناحق ... بافت
لئے ہوئے تھے۔ سب ایک ... ہو ... کی زبان ... تھے۔

اسلام نے وحشی عربوں کو رشد و ہدایت کا ... بنا کر
شیر و شکر بنا دیا۔ چنانچہ اسلام کے پانچ رکن ہیں ...
غرضیکہ سب کو عمل کرنے کا تہدیدی حکم ہوا۔ ان میں بھی یہی
حکمت مضمر تھی کہ سب متفق و متحد ہو جائیں۔ کلمہ توحید۔ و نماز
میں اتفاق و مساوات کی تعلیم دی۔ جو اتفاق کی ایک اہم
شرط ہے۔ اگر شریعت کا یہ حکم ہوتا کہ امراء و روساء کی نماز
کے لئے مخملی فرش ہو۔ ان کے پیر زر و زیر نخوت ماتھے زمین
پر نہ پڑیں۔ تو کبھی اسلام فطرتی مذہب نہ ہوتا۔ اتفاق و نفاق
کا سد باب نہ کرتا۔ اسی فلسفہ کی طرف اقبال نے توجہ دلائی
ہے ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز
بندہ و صاحب و محتاج و غنی ایک ہوئے
ترے دربار میں پہنچے تو سبھی ایک ہوئے

یعنی شرعی امور میں کسی کو کسی پر کوئی فوقیت نہیں
کیونکہ یہ نفاق کا سرچشمہ ہے۔ ان کے علاوہ بھی تمام اسلامی
ارکان میں اس کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ بلکہ میں پورے وثوق
کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بغیر اتحاد و اتفاق کے کوئی عبادت
مقبول نہیں ہوتی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اتحاد کے بعد اپنے پرستاروں
کے لئے صرف ایک راستہ مقرر کیا۔ اور حکم دیا اس پر چلو ساری
دنیا تمہاری ہوگی۔ اور آخرت کا تو پوچھنا ہی بیکار ہے فرمایا
وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا
السبل فتفرق بکم عن سبیله ذلکم وصٰکم به لعلکم تتقون ہ

ترجمہ:- اور یہ کہ یہ راہ میری سیدھی ہے یعنی متابعت
پیغمبر علیہ السلام کی پس پیروی کرو اس کی اور مت پیروی کرو اور
راہوں کی۔ پس متفرق کر دیں گے تم کو راہ اس کی سے۔ یہ بات
ہے کہ نصیحت کرتا ہے تم کو ساتھ اس کے کہ تم بچو۔

آنحضرت صلعم قرآن کریم کے مفسر اعظم نے آیت شریفہ
کی پیاری و دلنشیں تفسیر کا نقشہ کھینچ کر بتا دیا۔ مروی ہے کہ
حضور نے ایک لمبا خط یوں (→→) کھینچا
پھر دونوں جانب دو خط کھینچے (جیسا کہ نقشہ میں دونوں
جانب ہیں) اور لمبے خط پر انگلی مبارک رکھ کر فرمایا۔ ان
هذا صراطی مستقیما۔ یعنی میرا طریقہ جو اصل اسلام ہے گویا
یہی سیدھا خط ہے۔ اردگرد والے خطوط نفاق و تشتت کے
جال ہیں ان پر چل کر نفاق کے جال میں نہ پھنس جانا۔ مگر اس
کا کیا علاج کہ ہم اس کو غور نہ کریں۔ شریعت کے احکام کے
مطابق عمل نہ کریں۔ شریعت نے ہر چیز کو تفصیلی طور پر بتا دیا۔
قرآن کہتا ہے انتم الاعلون ان کنتم مومنین اور
حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ ید اللہ علی الجماعۃ
اگر تم مومن ہو کر رہو گے تو دنیا میں سب پر غالب رہو گے۔
جماعت کے اوپر اللہ کا ہاتھ ہے۔ غور کا مقام ہے کہ

اللہ تعالیٰ نے مومن کہا۔ دوسرا لفظ نہیں کہا معلوم ہوا کہ مومن کبھی مغلوب ہو کر نہیں رہ سکتا کیونکہ خدا کا فرمان غلط نہیں ہو سکتا۔ اگر غفلت کی وجہ سے کبھی مغلوب بھی ہو گیا پھر فوراً غالب آنے کی فکر کرتا ہے اور غالب ہو جاتا ہے۔ موجودہ دور کے ہندوستانی مسلمانوں کا ایمان خصوصیت کے ساتھ پختہ اور کامل نہیں اسلئے مغلوب ہیں۔ اور کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔ ہمارے اسلاف چونکہ ایمان میں راسخ تھے اسلئے شرق سے غرب تک غالب ہی غالب رہکر کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ مومن تین دن سے زیادہ بغض نہ رکھے۔ اب ہر انسان خود سوچ لے کہ جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی سے تین دن سے زیادہ بغض رکھتا ہو وہ مومن نہیں۔ جب سے مسلمانوں میں فرقہ بندی ہوئی ضعف و بزدلی آ گئی۔ وحدت اسلامی جاتی رہی۔ فرقہ بندی نے وحدت ملی کے پرخچے اڑا دیئے مسلمانوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف سے بغض و عناد پیدا ہوا۔ پھر تو فتنہ و فساد اور افتراق و تشتت نے ان پر غلبہ کیا جسے آج دنیا دیکھ رہی ہے۔

اللہ کے برحق رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنتی

ترجمہ:- میں نے تمہارے اندر دو امر چھوڑ دیا ہے۔ جب تک ان کو مضبوط پکڑے رہو گے۔ گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اپنی سنت۔ (حدیث)

اللہ کی کتاب اور حدیث رسول دونوں اسلام کے اصل اصول ہیں۔ قرآن پاک اسلئے کہ خدا کا کلام ہے اور حدیث رسول اس لئے کہ خود قرآن فرماتا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی۔ پس یہ دونوں اصول خدا پاک کے مقرر کردہ ہوئے۔ اسلئے انہیں دونوں پر عمل پیرا ہونے سے وہ فتنے جن میں اس وقت مسلمان مبتلا ہیں۔ دور ہو سکتے ہیں۔ اور وحدت اسلامی کے نور سے دنیا منور ہو سکتی ہے۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

محمد حبیب الرحمٰن سمیلوی۔

مغالطہ

(ادیب)

تم جو کچھ بھی کہو مجھے منظور ہی سہی لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ وہ نہایت اچھا مضمون لکھتی ہے۔ ترکیب اور فقرے نہایت چست ہوتے ہیں۔ جب میں نے اس کے جواب مضمون لکھا۔ تو اس نے کس خوبی سے جواب الجواب دیا تھا گرچہ میں نے موجودہ مضمون نہایت غور و فکر سے لکھا ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس مرتبہ بھی مجھے نیچا دکھائیگی۔ اور نیچا دیکھو نا۔ اس نے ابتک جواب نہیں دیا ہے۔ یقیناً وہ اعلیٰ پیمانہ پر لکھ رہی ہے۔" جمال نے اپنے دوست شمیم سے کہا۔ "مگر تم تو عقد کر چکے ہو۔ پھر تمہارا عاشقانہ عشق مضحکہ خیز ہونے کے علاوہ کسی کے لئے خیانت نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا؟" شمیم نے کہا۔ میں نے عقد کیا ہے؟ یا میرا عقد کیا گیا ہے۔ مجھ سے قسم لے لو جو میں نے اس پر ذرہ برابر بھی رضامندی ظاہر کی ہو۔ نہ مجھے اس کی خوشی ہے اور نہ ہوگی۔ آئندہ پردہ نشین بیوی سے جو پہلے ہو چکی ہے میں نے تو عہد کیا تھا جبتک بی۔ اے پاس نہ کر لوں گا۔ عقد نہیں کروں گا۔ اور جب کروں گا تو اسی سے جس سے موافقت ہو۔ مگر میری سنتا کون ہے؟ اندھا دھند جس سے چاہتے ہیں شادی کر دیتے ہیں۔ نہ مناسب دیکھتے ہیں نہ طبیعت کا میلان اپنے فرض کی قربان گاہ پر والدین اپنے فرض سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے اولاد کو قربان کر دیتے ہیں۔ تم ہی انصاف کرو۔ ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ کو اگر ایک نری جاہل مل جائے۔ اور اسی طرح ایک پڑھی لکھی عورت جاہل اور بھدا انسان کے گلے مڑھ دی جائے۔ گرچہ وہ کوئی نواب ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن زندگی دوبھر ہو جائے گی۔ ایک دن بھی مسرت و شادمانی میسر ہو سکتی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! بس مجھے بھی ایسا ہی سمجھ لو جس سے میرا عقد ہوا ہے۔ پڑھی لکھی تو کچھ ضرور ہے۔ مگر بالکل ناقص طور پر نہ تو کسی امتحان میں شرکت کی نہ کوئی ڈپلوما حاصل کیا پھر ....!"

جمال صاحب کن کا نام ہے؟ ——— ڈاکیہ نے باہر سے کرخت آواز میں دخل در معقولات کیا۔ "کیا ہے؟" جمال نے پوچھا۔ ڈاکیہ نے ایک رجسٹری خط دیا۔ جمال نے لفافہ چاک کر کے زور سے پڑھنا شروع کیا۔

برادر عزیز! خوش رہو!

تم ہمیشہ طبیعت نہ لگنے کی شکایت کرتے رہے۔ اسلئے میں نے اب تمہیں اپنے ساتھ رکھنے کا ارادہ کر لیا ہے۔ فوراً ہی ٹکٹ لیکر پٹنہ چلے آؤ۔ سارا معاملہ پرنسپل صاحب سے طے کر چکا ہوں۔ امید کہ بخیریت ہوگے۔ (کمال پٹنہ)

جمال کے بڑے بھائی کا یہ خط تھا۔ خط پڑھکر جمال

کہنے لگا میری دلی تمنا بر آئی۔ شمیم بس ملا آج ہی تی اسی لے آئیں اور کل ہی روانہ ہو جائیں۔

کمال صاحب نے خط لکھنے میں فاش غلطی یہ کی تھی کہ اپنے مکان کا پتہ دیا ہی نہ تھا۔ حالانکہ پہلے مکان کو ایک مہینہ ہوا چھوڑ چکے تھے۔ اب اس میں ایک جج صاحب مع اہل و عیال مقیم تھے۔

خط لکھنے کے تیسرے دن جمال نے مظفر پور چھوڑ دیا اور چوتھے دن صبح کو پٹنہ اسٹیشن پر تھا۔ قلی نے اسباب گاڑی پر رکھ دیا۔ "کہاں چلوں سرکار؟" جمال کے امیرانہ پوشاک سے خائف کوچوان نے پوچھا۔ "سبزی منڈی"۔ جمال نے جواباً کہا اور گاڑی چل دی، پٹنہ کی پر لطف فضا سے جمال بڑا خوش ہو رہا تھا۔ مدتوں کے بعد اس کی تمنا پوری ہوئی تھی، مختلف خیالات اس کے دماغ میں چکر لگا رہے تھے، کہ گاڑی سبزی منڈی پہنچی، "ایک مکان کے سامنے گاڑی روک لو"۔ جمال نے زور سے کہا گاڑی رک گئی یہ اتر پڑے اور گاڑی بان سے کچھ کہے بغیر بھابی سے ملنے تیزی سے سیدھا اندر کا رخ کیا۔ اتفاق وقت کہ باہر کوئی موجود نہ تھا۔ اس نے جج صاحب کی میز کرسیاں باہر دیکھیں تو سمجھا، بھیا نے یہ سب کچھ میرے لئے تیار کرائے ہونگے۔ چنانچہ اس نے باہر ہی سے پکارنا شروع کیا۔ بھابی بھابی...... بھا...... اور ایک کمرہ میں بغیر جھجک کے داخل ہونا چاہا ابھی ایک ہی قدم اندر رکھا تھا کہ ایک نہایت حسین نوجوان لڑکی سے آنکھ لڑی۔ جو کرسی پر بیٹھی کچھ لکھ رہی تھی۔

اور میز پر کچھ رسائل بکھرے پڑے تھے۔ وہ ایک غیر مرد کی اچانک آمد پر گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔ جمال فوراً معاملہ کی تہہ کو پہنچکر تیزی سے جو مڑنا چاہا تو چوکٹ سے سر میں شدید چوٹ لگی۔ دماغ چکرا گیا، آنکھوں تلے اندھیرا چھا گیا۔ قدم لڑکھڑا گئے۔ اور تیورا کر پاس ہی رکھی ہوئی آرام کرسی پر گرا، اور بیہوش تھا۔

حسین دوشیزہ غیر مرد کی آمد سے پریشان اور ہراساں ہو ہی رہی تھی۔ کہ اس کی یکایک بے ہوشی نے نازک دماغ کو اور مختل بنا دیا۔ منٹوں سکتے میں کھڑی رہی پھر وہاں سے بھاگی اور ہانپتے ہوئے چلائی۔ اماں...... اما...... ام...... "کیا ہے؟" اس کی ماں نے بدحواس دیکھ کر پوچھا۔ بولو! چپ کیوں ہو؟ سانس درست کرتے ہوئے اس نے کہا "ایک اجنبی مرد!" کیا کہا تو نے؟ مرد؟ کیسا مرد! اچھا آنے دے ابا کو اسے جیل بھجوا تی ہوں۔ "نہیں اماں اس نے کچھ نہیں کیا۔ وہ کوئی شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جو غلطی سے میرے کمرے میں چلا آیا۔ اور جب غلطی کا احساس ہوا اور واپس جانے لگا تو اس کے چوٹ آگئی۔ اب بیہوش پڑا ہے"۔ چونکہ یہ ظاہری پردہ داری کی پابند نہیں تھیں، اسلئے دونوں ماں بیٹی بے ہوش جمال کے پاس پہنچیں جمال آنکھ کھول چکا تھا۔ اور اپنے پراگندہ بال درست کر رہا تھا۔ ایک نے پہنچتے ہی سختی سے سوال کیا۔ میاں! تم کون ہو۔ پرائے مکان میں کیوں چلے آئے؟ غلط فہمی ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔ جہاں مجھے جانا ہے میں سمجھتا تھا وہ اسی مکان میں

رہتے ہیں۔ جمال نے [illegible] چوٹ لگی ہوئی [illegible] پر ہاتھ
[illegible] ہوئے کہا [illegible] ہو گیا۔ تو [illegible] کمال [illegible]
[illegible] ہو [illegible]
[illegible] کبھی [illegible] مکان [illegible]
[illegible] وہ [illegible]
[illegible] جو [illegible]
[illegible] نگاہ اٹھائی [illegible]
[illegible] چلا گیا [illegible] وہاں [illegible]
[illegible] وہاں سے نکلنا [illegible]
[illegible] بولا حضور [illegible]
[illegible] گاڑی [illegible] جمال نے [illegible]
[illegible] تھوڑی ہی دیر میں [illegible] داخل [illegible] اور
[illegible] کمال صاحب نظر آئے جولان کی طرف سے [illegible] کرکے
[illegible] ہوئے تھے۔ جمال نے کھڑکی سے سر نکال کر [illegible]
[illegible] گھڑی پہونچی، دونوں نے مصافحہ کیا۔ جمال نے [illegible]
[illegible] نہ خبر دینے کی شکایت کی۔ اور دونوں اپنے
مکان میں داخل ہو گئے۔ جمال نے پیش شدہ واقعہ کو بالکل
نہ کہا۔ اور نہ کمال نے [illegible] استفسار کیا۔ کیونکہ وہ خود اس
سے مطلع نہ تھا کہ اب اس مکان میں کون رہتا ہے۔
جمال کو آئے ہوئے دو ماہ ہو گئے وہ کالج کے لڑکوں
سے بالکل ہل مل گیا۔ اب اسکے لئے وہاں کی کوئی چیز نئی نہ
تھی۔ مگر اسے وہ موٹی موٹی سیاہ آنکھیں ابتک یاد تھیں، جن سے
آتے ہی دوچار ہونا پڑا تھا۔ اسکے علاوہ مضمون نگارہ کی یاد سے

بھی غافل نہ تھا جس نے اسے نیچا دکھایا تھا۔ مدتوں پہلے
[illegible] شائع ہو چکے تھے ناظرین تو کیا اس کا ضمیر خود ہی
[illegible] کی آواز دے رہا تھا۔
[illegible] خط و کتابت کے بعد بھی اتنی رعایت
[illegible] کر سکا تھا کہ وہ [illegible] سے مضمون نگارہ تک
[illegible] کے لئے بھی کم تھا۔ فوراً اس نے
[illegible] کا خط لکھا۔
[illegible] سلام [illegible]
[illegible] اس جرأت کی معافی چاہتا ہوں
کہ ایک ایسی خاتون کو خط لکھا۔ [illegible] جس کی دیدہ
[illegible] پھر میں آپ [illegible] اور
[illegible] نگاری پر [illegible] پیش کرتا ہوں۔
گر قبول افتد زہے عز و شرف
[illegible] اس کی کاوش کی داد نہ دینا [illegible]
[illegible] خیال کرتا ہوں۔ اسلئے ان
[illegible] کے حوالہ قلم کرنے کی جرأت ہوئی۔
حقیقت یہ ہے کہ تھوڑی تعداد میں بھی آپ جیسی صاحب
ذوق ادیب خاتونیں پیدا ہو جائیں تو بہت جلد ادب اردو
آسمان ترقی پر جلوہ گر ہو۔
اگر بار خاطر نہ ہو تو کیا میں دریافت کر سکتا ہوں کہ
اس [illegible] کا خریدار ابتک کوئی خوش قسمت بنا یا نہیں۔
— جمال —
پندرہ دن جو بیتا بیوں میں گذرے [illegible]

جیسی حالت والے ہی سمجھ سکتے ہیں۔ مگر جب اسے ایک سادہ لفافہ موصول ہوا تو کچھ نہ پوچھئے۔ دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس کو کھولا۔ خط کھولنے سے پہلے اس نے بہتری منتیں مانیں۔ مگر انجام کار وہی خطا ہر ہوا جس کا خوف تھا۔ خط پڑھتے ہی رنگ فق ہوگیا۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی، غائبانہ عشق کا موہوم قلعہ مسمار ہو کر رہ گیا، بکھا تھا۔

لائق صد احترام ادیب شہیر!۔ تسلیم!

یہ آپ کا حسن ظن ہے جو آپ نے مجھ جیسی کم مایہ کو لائق داد و تحسین سمجھا۔ آپ کی اس قدر افزائی اور ادب نوازی کا شکریہ ورنہ من آنم کہ من دانم۔

مجھے سخت تعجب و حیرت ہے کہ آپ جیسا ادیب یگانہ ایسا سوال کرے جو اس کو کسی طرح زیبا نہیں جی تو چاہا کچھ جواب نہ دوں اسی تاریکی میں رہنے دوں، جس میں آپ ہیں۔ لیکن آپ کو آئندہ خط و کتابت کی زحمت سے بچنے کیلئے اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ مذہب و سوسائٹی کی رو سے میں ایک شخص کی ہو چکی ہوں۔ جو غالباً آپکے ہمنام ہیں۔

ش س

آہ! ایک وہ جمال —— خوش قسمت جمال ہے جو ایسی ہستی —— قابل قدر ہستی کا مالک ہے۔ ایک بدنصیب جمال میں ہوں کہ ایسی ہستی کیا۔ اس کا تخیل بھی میرے لئے غیر ممکن ہے۔ جمال کے منہ سے یہ الفاظ نکلے، اپنی ناکامی عشق کا غم غلط کرکے سینما ہال کی طرف چلا گیا۔

سینما شروع ہو چکا تھا۔ تماشہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ جمال نے مجبوراً اوّل درجہ کا ٹکٹ خریدا کیونکہ تمام درجوں کے ٹکٹ بند ہو چکے تھے۔ ہال میں جب انہوں نے قدم رکھا تو وہاں بھی جگہ نہ تھی۔ تمام کرسیاں پر تھیں۔ جمال نے متجسسانہ نظر دوڑائی تو پچھلی لائن میں ایک خالی کرسی نظر آئی۔ وہاں کنارے کی دو کرسیوں پر دو مو زنیں بیٹھی تھیں۔ جنہیں تاریکی کی وجہ سے پہچان نہ سکا اور نہ اس کی کوشش ہی کی چپ چاپ بیٹھ گیا۔ تماشہ ہوتا رہا۔ ہر لمحہ و آن تماشہ گاہ تالیوں سے گونجتا رہا۔ مگر جمال نے ایک مرتبہ بھی تالی بجائی اور نہ زبان ہی سے کوئی کلمہ تحسین بلند کیا۔ کیونکہ یہ تو کھویا ہوا تھا۔ اس کی یہ خاموشی بغل والوں کے لئے تعجب خیز تھی۔ انٹرول (وقفہ) ہوا اور تمام ہال بقعہ نور بن گیا۔ پان بیڑی، میوا مونگ پھلی اور گرم چائے، سوڈا، لیمونیڈ کی صدائیں بیک وقت گونجنے لگیں۔ لوگ اٹھ اٹھ کر باہر جانے لگے۔ مگر جمال بیٹھا رہا۔ سگریٹ نکال کر پینے اور دھوئیں سے دل بہلانے لگا۔ یکایک بغل والی کرسی پر نظر پڑی۔ دیکھی ہوئی شکل معلوم ہوئی غور سے دیکھا تو وہی دوشیزہ تھی۔ جسے پہلی دفعہ جج کی کوٹھی میں اپنے بھائی کی غلطی کی وجہ سے دیکھ چکا تھا۔ اور جو کبھی کبھی یاد بھی آجاتی تھی۔ اور اس نے بھی اسے پہچان لیا۔ کہ اتنے میں چائے والے نے آکر دوشیزہ سے پوچھا۔ حضور! چائے لاؤں؟ اس نے ہاں! کہا۔ جمال سگریٹ نوشی میں محو سوچ رہا تھا، کہ پوچھوں تو کون ہے۔ ایک مرتبہ

اس کے ساتھ ہی قسمت آزمائی کی جائے۔ اس کا سلسلہ ٹیبل پر یہاں تک پہنچا تھا کہ چائے والا چائے لے آیا۔ مگر یہاں پیالیاں کم تھیں۔ نسیم نے دیکھتے ہی پوچھا اتنا کیوں لے آئے؟ چائے فروش گھبرا گیا اور جواب میں کہا میں نے آپ تینوں کو ساتھ ہی سمجھا، وہ چپ ہو گئی اور اشارہ کیا کہ جمال کی طرف بڑھا دو۔ چائے والے نے حضور نوش فرمائیے۔ کہا۔ کیوں، بس اسے تو وہ منگائی۔ جمال بولا، چائے لے لیجئے۔ اس دوشیزہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ آپ نے منگائی ہے۔ ساتھ ہی ایک نغمہ زا آواز آئی! "لیجئے لیجئے!" جمال نے سمجھا کہ وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ پھر بھی جمال نے "شکریہ!" کہا۔ اور چائے کی پیالی لے لی۔

گھنٹی بجی اور پردہ پر آئندہ ہونے والے کھیل کا ٹریلر چلنے لگا۔ اس کے بعد تو گفتگو کا موقع ہی نہ تھا۔ مگر حسن اتفاق سے مشین خراب ہو گئی۔ دوشیزہ نے تماشہ بین سے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ مشین دو منٹ تک ٹھیک ہو جائیگی۔ جمال کے لئے اتنا وقت کافی تھا۔ جمال نے جی کڑا کر کے کہا۔ "اس روز میں غلطی سے آپکے مکان میں داخل ہوا تھا۔ میں تو پہلے ہی سمجھ گئی تھی۔ لیکن اس کی پاداش میں آپ کو ایسی چوٹ آئی کہ آپ بے ہوش بھی ہو گئے اس نے جواب دیتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے پوچھا، آپ کا یہاں کیا مشغلہ ہے؟ کالج میں پڑھتا ہوں یہی آخری سال ہے!" جمال نے جواب دیا۔

گفتگو کا سلسلہ ابھی یہیں تک پہنچا تھا کہ سکنڈ کلاس سے اس کے ایک ساتھی نے "جمال" کہہ کر پکارا۔ جمال چونکا اور پہچان کر پوچھا کیا ہے؟ "اچھے تو ہو؟ یار! تمہارا مضمون بہت پسند آیا ہے اور "حسن" صاحبہ بھی تم سے کم نہیں، کچھ پتہ بھی چلا، ہے کون؟" نسیم بے تکلفانہ بولتا چلا گیا۔ جمال نے کہا تم بھی عجیب آدمی ہو۔ نہ موقع دیکھتے ہو نہ محل۔ محبت کوئی ایسی بات نہیں، کسی دوسرے موقع پر پوچھ لینا۔ اگر تم بغیر جواب پائے چپ بھی تو نہ رہو گے اس میرے خط کا جواب آگیا ہے، کہو تم خود دیکھ لینا اب تماشہ دیکھو! جمال نے [illegible] حاصل کرنے کے لئے کہا اور نسیم خاموش ہو گیا۔ ادھر دوشیزہ لڑکی جو اس کی ہم سن ہی تھی ذرا آہستہ سے بولی۔ [illegible] کیا یہ وہی جمال صاحب ہیں، جن کے مضمون کا تم نے ذکر کیا ہے لکھا ہے۔ سہیلی نے جھٹ اس کے منہ پر ہونٹوں پر ہاتھ رکھ دیا۔ مگر جمال نے سن لیا تھا، بول اٹھا لاعلمی کا پردہ اٹھ گیا۔ آپ ہی میری حریف "حسن" صاحبہ ہیں؟ لیکن اس کے چہرے پر مایوسی کی سیاہی چھا گئی۔ جیسے "حسن" معلوم نہ کر سکی۔ کیونکہ وہ اس سے بہت کچھ خیالی امیدیں وابستہ کر چکا تھا۔ اسے مضمون نگار نہیں کچھ اور سمجھے ہوا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ یہ وہی ہے۔ اور اس کے کسی خوش قسمت ہمنام کی شریک زندگی بن چکی ہے۔ دوشیزہ بولی معاف کیجئے! مجھے بھی کیا خبر تھی کہ بغل ہی میں ادیب شہیر مسٹر جمال صاحب بیٹھے ہیں۔ آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی! اس کے بعد کھیل شروع ہو گیا۔ اور آخر تک دونوں طرف خوشی رہی۔ کھیل ختم ہوا اور لوگ باہر نکلنے لگے، یہ تینوں بھی

بھی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ ہی رہے تھے کہ نسیم کرسیوں سے پھاندتا ہوا جمال کے پاس آیا اور کہنے لگا۔ چلو ذرا مجھے پہلے خط دکھا دو" خط دیکھنے سے پہلے صاحب خط (دوشیزہ کی طرف اشارہ کرکے) سے ملاقات کرلو۔ آپ ہی دنیائے ہندوستان کی مشہور ادیبہ شمشؔ صاحبہ ہیں، جمال نے کہا نسیم حیرت سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ مگر تم نے تو نام بتایا ہی اُن کا؟" نہ اس کی ضرورت ہے" دوشیزہ نے جواب دیا، چاروں اب ہال سے باہر آچکے تھے، اب اجازت ہو گھر پر انتظار ہو رہا ہوگا"......

شمشؔ نے اقدام کرتے ہوئے کہا۔ ہاں ہاں!! شوق سے امید کہ اب خط وکتابت کے علاوہ ہماری ملاقات بھی جاری رہے گی جمال نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مگر دوشیزہ نے کہا، ایک بھی نہیں ہوسکتا۔ ان کے متعلق تو معاف ہی کیجئے میں لکھ چکی ہوں کہ میرا لکھنا، بولنا، ملنا، جلنا، وغیرہ تمام چیزیں اب دوسرے کی امانت ہیں! جمال نے ندامت کی ہنسی ہنستے ہوئے کہا۔ اوہ! میں تو بھول ہی گیا تھا آپ کی مرضی ——— آپ کو دیر ہو رہی ہے۔ جاسکتی ہیں دوشیزہ کی موٹر جاچکی اور یہ دونوں بھی بات کرتے ہوئے واپس ہوگئے۔

ڈیڑھ سال کی مدت گذرتے دیر نہیں لگتی، اس عرصہ میں جمال نے بی اے بھی کرلیا، اندنوں وہ گھر پر ہی تھا۔ اس نے اپنی کوشش میں کوئی کسر نہ چھوڑی کہ حسب خواہ رفیقہ حیات ملے، جو لڑکی حسب خواہ ملی، وہاں سے انکو پورا جواب ملا، ناچار پہلے ہی عقد پر یہ خیال کرکے اکتفا کرنا پڑا کہ والدین آخر والدین ہیں، حاکم ہیں جو حکم ہو۔ اس کی تعمیل ہر فرزند سعادت مند کا فرض اولین ہے۔ والدین اولاد کے بدخواہ نہیں ہوتے، ہر امکانی کوشش کرتے ہیں کہ بہو اچھی ہو۔ نیک مزاج ہو۔ چنانچہ بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی، دوستوں نے خوب خوب مبارک بادیاں پیش کیں۔ پہلے ہی سے مٹھائیوں کا مطالبہ شروع کیا۔ مذاق کیا مگر جمال کے لئے یہ چیزیں بالکل غیر دلچسپ تھیں۔ کیونکہ اس کے خیال میں جس سے اس کی شادی ہو رہی تھی، وہ ایک غیر مہذب معمولی تعلیمیافتہ عورت کے سوا کچھ نہ تھی، جس سے دلچسپی کی موہوم امید ہو۔

دن ختم ہوا۔ رات آئی تو جمال کے خیالات میں زیادہ انتشار پیدا ہوا۔ کہ تھوڑی دیر بعد مجھے ایک ایسی عورت کے سامنے جانا ہے۔ جس کو نہ کبھی دیکھا، جس کی طبیعت سے واقفیت نہیں، جس کا مزاج معلوم نہیں، سلسلہ کلام کیسے شروع کیا جائے ادبی پہلو سے یا عامیانہ؟ اگر ادبی پہلو سے کروں اور وہ سمجھ نہ سکی تو سارا مزہ کرکرا ہو جائے گا۔ اگر عامیانہ پہلو سے کی اور وہ ادب آشنا ہوئی تو میری سبکی ہوگی۔ غرض انہیں خیالات میں غلطاں و پیچاں تھا کہ ماما نے آکر کہا دولہا بابو کی اندر طلبی ہے۔ سنتے ہی کلیجہ دھک سے ہوگیا، ہاتھ پاؤں سن ہوتے معلوم ہوئے، ہمت کرکے شرماتے ہوئے اندر پہنچا تو بھابی نے چھوٹتے ہی کہا، دولہن تمہارے لائق ہے۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر ملاحظہ ہو)

بارہویں صدی ہجری کا

ایک سچا مبلغ اسلام

از جناب مولوی عین الحق صاحب مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کی ولادت ۱۱۱۴ھ شہر عیینہ میں ہوئی، ان کے والد محترم شہر کے قاضی تھے، اور عرب کے مشہور قبیلہ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے۔

شیخ نے اپنے والد سے علم فقہ وغیرہ پڑھا، تحصیل علم کے شوق میں عیینہ سے مکہ پہنچے، فریضہ حج ادا کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے، جہاں شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف سے ملاقات کی، جو وہاں کے مشہور علماء تھے، ان سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، علامہ حیات سندھی رحمۃ اللہ وہاں کے مشہور محدث تھے، شیخ عبداللہ بن ابراہیم کی وساطت سے ان سے ملاقات کر کے علم حدیث حاصل کیا، کتب احادیث کا مطالعہ اور شیخ کی صحبت کا نتیجہ یہ ہوا کہ توحید و سنت سے محبت اور شرک و بدعت سے دلی نفرت پیدا ہو گئی۔

مدینہ منورہ میں تحصیل علم سے فراغت کے بعد بصرہ پہنچے جہاں شیخ محمد مجموعی کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک طرف علم و توحید حاصل کرنے لگے، اور دوسری طرف علی الاعلان شرک و بدعت اور دیگر مناہی و مناکر کی بیخ کنی میں لگ گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ بصرہ کے لوگ دشمن ہو گئے اور طرح طرح کی اذیت پہنچانے لگے، بالآخر چلچلاتی دھوپ میں بصرہ سے پا پیادہ ان کو نکالا گیا۔

شیخ کو اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تھا۔ مگر اللہ نے فضل کیا اور وہ بسلامت والد کے پاس حریملا پہنچے، جہاں وہ پورے جوش خروش سے توحید و سنت کی اشاعت اور شرک و بدعات اور رسوم و خرافات کی جڑ کھودنے لگے، ان کے والد عبدالوہاب حامی مشرب تھے، اسلئے وہ مخالف ہو گئے مگر شیخ کے پائے ثبات میں تزلزل پیدا نہیں ہوا، وہ بدستور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے، والد کے انتقال کے بعد اہل شہر بھی مخالف ہو گئے، بلاشبہ دعوت و تبلیغ کا اثر یہ ہوا کہ بعض لوگ سنت کے دلدادہ ہو گئے، مگر مخالفین کی تعداد زیادہ تھی، جن میں جوش انتقام بھی پیدا ہو گیا۔ چنانچہ ایک رات شیخ کو قتل کرنے کے لئے مکان میں گھس آئے۔ اتفاقاً محلے کو لوگوں کو خبر ہو گئی، اسلئے سب نامراد بھاگ گئے، شیخ یہاں سے ہجرت کر کے عیینہ پہنچے، جہاں جوہرہ بنت عبید بن معمر سے شادی کی، اس شہر کا امیر عثمان بن احمد بن معمر تھا۔

شیخ نے عثمان کو توحید و سنت کی اہمیت بتلائی اور یہ سمجھایا کہ وہ تمام فسق و فجور، شرک و بدعت، رسوم و رواج میں

طرق ہے، توحید وسنت سے کوسوں دور جا چکی ہے اس
وقت ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے، جو شرک و بدعت
اور رسم و رواج کے خلاف توحید خالص پھیلائے اور سنن
نبویہ کا درس دے۔

اے امیر اگر تو اس کی حمایت کرے گا تو پورا نجد
تیرے قبضہ میں ہو جائے گا، عثمان پر شیخ کا وعظ اثر کر گیا
اور وہ ان کی حمایت اور معونت کے لئے تیار ہو گیا، نجد بھی
بدعات وسیئات کا مرکز بنا ہوا تھا، جا بجا قبریں وقبے بنے
ہوئے تھے، لوگ ان کے گرد جمع ہوتے ان کا طواف کرتے
ان پر پھول، غلاف، چادریں اور دیگیں چڑھاتے اور اس کو
قاضی الحاجات سمجھتے، وہاں ایسے درخت بھی تھے جن پر
نذر و منت کے ڈورے لٹکائے جاتے شیخ نے بعض غلاموں
کے ذریعہ اس قسم کے درخت کٹوا دیئے، شہر میں ایک بہت بڑا
درخت تھا جو بدعتوں کا منبع تھا، اس کے کاٹنے کی خود ہمت کی
یعنی دوپہر کو ایک چڑواہے کی معیت سے اس کا بھی صفایا
کر دیا۔

جبیلہ میں زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے نام سے
ایک قبہ بنا ہوا تھا، زید حضرت عمر کے بھائی تھے، یمامہ میں
مسیلمہ کذاب سے لڑ کر شہید ہوئے تھے، لوگوں نے ان کے
نام سے ایک قبہ بنا رکھا تھا، جو رفتہ رفتہ بت خانہ کی شکل
اختیار کر چکا تھا، نذر و نیاز اور چڑھاوے اس پر خوب
چڑھائے جاتے تھے، سجدہ و طواف بھی کیا جاتا تھا، شیخ چھ
سو آدمیوں کو ساتھ لے کر قبہ کے پاس پہنچے، گاؤں والے
مزاحم ہوئے، مگر شیخ کا مقابلہ نہ کر سکے، شیخ نے اپنے ہاتھ
میں کدال لے کر اسے ڈھانا شروع کر دیا یہاں تک کہ اسکو
زمین کے برابر کر دیا، قبر پرست کہنے لگے کہ رات کو شیخ پر
آفت آئے گی اور وہ ہلاک ہو جائیں گے، مگر کچھ نہ ہوا شیخ
بدستور صحیح وسالم رہے، قبہ مسمار ہونے کی خبر بجلی کی طرح اطراف
وجوانب میں پھیل گئی، احسا کے حاکم سلیمان بن محمد کو اس کی خبر
ہوئی نہایت غیظ و غضب میں اس نے عثمان کو تہدید آمیز خط لکھا
کہ تمہارے ہاں وہ کام ہو رہا ہے جو کبھی نہ ہوا، بہتر ہے کہ شیخ
کو قتل کر دو، ورنہ جو سالانہ رقم مقرر ہے ہم بند کر دیں گے اور
ٹڈی دل فوج لے کر تمہارا مقابلہ کریں گے، اور تم کو نیست و نابود
کر دیں گے، اس خط کو پڑھ کر عثمان کے ہوش و حواس اڑ گئے، شیخ
نے بہت سمجھایا بھی مگر اس کے قلب مضطر کو قرار نہ ہوا۔ اور شیخ سے
کہا کہ آپ کسی دوسری جگہ چلے جائیے، ہم حاکم احسا کے خلاف نہیں کر سکتے
شیخ نے وہاں سے پاپیادہ ہجرت کی راہ لی، زبان پر یہ کلمات
جاری تھے،

من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث
لا یحتسب، سبحان اللہ والحمد للہ لا الہ الا اللہ اللہ اکبر

عثمان نے اپنے سامنے شیخ کو قتل کرنا پسند نہیں کیا اسلئے
چند سواروں کو روانہ کیا، اور کہا کہ شیخ کو راہ میں قتل کر کے
واپس آجاؤ کہ حاکم احسا کے حکم کی تعمیل ہو جائے، مگر شیخ
احکم الحاکمین کی پناہ میں تھے، شیخ سے مرعوب ہو کر کل سوار
راہ سے واپس چلے آئے، اور شیخ کا کوئی بال بیکا نہ کر سکے، شیخ
بسلامت درعیہ پہنچ گئے۔

شیخ درعیہ آ گئے اور ابن سویلم کے مکان پر مقیم ہوئے
اور وہاں سے توحید و سنت کی تبلیغ و ارشاد شروع کر دیا بعض
لوگ موافق ہو گئے اور حمایت کے لئے تیار ہو گئے، [illegible]
سعود سے شیخ کا حال ذکر کرنا چاہا [illegible]
ہو کہ وہ مخالف ہو جائیں [illegible] بیوی نے شیخ
کی دعوت و تبلیغ کا حال بیان کیا [illegible]
تبلیغ کو بہت پسند کیا اور اپنے خاوند [illegible]
ذکر کیا، اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے [illegible]
تو اس کی عزت و توقیر کر۔

چنانچہ ابن سعود نے شیخ کو بلوانا [illegible]
کہا آپ [illegible] خود تشریف لے [illegible]
اور ابن سویلم کے مکان پہنچا [illegible] شیخ کی خدمت [illegible]
ہوئے، اور ان کی آمد پر مبارک باد دینے کی [illegible]
ملاقات [illegible] تبلیغ شروع کر دی [illegible] طلب کرنے لگا
[illegible] ابن سعود [illegible] بھی ایک کلمہ [illegible]
مبعوث ہوئے [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے اسی
کلمہ کی دعوت دی، اور اسی کو اسلام کا [illegible] بتلایا
مگر وہ کلمہ آج دنیا سے ناپید ہو رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی لائی ہوئی توحید فنا ہو رہی ہے، مسلمان کلمہ [illegible]
جا پڑے ہیں، توحید کی جگہ کفر و شرک، سنت کی جگہ بدعات و رسوم
تحقیق کی جگہ تقلید، اللہ پر توکل اور اس سے مدد و استعانت
طلب کرنے کی جگہ غیر اللہ پر بھروسہ، قبروں اور مردوں سے
استعانت فتح و نصرت کے طلب گار ہو گئے ہیں۔ خانہ کعبہ کی

قبروں اور مزاروں کا طواف کرنے لگے، نہ خدا کا خوف اور نہ
نماز روزہ اور حج و زکوٰۃ کا کوئی خیال ہے نہ کلام اللہ کی تعلیمات
سے کوئی رغبت و محبت اور نہ احادیث نبویہ کی طرف رغبت
باقی رہی ہے، غرض ہر طرف ضلالت کا بازار گرم ہے۔ اسے
ابن سعود اگر تو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لئے کھڑا ہو جائیگا
تو خدا تیری مدد کرے گا، اور اپنی رحمت تجھ پر نچھاور
[illegible] ابن سعود پر شیخ کی دعوت کی حقیقت واضح ہوگئی
[illegible] اس قدر متاثر ہوا کہ شیخ کی حمایت
[illegible] تیار ہو گیا۔ اور یہ کہہ کر شیخ کی طرف بیعت کے
[illegible] کہ اللہ اور اس کے رسول کے دین پر قائم
ہوں گا، احکام شریعہ نافذ کروں گا، امر بالمعروف نہی عن المنکر
[illegible] زندہ کروں گا، اور اسی کی راہ
میں جان و مال دونوں قربان کروں گا۔ ابن سعود نے شیخ کو اپنے
[illegible] توحید و سنت کے منوانے کو پناہ دی۔ شیخ
نے وہاں [illegible] توحید و سنت کی نشر و اشاعت [illegible] جد و جہد
شروع کر دی [illegible] سے اسلام کی صحیح تعلیمات
لوگوں میں پھیلانے لگے [illegible] مشرک کو موحد بدعتی کو
متبع سنت اور تارک فرائض کو اس کا پابند بنانے لگے۔

شیخ سب سے پہلے کلمہ شہادت اور اس کا معنی سکھاتے
عالم میں تصرفات کی قدرت اور عبادت کے لائق صرف اللہ
تعالیٰ کو بتاتے اور ما سوا اللہ کی نفی کرتے، قبہ پرستی، قبر پرستی
پیر پرستی، اور عجائب پرستی، وغیرہ کو شرک اور حرام بتاتے
غیر اللہ کے نذر و وسیلہ اولیاء و شہداء کی قبروں سے دعائیں و

منتیں ماننی سب کو ناجائز اور صراط مستقیم کے خلاف بتاتے اور من ربک سا دینک اور من ھذا الرجل الذی بعث فیکم کے حقائق اور مطالب ذہن نشین کراتے، رفتہ رفتہ شیخ کی اس دعوت وارشاد کا اثر یہ ہوا کہ موحدین کی تعداد بڑھنے لگی، عیینہ کے موحدین اور اطراف و اکناف کے پرجوش مسلمان آہستہ آہستہ ہجرت کرکے شیخ کی خدمت میں آکر پناہ گزیں ہونے لگے۔ شیخ کو جب درعیہ سے فراغت ہوئی تو اطراف واکناف کے رؤسا ورؤساء علماء و فضلاء اور قضاۃ کے پاس خطوط لکھ کر توحید وسنت کی دعوت دی۔ اس دعوت پر بعضوں نے لبیک کہا۔ اور بعضوں نے سخت مخالفت کی، یہی نہیں بلکہ انہیں اور برے برے القاب سے ملقب کرنے لگے، یہ اس لئے کہ وہ اسلام سے اتنے دور جا چکے تھے کہ کفر وشرک کی باتوں کو اسلام اور اسلام کے اصول اور اس پر عمل کرنے کو کفر سمجھ چکے تھے، اسلئے ان کی عداوت کے شرارے بھڑک اٹھے اور اتنے بھڑکے کہ شیخ کو ان سے مقابلہ اور جہاد کرنا پڑا۔ شیخ کی دعوت وتبلیغ اور جہاد کا یہ اثر ہوا کہ نجد سے شرک و بدعت کا قلع قمع ہو گیا۔ نجدیوں کے قلوب میں توحید وسنت کی سی لہر پیدا ہو گئی، اور موحدین کی کافی جماعت ابن سعود کے حوالہ کرکے خود ذی قعدہ ۱۲۰۶ھ ۹۲ برس کی عمر میں اللہ تعالےٰ کے جوار رحمت میں چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(بقیہ صفحہ ۱۷) اللہ نے ملایا جوڑی ایک .... پھر اس کو کمرہ عروسی میں پہنچا دیا۔ جہاں اسکی دلہن پہلے سے سجی ہوئی مسہری پر سمٹی سمٹائی بیٹھی تھی، وہ بھی انہیں خیالات میں غرق تھی، جس مغالطہ میں جمال تھا۔ جب وہ بے دلی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اس وقت اس کی دلہن کے منہ پر گھونگھٹ پڑی تھی، کچھ دیر تو کھڑا سوچتا رہا۔ پھر مسہری پر بیٹھ گیا، اور اپنے دل میں کہا۔ پہلے صورت تو دیکھوں کیسی ہے؟ بعد میں سیرت دیکھی جائے گی ـــــ اس خیال کے آتے ہی گھونگھٹ پر ہاتھ رکھا، ادھر سے خفیف سی مزاحمت ہوئی لیکن نقاب الٹ گئی۔ اب معاملہ ہی کچھ اور تھا، بے ساختہ جمال کی زبان سے نکلا۔ ایں؟ "تم حریف" اور یعنی .... یہ مغالطہ نہایت سریلی آواز میں جواب ملا "جی ہاں! تم آپ ہی کی حریف اور کنیز سلمیٰ ہے۔"!

ایم ہادی حسن سالم شکرپوری۔

خطبہ استقبالیہ

(صوبائی اہلحدیث کانفرنس)

جناب مولوی [illegible] جعفر [illegible] صاحب [illegible] نے [illegible] خطبہ صوبائی اہلحدیث کانفرنس کے دوسرے سالانہ اجلاس [illegible] پٹنہ میں گذشتہ ماہ [illegible] پڑھا۔ (ایڈیٹر)

حضرات! بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس کا دوسرا سالانہ اجلاس صوبہ کے مرکز پٹنہ میں ہو رہا ہے۔ اور اس [illegible] کے [illegible] علمائے کرام اور دیگر مسلمانوں کو خوش آمدید کہنے کی خدمت سپرد کی گئی ہے۔ جس کا وہ کسی طرح اہل نہیں، بہرحال بزرگوں کے حکم سے میزبانی کی حیثیت سے [illegible] ارشاد کے تحت آپ کے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں۔

میرے بزرگو! "اہلحدیث" کی تحریک کوئی فرقہ بندی یا گروہ سازی کی تحریک نہ تھی۔ "اہلحدیث" کسی شخص یا اشخاص کی پرستش کی طرف نہیں بلاتا۔ بلکہ یہ وہی پرانی ابراہیمی حنیفی دعوت ہے جس کا سرچشمہ فاران کی چوٹیوں سے پھوٹا تھا۔ اور جس کے علم بردار مختلف زمانوں اور مختلف ملکوں میں ابو حنیفہ، مالک، شافعی، ابن حنبل، ثوری، اوزاعی، بخاری، مسلم، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عبدالوہاب، شاہ ولی اللہ و شوکانی۔ [illegible] سید احمد رحمۃ اللہ علیہ، شاہ اسمٰعیل شہید جیسے برگزیدہ اور برگزیدہ افراد ہوتے رہے ہیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں عرصہ سے [illegible] تھا لیکن شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خانوادہ [illegible] کے فیضان سے پہلے پہل صحیح اسلام روح پا گئی [illegible] سید صاحب اور ان کے خلفاء و رفقاء کی سرگرم عمل [illegible] سے پہنچ [illegible] آسکی تھی، ہندوستان کے [illegible] رواج میں الٹ پلٹ ہو جانے کے بعد عرب سے نکلا ہوا سادہ مذہب ایک معجون مرکب بن گیا تھا یہ اللہ کا فضل تھا اور حضرت سید صاحب اور ان کے جانشینوں کا فیض تھا، کہ کفر و شرک کی تاریکی دور ہوئی اور ایک بار پھر لوگوں کے سامنے عہد صحابہ کے جہاد و عمل کا نمونہ سامنے آگیا رائے بریلی کے فقیر سید زادہ کا فیض یوں تو دور دور

نزدیک پھیلا، پر اس صوبہ کی قسمت میں خلافت و وراثت روحانی لکھی تھی، یہ کیا کوئی معمولی فخر کی بات ہو کہ بالاکوٹ کے محشر خیز حادثہ کے بعد چالیس سال تک یہ صوبہ دعوت اور سرگرمیوں کا مرکز رہا! اور صوبہ کیوں کہئے۔ اس کا پائیہ تخت عظیم آباد و عظیم آباد میں بھی نمونہ ہیں اور صادقپور تحریک تجدید و عمل کے مرکز رہے۔ اس صوبہ میں جو کچھ ہوا، اور یہاں لوگوں کو جو کچھ ملا وہ سب فیض تھا حضرت مولانا ولایت علی صاحب صادقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا! یہ انہیں کی نگاہ کرشمہ ساز تھی جس نے دیکھتے دیکھتے اپنے محلہ، خاندان، پھر پورے صوبہ اور قریب کے صوبہ بنگال کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

بزرگو! داستان لمبی ہے اور پر درد، نہ مجھ میں کہنے کی طاقت ہے، نہ آپ میں سننے کی تاب ہوگی، اور نہ حالات اجازت دیتے ہیں، پر اتنا اشارہ کر دینا ضروری ہے کہ یہ علم و عمل کی تگ و تاز صرف خاندان صادقپور ہی تک محدود نہ رہی۔

شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خانوادہ کے فیضان کے طفیل اس صوبہ کے مختلف شہروں بلکہ دیہاتوں میں احیاء سنت کا چرچا رہا۔ دور دور سے لوگ آتے اور سیراب ہو کر جاتے، میاں صاحب مولانا سید نذیر حسین رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی دیار کے نام لیوا تھے، جنہوں نے دلی میں نصف صدی تک مسند ولی اللہی کو زینت دی، اور جن کا فیض ہندوستان سے نکل کر عرب و عجم تک جا پہنچا۔

میاں صاحبؒ کے بعد کے دور میں مولانا ابراہیم صاحب آروی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا ابوالمجد عبدالصمد ادگانوی، مولانا الٰہی بخش خان بڑاکری، جناب حافظ عبداللہ صاحب غازیپوری جناب مولوی حکیم علیم الدین صاحب نگرنہسوی، جناب مولوی عبدالغفار صاحب مہدانوی، جناب شاہ علی نعمت صاحب پھلواروی، جناب شاہ عین الحق صاحب پھلواروی، وہ بزرگ تھے، جن کا شہرہ نزدیک و دور ہر جگہ پہنچا۔ اور جن کی خدمتوں کی یادگار ربہا اب تک باقی ہیں، مولانا آروی ہندوستان میں پہلے عالم ہیں، جنہوں نے طریقۂ تعلیم میں اصلاح کی ضرورت محسوس کی، یہ آج کتنوں کو معلوم ہے کہ دارالعلوم ندوہ کے قیام سے پہلے آرہ میں اسی نہج پر مدرسہ احمدیہ کی داغ بیل ڈالی جا چکی تھی، مولانا شمس الحق کی علمی خدمات کا کیا ذکر ابوداؤد اور دارقطنی کی شرحیں خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔ ان کا کتب خانہ خود اپنی جگہ ایک نایاب ذخیرہ تھا۔ افسوس کہ بے اعتنائی کے باعث وہ سرمایہ ضائع ہو رہا ہے۔ مولانا رحیم آبادی اپنے وقت میں سنت و عمل کے ایک ستون تھے ان کا مدرسہ سلفیہ گیا تھا علم و عمل کا ایک مرکز، ایک تبلیغی مشن اور جماعت کی آخری امید گاہ، مولانا عبدالصمد ادگانوی میاں صاحب کے شاگرد، سید جمال الدین افغانی کے صحبت یافتہ دانا پور میں عرصہ تک سرگرم عمل رہے۔ مولانا آروی کی تمام کوششوں میں آپ انکے دست راست تھے۔

حضرات! میں نے یہ چند نام بطور مثال لئے ہیں۔ ورنہ الحمد للہ کہ جماعت کے ممتاز اور غیر معمولی افراد کی تعد

دہائیوں سے متجاوز ہیں، خود دہاں قیود ہیں بڑے حضرت سے لیکر مخدومی مولانا عبدالعزیز صاحب تک بیسیوں قابل فخر اصحاب علم و عمل پیدا ہوئے اور اپنا نام چھوڑ گئے۔

میرے بزرگو! یہ کہانی کہاں تک کہی جائے سوال مستقبل کا ہے۔ ہم نے ابھی کہا ہے کہ "اہلحدیث" اس معنی میں کوئی فرقہ یا جماعت نہیں، جو عام طور پر اس لفظ سے سمجھے جاتے ہیں، اور یہ بڑی ناانصافی ہوگی اپنے بلند اصولوں کے ساتھ اگر اس جماعت میں بھی وہی جماعت بندی کے جراثیم آجائیں۔

حضرات! ہمارا پیغام عام ہے۔ وہی کتاب و سنت کا پیغام، احیائے دین کا پیام، تیرہ سو ساٹھ برس پیچھے رجعت قہقری کا پیام، آپ جانتے ہیں۔ یہ کوئی نیا پیام نہیں ہے۔ اور کسی جماعت کے لئے خاص نہیں ہے۔ پھر جماعت بندی کیوں؟۔

میرے بزرگو! اٹھیے پھر وہی عہد کہن زندہ کریں۔ پھر قال اللہ اور قال الرسول کا غلغلہ ہو۔ بدعات کے مٹانے اور شرک کی تاریکیوں کے کافور کرنے کی سرگرمیاں ہوں۔ اسلامی اخلاق کے چرچے ہوں۔ اگر یہ سب ہو تو جماعت بھی ہے۔ ہم "اہلحدیث" بھی ہیں۔ اور اگر یہ نہیں تو جماعت ایک جماعت ہو کر رہ جائے گی، اور ہم "اہلحدیث" بھی نہیں رہیں گے۔

حضرات چھوٹا منہ بڑی بات ہیں ناکارہ آپ کو نصیحت کروں۔ یہ میری کیا بساط؟ پر اس منصب کے وقار اور ذمہ داریوں نے نادانستہ طور پر یہ جملے زبان سے نکلوا دیئے ہیں۔ اگر قابل قبول ہوں، تو زہے عز و شرف ورنہ معذرت کی درخواست ہے۔

آخر میں ہم آپ حضرات کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ دور دراز سے تکلیفیں برداشت کرکے تشریف لائے ہم نادم ہیں کہ ہم سے بہ تما حقہ خاطر مدارات نہ ہو سکی۔ پر جو کچھ ہو سکا یہ اللہ کا فضل ہے۔ اور پھر مجلس استقبالیہ کے ارکین کی ہمتوں اور سرگرمیوں کا نتیجہ ہے۔ میں آخر میں پھر آپ حضرات کا اور اپنے رفقاء کا شکریہ ادا کرتا ہوا اپنی جگہ لیتا ہوں۔ والسلام

(حامد جعفری پٹنہ)

نوائے شوق

ذیل کی نظم مولوی سید عبد العلی افضل پٹنہ کا نتیجہ فکر ہے - جو بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس کے دوسرے سالانہ اجلاس پٹنہ منعقدہ ۱۳، ۱۴ - اپریل کو پڑھی گئی - اور ہزاروں سامعین سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہے - ہم اسے موصوف کے شکریہ کے ساتھ شائع کرتے ہیں (ایڈیٹر)

اللہ اللہ یہ فروغ بزم کا دلکش سماں
تابش انوار سے مہر و مہ و اختر نہاں

قدسیاں نغمہ پیرا کا فضاؤں میں ہجوم
نور بہجت کی تڑپ، جن کی جبینوں سے عیاں

آ گئے ہیں کیا مجسم ہو کے، ایمان و عمل؟
ہے زمیں پر مجتمع، یا مجلس [illegible] روحانیاں

مرحبا - اپنے چمن میں آج پھر آئی بہار
دست رحمت آج پھر ہم پر ہوا ہے گل فشاں

مرحبا - جاگا ہے پھر اختر ہمارے بخت کا
حبذا - پھر آج آئے ہیں ہمارے میہماں

مرحبا - مہماں ہیں پھر ختم الرسل کے جانشیں
حبذا - مہماں ہیں پھر روح القدس کے ترجماں

مرحبا - مہماں ہیں پھر اسلام کے دل اور دماغ
حبذا - مہماں ہے اپنی فیض قدرت کی زباں

مرحبا [illegible] ض روحانی کے آئے چارہ گر!
حبذا - مٹ جائیگا اسقام کا نام و نشاں

مرحبا [illegible] ی شفا بیمار روح قوم کی
حبذا - درماں یہ ہے ملت کا اب زرد نہاں

آؤ، پوچھیں ان سے ہم ملت کا رازِ نہاں جگر — آؤ، پھر ان کو بنائیں، دردِ دل کا رازداں
ان سے پوچھیں، کیسے ہو بیدار قسمت قوم کی — کس طرح ناپید ہو، ادبار کا خوابِ گراں
کس طرح حرکت میں ہوں خوابیدہ اعضائے قوم؟ — کس طرح مردہ رگوں سے موجِ عظمت ہو رواں
کس طرح ہو جائے ہم سے دورِ غفلت کا اثر؟ — کس طرح ہونے لگے ہم پر بھی زندوں کا گماں
آؤ، پوچھیں ان سے، اپنی رفتہ عظمت کا سراغ — آؤ، پھر پیدا کریں ہم اپنی رفعت کا نشاں
آؤ، پھر افلاک کے صفحوں کو الٹیں تو بہ تو — جستجو میں ایک کر ڈالیں زمین و آسماں
آؤ، سیکھیں دفترِ پارینہ کا اک سبق — شیشۂ ماضی سے ہو، تا نقشِ مستقبل عیاں
آؤ، سیکھیں جذبِ صادق اور شبابِ قوم ہم — سعیٔ پیہم سے کریں، ملت کا پھر سکہ رواں
آؤ، سرگرمِ عمل ہوں، ان جوانوں کی طرح — جن کے ہنگاموں سے ہے آباد یہ بزمِ جہاں
آؤ، پھر ہم سر جھکائیں، ربِ کعبہ کی طرف — پھر جبیں پر نقش کر لیں، اس کا نقشِ آستاں
پھر لیے چشمِ تصور میں وہ صحرائے حجاز — وادیٔ بطحا کی جانب ہو مقام کارواں
پھر غلاموں کی غلامی کا ہو رشتہ استوار — سرورِ کونین سے ہو جائے ربطِ جسم و جاں
اے خدا! سرسبز ہو اپنا یہ نخلِ آرزو — تا قیامت زندہ رکھ، ملت کا جوشِ بیکراں

نبضِ ملت میں رواں، لہریں ہوں خونِ گرم کی
قوم کو ملتا رہے درسِ حیاتِ جاوداں

(سید عبد العلی افضل پٹنہ)

بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس

اس سال بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس کا عظیم الشان دوسرا سالانہ اجلاس بتاریخ ۱۳-۱۴ اپریل ۱۹۶۸ء بمقام پٹنہ زیر صدارت جناب مولانا عبدالخبیر صاحب جعفری مدظلہ منعقد ہوا۔ جلسہ بحمداللہ ہر لحاظ سے کامیاب رہا جس میں دربھنگہ، مظفرپور، چھپرہ، آرہ، پٹنہ، ہزاری باغ، گیا، مونگیر وغیرہ اضلاع سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ شریک جلسہ ہوئے اور باتفاق آرا حسب ذیل تجاویز عام اجلاس میں پیش ہو کر پاس ہوئیں۔

(۱) قانون ساز مجالس کی طرف سے تمام شرعی معاملات میں صوبہ کے اکثر مذہبی اداروں سے استصواب رائے کیا جاتا رہا ہے۔ باوجودیکہ ہماری جماعت صوبہ بہار میں لاکھوں کی تعداد میں موجود ہے ہمیں نظر انداز کر کے ہماری حق تلفی کی جاتی رہی اسلئے بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس کا یہ اجلاس حکومت سے پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ تمامی شرعی معاملات میں ہمارے ادارہ اہلحدیث کانفرنس سے استصواب کئے بغیر مجلس قانون ساز میں نہ اس قسم کا کوئی معاملہ پیش ہو۔ اور نہ ان کا نفاذ عمل میں لایا جائے اور اگر گورنمنٹ نے اس مطالبہ کو منظور نہ کیا تو ہم ہر ممکن جائز اور پرامن احتجاج سے باز نہ آئیں گے۔

(۲) یہ اجلاس آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس سے پرزور اپیل کرتا ہے کہ جلد سے جلد ایک وفد ترتیب دے جو ہر صوبہ میں دورہ کر کے جماعت اہلحدیث کو منظم کر سکے اور کانفرنس کی شاخیں قائم کر سکے اس کے لئے بہار صوبائی اہلحدیث کانفرنس ہر ممکن خدمت پیش کرنے کے تیار ہے۔

(۳) حسب ذیل عہدہ داران وارکین کا انتخاب باتفاق آرا عمل میں آیا۔

عہدہ داران

(صدر) جناب مولانا عبدالخبیر صاحب صادقپوری
(نائبین صدر) ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب دربھنگہ
مولوی عبدالغفار صاحب (پٹنہ) حکیم محمد ظہور صاحب (آرہ)
مولوی علی صاحب (چھپرہ) مولوی معین الحق صاحب
(دمکا) مولانا زین العابدین صاحب (چمپارن)
دسکرٹری) مولانا محمد اسحٰق صاحب آروی۔ صدر

جلس جامعہ سلفیہ دربھنگہ

نائب سکریٹری :- مولوی سید عبدالحفیظ صاحب سلفی

(مدیر مجلہ سلفیہ دربھنگہ) مولوی سعید احمد صاحب

.... مولوی نور الحسن صاحب دربھنگہ۔ مولوی

.... وہاب صاحب دربھنگہ ... مولوی .... صاحب

صاحب افضل (پٹنہ)

ایگزیکٹو سکریٹری :- مولوی عبدالمجیب

صاحب سلفی (دربھنگہ)

جنرل سکریٹری :- مولوی عبدالحمید صاحب

بی اے (پٹنہ)

خازن :- ڈاکٹر سید محمد .... صاحب ....

محاسب :- مولوی شاہ محمد یار .... صاحب

پھلواری۔

(اسمائے ارکین مجلس عاملہ)

پٹنہ :- مولوی شاہ محمد یار (ان) صاحب پھلواری

مولوی عبدالحمید صاحب بی اے، مولوی حامد صاحب

مسعود ... (فیوری ۱۹ ... ۱۶)

دربھنگہ :- مولوی عبدالمجید صاحب سلفی

مولوی سید عبدالحفیظ صاحب سلفی - حکیم عبدالحی صاحب

مظفر پور :- مولوی سید محمد سعید صاحب منشی

محمد نعمان صاحب .... ابو نوح صاحب - حافظ ابو بکر صاحب

چمپارن :- حکیم محمد سلیمان صاحب - مولوی مکی صاحب

.... :- مولوی .... جمال صاحب

.... :- مولوی عبدالنذیر صاحب، مولوی

.... صاحب۔

.... پارن :- مولوی محمد سلیمان صاحب۔

مولوی ... مسعود صاحب۔

.... :- مولوی .... صاحب۔

ہزاری باغ :- مولوی .... الرحمٰن صاحب

دربھنگہ، مونگیر، پلاموں :- ان اضلاع سے ہم

صد ارکین کے انتخاب کا حق مجلس عاملہ کو دیا گیا۔

(سکریٹری)

اسپیشل کراس ورڈ کا پہلا شاندار معمہ ——!

		۹
	۱۰	
۱۱		

ہر چہار طرف سے حساب شدہ کر خانوں کو پر کریں اور پھر جوڑیں تو مجموعہ "۳۰" ہو۔ لیکن ایک عدد پھر دوبارہ استعمال نہ کریں۔

شرط معمہ :- حل معمہ کے ساتھ دو پیسہ کا ٹکٹ آنا ضروری اور لازمی ہے۔

انعام معمہ :- صحیح حل فرستندگان کو ایک نہایت ہی قیمتی ... انعام دیا جائیگا

حل ... تک اس پتہ پر بھیجیں سپیشل کراس دفتر مجلہ سلفیہ ...

غزوہ خیبر

(۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ یہ سنکر نہایت سرعت سے نکلے حتی کہ انہوں نے قلعہ کے نیچے جھنڈا گاڑ دیا، یہ دیکھکر اہل قلعہ نکلے، سب سے پہلے نکلنے والوں میں مرحب کا بھائی حارث تھا، جو شجاعت و بہادری میں مشہور تھا، مسلمان پیچھے ہٹے۔ مگر حضرت علی رض ثابت قدم رہے، پھر کیا تھا، دونوں میں جنگ شروع ہو گئی، تھوڑی دیر میں حضرت علی رض نے اسے قتل کر دیا، یہودی اب قلعہ کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے، اتنے میں مرحب خود نکلا، جب اسے اپنے بھائی کی موت کی خبر ملی، تو اس نے ہتھیار سج لئے، دو زرہ پہنیں دو تلواریں لٹکائیں، اس نے دو عمامے باندھ رکھے تھے. لطف یہ کہ انہوں نے ان عماموں پر خود بھی پہن لیا تھا، جسمیں صرف بیضہ کے برابر دو سوراخ تھے، اور تین انی والا نیزہ لئے ہوئے یہ رجزیہ شعر پڑھتا ہوا میدان میں آیا ؎

قد علمت خیبر انی مرحب
شاکی السلاح بطل مجرب

خیبر کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں مرحب ہتھیاروں سے سجا ہوا اور تجربہ کار بہادر ہوں۔

اس کے مقابلہ کو حضرت علی یہ پڑھتے ہوئے نکلے ؎

انا الذی سمتنی امی حیدرہ
ضرغام آجام ولیث قسورہ

ترجمہ:- میں ہی وہ ہوں، جس کا نام ماں نے حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں جھاڑیوں کے شیر کی طرح بپھرنے والا بہادر ہوں۔

پھر حضرت علی نے ایک ایسا ہاتھ مارا کہ ان کی تلوار مرحب کی ڈھال، خود، دونوں عمامے کو پھاڑتی ہوئی، اسکے سر کو دو ٹکڑے کر کے صاف نکل گئی، اور وہ اس طرح جہنم رسید ہو گیا۔

مرحب کے قتل ہو جانے پر اس کا بھائی یاسر یہ شعر پڑھتا ہوا نمودار ہوا ؎

قد علمت خیبر انی یاسر
شاکی السلاح بطل مغادر

ترجمہ:- خیبر کو جاننا چاہئے کہ میں یاسر پورے ہتھیار پہننے والا بہادر اور بڑا لڑیرا ہوں۔

یہ شخص یہودیوں میں شہسوار اور بڑا بہادر

شمار کیا جاتا تھا، چنانچہ اس کی طرف حضرت زبیرؓ بڑھے اور مقابلہ کیا، جس پر نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ میرے چچا اور ماموں قربان، ہر نبی کے حواری ہوا کرتے تھے اور زبیر میرے حواری ہیں، جنگ برابر جاری رہی، اس جنگ میں مسلمانوں کا شعار "یا منصور امت امت" تھا۔

اسی جگہ یسار نامی ایک حبشی غلام اسلام لانے کی خاطر رسول صلعم کے پاس آئے اور مسلمان ہو گئے۔ پھر انہوں نے کہا۔ یا رسول اللہ میں ان بکریوں کے ساتھ کیا کروں، جسے میں چراتا ہوں، اور یہ لوگوں کی ہیں کسی کی ایک، کسی کی دو اور کسی کی اس سے زیادہ امانتیں ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا، ان کے منہ پر نشان بنا دو یہ خود اپنے مالکوں کے پاس چلی جائیں گی، چنانچہ یسار رضؓ نے ایسا ہی کیا اور اور وہ بکریاں اکٹھے قلعہ میں گھس گئیں، پھر یسار رضؓ مسلمانوں کے ساتھ بڑھے اور انہوں نے جنگ کی، آخر میں انہیں ایک تیر لگا، جس نے انہیں شہید کر ڈالا انہوں نے خدا کے سامنے ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا، مگر رسول اللہ صلعم کو خبر دی گئی کہ وہ جنتی ہے۔ اور حضور نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس بندہ پر بڑا اکرام کیا، جو اس کو بھلائی تک پہنچا دیا۔

پھر خدائے ذوالجلال نے نطاۃ کے قلعوں میں سے قلعہ ناعم کو حضرت علی کے ہاتھ پر فتح کرا دیا۔

اس کے بعد جب اصحاب نبی صلعم کو کھانے کی تکلیف ہونے لگی، اور ان لوگوں نے آپ سے شکایت کی تو آپ نے خدا سے دعا کی کہ اکثر قلعے فتح ہوں، جس میں کھانے کی چیزیں ہاتھ آسکیں۔

اسلامی جھنڈا حضرت حباب بن المنذر کے حوالے کر دیا اور مومنوں کو جنگ پر ابھارا، وہ لوگ بڑھے اور قلعہ صعب کا محاصرہ کر لیا، حضرت حباب بن منذر کے ساتھ [illegible] یوشع نامی یہودی للکارتا ہوا نکلا۔ اس کے مقابلہ کو حضرت حباب بن منذر خود بڑھے اور انہوں نے وہ ضرب لگائی کہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا کو خیرباد کہہ گیا۔ اس کے بعد زیال نکلا، جس کا مقابلہ عمارہ بن عقبہ غفاری رضؓ نے کیا اور اسے یہ کہتے ہوئے کیفر کردار کو پہنچایا کہ "ذرا غفاری نوجوان کا ہاتھ تو دیکھنا"، لوگوں نے اس کو فخر سمجھ کر کہا کہ اسکے اعمال اس کے فخر کی وجہ سے ختم ہو گئے، مگر نبی صلعم نے فرمایا یہ قابل تعریف اور اجر ہیں، کیونکہ لڑائی میں فخر دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے ہوتا ہے نہ کہ تکبر کے لئے۔

پھر یہودیوں نے ایسا حملہ کیا کہ مسلمان پیچھے ہٹنے لگے، یہاں تک کہ مسلمان نبی کریم تک پہنچ گئے، آپ گھوڑے سے اترے ہوئے کھڑے تھے۔ آپ نے لوگوں کو جنگ پر جوش دلایا۔ لوگ لوٹ پڑے اور حباب بن منذر جو ثابت قدم تھے مسلمانوں کو لے کر بڑھے۔ چنانچہ یہودیوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ اور وہ بھاگ کر قلعہ بند ہو گئے۔

مسلمانوں نے جنگ کرتے ہوئے اس قلعہ کو فتح کر لیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے دن غروب آفتاب سے پہلے ہی فتح دیدیا۔ مسلمانوں نے اس میں بہت زیادہ کھانے کی چیزیں پائیں۔

حالاتِ حاضرہ

دلسنگھ سرائے، ہائی اسکول کے مسلم طلبہ کی جانب سے سیرۃ النبی کا عظیم الشان جلسہ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول منعقد ہوا۔ اطراف وجوانب کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ مجمع کسی حال میں ڈیڑھ دو ہزار سے کم نہ تھا۔ مولانا حکیم عبدالاحد صاحب۔ مولانا صبیح الدین صاحب سلفی۔ اور مولانا عبدالودود صاحب نے سیرت نبوی پر زبردست تقریریں کیں۔ سامعین نہایت خاموشی کے ساتھ علماء کرام کی تقریریں سنتے رہے۔ اور یہ اس طرح مبارک تقریب خیر وبرکت کے ساتھ ساڑھے گیارہ بجے شب کو ختم ہوئی

لاہور ۱۶۔ اپریل حکومت پنجاب نے ایک بیان شائع کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ اگر جماعت خاکسار فوجی پریڈ کرنا چھوڑ دے اور اپنی سرگرمیاں محض سوشل اصلاح تک محدود رکھے تو اس پر سے عائد کردہ پابندی اٹھا لی جائیگی

لکھنؤ ۱۶۔ اپریل تنظیم المومنین کے جنرل سکریٹری کی جانب سے ایک بیان شائع ہوا ہے۔ جس میں شیعوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ بارہ وفات کے دن پرامن رہیں۔ نیز انہوں نے تبرا ایجی ٹیشن کے التواء کا اعلان کیا ہے۔

مسلم لیگ نے جب سے مسلم انڈیا کی تجویز پاس کی ہے۔ ہندو دنیا میں ایک کہرام مچ گیا ہے۔ تمام ہندو لیڈر یک زبان ہوکر کہہ رہے ہیں کہ اس اسکیم کو ہم کسی طرح کامیاب نہیں ہونے دینگے۔ مسٹر جناح نے بھی اعلان کردیا ہے کہ وہ اس کے حاصل کرنے کی انتہائی کوشش کریں گے۔ اگر اس مقصد کے حصول میں انہیں کوئی بھی کھائی پڑی تو وہ اس کی ذرہ برابر پرواہ نہ کریں گے۔

شمالی اور مرکزی اناطولیہ میں ۱۴۔ اپریل کو ۲۴ گھنٹے کے اندر زلزلہ کے شدید جھٹکے محسوس کئے گئے۔ یوزگٹ میں اسی مکانات منہدم ہوگئے۔ جس میں چھ آدمی ہلاک ہوئے۔ دیگر مقامات میں نقصان خفیف ہوا ہے

کسان سبھا کے جنرل سکریٹری سوامی سہجانند کو ۱۹۔ اپریل کو گرفتار کرلیا گیا۔ ڈیفنس آف انڈیا کے تحت میں ان پر مقدمہ چلایا جائے گا۔ گرفتاری کے بعد آپ نے ایک بیان دیا جس میں کسانوں کو جدوجہد جاری رکھنے کی ہدایت کی ہے۔

جرمنی کی ناروے میں جنگی سرگرمیاں جاری ہیں۔ شمالی سمندر اور ناروے میں خونریز جنگ ہو رہی ہے۔ جرمنی بمبار جہاز ناروے کے گوشے گوشے پر چھائے ہوئے ہیں۔

ٹنگہائی کے قریب ۱۰۔ اپریل کو سخت معرکہ ہوا۔ ڈیڑھ ہزار چینیوں نے جاپانیوں کا نہایت جرأت کے ساتھ مقابلہ کیا۔ طرفین کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا۔ دو سال کے اندر ایسا شدید معرکہ کبھی پیش نہیں آیا تھا۔

سر عبداللہ ہارون نے سر سکندر حیات خاں کو پراونشل مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی ہے اور ان سے استدعا کی ہے کہ تجربات کی روشنی میں سندھ کے وزراء کو کولیشن منسٹری کے چلائے جانے کے متعلق خاص ہدایت دیں۔

۲۹۔ مارچ کو کابل غزنی اور گردیز کے علاقوں میں شدید برف باری ہوئی۔ بعض بعض علاقوں میں تین دن کے عرصہ میں ایک ایک فٹ برف زمین پر جمی پائی گئی۔

فرقہ وارانہ فساد کے لئے برما اب ضرب المثل بن گیا ہے۔ ذرا سی بات پر کٹ مرنا وہاں کے روزمرہ میں داخل ہو گیا ہے۔ گذشتہ فساد کو جس میں ہزاروں جانیں طرفین کی ضائع ہوئی تھیں ختم ہوئے زیادہ عرصہ نہیں گذرا کہ گذشتہ ہفتہ سے پھر نئے فساد کی خبریں آنا شروع ہو گئی ہیں۔ رنگون کے اسپتال کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت تک [illegible] ہلاک ہو چکے ہیں اور مجروحین کی تعداد ۴۲۰ [illegible] پولیس کی سرگرمیاں جاری [illegible] سو [illegible] کو گرفتار کر چکے ہیں [illegible] فساد کی ابتدا [illegible] معلوم نہیں [illegible]

پیرس کی حالیہ خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ نازیوں نے ایک طرف تو روس پر حملہ کر دیا ہے۔ اور دوسری طرف اتحادیوں کی فوج کو پریشان کرنے کے لئے پیرس پر حملہ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے بعض بلند پرواز ہوائی جہازوں کو اس ارادہ سے پیرس کی سمت روانہ کیا۔ مگر انتہائی بلندی کی وجہ سے وہ منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ نازیوں کی اس حرکت اور جرأت کو دیکھ کر فرانسیسیوں کی رگ حمیت میں بھی جوش پیدا ہوا اور انہوں نے از راہ انتقام اپنے بعض ہوا بازوں کو جرمنی کی طرف روانہ کیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ فرانسیسی ہوا باز وسط جرمنی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

کنال سوئز کی حفاظت کے لئے ہر طرح کی تیاریاں کی جا رہی ہیں۔ ایک طرف مصری گورنمنٹ سے معاہدہ کر لیا گیا ہے۔ دوسری طرف برطانوی نوآبادیات کو جنگ میں شریک ہونے کی عام دعوت دی گئی ہے۔ چنانچہ اکثر اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا ہے۔ اور اس طرح ہر چہار طرف سے فوجی امداد کا اعلان کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں ہندوستان، آسٹریلیا، کنیڈا وغیرہ کی فوجیں مصر پہنچ رہی ہیں۔ گذشتہ ہفتہ نیوزی لینڈ کی فوج مصر میں پہنچی ہے۔ جس نے چند روز آرام لینے کے بعد زبردست فوجی مظاہرہ کیا ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ چند ماہ کے [illegible] کنال سوئز کی مدافعت کا کام مکمل کر لیا جائے گا۔

RGD.P.N.347 رجسٹرڈ پی ۳۴۷

باہتمام عبدالحفیظ سلفی پرنٹر و پبلشر

سلفی پریس لہریاسرائے دربھنگہ

میں چھپ کر دفتر رسالہ سلفیہ لہریاسرائے دربھنگہ سے شائع ہوا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب — ناظم ادارۂ تحریر جناب مولانا محمد عثمان صاحب فاضل

معاونین کرام سے عار — قیمت سالانہ عہ — ششماہی ۱۲ر

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

جلد (۵) — بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ جون ۱۹۴۰ء — نمبر (۱۱)

پھیلے ہوئے ہیں۔ بخلاف ہٹلر کہ اس کے تمام علاقے ایک جگہ سمٹے ہوئے ہیں۔ بڑی مشکل یہ ہے کہ صرف جرمنی نہیں بلکہ برطانیہ کے دشمن ہر چہار طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ بحیرہ روم کی طرف اٹلی، بحر الطرک کی طرف جنرل فرانکو، ایشیا کی طرف جاپان اور روس اور یورپ میں جرمنی دشمنی پر تلا ہوا ہے۔ غرضکہ ہر طرف سے مصیبت ہی مصیبت کا سامنا ہے۔ غیر جانبدار ممالک بھی ہٹلر کی بڑھتی ہوئی طاقت اور محیر العقول فتوحات کو دیکھ کر برطانیہ کا ساتھ نہیں دے رہے ہیں۔ انہی خطرات کو پیش نظر رکھتے ہوئے برطانیہ کے سابق وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین نے اپنی انتہائی کوشش اس امر پر صرف کی تھی کہ کسی نہ کسی طرح صلح ہو جائے چنانچہ جوں ہی جرمنی نے زکوسلواکیہ کا مطالبہ کیا۔ فوراً اس کے حوالہ کر دیا گیا۔ تاکہ شائد اس کے بعد اسے اطمینان ہو جائے۔ لیکن مسٹر چیمبرلین کی یہ تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں۔ ہٹلر کا مقصود تو کچھ اور ہی تھا۔ زکوسلواکیہ کو ہضم کرنے کے بعد بھی اسے صبر و سکون نہ ہوا۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس نے پولینڈ پر چڑھائی کر دی۔ اور اب آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے کسی جگہ رک کر سانس تک لینا نہیں چاہتا ہے۔

مسٹر چیمبرلین کی غیر مآل اندیشانہ اور صلح پسندانہ روش کو ناکام پا کر انگلینڈ کی پبلک میں غیر معمولی اضطراب اور ہیجان پیدا ہونے لگا۔ اور جب سے خطرے کا یقین ہو گیا تو صدارت کی تبدیلی کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ مسٹر چیمبرلین کی جگہ اس وقت مسٹر چرچل وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں۔ یہ جرمنی کے پرانے خونخوار دشمن ہیں۔ توقع کی جاتی ہے کہ وہ ہٹلر کا کلہ بکلہ جواب دے سکیں گے۔ اور اس کے جارحانہ اقدام کو بڑھنے نہیں دیں گے۔

اس وقت ہمارے سامنے اصل مسئلہ ہندوستان کا ہے۔ اس کا انجام بہت بدتر ہوگا۔ ہندوستانیوں کو یقیناً برطانیہ سے شکایات ہیں۔ لیکن وہ یہ بھی نہیں چاہتے کہ برطانیہ کے نکل جانے کے بعد جرمنی یا اور کسی دوسرے ملک کے غلام ہوں۔ اسی لئے ہندوستان کے رہنماؤں نے جنگ کے شروع ہی میں اعلان کیا تھا کہ ہماری ہمدردیاں یقیناً برطانیہ کے ساتھ ہونگیں۔ اگر وہ ہندوستان کو کامل آزادی دے دے۔ لیکن برطانیہ نے ایسا نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہندوستان سے جو امداد اسے پہنچنی چاہیئے تھی وہ نہیں پہنچ رہی ہے۔

خوش قسمتی سے لارڈ زٹلینڈ کی جگہ مسٹر عامری سکرٹری آف اسٹیٹ مقرر ہوئے ہیں۔ ہندوستان کے لیڈروں کو ان سے بہت کچھ توقعات ہیں۔ امید ہے کہ ان کے دور حکومت میں ہندوستان میں جو یہ جمود موجود ہے بہت جلد ختم ہو جائے گا۔ اور ایک باعزت سمجھوتہ کے ذریعہ وہ مدافعت کے لئے اپنی ہر ممکن خدمات پیش کر سکے گا۔ لہذا برطانیہ کو چاہیئے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ اور ایسی راہ عمل اختیار کرے جو دونوں کے لئے مفید ہو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

جنگ یورپ ——— اور ——— ہندوستان

یورپ کی موجودہ جنگ دن بدن زیادہ سے زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی ہے۔ چھوٹے، چھوٹے آزاد ممالک کا اب زندہ و باقی رہنا مشکل ہو گیا ہے۔ جنگ کی نیرنگیوں کا اب یہ حال ہے کہ شب میں جو قوتیں آزاد تھیں۔ وہ صبح پو پھٹتے ہی غلام نظر آتی ہیں۔

اعلان جنگ پر چند ماہ سے زیادہ کا عرصہ نہیں گزرا ہے۔ لیکن ہٹلر کے حیرت انگیز حملوں نے کئی آزاد ملکوں کو غلام بنا ڈالا ہے۔ پولینڈ، ڈنمارک، ناروے، لکسمبرگ اور ہالینڈ پرکل تک آزاد تھے۔ آج ہٹلر کے قزاقی دائرے میں شامل ہو گئے۔ غرضکہ صورت حال بہت نازک ہے۔

اس وقت محاذ جنگ بلجیم ہے۔ جس کے اکثر علاقے کو ہٹلر فتح کر چکا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا وہ انہی مفتوحہ ممالک پر قناعت کرے گا۔ یا آگے اقدام کرے گا۔ ہٹلر کے تازہ بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یورپ کے پرانے شہنشاہی نظام کو سرے سے تباہ و برباد کر دینا چاہتا ہے۔ ہالینڈ اور بلجیم کو فتح کرنے کے بعد برطانیہ اور فرانس کے محاذ براہ راست جرمنی سے مل جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہالینڈ اور بلجیم کے غیر جانبداری اعلان کے باوجود اس نے علی رغم الانف ان پر حملہ کر دیا۔ تاکہ برطانیہ اور فرانس پر حملہ کرنے میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو۔

برطانیہ کے لئے اس وقت بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کے مقبوضات تمام دنیا میں

[illegible]

[illegible] سخت بے چینی اور اضطراب [illegible]

[illegible] کسی شخص کو کسی قسم

پیدا کر [illegible]

[illegible] اسی طرح ہر ایک مسلمان کو

[illegible] معقول نہیں تھی۔ اسی بنا پر

[illegible] حوالہ کر دی گئی [illegible] پریوی کونسل کے اس

[illegible] اگر کوئی شخص ان پر [illegible] نہ کر سکے تو انہیں

[illegible] قبول ہے۔ وہ ہرگز اس فیصلہ سے متفق

[illegible] مسلمان اپنا فرض

[illegible] خانۂ محفوظ نہیں

[illegible] حیثیت [illegible]

[illegible] اور جب تک مسجد

شہید گنج [illegible]

ہمیں زیادہ حیرت [illegible] بڑے بڑے

وعدے کئے تھے [illegible] آج پریوی کونسل

کے اس ناجائز فیصلہ کے بعد [illegible] وعدے پورے نہیں

ہیں۔ اگر ان رہنماؤں نے اپنے وعدہ کو [illegible] رہنمائی کے اہل نہیں

ہیں۔ لہٰذا انہیں میدان سے دست بردار ہو جانا چاہیے۔

جوہر لائبریری

یہ خبر بڑی مسرت کے ساتھ سنی جائے گی کہ [illegible] ایک پبلک لائبریری حضرت مولانا محمد علی جوہر رحمۃ اللہ علیہ کی یادگار میں جوہر لائبریری کے نام سے قائم ہوئی ہے [illegible] کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے اراکین تمام کے تمام طلبہ ہیں۔ اور سرپرستوں میں تمام معززین شہر کو [illegible] ہے۔ امید ہے کہ اگر سرپرستوں نے طلبہ کا ہاتھ بٹایا تو لائبریری دن دونی رات چوگنی ترقی کرے گی۔

رموزِ قرآنی

أقم الصلوٰة لدلوك الشمس إلى غسق الليل وقرآن الفجر إن قرآن الفجر كان مشهودا ٥
ومن الليل فتهجد به نافلة لك عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا ٥

ترجمہ: قائم کر نماز زوالِ آفتاب سے رات کی تاریکی تک اور لازم پکڑ فجر کے قرآن کی تلاوت کو بے شک فجر کی تلاوت فرشتوں کے روبرو ہوتی ہے۔ رات کے کچھ حصے میں تہجد پڑھ یہ زیادتی ہے تیرے لئے قریب ہے کہ تیرا رب تجھے پسندیدہ مقام پر کھڑا کرے۔

علمائے محققین کہتے ہیں کہ آیات کا باہمی ربط مسلسل ہونا ایک اہم چیز ہے کیونکہ الفاظ و معانی کی ترتیب سے ... ان کی آیات سے ربط تلاش ... آیت کو پچھلی آیتوں سے کیا تعلق ہے ... مفسرین کہتے ہیں ... عنوان مذکور ہیں جن میں سے چند کا ذکر ... ضروری ہوگا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ انسانی سعادت کی تکمیل بغیر دو چیزوں کے ناممکن ہے۔ اول یہ کہ وہ اپنے عقائد اور نظریات کو درست کرے۔ دوم یہ کہ خدا کی بندگی اس کی اطاعت اور شرافت نفس پیدا کرے۔ اس سے ماقبل کی آیتوں میں توحید، حشر نشر اور رسمی قسم کے عقائد کے دوسرے مسئلوں پر چونکہ ایک بسیط روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اسلئے ضروری تھا کہ عبادت و اطاعت کے متعلق بھی کچھ نہ کچھ بیان کیا جائے۔ و یہ اپنی جگہ پر ایک مسلم حقیقت ہے کہ عبادات میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ اسلئے تصحیح عقائد کے بعد اقامت نماز کا حکم ضروری تھا۔ بعض بزرگوں نے بیان بسط میں ایک دوسری شکل بھی اختیار کی ہے۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ اس آیت کا ماقبل سے جو تعلق ظاہر ہے۔ جو سطور بالا میں ذکر کیا گیا وہ کہتے ہیں کہ پچھلی آیتوں میں اللہ تعالے نے عقائد (صحیحہ) کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا ہے۔ اور اس کے بعد پیغمبر رسول کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا ہے کہ ان عقائد کی تبلیغ کوئی سہل اور آسان کام نہیں۔ بلکہ مصائب اور مشکلات کے عظیم الشان پہاڑ اس کے پس پشت ہیں۔ جس وقت آپ تبلیغ کی طرف پہلا قدم اٹھائیں گے۔ آپکی ساری قوم نہ صرف مخالف بلکہ دشمن جان اور خون کی پیاسی ہوجائے گی۔ آپ کو ستانے اذیت پہنچانے حتیٰ کہ وطن سے نکال دینے میں بھی وہ ہرگز پس و پیش نہ کرے گی کیونکہ

[illegible] کی بے پناہ طاقت [illegible] کر اس کو اپنے [illegible]
[illegible] ہوا اور قرآنی [illegible]
[illegible] باطل خیالات کا [illegible]
[illegible] اپنی کورانہ تقلید اور [illegible]
بھی برداشت نہ کر سکے گی۔ لہٰذا آپ [illegible]
[illegible] مدارج طے کرنے [illegible]
منزل تک پہنچنے نہیں [illegible] نبوت و رسالت کا بار عظیم
اٹھانے میں [illegible] قدوس کی مدد و اعانت طلب
کریں اور [illegible] مقصد تشریف [illegible] وقت ممکن
ہے کہ آپ اپنے وقت کا اہم [illegible] حصہ مشاغل دنیوی
سے علیحدہ ہو کر اس کی عبادت اور اطاعت میں صرف
کریں۔ اگر آپ نے ایسا کیا تو یقیناً دعوت [illegible]
[illegible] ہو جائیں گی۔ [illegible]
کی عمارت [illegible] خاک ہو جائے [illegible]
حفاظت اور نگرانی کا ذمہ دار اللہ تبارک و تعالیٰ ہو
اسے دنیا کی کوئی بڑی سے بڑی طاقت کوئی تکلیف اور
گزند نہیں پہنچا سکتی۔ میں نے جہاں تک قرآن مجید پر نگاہ
ڈالی ہے۔ اس کی روشنی میں مجھے یہ مناسبت قرآنی سیاق
وسباق سے زیادہ مطابقت رکھنے والی نظر آئی۔ میرے
خیال میں وہ تمام لوگ جو نظم قرآنی پر گہری نگاہ رکھتے ہیں
اسے پسند کریں گے۔ اگرچہ بعض دیگر علماء نے اس کے علاوہ
مناسبت کی ایک تیسری راہ بھی نکالی ہے۔ اس آیت
کے ربط و تسلسل کے سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں کہ یہودنے

[illegible] کا عزم مصمم کر لیا تھا لیکن
[illegible]
[illegible] تھی۔ انہوں نے
[illegible] جنگ و جدال کے
[illegible] مفکرین کی ایک
[illegible] نتیجہ پر
پہنچے کہ [illegible] علیہ [illegible]
[illegible]
[illegible] لہٰذا اگر آپ
[illegible] واقعی خدا کے سچے نبی ہیں۔ تو [illegible]
[illegible] اپنے شرف
[illegible] قریب تھا کہ [illegible]
[illegible] جائے۔ کہ
[illegible]
اللہ تعالیٰ نے [illegible] عمارت
[illegible]
[illegible] حقیقت
کی طرف ایک لطیف اشارہ [illegible] شام اور مدینہ دونوں
[illegible] اگر خدا کی قدرت اور ربوبیت
کی بساط شام میں بچھی ہوئی ہے تو مدینہ بھی اس کی اس شان
والا شان سے بہرہ ور ہے۔ پس آپ بلا کسی پس و پیش کے
اپنا تبلیغی پروگرام جاری رکھئے۔ جس خدا نے سینکڑوں
انبیا کی نگرانی اور حفاظت کا کام شام کے مرغزاروں میں

انجام دیا۔ وہی خدا مدینہ کے چٹیل اور سنگلاخ زمینوں میں آپ کی اعانت اور دستگیری کرے گا۔ لہذا آپ پر فرض ہے کہ اسی کی عبادت کو اپنا سرمایہ حیات اور راز زندگی سمجھیں۔

اقامت صلوٰۃ :۔ اقامت صلوٰۃ سے کیا مراد ہے۔ اسمیں بھی علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ بعض لوگوں کے خیال میں اقامت کا مفہوم نماز کے ارکان ظاہری و باطنی کو طمانیت اور سکون کے ساتھ ادا کرنا ہے۔ اس مفہوم کے مطابق آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ نماز میں اطمینان خاطر کو مدنظر رکھیں، اور دلجمعی اور پابندی کے ساتھ اسے ادا کرتے رہیں۔ چند لوگوں نے اقامت کا معنی مداومت لکھا ہے۔ اس گروہ کے لوگ اسے قامت السوق سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ یہ جملہ لغت عرب میں اس موقع پر بولا جاتا ہے۔ جب کساد بازاری کی جگہ گرم بازاری نے لی ہو۔ اس معنی میں یہ لفظ ایک شعر کے اندر مستعمل ہے۔

اقامت غزالۃ سوق الضراب
لاہل العراقین حولاً فتبطا

ترجمہ غزالہ نے لڑائی کا بازار کوفہ اور بصرہ والوں کے لئے ایک سال خوب گرم رکھا۔ اگر لفظ اقامت کے یہی معنی لئے جائیں تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک پابندی اور استقلال کے ساتھ فریضہ نماز کی ادائیگی مثل بسے ہوئے پُررونق بازار کی مانند ہے۔ لیکن اگر ایسا نہ ہو تو اس کی حیثیت ایک بے رونق بازار سے زیادہ نہیں۔ لیکن صحیح مذہب یہ ہے کہ اقامت سے مراد ادائے صلوٰۃ ہے۔ باقی رہا یہ سوال کہ ادا اقامت کے ساتھ کیوں تعبیر کیا گیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ ارکان نماز میں قیام کو جو اہمیت حاصل ہے وہ کسی دوسرے رکن کو حاصل نہیں۔ اسلئے عہ جس طرح رکوع وسجود تسبیح اور قنوت کے ساتھ بھی بعض مقامات میں سر تعبیر کیا گیا ہے۔

دلوکؔ :۔ لغت کی کتابوں میں لفظ دلوکؔ کی تحقیق میں علماء لغت سے دو روایتیں مشہور ہیں۔ ایک روایت کا ماحصل یہ ہے کہ دلوکؔ اور غروب ایک شئے ہے۔ حضرت علی اور حضرت عباس عبداللہ بن مسعود اور سعید ابن جبیر فرّا اور ابن قطیبہ کے نزدیک دلوکؔ اور غروب میں کوئی فرق نہیں ہے۔ لیکن صحابہ اور علماء لغت کا بیشتر حصہ دلوکؔ سے زوال آفتاب مراد لیتا ہے۔ میرے نزدیک دلوکؔ کے یہ معنی عقلا اور نقلا ہر طرح سے صحیح ہے۔ بیشمار روایات سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ اور اگر لفظ اور معنی کی مطابقت پیش نظر ہو تو عقلاً بھی اس کی تائید ہوسکتی ہے فائدہ کے لئے چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں۔

عن جابرؓ انہ قال طعم عندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ ثم خرجوا حین دلکت الشمس فقال النبیؐ هذا حین زالت الشمس ۵

عہ اس کے شرف و مرتبہ کا لحاظ کرتے ہوئے اور اسے صلوٰۃ کو اسکے ساتھ تعبیر کیا گیا۔

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب نے کھانا کھایا۔ اور اس کے بعد نکلے آفتاب ڈھل چکا تھا۔ آپ نے فرمایا یہی وقت آفتاب کا وقت ہے۔ اس روایت سے مفہوم دلوک کی پوری تشریح ہوگئی۔ اور اس میں کوئی شبہ نہیں رہ گیا کہ دلوک سے مراد زوال آفتاب ہے۔ صاحب کشاف نے اسی ضمن میں ایک روایت نقل کی ہے۔

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتانی جبریل لدلوک الشمس حین زالت الشمس فصلی بی الظہر۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا جبرئیل میرے پاس زوال آفتاب کے وقت آئے اور ظہر کی نماز ادا کی یہاں بھی دلوک زوال ہی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ اب اگر ایک دو عقلی دلائل بھی پیش کر دیئے جائیں تو مزید دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ لفظ دلوک سے مراد اگر غروب آفتاب لیا جائے تو اس آیت سے محض عشاء، مغرب اور فجر کا اثبات ممکن ہو سکے گا۔ ظہر اور عصر کی نمازیں کسی طرح اس کے تحت میں نہیں آئیں گی۔ لیکن اگر اس سے مراد زوال آفتاب ہو تو ظہر اور عصر کی نمازیں بھی اسی ایک مختصر سی آیت سے ثابت ہو جائیں گی اور یہ ایک مسلم حقیقت ہے۔ کہ لفظ کا عام معنی مراد لینا خاص معنی مراد لینے سے زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ پہلی صورت میں اس کا دائرہ وسیع اور دوسری شکل میں تنگ اور محدود ہو جاتا ہے۔ نیز جب آفتاب وسط آسمان پر اپنی پوری ضیا پاشیوں کے ساتھ جلوہ فگن ہوتا ہے۔ اس وقت اس کے جرم منور پر نگاہ ڈالنے والے کو آنکھ ملنے کی ضرورت ہوتی ہے چونکہ اس کی تیز شعاعیں دیکھنے والے کی قوت باصرہ میں ایسی چکا چوند پیدا کر دیتی ہیں کہ جس کا ازالہ بغیر آنکھ ملے ہوئے ممکن نہیں ہے۔ اگر اس حقیقت کو پیش نظر رکھ کر دلوک کے لفظ پر غور کیا جائے تو اس کا معنی زوال لینا غروب کے لحاظ سے زیادہ مناسب نظر آئے گا۔ چونکہ لغت اور معنی میں مطابقت پہلی ہی صورت میں ہے۔ کیونکہ کلام عرب میں دلک کے معنی ملنے کے آتے ہیں۔ دلکہ و ازال درن غلاظت سے ترک کئے جاتے ہیں۔

محمد مصلح الدین مدرس احمدیہ سلفیہ

تشریح حدیث

عن انس بن مالکؓ ان ناسا من عرینة قدموا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینة فاجتووها فقال لهم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شئتم ان تخرجوا الی ابل الصدقة فتشربوا من البانها وابوالها ففعلوا فصحوا ثم مالوا علی الرعاء فقتلوهم . . . . . . وارتدوا عن الاسلام فساقوا ذود رسول اللہ صلعم فبلغ ذالک النبی صلعم فبعث فی اثرهم فاتی بهم فقطع ایدیهم وارجلهم وسمل اعینهم وترکهم فی الحرة حتی ماتوا۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے لیکن آب و ہوا کی ناموافقت کی وجہ سے کچھ ہی دنوں بعد وہ لوگ بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ نے ان سے کہا کہ اگر تمہارا جی چاہے تو صدقے کے اونٹ کی طرف چلے جاؤ وہاں اس کے دودھ اور پیشاب کو پیوگے یہی تمہارا علاج ہے۔ ان لوگوں نے آپ کے ارشاد کے مطابق یہاں آکر اونٹ کے دودھ اور پیشاب . . . . . .

. . . . کا استعمال شروع کر دیا۔ اور چند ہی دنوں میں اچھے ہو گئے۔ چونکہ ان لوگوں نے صحیح معنی میں اسلام کو نہیں سمجھا تھا۔ اسلئے مرتد ہو گئے۔ اور اونٹ کے محافظوں کو قتل کر کے اونٹ کو بھگا لے گئے۔ جب یہ خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی۔ تو آپ نے ان کے تعاقب میں چند آدمی کو دوڑایا جو انہیں پکڑ لائے۔ آپ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے ان کی آنکھوں میں سلائیں پھیر دیں اور ان کو تپتی ہوئی دھوپ میں ڈال دیا۔ یہاں تک کہ وہ اسی حال میں ختم ہو گئے۔

تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں پر یہ حقیقت روز روشن کی طرح واضح ہے۔ کہ عرب میں نور اسلام کے ظہور پذیر ہونے سے پہلے رات دن قتل و غارتگری، جنگ و جدل اور لوٹ مار کا بازار گرم رہا کرتا تھا۔ ہمیشہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے بالوجہ یا بلاوجہ برسرپیکار رہا کرتا تھا۔ چنانچہ حالی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کا بہت خوب نقشہ کھینچا ہے۔ ؎

چلن ان کے جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ

فسادوں ہی میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

قرآن پاک نے اوس و خزرج کے ان شکستہ حالات کا بیان کرتے ہوئے فرمایا۔ واعتصموا بحبل الله جمیعا ولا تفرقوا واذکروا نعمة الله علیکم اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمته اخوانا وکنتم علی شفا حفرة من النار فانقذکم منها ۔

اوس و خزرج مدینہ کے دو بڑے قبیلے تھے۔ سینکڑوں سال سے ان میں خانہ جنگیاں چلی آتی تھیں آپس کا نفاق موروثی ہو چکا تھا۔ اسلام نے ان دونوں کو الفت و اتحاد کا سبق پڑھایا۔ اور دونوں کو ایک رشتہ میں منسلک کر کے سینکڑوں سال کی جمی ہوئی عداوت کو ان کے دلوں سے نکال دیا۔ اور کہا کہ تم سب کے سب مل کر اللہ کی رسی (اسلام) کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جب تم آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے، اللہ نے تمہارے درمیان الفت ڈالدی۔ اور تم دونوں ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہوگئے۔ تمہاری حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو گئی تھی، کہ تم ہلاکت یعنی جہنم کے کنارے پر پہنچ چکے تھے، قریب تھا کہ تم اس میں دھکیل دیئے جاؤ۔ لیکن اللہ نے تم کو گرنے سے بچالیا۔

انہیں حالات کے پیش نظر اللہ بزرگ و برتر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ اور قتل و خون جیسے مذموم فعل کو نہایت سختی کے ساتھ روکا اس کے مرتکب کے متعلق ارشاد فرمایا ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤه جهنم خالدا فیها وغضب الله علیه ولعنه واعد له عذابا عظیما ۔

جو شخص کسی مسلمان کو عمداً مار ڈالے اس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا۔ اور اس پر خدا کی پھٹکار پڑے گی اور اللہ نے اس کے لئے بڑا سخت عذاب مقرر کر رکھا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر ایک بسیط اور پرمغز خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ان دماءکم واموالکم واعراضکم علیکم حرام کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا لیبلغ الشاهد الغائب

بیشک تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری عزت و آبرو تم پر ویسی ہی حرام ہے۔ جیسے یہ دن، یہ مہینہ اور یہ مقام حرام ہے۔ پس چاہئے کہ جو لوگ حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو اس کی اطلاع کردیں۔ جو یہاں موجود نہیں ہیں۔

اسلام نے اس مذموم حرکت کو صرف زبانی طور پر روکنے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ ان لوگوں کی سزائیں

بھی مقرر کر دی ہیں۔ جو غیظ و غضب میں آکر اپنے فوری جذبہ کے ماتحت اسلامی احکام کی کچھ پرواہ نہیں کرتے اور اس حرکت شنیعہ اور فعل قبیحہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہے کہ جان کے بدلہ جان، ہاتھ کے بدلہ ہاتھ، اور آنکھ کے بدلہ آنکھ غرض مقتول کے ہر عضو کے بدلہ قاتل کا بھی وہی عضو کاٹ دیا جائے۔ کقولہ تعالےٰ۔

ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والاذن بالاذن والسن بالسن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فہو کفارۃ لہ۔

ہم نے حکم دیا کہ جان کے بدلہ جان، آنکھ کے بدلہ آنکھ، ناک کے بدلے ناک، کان کے بدلے کان، دانت کے بدلے دانت، اور زخموں کے بدلے ویسے ہی زخم کئے جائیں، ہاں، اگر کوئی مظلوم بدلہ کو معاف کر دے، تو وہ اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کو اسلام نے قصاص سے تعبیر کیا ہے۔ اگر آپ غور کریں تو واضح طور پر معلوم ہوگا۔ کہ اگر اسلام نے قصاص کو قائم نہ کیا ہوتا اور لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا جاتا تو قتل و خون کا بازار کبھی ٹھنڈا نہ ہوتا۔ آئے دن ایک دوسرے کو قتل کیا جاتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا کہ دنیا سے امن و امان، صلح و آشتی ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جاتی۔ اتفاق و اتحاد کی حیثیت اس عنقا سے زیادہ نہ ہوتی، جس کا وجود خیال کے علاوہ دنیا کے کسی گوشہ میں نہیں۔ اور پھر وہی خانہ جنگیاں جو دور اسلام سے پیشتر عرب میں پھیلی ہوئی تھیں، ختم نہ باقی رہتیں۔ پس مذکورہ قبائح کے انسداد کے لئے ضرورت تھی کہ جان توڑ کوشش کی جائے اور اس کی روک تھام پر ہر امکانی کوشش صرف کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس سفاکانہ حرکت کو فنا کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی۔ قصاص کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے قرآن نے فرمایا۔ ولکم فی القصاص حیاۃ یا اولی الالباب لعلکم تتقون۔ اے عقل والو قصاص کے قانون میں تمہاری زندگی کے راز مضمر ہیں۔ اور اس کو اس لئے جاری کیا گیا ہے۔ کہ تم خونریزی سے باز رہ سکو۔ یہاں پر یہ بات بھی ذہن نشین رہے۔ پائی جاتی ہے کہ قصاص کی متعدد صورتیں ہیں۔ اور مقتول کے ورثہ کو پورا اختیار ہے کہ ان میں سے جس صورت کو چاہے انتخاب کرے۔ یعنے جان کے بدلے جان لے، یا اس کے بدلے میں مال لے لے یا ہر دو معاوضہ کو معاف کر دے۔ شریعت نے پہلی صورت کو قصاص، دوسری کو دیت اور تیسری کو صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔

مذکورالصدر حدیث کو محدثین کرام نے اللہ تعالےٰ کے اس قول کے مطابق قرار دیا ہے۔ انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں۔ اور زمین میں فتنہ و فساد کا بیج بوتے ہیں۔ ان کی سزا یہ ہے کہ ان کو قتل کر دیا جائے

اس آیت کریمہ کا مفہوم بیان کرتے ہوئے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ نے لکھا ہے [illegible] امام کو ہوگا۔ [illegible] مذکورہ [illegible] جس کو [illegible] استعمال کرے گا۔ لیکن حضرت امام [illegible] ہیں کہ سزا کا انتخاب جرم کی [illegible] گا۔ اور اگر اس نے قتل کرکے مال بھی لے لیا [illegible] تو قتل اور سولی دونوں کا مستحق ہوگا۔ [illegible] صرف مال لیا ہے [illegible] قتل [illegible] کے ہاتھ پاؤں الٹے کاٹ دیئے جائیں گے۔ [illegible]

مذکورہ حدیث کو اس حدیث سے تعارض ہو جاتا ہے جس میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع فرمایا [illegible] دفع تعارض کی تین صورتیں بیان [illegible] واقعہ نہی عن المثلہ والی حدیث سے پہلے کا ہے اور اب یہ منسوخ ہے۔ دوسرے یہ کہ [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے قصاصاً ایسا کیا تھا۔ یعنے ان لوگوں نے [illegible] اونٹوں کے چرواہے کے ساتھ اس طرح پیش آئے تھے۔ اسلئے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا تھا۔ [illegible] یہ کہ نہی عن المثلہ میں نہی تحریمی نہیں ہے [illegible] بھی ہے۔ [illegible] کوئی تعارض نہیں ہوتا ہے۔

عبد الرحمن [illegible]

عہدِ فاروقی کی ایک جھلک

خلیفہ دوم حضرت فاروق رضؓ کی پیدائش ۱۳ سنہ میلادی میں ہوئی۔ آپ نہایت شجاع و بہادر تھے اور کشتی گری میں ضرب المثل تھے۔ آپ نے عمر کا پورا دور جاہلیت ختم کر کے جب اسلام میں قدم رکھا تو آفتاب رسالت نہایت آب و تاب کے ساتھ طلوع ہو کر اپنی کرنیں پھیلایا کرنے لگا۔ آپؓ کو دعوت اسلام دی گئی جس کی انہوں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی نہ صرف مخالفت بلکہ انہوں نے اسلامیوں سے منافرت کی ٹھان لی۔ اور یہ عزم کر لیا کہ مسلمانوں کو دنیا سے حرف غلط کی طرح مٹا دیں گے۔ جب مخالفین کی طرف سے مسلمانوں کو سخت اذیتیں پہنچنے لگیں تو بعض لوگ واجب حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

حضرت عمرؓ نے جب ان مہاجرین کی استقامت و پامردی پر غور کیا۔ اور وہ پر درد منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ جب مہاجرین فرحاں و شاداں اپنے وطن مالوف سے ہجرت کر رہے تھے۔ تو آپ کا قلب متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آخر آپ بھی تو عقل سلیم کے مالک تھے فوراً دائرہ اسلام میں آ کر جہاں فدایان اسلام اعداء دین کے خوف سے پناہ گزیں تھے مشرف باسلام ہوئے۔ اس کے بعد اسلام کا نہایت زریں دور شروع ہوا۔ اسلامیوں کو آزادی کے طریقے سہل الحصول معلوم ہوئے اعداء دین کے قلوب پر تنزل ہو گئے۔ اور سر زمین کعبہ پر ایک عظیم الشان جھنڈا گڑ گیا۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکرؓ کی رحلت کے بعد آپؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ اور اپنے عہد خلافت میں وہ وہ کارہائے نمایاں کئے جن کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر رہی اور رہے گی۔ آج کل سائنسدان اپنی بعض ایجادات پر فخر کرتے ہیں۔ اور کامیابی کا سہرا اپنے سر پر رکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایجادات عمر فاروقؓ ہی کی مرہون منت ہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ اپنی تنگ نظری کے باعث ہم ان سے ناآشنا ہیں۔ تاریخ میں یہ حضرات پر پوشیدہ نہیں کہ ڈاک کس کی ایجاد کا نتیجہ ہے۔ اور تار برقی وغیرہ کس کی ایجاد کردہ ہے۔ آج اسلامی دنیا کو اس ذات پر فخر ہے اور رہتی دنیا تک فخر رہے گا۔

آپ رعایا کے اتنے ہمدرد تھے کہ راتوں کو خواب استراحت کے مزے چھوڑ کر گلیوں کے چکر لگاتے اور

رعایا کی فریاد سنکر اس کی داد رسی کرتے اور [illegible] تھا اگر خادم آ گیا۔ اگر کوئی مظلوم ظالم کے پنجہ استبداد میں گرفتار ہو تو مجھ سے فریاد کرے میں اس کی پکار کو سنوں گا۔ اور فریاد رسی کروں گا۔ [illegible] حکومتوں کا طرز عمل [illegible] [illegible] بستیاں چھوڑی رہتی ہیں۔

اگر کوئی حکمراں حکومت کرنا چاہتا ہے تو اس کے لئے امن و امان کا قیام ناگزیر ہے۔ اگر اس کے ملک میں امن و امان کی بجائے فتنہ و فساد ہو تو ایک دن بھی آرام و چین کی زندگی نہیں گزار سکتا۔ گذشتہ روشنی میں [illegible] ملک نہیں جہاں آئے دن فتنہ و فساد کی گرم بازاری نہ ہوتی ہو۔

فاروق اعظم رض کی حکومت [illegible] سے لے کر خراسان و ترکستان تک پھیلی ہوئی تھی [illegible] ہم تاریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ [illegible] ایک ذرہ بھی نقص امن نہیں تھا۔ حالانکہ اس وقت سلطنت میں ہر ملت و مذہب کے لوگ آباد تھے، ایران روم کا ہر فرد و بشر مسلمانوں کو حاسدانہ نظر سے دیکھتا تھا۔ وہ عرب جو فتنہ و فساد کا مسکن قتل و غارت کا ملجا اور بدامنی و ہیجان [illegible] فاروق اعظم کے زمانہ میں معمورۂ سکون بنا ہوا تھا۔ [illegible] کی دلیل کے لئے کافی ہے۔

[illegible] نبی کریم صلعم نے عدی سے سوال کیا "تم نے [illegible] حیرہ دیکھا ہے؟ عدی نے جواب دیا، دیکھا تو نہیں مگر اس کے حالات سے واقف ہوں"۔ آپ نے فرمایا "اگر [illegible] تو دیکھو گے کہ [illegible] سے ایک عورت تنہا [illegible] بیت اللہ کا طواف کرے گی [illegible] دیکھ کر ان کے دل میں خیال پیدا ہوا یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے [illegible] حضور کی پیشین گوئی کو [illegible] گئے تھے۔

[illegible] فاروق اعظم رض کا زمانہ آیا [illegible] حیرہ [illegible] قبضہ ہوا۔ اور ایک عورت [illegible] بیت اللہ کا طواف کیا۔ اس کو خدا کے سوا کسی کا خوف نہ تھا۔

ایسا امن و امان قائم کرنا کسی دوسرے کا کام نہ تھا یہ فاروق اعظم رض کی سیاست کا ادنیٰ کرشمہ تھا۔

عبد المتین [illegible] متعلم جامعہ سلفیہ

تبرکاتِ حافظ

از حضرت مولانا حافظ عبداللہ صاحب حافظ رحمۃ اللہ علیہ غازیپوری

اسرارِ ابتدا کی کوئی انتہا نہیں — ہیں نقطۂ ازل تو ہوں لیکن خدا نہیں
ہستی کا حرف حرف سکون آشنا نہیں — وہ کون ہے جو گرمِ رہِ مدعا نہیں
ہمت کر حدودِ منظرِ فانی سے دیکھیے — اک مبداءِ نشاط ہے کچھ ماسوا نہیں
عشق ادب سرشت ہو محوِ سجودِ شوق — اللہ رے نازِ حسن اسے اعتناء نہیں
وہ داغِ دل جو برقِ تجلی نہ بن سکے — کچھ ہو مری نظر میں مگر رہنما نہیں

حافظ انہیں سنانے نہیں ہو غرورِ حسن
تم وجہِ مدعا ہو مگر مدعا نہیں

صدائے گنبد

از بدرالدین سیوہاری

صدا آتی ہر گنبد سے کہ اے غافل ذرا سن رکھ — تو آتش زیر پا رہنا تجھے فرصت یہاں کم ہے
تجھے موجِ فنا اک دن ہمیشہ کو مٹا دیگی — مسلط سارے عالم پر یہی قانون محکم ہے
جسے تو زیست سمجھا ہے وہ قید بامشقت ہے — جسے تو موت سمجھا ہے وہ مقصودِ مسلم ہے
بقا تیری اسی بحرِ فنا میں ڈوب جانا ہے — یہی بامِ مرادِ آزادیِ افکارِ پیہم ہے

فلاحِ عام اور نیکی کا توشہ ساتھ اپنے لے
اگر ملکِ بقا کی زادِ رہ کا تجھ کو کچھ غم ہے

خاموش شام

خاموش شام تھی، محبوب کی یاد دل میں چٹکیاں لے لے کر اسے بے چین کر رہی تھی، اس سے دل بہلانے کے لئے ناول اٹھایا، مگر وہ بہل نہ سکا۔ رسالوں کے صفحات الٹ پلٹ کرنے لگا۔ مگر کہیں بھی تسکین نصیب نہ ہوئی، اسے معلوم نہ تھا کہ اس کا دل کیا چاہتا ہے۔ اس کی دلچسپی کن چیزوں سے وابستہ ہے۔ وہ اتنا جانتا تھا کہ وہ بہت خوش نصیب ہے۔ اس کی مضطرب دنیا میں محبت بھی سوئی ہے۔ اور فطرتاً اتنی خاموش ہے۔ کہ شاید اس کی دنیا میں چین ہی چین ہے۔ شاید زندگی کی جس کا بے چینی سے انتظار کر رہا تھا۔

اور وہ کوسوں دور رہ کر بھی اس کے دل سے بالکل قریب تھی، اس نے خوشی خوشی کوٹ پہنا، ٹوپی پہنی عینک لگائی اور چھڑی لے کر جب چلنے کھڑا ہوا اسے کچھ یاد آیا سینٹ کی شیشی نکالی اور رومال میں لگانے لگا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ جب وہ خوشبو لگاتا ہے، تو نہ معلوم کیوں خوشبو کی بھینی بھینی لپٹ میں وہ اس کی لہک پاتا ہے۔ اور دھڑکتے ہوئے سینے میں میٹھا میٹھا سا اک درد محسوس کرتا تھا۔ جب جب وہ خوشبو لگانے لگا اس کی محبت ہوا میں پھیل کر اسے مسحور کرنے لگی، اور الوداع کہتی ہوئی کبھی رخصت ہوتی۔ اور کبھی اس کے دل و دماغ میں پیوست ہو کر اسے جلانے کی ناکام کوشش کرتی رہی۔ اس نے چاہا کہ اپنے تئیں اس خوشبو میں جس میں وہ اپنے محبوب کی برقی لپک پاتا ہے۔ فنا کر کے اس کے قدموں کو چومے۔ اور اپنی پرفریب زندگی کی آخری سانس محبوب کے قدموں پر توڑ کر اپنی قیمتی جان جس کی اس کی نظر میں کوئی قیمت نہیں۔ نثار کر دے، مگر آہ ـــ ناکام رہا۔ اس نے چھڑی لی اور محبوب کی یاد میں چھپا نہ کھڑا رہا۔ پارک پہنچا، وہاں کے پھول پودے کیاریاں اور سبز سبز ہریالی، اور دل افزا فوارے اور آس پاس کی چہل پہل ـــ کچھ نہ بھا سکی عکاس خانہ گیا۔ مگر وہ تصویر نما تصویر اسے بھونڈی نظر آنے لگی۔ البتہ نمائش کے گانوں نے اس کے جذبات کو ایک طوفان میں تبدیل کر دیا۔ پوری تصویر دیکھے بغیر وہ اپنے دل کو تھامے تصویر کی دنیا سے نکل آیا۔ غرضیکہ ہر تفریح گاہ اور پر فضا مقام میں جا کر اس کو پانے کی یا غم غلط کرنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہا۔

وقت آہستہ آہستہ بہت دور نکل گیا۔ لیکن اس ناکام آرزو کی نہ تو صبح ابتدائی اور نہ شام تمنا۔

آہ اس کی شاہراہ زندگی کی کٹھن منزلیں۔ طبیب اشرف تشنہ

افسانہ

فل بیک

"آج حبیب کی جگہ مجھے کھیلنے دیجئے کیپٹن صاحب!"

حبیب جو فورتھ ایر کا اسٹوڈنٹ اور بہترین فل بیک تھا۔ آج چار سال سے کالج میں اسی پوزیشن سے کھیل رہا تھا اور وہی ٹیم کی ناک تھا۔ شہر کی کوئی ٹیم بھی اس سے فتحیاب نہیں ہو سکتی تھی، جس کی وجہ حبیب تھا اور صرف حبیب۔ اس کے سامنے سے بال کا گذرنا محال ترین امر تھا خطرناک سے خطرناک گیند وہ اس خوبصورتی سے بچاتا تھا کہ طلسم معلوم ہوتا تھا۔ یہاں دیکھئے یہی بات ہو رہی ہے۔ اگر حبیب اس ٹیم سے الگ ہو جائے تو پھر یہ ٹیم ختم ہی ہو جائے۔

اس کی پوزیشن میں نے کیپٹن سے مانگی۔ دراصل میں میں تھرڈ ایر کا طالب علم تھا۔ اور اس کالج میں میں نے سیزن کے اختتام کے باوجود ابتک گیند چھوا تک نہ تھا اس کی یہ وجہ نہ تھی کہ مجھے گیم کھیلنا نہیں آتا تھا۔ بلکہ جہاں میں نے سکنڈ ایر تک پڑھا تھا۔ فل بیک کی پوزیشن پر کھیلتا رہا تھا۔ اور تقریباً ہر میچ میں میں نے مڈل حاصل کیا مگر یہاں آکر میں نے کھیلنا چھوڑ دیا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ کالج میں آتے ہی میں کسی کے خیال میں مبتلا رہنے لگا تھا۔ گو مجھے جس کا خیال تھا۔ اس کو مجھ پہ گمان بھی نہ ہو سکتا تھا کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ پھر بھی میں اسے چاہے جا رہا تھا۔ بعض لوگوں کے نظریہ کے خلاف۔ مجھے اس سے محبت کرنے میں لطف آ رہا تھا۔ جن کا خیال ہے ؎

الفت کا جب مزہ ہے کہ وہ بھی ہوں بیقرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی

خیر، اس کھوٹے پن کی وجہ سے مجھے کسی چیز میں دلچسپی نہ تھی۔ شمیمہ کالج بھر میں ایک تھی۔ ہر چیز میں کمال تھا۔ اور میری ہی کلاس فیلو تھی۔ گو وہ پرنسپل کی لڑکی تھی۔ پھر بھی کالج کے منچلے اسے چھیڑ ہی دیتے تھے۔ لیکن وہ کسی کا جواب نہ دیتی تھی۔

چونکہ میں نے اسے کبھی نہ چھیڑا تھا۔ اور نہ ہی مجھے اتنی جرأت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ میرے ہی بغل میں بیٹھا کرتی تھی۔ مگر اسے کیا خبر تھی کہ یہی وہ حضرت ہیں جو چھپے رستم ہیں۔ اور ع

لب پر خدا خدا ہے دل میں صنم صنم ہے

کے عامل ہیں۔ اسے کچھ پوچھنا ہوتا تو مجھی سے پوچھتی میں۔ اسے مختصر مگر مکمل جواب دیدیتا۔ اس کے علاوہ اور

کچھ نہیں!"

بھی تھے۔ وہ وجوہ جو ان عجیب انسان [illegible] تھا اور فٹ بال سے اس کے کھیلنے کے وقت اختراز [illegible] کے اپنے [illegible] سے کھیلتا تھا۔

چنانچہ اس سال بھی ہمارے کالج [illegible] نہیں کھائی تھی جس وز ہمارے کالج کا میچ ہوتا تو لوگ اپنے ضروری کام تک چھوڑ کر آتے [illegible] خصوصاً [illegible] کا کھیل دیکھنے۔ میں نے دیکھا کہ شمیمہ بھی بڑی دلچسپی سے دیکھا کرتی ہے۔

آج کریم [illegible] کا میچ [illegible] کی [illegible] سے [illegible] [illegible] پر میچ ہوا تھا۔ اور دو گول سے ہمارا [illegible] کھا گیا تھا۔ اس میں حبیب کو چوٹ بھی آ چکی تھی۔ [illegible] کہ اگر حبیب نہ ہوتا تو درجنوں گول ہو گئے [illegible] نے اپنی پوری قوت صرف کر کے [illegible] [illegible] کھلاڑی کو فطرتاً کھیل دیکھ کر جوش آ جاتا ہے۔ چنانچہ مجھے بھی جوش آ گیا۔ خصوصاً اس لئے بھی کہ شمیمہ [illegible] بڑی دلچسپی لے رہی تھی۔ اب کیپٹن پریشان تھا کہ [illegible] ٹیم سے جس سے کل ہی شکست فاش ہوئی ہے۔ آج [illegible] بازی لے سکیں گے۔ جب کہ حبیب بھی زخم خوردہ ہے۔ اس کی اس پریشانی کو دیکھ کر میں نے کہا آج حبیب کی جگہ مجھے کھیلنے دیجئے کیپٹن صاحب!" "مجھے پریشانی ہے۔ اور آپ کو مذاق سوجھی ہے!" کیپٹن نے کبیدہ خاطر ہو کر کہا۔ مذاق

نہیں [illegible] کہ مجھے کھیلنے کا موقع دیکر دیکھئے کر کیا ہوتا ہے [illegible] کبھی خواب میں بھی آپ [illegible] کیپٹن پر [illegible] تھا۔ مجھے بھی غصہ آ گیا [illegible] آپ سے زیادہ کھیلا ہے اور [illegible] [illegible] کہ حبیب سے اچھا کھیلوں گا۔ [illegible] سور کی [illegible] حبیب پر منہ آئے۔ اس [illegible] اپنی تعریف نہیں کر رہا [illegible] آپ [illegible] کیا چاہتے ہیں؟" کیپٹن روانی میں کہتا [illegible] آپ کو کارنش دینا [illegible] نہیں سکینگے اگر ہار جائیں تو [illegible] کیپٹن نے مجھ پر آنکھ [illegible] اگر ایسا دعویٰ ہے تو میں آپ کو کھلاتا ہوں [illegible] آپ ہار گئے تو اس شیلڈ کے سلسلے میں [illegible] آپ کو [illegible] ہوگا۔ اگر منظور ہے تو [illegible]

[illegible] کی طرح [illegible] کہ آج حبیب کی [illegible] [illegible] ہو گئے ہیں۔ اور [illegible] ان کا دماغ پھر گیا ہے [illegible] انہیں۔ پھر یہ حماقت کیا معنی [illegible] اب میں جد ہر سے گذرتا [illegible] سوائے خموشی کے کوئی چارہ نہ تھا۔

شمیمہ بھی جان گئی تھی۔ کلاس میں بیٹھے ہر سے [illegible] اس نے

مجھ سے کہا۔ "کیوں نسیم صاحب! یہ ٹیم کو خراب کرنے پہ آپ نے کمر باندھ ہی لی؟" "ہاں آج یہ پہلا دن تھا کہ میں نے اسے پہناتے ہوئے کہا۔ میں نے آج تک ......"

"اف اوہ! آپ بگڑ گئے۔" شمیمہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔
"ورچپ ہو رہی" میں نے اسے جواب دیتے ہوئے کہا۔
شمیمہ آپ کو اپنی بات واپس لینا پڑے گی۔" شوق سے مگر کھیل کے بعد!" شمیمہ نے جواب دیا۔ اتنے میں کلاس ختم ہو گیا۔ اور سبھوں نے اپنی راہ لی۔

کھیل کی ابتدا کو ۱۵ منٹ باقی تھے، گراؤنڈ تماشائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ کہیں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ ہمارے کھلاڑی بھی فیلڈ میں اتر چکے تھے، ابتک میں نے جرسی بھی نہ پہنی تھی۔ کالج کے منچلے میرا ان جملوں میں مذاق اڑانے لگے۔ "اجی فل بیک صاحب! جرسی بھی زیب تن فرما لیجئے۔ پچاس ہی روپے تو خرچ ہوں گے" ایک طرف سے آواز: "ایک درجن گول کر دیجئے گا نا" یہ جملے تیر و نشتر بنکر لگ رہے تھے، وہاں سے کھسک آیا اور جرسی پہن لی، کھیل کو پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے کہ میں میدان میں اترا۔ مجھے دیکھتے ہی کالج والوں نے تالیوں اور مضحکہ خیز قہقہوں سے میدان کو گونجا دیا۔ میرے فیلڈ میں اترتے ہی کیپٹن صاحب نے آکر کہا "مسٹر نسیم اب بھی شرط ٹوٹ سکتی ہے" میں نے جواب میں کہا مگر مجھے منظور نہیں اور میں ضرور کھیلوں گا کیپٹن چپ ہو گیا۔ حبیب بھی آیا تھا۔ مگر کیپٹن نے پورا واقعہ اس سے کہہ سنایا اور یہ بھی کہا کہ تم کھیلتے جب بھی شکست ہوتی۔ اسلئے بہتر ہے کہ نہ کھیلو۔ ادھر روپیہ بھی وصول ہو جائے گا۔ اور تمہارا بہانہ ہو جائے گا۔ پبلک یہ سمجھے گی کہ حبیب کی عدم موجودگی ہی شکست کا باعث بنی" چنانچہ حبیب اپنے خیال میں تماشہ بین کی حیثیت سے میرا احمقانہ آمیز کھیل دیکھنے کا منتظر رہا۔

پریکٹس کے طور پر دو تین کک میں نے بھی لگائے اور جان بوجھکر بجائے گول کے میں نے آؤٹ میں پھینکدیا میرا ہر پریکٹس والا کک قہقہہ بن جاتا تھا حتی کہ بعضوں نے مجھے گالیاں تک دے دیں۔ خود شمیمہ نے ابتدا کی۔ اس بیڈھنگی کو دیکھ کر مجھے ڈبل بیوقوف سمجھنے لگی۔

ریفری نے سیٹی بجائی اور کیپٹن نے اپنا سائیڈ درست کر لیا پھر کھلاڑی اپنی اپنی جگہ پہ کھڑے ہو گئے۔ میں بھی "فل بیک" کی جگہ آکر کھڑا ہو گیا۔ ریفری نے دوبارہ سیٹی بجائی اور کھیل شروع ہو گیا۔ چونکہ سنٹر ہماری طرف سے ہوا تھا۔ اس لئے جمال نے انور کو پاس دیا۔ اور انور نے فوراً اسے لفٹ آؤٹ میں پھینکا۔ مخالف کھلاڑی تمام میدان میں چکر لگا رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے گیند پکڑ کر اپنے پلیہ کو دیدیا۔ اب گیند ہماری طرف بڑی سرعت سے آرہا تھا۔ کہ ہمارے سنٹر ہاف نے چک کیا۔ اور اس سے گیند لے لیا۔ مگر وہ ہر طرف سے گھر گیا۔ مجبوراً اس نے بجائے آگے کے مجھے پاس دیا۔ مجھے موقع کافی ملا تھا کہ میں فوراً اسے وہاں سے اڑا دیتا۔ مگر مجھے پہلے اپنے کو بیوقوف ثابت کرنا تھا۔ اس لئے میں گیند کے سامنے بت بنا کھڑا رہا

پبلک اور کالج والوں کی طرف سے آوازآنے لگی "گک کرو گک کرو" مگر میں اپنی دھن میں تھا۔ جب مخالف کھلاڑی میرے سر پر پہنچ گیا۔ تو میں نے گیند خود اپنے گول میں مار دیا۔ ہمارا گول کیپر بڑا اچھا تھا۔ اس لئے انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ اور کک کر دیا "کیسا بیہودہ ہے! مردود جب جانتا نہیں تو کھڑا کیوں ہو گیا۔ میدان سے نکل جاؤ، نام نہ ہنساؤ" جیسے جملے لوگوں کی طرف سے سنائی دینے۔ میری نظر اس وقت بھی سامنے بیٹھی ہوئی شمیمہ پر تھی، جو میری اس حماقت پر پہلو بدل رہی تھی، اپنے کالج کی اہانت دیکھ کر مجھ پر دانت پیس رہی تھی۔ اور میری طرف خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہی تھی، گول کیپر کو کک کئے ابھی ایک منٹ بھی نہ گذرا تھا کہ دوسری مرتبہ پھر کیری کرتے ہوئے مخالف کھلاڑی میرے پاس پہنچ گیا۔ اب مجھے جوش آچکا تھا۔ میں اس کی طرف لپکا۔ فوراً اس نے اپنے ساتھی کو پاس دیا۔ اب وہ بالکل گول کے پاس پہنچ گیا تھا ناظرین بالکل متیقن ہو چکے تھے کہ گول ہو ہی گیا۔ کہ میں بجلی کی طرح تڑپا اور اس سے گیند لے لیا۔ اور اسی جگہ کیری کرنا شروع کیا۔ تاکہ لوگوں پر سکہ جماؤں۔ مخالفین نے مجھ سے چھیننے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مگر مجھ سے چھین نہ سکے، اور اب میں نے بڑھنا شروع کیا حتیٰ کہ سنٹر میں میں پہنچ گیا۔ یہاں مجھ پر بری طرح یورش کی گئی۔ کیونکہ مخالف کا بیک تک سنٹر میں تھا۔ میں نے گیند آہستہ سے انور کی طرف بڑھا دیا اور اپنی جگہ واپس جانے کے بجائے آگے چلا انور بڑی تیزی سے جا رہا تھا۔ کہ اس کے رایٹ ہاف نے اس سے گیند لے لیا۔ اور قریب تھا کہ کک کر دے مگر میں نے بڑی تیزی سے پہنچکر اس سے گیند لے لیا۔ اور سیدھا چلا۔ اب راستہ تقریباً صاف تھا۔ بیک نے مزاحمت ضرور کی مگر میرے لئے اس سے گیند نکالنا کوئی کوئی بڑی بات نہ تھی۔ کیونکہ خود بیک ہونے کی وجہ سے میں اس کی نازک پوزیشن سے واقف تھا۔ چنانچہ اس سے گیند نکال لیا۔ اور بیک ایریا ہی سے میں نے کک کیا۔ گولی نے گول بچانے کی بڑی کوشش کی، بلکہ گیند پکڑ بھی لی۔ مگر اس کا سخت ہاتھ سخت تر کک کو بچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اور گیند نے گول کے جال میں ہی جا کر سانس لی۔

تمام فیلڈ تالیوں اور شور و غل سے گونج اٹھا کیپٹن نے مجھے معلق اٹھا لیا۔ تمام پلیرس نے پیٹھ ٹھونکی۔ لوگوں نے منہ کی کھائی توقع کے خلاف انہیں حیرت ہوئی خصوصاً شمیمہ حیرت و استعجاب کی پتلا بن گئی! وہی لوگ جو تھوڑی دیر پہلے میرا غیر موزوں جملوں سے خیر مقدم کر رہے تھے۔ اب ان کی زبانوں سے "واقعی کمال کر دیا" بھئی بالا کا بیک ہے"۔ "دیکھا تم نے ابھی بیک ایریا سے اٹھا اور گول کر دیا"۔ بڑا اچھا کھلاڑی ہے"۔ جیسے جملے نکل رہے تھے"۔ شمیمہ میری طرف حیرت و مسرت کی بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

ریفری نے وہسل بجائی اور پھر میچ شروع ہو گیا۔

کھیل شروع ہوتے ہی مخالفین نے بڑی تندہی دکھائی اور فوراً ہمارے گول پر پہنچ گئے، مگر اب میں بالکل تیار ہوگیا تھا۔ پھر بھی گیند خطرناک جگہ پر پہنچ چکا تھا۔ مجھے بھی پریشانی معلوم ہوئی۔ پھر بھی میں وہاں سے سلیپ ہوا۔ گیند وہاں سے الگ ہوگیا، سنبھلا اور اتنی زور سے کک کیا کہ مخالف کی طرف چلا گیا۔ پبلک کی طرف سے نعرۂ تحسین بلند ہوا۔ غرضکہ آخری وقت تک میں نے حیرت انگیز طور پر کام کیا۔ اور وہ مخالف گول واپس نہ کر سکے، حتیٰ کہ ریفری نے میچ ختم ہونے کی آخری سیٹی بجائی اور کھیل بند ہوگیا۔

ہمارے گیم سکرٹری آئے اور آتے ہی مجھے سینے سے لگا لیا۔ پرنسپل نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ اور فرمایا تم نے ایسا حیرت انگیز کام کیا ہے کہ ہم جیب کو بالکل بھلا بیٹھے۔" شمیم بابا کے ساتھ ہی تھی، میں نے اس کی طرف دیکھا، وہ مسکرا رہی تھی، اس کے دوسرے ہی دن فائنل تھا۔

دوسرے دن کالج آیا تو دیکھا چپراسی ایک لفافہ لئے کھڑا ہے۔ میں نے پڑھا، کالج اسٹوڈنٹس نے کل جو مجھ پر پھبتیاں کسی تھیں۔ آج معافی مانگ رہے تھے۔ میں نے اس کی پشت پر لکھ دیا۔ میں آپ سے خوش ہوں۔ اور اگر آپ مجبور کرتے ہیں تو میں معاف کرتا ہوں۔

میں اپنی سیٹ کے قریب گیا تو دیکھا شمیم منفعل بیٹھی تھی، میں بھی خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ابتدائے گفتگو اسی نے کی اور کہا۔ آپ تو چھپے درویش نکلے نسیم صاحب اسی لئے تو میں نے آپ سے کل کہا تھا کہ آپ کو اپنی بات واپس لینی پڑے گی، میں نے ہنستے ہوئے کہا۔ "تو میں آپ سے معافی........" شمیم نے شرم سے کہا۔ "نہیں نہیں" میں قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ معافی کی کوئی ضرورت نہیں معافی تو مجھے مانگنی ہے۔" "یہ کیوں"، شمیم نے کہا۔ بات اصل یہ ہے کہ طبیعت نہ لگنے کی وجہ سے کالج کو خیرباد کہنے کا ارادہ ہے۔" "یہ کیوں" ہمہ تن حیرت بن کر اس نے پوچھا۔ "نہیں معلوم شمیم" میں نے کہا "یہ خوب آپ کو خود بھی معلوم نہیں کہ آپ کی طبیعت کیوں نہیں لگتی ؟" "ہاں یہ بالکل درست ہے کہ مجھے خود بھی خبر نہیں۔ مگر کیا آپ غالب کو بھی جھوٹا بنا سکیں گی جو کہتا ہے ؎

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہیں آتی

اوہ تو یہ کہئے کہ آپ کسی پُرلطف پریشانی میں مبتلا ہیں۔ اگر حرج نہ ہو تو میں بھی سنوں۔

آپ سنیں گی۔

اور ضرور

شائد ناراضگی کا باعث نہ بن جائے۔

میں ناراض نہ ہونگی۔

اتنے میں گھنٹی بجی کالج ختم ہوگیا۔ میچ کی وجہ سے آج ہاف ہی ہوا تھا۔ میں بھی کتابیں سنبھالنے لگا۔ آپ نے بتلایا نہیں۔

مگر وہ تو ایک طویل کہانی ہے۔

تو کب سنائیے گا۔

جب جی چاہے۔

اچھا آج تو نہیں کل کیا آپ میری قیام گاہ پر آ سکتے ہیں۔

حکم کی تعمیل کروں گا۔

حکم

جی التماس اور آپ کا۔

اس کے بعد ہم دونوں کلاس سے چلے آئے دوسرے دن جب یہ سنا کہ مخالفین نے شاید ٹیم پر اچھے کھلاڑیوں کو باہر سے منگوایا ہے تو میں نے حبیب کو بھی کھیلنے پر مجبور کیا۔ لوگوں نے میری تائید کی آج دو ہی بجے سے فلڈ پر ہونے لگ گیا، چار بجے تک تل دھرنے کو جگہ نہ رہی، آخری ٹائم میں فلڈ میں اترا۔ مگر آج خوشی کی تالیاں بج رہی تھی۔

پہلی سیٹی میں سب نے اپنی اپنی جگہ درست کر لی میں اور حبیب دونوں بیک رہے۔ کھیل شروع ہوا اور گیند اڑنے لگی، دونوں طرف کے پلیئرس بڑی جانفشانی سے کھیل رہے تھے، پھر بھی ہم لوگوں کا کھیل نیچے تھا۔ کیونکہ وہ بورڈ کھلاڑی سے کھیل رہے تھے، مگر میں اور حبیب اپنی قوتوں کا مظاہرہ کر رہے تھے، یہی وجہ تھی کہ اب تک گول نہیں ہوا تھا، جب ہاف میں پانچ منٹ باقی رہ گئے۔ ایک گیند میرے سینے پر لگا۔ میں سنبھل نہ سکا۔ اور گر گیا۔ میرا گرنا تھا کہ تمام ہلچل پڑ گئی، شبیہ بہت زیادہ پریشان تھی، بیسیوں ڈاکٹر دوڑے۔ مگر میں بیہوش ہو چکا تھا۔ فوراً مجھے الگ لے آئے اور کھیل شروع ہو گیا۔ کھیل شروع ہوتے ہی گیند ہماری طرف آیا۔ حبیب نے اسے بچا لیا۔ مگر ان سے ہینڈ ہو گیا، ریفری نے سیٹی بجا کر پنالٹی چارج کیا۔ پبلک کو ہمارے ساتھ پوری ہمدردی تھی، مگر کیا کرتی۔ مخالف نے کک کی اور گول ہو گیا۔ ریفری نے انٹرول کی سیٹی دے دی اور تھوڑی دیر کے لئے کھیل بند ہو گیا۔

سکنڈ ہاف میں میری طبیعت بحال ہو چکی تھی اس لئے میں بھی کھڑا ہو گیا، کھیل شروع ہو گیا۔ دونوں طرف کے کھلاڑی بڑی جانفشانی سے کھیل رہے تھے، ہمارا مخالف اس فکر میں تھا کہ وہ گول واپس نہ ہو سکے، اور ہم اس امید میں کہ وقت کافی ہے۔ ممکن ہے ہم گول واپس کر سکیں۔ جب دس منٹ ہو چکے تو میں آگے بڑھ آیا اور اٹیک ان سے کھیلنے لگا۔ ہماری قسمت بڑی اچھی تھی۔ کہ مخالف نے ٹھیک سنٹر میں ہینڈ کیا۔ پھر کیا تھا۔ ہمارے فارورڈ آگے بڑھ گئے، اور میں نے اس انداز سے کک کیا کہ گیند ٹھیک انور کے سر پر گرا۔ انور نے سر کو نہایت خوبصورتی سے معمولی سی جنبش دی اور گول کر دیا۔ تمام میدان تالیوں سے گونج اٹھا۔ مارے خوشی کے لوگوں کے دم پھولنے لگے، پھر فوراً ہی سنٹر ہوا۔ اور گیند ادھر ادھر اڑنے لگی۔ یکایک گیند ہماری طرف بڑی تیزی سے پہنچا۔ روکنے کے باوجود مخالف کھلاڑی بڑھتا چلا گیا۔ چونکہ میں آگے سے کھیل رہا تھا اس لئے مجھے چک کرنے کا

موقع نہ مل سکا تھا حتیٰ کہ حبیب بھی اس سے چک کرنے میں کامیاب نہ ثابت ہو سکا۔ اب صرف ہمارا گولکی تھا اور مخالف کا کھلاڑی ہمیں اب یقین ہو چکا تھا کہ گول ہو ہی جائے گا۔ گول ہونے کو تین ہات سے زیادہ نہ رہا ہوگا۔ کہ ہمارے گولی نے حرکت کی اور اپنی جگہ سے چیل کی طرح گیند پر جھپٹا اور اس کے پاؤں پر گرا۔ اور قبل اس کے کہ وہ گول میں ٹک کر سکے۔ گول کیپر نے گیند ہاتھ میں لے لیا۔ دیکھا ... دور کک کر دیا۔ میدان تالیوں سے گونجنے لگا۔ گولی کی تعریف میں سب کی زبانیں رطب اللسان بن گئیں۔

اب گیند ٹھیک میرے پاس گرا۔ میں اسے لے کر بڑھا، جب مخالفین میرے پاس پہنچے تو میں نے ... کو بڑھا دیا اور انور راستے لے کر مخالف کے بیک ایریا تک پہنچ گیا۔ ... بیک نے زبردست چاک کیا۔ مگر انور نے چالاکی کی گیند پیچھے جمال کو بڑھا دیا۔ جمال نے فوراً میرے پاس بھیج دیا میں اسے ... گیا اور تیر کی طرح گول پر پہنچ کر آہستہ سے گول میں سرکا دیا۔ گول ہو گیا۔ مگر میں اسی جگہ بیٹھ گیا۔ کیونکہ ابھی چوٹ سے افاقہ ہوا تھا اور پھر جبراً میں نے اتنی تیزی سے دوڑ کر گول کیا تھا۔ مارے خوشی کے لوگ رقص کر رہے تھے ....

....

.... ہمارے کپتان نے مجھے کسی طرح فلڈ سے باہر ٹھیک شمیمہ کی کرسی کے سامنے لٹا دیا۔ ڈاکٹر نے ایک دوا کھلا دی۔ شمیمہ مارے خوشی کے پھولی نہ سماتی تھی۔ مگر میری حالت دیکھ کر اس کا چہرہ فق ہو رہا تھا۔

بہر کیف کھیل جاری رہا۔ تین چار منٹ بعد میں پھر اٹھا اور اپنی فل بیک کی جگہ پر چلا گیا۔ اور اس کے بعد سے لے کر اختتام تک میں اپنی جگہ پر کھیلتا رہا۔ آگے نہ بڑھا اس دوران میں مخالفین نے گول برابر کر دیا۔ مگر وہ گول واپس نہ کر سکے۔ اور ریفری نے آخری سیٹی بجا دی اس کے بعد کچھ نہ پوچھئے میں تو نیم بے ہوش تھا ہی لوگوں نے ... جمع ہو کر گھیر لیا۔ پھر ہمارے تمام کھلاڑیوں کو شیلڈ کے علاوہ ایک ایک کپ بھی ملا۔ مزید برآں مجھے سکریری کی طرف سے ایک میڈل کے انعام کا اعلان کیا گیا۔ اور پھر لوگ کھانے پینے میں مشغول ہو گئے۔ پرنسپل نے میری حالت دیکھ کر ... دی کہ فوراً ہوسٹل پہنچ جاؤ۔ چونکہ شمیمہ موٹر پر تھی ... آگے بڑھ کر کہا مسٹر نسیم میں آپ کو پہنچا دوں گی چنانچہ میں موٹر میں بیٹھ گیا۔ لوگوں کی جانب سے مبارک باد کی بوچھار جو شروع ہوئی تو کچھ نہ پوچھئے۔ بڑی مشکلوں کے بعد فلڈ سے موٹر نکلی۔ اور سڑک پر نہایت دھیمی رفتار میں چلنے لگی۔ میں گرچہ گیند کی چوٹ سے پریشان ہو چکا تھا۔ پھر بھی بڑی مسرت اور خوشی تھی۔ کچھ تو جیت کی خوشی اور زیادہ تر یار کی قربت کی۔

گو میں ہوش میں آ چکا تھا۔ پھر بھی میں نے چال چلی اور جھوٹ موٹ بے ہوش بے حس و حرکت پڑا رہا۔ شمیمہ

موٹر ڈرائیو کر رہی تھی، انہوں نے آگے چل کر مجھے پچھلی سیٹ پر اس طرح پڑا دیکھا۔ فوراً موٹر روک لی۔ دو تین آوازیں دیں۔ مگر میں ٹس سے مس نہ ہوا۔ تو وہ فوراً میرے پاس آگئی اور اپنا قیمتی ریشمی معطر رومال نکال کر میرے منہ پر ہوا دینے لگی۔ میں نے آنکھیں کھول دیں۔ ... نے یوں کہا کیسی طبیعت ہے؟ اچھا ہوں۔ میں نے جواب میں کہا۔ تو پھر جو اس دیرینہ کیفیت نا شبیہ بولی۔ اب میں اچھی طرح بیٹھ گیا۔ ... کہنے لگی تو پھر چلئے باغ کی طرف سیر کو ... ٹھنڈی ہوا لگے گی تو طبیعت ہلکی ہو جائے گی۔ چنانچہ ہم دونوں ... کے لئے موٹر سے اتر گئے۔ طبیعت کو میں نے اضمحلال کے عالم میں بھی شگفتہ پا یا شاید یہ عورت کی ... کا سبب ہو۔ مجھے شگفتہ دیکھ کر شبیمہ نے کہا۔

"اپنی کہانی سنائیے گا نہیں؟ ... آج ... کا تھا؟"

"ضرور!"

"تو سنائیے!"

"خفا تو ... ہو جائے گا!"

"اس میں خفائی کیا بات ہے؟"

"اور اگر ہو جائیے تو؟"

"تو نہ ہونگی!"

اچھا تو سنئے ؎

دو لفظوں میں پوشیدہ بس میری کہانی ہے
اک لفظ محبت ہے اک لفظ جوانی ہے

—— پھر ہنستی ہے جس پر ہم دونوں ہنس پڑتے ہیں!

... ہی ہے!" "یہ تو آپ نے ایک شعر پڑھ دیا!"

"مگر یہی تو میری کہانی ہے!"

... ہے آپ سے "ہے کیوں" کا جواب اپنے ... سے ہی پوچھ لیجئے۔ شبیمہ خفا نہ ہونا۔ گرچہ میں نے ... کی کوئی بات نہیں کہی مجھے معلوم ہے کہ کالج کی دنیا کا ہر شخص تمہیں چاہتا ہے۔ مگر میں تمہیں ان سے ... چاہتا ہوں۔ کیا تم میری اس درخواست محبت کو جو میں نے ... کے بعد تم پر ظاہر کیا ہے۔ ٹھکرا دو گی؟" شبیمہ حیا سے منہ ... نیچے کئے ہوئے بولی۔ میں بھی تمہیں چاہتی ہوں ... تمہیں کیا خبر کہ سوزش عشق سے کباب بنی جا رہی تھی۔ دل میں کہتی تھی کہ نہ معلوم تم مجھے چاہتے ہو یا نہیں ... نے پیشقدمی کر کے .... ٹن ٹن ٹن ... سامنے گھنٹہ بجنے کی آواز آئی۔ اف اوہ سات بجگئے شبیمہ نے کہا۔ گھر پر میری تلاش ہو رہی ہو گی۔ ... سے ... اور پھر ...." "کل ہی نا؟" قطع کلام کرتے ہوئے شبیمہ نے ... پورا کیا۔ پھر موٹر پر بیٹھ گئے اس نے مجھے ... پہنچایا اور ایک جنبش جانانہ سے سلام کر کے ... گئی۔

دوسرے دن ... کی خوشی میں کالج بند رہا۔ میں ... اسی جگہ میں شبیمہ کا منتظر تھا۔ وہ آگئی پھر ہم نے پیمان محبت کیا۔ اور اسی طرح ہمیشہ ملتے رہے۔

اب ہمارے عشق کا چرچہ ہر ایک زبان پر تھا حتیٰ کہ پرنسپل صاحب سے بھی چھپ نہ سکا۔ اور ہم دونوں بی اے ... (ایم بادی حسن تسلیم شکرپوری)

جعفر منصور

تقریباً دوسری صدی ہجری کا نصف حصہ گذر چکا تھا کہ زمانہ نے پلٹا کھایا اور ایک بڑا انقلاب رونما ہوا۔ یہ انقلاب اتنا سخت تھا کہ جو ابھی گدی نشین تھے ہو گئے کہ انہیں نصیب نہیں ہوا۔ جو صاحب جاہ و جلال تھے وہ ذلیل و خوار ... ہونے والے فقیر و محتاج نظر آرہے تھے۔ جن کے سروں پر تاج شاہی تھا وہ گداگر اور جو صاحب حکومت تھا اور رفعت و دبدبہ والے تھے بے دست و پا دوسروں کے ہاتھوں میں تھے۔ وہ سکہ انقلاب آیا جس نے ادنیٰ کو اعلیٰ اور اعلیٰ کو اسفل میں پہنچا دیا کون جانتا تھا کہ سفاح جو معمولی عباسی ہے۔ چند گھنٹے کے بعد خلیفۃ المسلمین ہو جائے گا۔ اور مروان الحمار جو خلیفۃ المسلمین ہے۔ نہایت ذلت و بیکسی سے منہ چھپانا رو مجبور ہو گا۔ اسی زمانہ کا واقعہ ہے جب کہ خاندان اموی صفحہ ہستی سے نیست و نابود کیا جا رہا تھا۔ ہر طرف خون و خرابہ ہو رہا تھا۔ اموی اپنی جانیں بچانے کے لئے جنگل و بیابان کی خاک چھان رہے تھے۔ مگر سفاحی خار اشگاف تلواریں کہیں بھی انہیں مامون و محفوظ نہیں رہنے دیتی تھیں۔ غرض ایک عظیم الشان انقلاب آیا۔ جس نے خاندان امویہ کو نیست و نابود اور خاندان عباسیہ کو برسر اقتدار کر دیا۔

اسی زمانہ میں جب کہ افراد اموی اپنی جانیں لیکر مختلف ممالک کی طرف بھاگ رہے تھے۔ عبداللہ بن محمد جو خاندان عباسیہ کا ایک چشم و چراغ تھا۔ اتفاقیہ طور پر موصل میں وارد ہوا۔ جہاں اس نے پوشیدہ طور پر ایک ازدیہ لڑکی سے شادی کر لی۔ لیکن اموی اور عباسی نزاع کی وجہ سے زیادہ دنوں تک وہاں ٹھہر نہ سکا۔ اتفاق سے جس وقت وہ موصل سے روانہ ہو رہا تھا۔ اس کی ازدیہ بیوی حاملہ تھی اس نے چلتے وقت ایک خط لکھا۔ اس میں یہ وصیت اپنے بیوی کے نام کی کہ جوں ہی اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ اموی خاندان کا کلیتہً استیصال ہو گیا ہے۔ تم اس خط کے ساتھ بچے کو لئے ہوئے دربار میں حاضر ہو جانا وہ تمہیں تمہارے شوہر سے ملاقات کرا دینے میں ہر طرح تمہاری امداد کریں گے۔

زمانہ گزرتا گیا حتی کہ وضع حمل کا وقت قریب آ گیا۔ ازدیہ عورت نے ایک خوبصورت و خوبرو لڑکا جنا جس کا نام سردار قبیلہ نے جعفر منصور رکھا۔ جعفر نے شیر خوارگی چھوڑی۔ ایام طفولیت گذر گئے۔ آہستہ آہستہ عقل و شعور کے مرحلہ تک پہنچ گیا۔ ماں نے محنت مزدوری کر کے

جعفر کو تعلیم دلائی محنت اور شوق سے استاد دونوں نے مل کر سونے پر سہاگہ کا کام کیا۔ یہ مجھ کر جس فن میں قدم ڈالا درجہ کمال تک پہنچا۔ خصوصاً انشا میں اپنے استاد باوقار سے درجہ بڑھ گیا۔ کہ ان کی ... مقبول ... ہو گیا ... ہاتھ "

... الله علیہ ... حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد اس کی نشست و برخاست نواب میں بھی ہونے لگی۔ رفتہ رفتہ اس نے دربار میں بھی امتیاز حاصل کر لی۔ ان تمام باتوں کے باوجود وہ اپنے اندر ایک کمی محسوس کرتا جس کے حصول کے لئے ... دفعہ اختیار کی ... پر سرگرداں نظر آتا۔ وہ اس کا نسب نامہ تھا جس سے ہنوز وہ نابلد تھا۔ ہر شخص سے آوازے کسے جاتے کیونکہ مجہول النسب ہونا عربوں میں بہت سخت عیب گنا جاتا ہے۔ آخر تنگ آکر اپنی ماں سے پوچھ ہی بیٹھا۔ وہ بیچاری بہت سٹ پٹائی اور مختلف حیلوں سے ٹالنا چاہا۔ مگر یہ اصرار کرتا ہی رہا۔ آخر چار و ناچار اسے اپنی سرگزشت کہہ سنائی اور بتلایا کہ تمہارا باپ خاندان عباسیہ کا ایک جگمگاتا چراغ تھا۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ ابھی تک وہ شجاع پذیر ہے یا گذشتہ انقلاب میں کھیت رہا۔ مگر یہ بات تم پر واضح ہونی چاہیئے کہ تم عرب کے ایک اعلیٰ خاندان کے فرد ہو۔ اس کے ساتھ ہی اس وصیت کا تذکرہ بھی کیا جو اس کے باپ نے بذریعہ تحریر کی تھی۔ زندہ دل نوجوان نے اسے اپنے ہی سینہ صندوق تک محدود رکھا۔ اپنے ہم جولیوں پر ظاہر نہیں کیا۔ اسے یقین تھا کہ وہ لوگ اتنا فرسودہ باتوں پر توجہ دینے والے نہیں ہیں اور ... اس کی جستجو اور تلاش میں وہ الہانہ طور پر ... رہا۔

طویل جنگ کے بعد زمانہ نے پلٹا کھایا۔ ... عباسیوں کا غالب ... روز بروز اقتدار ہوتے اور خاندان امیہ کی نیست و نابود ہو گیا حتیٰ کہ کوئی نام لیوا بھی نہ رہا۔

کچھ دنوں بعد ملک میں قحط پڑا۔ ... دانہ کو محتاج ہو گئے۔ قحط کا اثر ان ماں بیٹوں پر بھی پڑا۔ بوڑھی ماں کی تحریک پر قسمت آزمائی کے لئے عازم بغداد ہوا۔

بغداد پہنچکر ابو ایوب موریانی سے ملاقات کی جس کا بہت دور دورہ تھا۔ اور وہ سلطنت میں بھی ایک اعلیٰ عہدہ پر ممتاز تھا۔ ابو ایوب نے اس کی اقبالمندی کا ستارہ دیکھ کر اپنے دفتر میں رکھ لیا۔ ایک دفعہ بادشاہ سلامت کو اپنے سامنے کچھ لکھوانے کی ضرورت پڑی تو طلبی پر جعفر دربار میں بھیجے گئے۔ نظر پڑتے ہی شاہنشاہ کے دل میں ایک خاص قسم کی ہوک اٹھی۔ ایک خاص جذبہ محبت نے دل ہی دل میں انگڑائی لی اور جی چاہا کہ اٹھکر بے ساختہ گلے لگا لے۔ مگر آداب شاہی نے خون دل پی پی کر بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد جعفر پر بادشاہ کی خاص نظر

عنایت رہنے لگی۔ جب ضرورت ہوتی جعفر ہی بلوایا جاتا۔ اکثر اوقات یونہیں خلیفہ بلوا کر گھنٹوں گفتگو کرتا۔

غرضکہ جعفر نے دربار میں اچھا خاصہ رسوخ پیدا کر لیا۔ [illegible] تھی کہ وزیر اعظم بھی [illegible] گیا تھا کیونکہ تمام اہم امور اب [illegible] اپنے [illegible] گئے۔ اکثر [illegible] ایک [illegible] تھا جب جعفر [illegible] [illegible] نفرت جعفر کی [illegible] وقت اس [illegible] کا [illegible] کر [illegible]

کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ کئی دفعہ اس کے قتل کی سازشیں کی گئیں۔ وہ بال بال بچتا رہا۔ ابو ایوب موریانی کے دل میں اس کی جانب سے اتنی کدورت بڑھ گئی تھی کہ بسا اوقات بادشاہ کی طلبی پر کسی دوسرے نویسندہ کو بھیج دیتا۔ مگر ابو جعفر منصور [illegible] ہمیشہ جعفر ہی سے لکھواتا۔ ایک رات باتوں ہی باتوں میں بادشاہ نے جعفر سے نسب نامہ اور گھر بار دریافت کیا۔ پھر کیا تھا [illegible] واقعہ بیان کر دیا۔ بادشاہ نے کہا اچھا [illegible] تم منگوا لو انشاء اللہ بہت جلد تمہیں تمہارے والد اور دیگر خویش و اقارب سے ملا دینے کی کوشش کی جائیگی۔ (باقی آئندہ)

عبدالباری شبنم

سہیل کا خاص نمبر

صحافتی دنیا میں سرزمین بہار بنجر مشہور تھی۔ حالانکہ یہ عقیدہ غلط اور بالکل غلط تھا۔ بہار کی زمین بھی اسی طرح صحافت کے لئے ہموار اور موزوں ہے۔ جس طرح یوپی اور پنجاب وغیرہ کی۔ چنانچہ سہیل اس کی نظیر موجود ہے۔

سہیل کی عمر کوئی بہت زیادہ نہیں ہے۔ باوجود اس کم سنی کے وہ آسمان صحافت پر درخشاں ستارہ بنا ہوا ہے۔ دو ڈھائی سال کی قلیل مدت میں جو ترقیاں اس نے کی ہیں۔ وہ فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ بالخصوص اس کا خاص نمبر ہندوستان کے کسی بلند سے بلند رسالہ سے بھی فروتر نہیں ہے۔ جس میں دس دیدہ زیب تصویریں۔ متعدد قابل التفات مضامین، اثر آفریں افسانے اور ڈرامے، سترہ چیدہ نظمیں، اٹھائیس غزلیں اور اسی قسم کی مختلف اور پرکیف معلومات موجود ہیں۔ اور باوجود ان تمام محاسن کے اس کا سالانہ چندہ تین روپے سے زیادہ نہیں ہے۔ اگر ارباب سخن نے اس کی طرف توجہ کی تو چند دنوں میں وہ ہندوستان کے ممتاز ادبی رسالوں میں شمار کیا جائے گا۔

انتظار

آہ! میری آنکھیں ابھی تک متلاشی ہیں
میرے کان تمہاری دلکش آواز سننے کو ترس رہے
ہیں۔ اور میرا دل۔ میرا مجروح دل تم سے ملنے کے لئے بے
قرار ہے۔

تم کہاں ہو!!!
کس دنیا میں ہو!!!
اور کس شغل میں۔

مجھے یاد ہے رات کے بارہ بج چکے تھے، اور
میں اپنے کمرے میں محو خواب تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ
مجھے ایسی گہری اور بے فکری کی نیند پھر کبھی نصیب نہ
ہوگی۔ میری خادمہ نے مجھے ڈرتے ڈرتے جگا دیا۔ اور ایک
تار میرے ہاتھ میں دیا۔ دریچے میں سے چاند اپنی نورانی
روشنی میرے بستر پر ڈال رہا تھا۔ میں نے تار کو جلدی
سے کھولا اور چاندنی میں پڑھا۔

یہ تمہاری آمد کا تار تھا!!
میرا دل دھڑکنے لگا۔ میری مسرت کی کوئی انتہا نہ
رہی۔ نیند کافور ہوگئی۔ اور میں اٹھکر دریچے میں جا بیٹھی
باہر سناٹا تھا۔ چاند نہایت غور سے ہر شئے کا مشاہدہ کر رہا
تھا۔ آہ! وہ کیسی پر کیف رات تھی۔ انتہائی مسرت سے میں
رات بھر نہ سو سکی۔ تمہارا تار بار بار پڑھتی تھی، میرے دل و
دماغ پر تمہارے خیال نے تسلط جما لیا تھا۔ مجھے دنیا کی اور
کسی شئے کی پرواہ نہ تھی۔

آہ! وہ رات!! وہ کیسی پرافسوں رات تھی!!!!
دوسری صبح تمہارا جہاز کراچی کی بندرگاہ میں آنے
والا تھا۔ اس یادگار رات کے مسرت آمیز لمحے گذر گئے۔
اور ان کے ساتھ ہی میری تمام خوشیوں، امیدوں اور
تمناؤں کا خاتمہ ہوگیا۔ مگر میں اس حقیقت سے بیخبر تھی!!!

سپیدۂ سحر کے نمودار ہونے سے پیشتر میں ساحل
سمندر پر پہنچ گئی۔ میں گہرے نیلے رنگ کے چمکدار ریشم
کی وہ ساڑھی جو کہ تم نے مجھے موسم بہار کی خوشگوار صبح کو بطور
تحفہ دی تھی، زیب تن کئے ہوئے تھی۔ میرے لانبے لانبے
سیاہ بال جن میں ایک خوبصورت نیلا موباف ڈالا ہوا تھا۔
سمندری ہواؤں میں لہرا رہے تھے۔ میری بڑی بڑی سیاہ
آنکھیں تمہاری دید کی مشتاق تھیں۔ آہ میری حسرت بھری آنکھیں!!!

تمہارا جہاز آگیا۔ مسافر ایک ایک کر کے اترائے
لیکن تمہارا کہیں پتہ نہ تھا۔ میرا دل بیٹھنے لگا۔ میرا سر چکرانے
لگا۔ میری بے چاری آنکھیں تمہیں ڈھونڈھنے کی بیسود کوشش
کر رہی تھیں۔

آہ کیسا روح فرسا اور غیر متوقع واقعہ تھا!!!!!!!
میں نے ان گنت راتیں اور بے شمار دن اسی م
م ساحل پر ٹھہر کر گزار دی ہیں۔ میں نے کئی جہازوں کو آتے اور خالی ہوتے دیکھا ہے لیکن تم ابھی تک نہیں آئے۔ مجھے انتظار ہے۔ ہاں ہم
تمہارا انتظار!!!

مس ایم عنایت حسین بی، اے

معلومات

اعداد وشمار کی بدہضمی :۔ یہ واقعہ ہے اگرچہ خلاق عالم نے تکوین کے وقت ریاضی کو پیش نظر رکھا ہو یا نہیں تمام کون ومکان ریاضی کا پابند ہے حتیٰ کہ یورپ کی بعض سلطنتوں کا قیام وبقا ہی اعداد وشمار پر موقوف ہے حتیٰ کہ یہ کیفیت تقریباً انفرادی طور پر بھی پایا جاتا ہے چنانچہ ایک شخص "سلیشیا" کا باشندہ جس نے ۳۶ء میں اپنی عمر طبعی (۸۰ سال) کو پہنچکر انتقال کیا۔ لیکن اثاثہ میں بعد تلاش وتتبع صرف ایک کاغذ ملا جس پر حسب ذیل اعداد وشمار تھے وہ لکھتا ہے میں دنیا میں ۲۹۲۲۰ دن زندہ رہا۔ ۲۶ سال ۳۱۲ دن سونے میں گذار دیئے۔ ۱۲ سال ۹۵ دن کام میں بسر کئے، ۶ سال کھانا کھانے میں صرف ہوئے، ۲۸۸ دن ڈارھی شیو کرنے میں ۱۶۱ دن تھیٹر اور بارہ دن سگریٹ روشن کرنے میں تمام ہوئے۔ ۶ دن اور ۱۲ گھنٹے کالر کے بٹن چھانٹنے میں۔ ایک دن بائیس گھنٹے ہنسی میں چار دن دو گھنٹے جمائی لینے میں اور ۳۰۲ دن ملاقاتیوں کے انتظار میں گذارے۔

سب سے پہلا کامیاب طیارہ باز:۔ ۳۳ء میں جرمنی کے ایک شخص برو نوفشر نے ایک طیارہ تیار کیا بعدہ خفیہ طور پر قریب ہی ایک جزیرہ اڑگن میں لے گیا۔ اور ایک خاص تاریخ میں لوگوں کو اکھٹا کرکے اپنے بھائی اوٹو فشر کو طیارہ میں بٹھلا کر چابی دیدی جس کے ساتھ ہی ایک ہیبتناک آواز پیدا ہوئی اور طیارہ بادلوں سے مخاطب ہو گیا۔ لیکن چند منٹ (تقریباً دس منٹ) کے بعد طیارہ نے نیچے کا رخ کیا۔ اور زمین سے آلگا۔ ہوا میں اڑنیوالا اوٹو فشر تھوڑی بہت تبدیلی (رنگ فق جسم لرزہ براندام) کے ساتھ باہر زندہ اور صحیح وسالم نکلا۔ وہ اپنے سفر میں کامیاب و بامراد رہا۔ اس کا یہ سفر ۳۲ ہزار فٹ اونچائی تک تھا۔

ریڈیم معمولی سیسہ تھا:۔ قدیم علمائے کیمیا کا منتہائے نظر یہ تھا کہ ادنیٰ قسم کی دھاتوں کو سونے وغیرہ جیسی بیش بہا دھاتوں کی صورت میں ڈھال لیں ہر چند وہ اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہو سکے، مگر ایک ایسے علم کی بنیاد رکھی جو بغیر قصد وارادہ کے ان مقاصد میں پہنچانے میں کامیاب ہو گی۔ چنانچہ جدید تحقیق وتجربہ سے یہ بات پایہ ثبوت تک پہنچ چکی ہے کہ ریڈیم جو ایک بیش بہا اور دیگر تمام چیزوں سے قیمتی ہے معمولی سیسہ تھا۔ مگر امتداد زمانہ نے اسے ریڈیم کی صورت دیدی بنا بریں یہ بات مثلاً پارہ یا سیسہ کو سونا بنا ڈالنا ممکنات ہو گئی۔

حالات

انگورہ بذریعہ ڈاک [illegible] ترکی [illegible] نے ڈکٹیٹری حکومتوں کو ایک اعلان [illegible] کیا ہے کہ اگر لقمان ریاستوں [illegible] ان کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت ہوئی [illegible] صبر نہیں کرے گا [illegible] کے لئے اعلان جنگ کے [illegible] کا اعلان ہوا تو بعض ترکی [illegible] میثاق سعد آباد کی رو سے پورا عالم اسلام [illegible] شریک ہوگا۔

حلب کے مشہور اخبار الاستقلال کا [illegible] استنبول سے لکھتا ہے کہ فواد کو نیک نے زہریلی گیسوں کے مقابلہ میں ایک عجیب و غریب گیس ایجاد کی ہے۔ ان کا دعویٰ ہے کہ مزید تجربات کے بعد جنگی طیاروں کی ہوناک بربادیاں اس کے ذریعہ بالکل بند ہو جائیں گی۔ اس [illegible] کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے فضا میں چھوڑ دیا جائے تو وہ بادلوں کی طرح پھیل کر [illegible] کی ہلاکت کا سبب بن جائے گی جو اس راستے سے گذر رہا ہو۔

لاہور۔ خاکسار تحقیقاتی کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا جب خاکساروں کی طرف سے شہادت شروع ہونے کا وقت [illegible] سے شہادت دینے سے انکار کر دیا۔ خلیفہ مذکور نے کہا [illegible] کی طرف سے [illegible] ایک خط موصول ہوا ہے جس کا مضمون یہ ہے [illegible] کے [illegible]

ہو [illegible] کا آخری امکان [illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ بیان ہے کہ [illegible] کیا گیا۔

[illegible] مسلم لیگ کا [illegible] کا اجلاس [illegible] کے [illegible] میں منعقد ہوا۔ [illegible] مسلم لیگ پارٹی [illegible] پاکستان کی اسکیم کے فوائد پر تقریریں کیں۔

ایسوسی ایٹڈ پریس نے مسٹر جناح کا ایک بیان

شائع کیا ہے جسمیں وہ فرماتے ہیں کہ اگرچہ مجھے خاکساروں سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کے معاملے میں اپنے آپ کو بے بس پاتا ہوں کیونکہ ان کی طرف سے گفتگوئے مفاہمت کا نیا طریقہ اختیار نہیں دیا گیا ہے۔ نیز قانون شکنی ابھی تک جاری ہے۔

ہندوستان میں ۱۰ مئی کی دوپہر کو یہ خبر موصول ہوئی کہ جرمنی نے ہالینڈ اور بلجیم پر بھی حملہ کر دیا۔ جرمن طیاروں نے متعدد ہوائی اڈوں پر بمباری کی بلجیم کے شہر برسیلز کے فضائی اڈے پر سو جرمن طیاروں نے حملہ کیا جس کے نتیجہ میں سینکڑوں آدمی زخمی ہو گئے۔

لکھنؤ:۔ اخبار پاینیر نے ایک خبر شائع کی ہے کہ مولانا عبدالشکور کے دارالمبلغین میں پولیس نے ایک نقب دیکھی۔ جو دفتر تک جاتی تھی، مدح صحابہ کے متعلق جتنے کاغذات وہاں تھے۔ سب غائب پائے گئے۔ گمشدہ کاغذات کا پتہ پولیس نے چلا لیا ہے۔ لیکن ابھی تک کوئی گرفتاری نہیں ہوئی ہے۔

جیکب آباد:۔ سکھر کے فسادات کے سلسلہ میں ۲۱ مسلمانوں کو چودہ چودہ برس کی سزا کا حکم سنا دیا گیا۔ الزام یہ تھا کہ انہوں نے ایک گاؤں میں تین ہندوؤں کو نہایت بیدردی سے قتل کیا تھا۔

مسٹر چیمبرلین وزیر اعظم برطانیہ نے وزارت عظمی سے استعفا دیدیا۔ جسے برطانوی پارلیمنٹ نے منظور بھی کر لیا۔ ان کی جگہ پر مسٹر چرچل وزیر اعظم مقرر ہوئے ہیں۔

لندن:۔ ہالینڈ کی ملکہ مع اپنی لڑکی کے انگلستان پہنچ گئیں۔ دریائے ماس اور رباسل جھیل کو عبور کر کے جرمن آگے بڑھ رہے ہیں۔

لندن:۔ جاپانیوں نے دعویٰ کیا ہے کہ جاپانی فوجوں نے صوبہ ہوپی کے دو مورچوں پر پانچ لاکھ چینی فوج کو بھگا دیا ہے۔

پیرس کل علاقہ سار میں آٹھ سو جرمن سپاہیوں نے فرانس کی تین چوکیوں پر اچانک حملہ کر دیا۔ توپ اور اسلحہ کاریں ان کے ساتھ تھیں۔

لندن:۔ ۳۰ میل تک فرانس کے حدود میں جرمن فوجیں گھس گئی ہیں سیجنولائن ایک حصہ ٹوٹ چکا ہے بروسیلز پایہ تخت بلجیم میں جرمن داخل ہو گئے۔ حکومت بلجیم اپنا پایہ تخت چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

شملہ:۔ محسود قبائل کے دو ہزار آدمیوں نے روس سے پیشکش کی ہے کہ اگر اس نے ہندوستان پر حملہ کیا تو ہم مدد کریں گے۔

سوسی خاں جو ان کے ایک ممتاز لیڈر ہیں انہوں نے بھی ایک خط لکھا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں۔ اگر روس نے ہندوستان پر حملہ کیا تو ۲۵ ہزار محسودی جنگ میں حصہ لیں گے۔

(ادارہ)

چند نئی کتابیں

مضامین محمد علی حصہ اول و دوم :- کچھ دنوں ہوئے مکتبہ جامعہ نے مضامین محمد علی کا حصہ اول شائع کیا تھا۔ اس مجموعہ میں آپ بیتی، مسائل ملی، مسلمان اور تعلیم، مسلمان اور [illegible] انگریزی، مسلم یونیورسٹی، جامعہ ملیہ وغیرہ وغیرہ پر مولانا محمد علی رح مرحوم کے بصیرت افروز مضامین تھے۔ اب مولانا کے مضامین کا یہ دوسرا حصہ شائع ہوا ہے۔ اس حصہ کو بھی جناب پروفیسر محمد سرور صاحب بی، اے (آنرز) جامعہ، فاضل مصر نے مرتب فرمایا ہے۔ یہ حصہ اس ہنگامہ خیز دور کی پوری تاریخ ہے جو ۱۹۰۵ء سے شروع ہو کر ۱۹۲۳ء پر ختم ہوتا ہے۔ سر سید نے کانگریس کی مخالفت کس بناء پر کی؟ وہ مسلمانوں کو تمام تحریکوں سے الگ رکھنے پر کیوں مصر تھے؟ اسلامی سیاست کا یہ مسلک آخر کار کیا رنگ لایا ہے مسلم لیگ کا قیام کیسے اور کہاں عمل میں آیا؟ انگریزوں کی دوستی سے ہٹ کر کیوں کانگریس سے متحد ہونے پر مجبور ہوئی۔ اور پھر کس طرح دونوں کی راہیں الگ الگ ہوئیں۔ قیمت مجلد حصہ اول [illegible] دوم [illegible]

جوہر اقبال :- علامہ اقبال کی حیثیت ایک شاعر کی حیثیت سے نہ صرف ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مشہور تھی۔ چنانچہ ان کے باکمال شاعر ہونے کا یہ ایک ادنیٰ ثبوت ہے کہ ان کی اکثر کتابوں کا ترجمہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں ہو چکا ہے۔ "جوہر اقبال" علامہ اقبال کی زندہ جاوید اور بے مثل شخصیت کو سمجھنے کے لئے ایک مفید کتاب ہے۔ اس میں ہندوستان کے چوٹی کے ارباب علم و فضل ڈاکٹر ذاکر حسین، ڈاکٹر سید عابد حسین، ڈاکٹر مولوی عبدالحق، مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مہاتما گاندھی، پروفیسر محمد مجیب، پروفیسر رشید احمد صدیقی، اور خواجہ غلام السیدین کے مضامین اور پیغامات جمع ہیں۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ صرف اس بات سے ہو سکتا ہے کہ اس کا پہلا ایڈیشن چند ماہ میں ختم ہو گیا۔ اور اب یہ دوسرا ایڈیشن ارباب علم کی خدمت میں پہلے سے زیادہ خوشنما طریقہ سے حاضر ہے۔ قیمت مجلد عہ

تاریخ مسلم لیگ :- از مظہر انصاری بی، اے (آنرز) اردو زبان میں اپنے رنگ کی پہلی کتاب مسلم لیگ، اور مسلمانوں کی پوری سیاسی تاریخ۔ اس کتاب میں مسلم لیگ کے قیام کے وقت سے موجودہ دور تک کے مکمل سیاسی حالات درج ہیں۔ تمام بڑے بڑے شخصوں اور ان کے اہم اور تاریخی کارناموں کا حال ہے۔ زبان سلیس اور شگفتہ، کتابت طباعت اور کاغذ عمدہ کپڑے کی خوشنما اور مضبوط جلد قیمت مجلد ۶؎

صدر دفتر :- مکتبہ جامعہ نئی دہلی

رستم زندگی ... [illegible]

... [illegible] ... معلوم ہے ... [illegible] ... لگتا ہے۔ دھوکہ باز مشتہر ... [illegible] ... بدن ... [illegible] ... چکے ہی ہیں۔ کیونکہ کسی نسخے ... [illegible] ... چکے ہیں۔ آنکھ ہی معجون رستم در جسم ... [illegible] ... کا استعمال شروع کر دیجئے ... [illegible] ... اور نامردوں ... [illegible] ... بھی تریاق ہے علاوہ ازیں چند روز کے استعمال کے بعد ہی ... [illegible] ... واپس آجاتی ہے ... [illegible] ... قائم رہتا ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ محروموں ... [illegible] ... اولاد ... [illegible]

... [illegible] ... ہے۔ اس سے بہتر دوا دنیا میں نہیں مل سکتی ... [illegible] ... جلد ... [illegible] ... سیکڑوں اشخاص ... [illegible]

... [illegible] ... پوری قیمت منگانے کی ... [illegible] ... اکیس خوراک کی قیمت ... [illegible] ... کے خیال سے تین روپیہ بارہ آنہ

عبدالکریم ... [illegible] ... حکیم ... [illegible] ... قریب نوازش دواخانہ

موتیہاری ... بہار

R 6 D.P.N. 347   رجسٹرڈ ڈی ۳۴۷

محمد عبد الحفیظ سلفی پرنٹر و پبلشر نے
سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ
میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے عہ/

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

قیمت سالانہ عہ/
ششماہی ۱۲/

جلد ۵ | بابت ماہ جمادی الاول ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ جولائی ۱۹۴۰ء | نمبر ۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

جنگ اور امن کمیٹیوں کا قیام

یورپ کی جنگ نے ایک انقلاب انگیز اور خوفناک صورت اختیار کر لی ہے۔ جرمنی کو ابھی تک جنگ میں پوری کامیابی ہوئی ہے۔ آن کی آن میں اس نے پولینڈ، ناروے، ڈنمارک، ہولینڈ، لکسمبرگ، بلجیم اور فرانس جیسی عظیم الشان طاقتور سلطنت کو اپنا محکوم اور زیر نگیں بنا ڈالا ہے۔ جرمنی نے جس وقت فرانس پر حملہ کیا تھا اس وقت کسی طرح خیال میں بھی نہیں آتا تھا کہ فرانس جرمنی سے شکست کھا جائے گا۔ کیونکہ فرانس اپنی قوت کے لحاظ سے دنیا میں دوسرے درجہ پر خیال کیا جاتا تھا۔ اس لئے جرمنی کی فرانس پر فتح کوئی معمولی بات نہ تھی۔ لیکن حیرت و استعجاب کی کوئی انتہا نہ رہی جب کہ جنگ کے اعلان کے دو تین ہفتے بعد ہی فرانس کے ہتھیار ڈال دینے کی خبر کانوں تک پہنچی۔ فرانس کی شکست کے متعلق مارشل پٹیاں وزیر اعظم کا بیان ہے :-

ہماری شکست کا سبب یہ ہے کہ ہمارے پاس نوجوانوں کی حد سے زیادہ کمی ہے، ہمارے پاس ہتھیاروں کی بھی حد سے زیادہ کمی تھی، اور ہمارا ساتھی بھی کوئی نہیں تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اہل فرانس کو دشمن سے لڑائی بند کرنے کی درخواست کرنی پڑی۔ اس کے علاوہ تین سال کی متواتر گھمسان لڑائی کے باوجود یکم مئی ۱۹۱۷ء کو ہمارے پاس بتیس لاکھ اسی ہزار ہتھیار بند فوج رہ گئی تھی۔ اور اس دفعہ لڑائی کے شروع ہی میں اس سے پانچ لاکھ کم فوج تھی، مزید برآں مئی ۱۹۱۸ء میں برطانوی فوج کے ۸۵ ڈویژن

ہماری امداد کے لئے ۔ درحقیقت سنہ ۱۹۱۴ء میں برطانوی فوج کے کل دس ڈویژن ہمارے پاس تھے۔ ان کے علاوہ سنہ ۱۹۱۸ء میں اٹلی کے ۸ ڈویژن اور امریکہ کے ۴۲ ڈویژن ہمارے پاس تھے۔"

مارشل پٹیان کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ فرانس دشمن سے بالکل غافل تھا۔ اور اس کے ساتھ اسے اپنے حلیفوں سے بے حد کم امداد پہنچی۔ گذشتہ جنگ عظیم میں اٹلی فرانس کے ساتھ تھا۔ اور اس جنگ میں وہ اس کا دشمن ہے امریکہ سے بھی امداد کے لئے فرانس کے سابق وزیراعظم نے ایک سے زائد مرتبہ چیخ و پکار کی۔ لیکن ہمدردی کے الفاظ کے علاوہ براہ راست اسے امداد نہیں پہنچی۔ فرانس کا جو حشر ہونا تھا ہو چکا۔ اب براہ راست ہماری برطانیہ سے ٹکر ہے۔ برطانیہ سے مقابلہ آسان نہیں ہے۔ اس کے وسائل و ذرائع بے شمار ہیں۔ اس کی بحری طاقت پوری دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور اس کے علاوہ وہ ہوائی طاقت میں بھی دشمن کا پورا مقابلہ کرسکتا ہے۔ انگلینڈ پر حملہ کرنے کے لئے جرمنی کو پہلے برطانیہ کی بحری طاقت کا مقابلہ کرنا پڑے گا کیونکہ جب تک بحری طاقت پر وہ قبضہ نہیں کرتا ہے۔ انگلینڈ تک سامان جنگ لیجانا ناممکن ہے۔ غرضکہ برطانیہ سے جنگ زبردست ہوگی اور اس جنگ میں جرمنی کے کامیابی کی کوئی امید نہیں۔

برطانیہ کو اس جنگ میں فتح ہوگی یا شکست [illegible] شکست کے بعد ہندوستانیوں کے دلوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا ہے [illegible] اس امر کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکومت ہند کے تمام اصلاع [illegible] کمیٹیاں قائم [illegible] ملکی حفاظت اور قیام امن کے لئے بھرتی کئے جائیں گے لیکن ہندوستان میں سیاسی اختلافات کی وجہ سے ان جنگی کمیٹیوں کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہو رہی ہے۔ کیونکہ ہندوستان کی دو بڑی سیاسی جماعت کانگریس اور مسلم لیگ نے ورکنگ کمیٹی کی تجاویز میں جنگی کمیٹیوں سے عدم تعاون کا اعلان کر دیا ہے۔ آخر اس عدم تعاون کے اعلان کی وجہ کیا ہے۔

وجہ ظاہر ہے کہ اب تک برطانیہ نے نہ تو مسلم لیگ کے مطالبات کو منظور کیا۔ اور نہ کانگریس کے، جنگ شروع ہو جانے کے بعد برطانیہ نے ہندوستان کے متعلق سینکڑوں بیانات دیئے لیکن کسی ایک میں بھی ہندوستان کے مستقبل کا کوئی خاطر خواہ حل پیش نہیں کیا ہے۔ میں نے مجلہ کے صفحات میں ایک سے زائد مرتبہ برطانیہ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی، لیکن اب تک اس نے ہندوستان سے کوئی نتیجہ خیز سمجھوتہ نہیں کیا ہے۔ برطانیہ کے لئے اب بھی وقت نہیں گیا ہے۔ اگر اس آخر موقع پر بھی ہندوستانیوں کے دلوں کو مطمئن نہیں کیا گیا۔ اور اس میں تاخیر کی گئی تو نتیجہ کیا ہوگا۔ اس کے متعلق اسٹیٹسمین کے ایڈیٹر آرتھر مور نے اپنی تقریر میں کہا ہے۔

"ہندوستان کو مکمل درجہ نوآبادیات دینے میں جو دن گذرتا ہے اس سے جنگ کو نقصان پہنچ رہا ہے"

غرضیکہ جہاں تک ممکن ہو سکے، ہندوستان کے ساتھ باعزت سمجھوتہ ہو جانا چاہیئے۔ کانگریس اور لیگ کا حکومت سے الگ رہ کر ہوم گارڈ قائم کرنا ملک کے لئے مناسب بھی ہے اور غیر مناسب بھی۔ مناسب تو اس لحاظ سے ہے کہ ان کی باگ ڈور ہندوستانیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔ اور انہیں نہایت احتیاط کے ساتھ اپنے ملک کی مدافعت اور داخلی حفاظت کے لئے استعمال کریں گے۔ لیکن خطرناک اس لحاظ سے کہ کانگریس اور لیگ کے دل ایک دوسرے کی طرف سے صاف نہیں ہیں۔ اسلئے خطرہ یہ ہے کہ ایک دن کانگریس کے ہوم گارڈ ملکی مدافعت کی جگہ کہیں آپس ہی میں برسر پیکار نہ ہوں۔ اسلئے مناسب یہ ہے کہ ایسے اہم اور نازک وقت میں حکومت، کانگریس اور لیگ کے تعاون کے ساتھ ہوم گارڈ قائم ہوں۔ اور یہ اسی وقت ممکن ہے۔ کہ ہندوستان کے متعلق جلد سے جلد کامل آزادی کا اعلان کیا جائے اور اس میں مسلمانوں کے تحفظات کا پورا پورا یقین دلایا جائے

رموز قرآنی

غسق اللیل ؕ :۔ اس لفظ کی تشریح میں مفسرینؒ نے مشہور ائمہ لغت و تفسیر سے مستند روائتیں نقل کی ہیں۔ ابن عباسؓ سے جو روایت منقول ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ غسق سے رات کا ابتدائی حصہ مراد لیتے تھے، ابو رجاء کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے اس آیت کے متعلق سوال کیا۔ تو انہوں نے اس لفظ کے معنی بدوالیلیل (رات کا آغاز) بتلائے ابن جریج کا خیال ہے کہ مجاہد بھی اس لفظ کے یہی معنی بیان کرتے تھے قتادہ نے اس کی تفسیر صلاۃ مغرب کی ہے۔ یہ چند اقوال مشتے نمونہ از خروارے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی مفسرین نے بعض اقوال نقل کئے ہیں۔

لغت کی کتابوں پر گہری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ غین، سین، قاف کی ترکیب ہر اس معنی پر دلالت کرتی ہے۔ جس میں بہنے اور جاری ہونے کا مفہوم صراحتًا یا اشارۃً پایا جاتا ہے۔ ہر بہنے والی چیز کو غاسق کہا جاتا ہے۔ جہنمیوں کی بہی ہوئی پیپ کو غساق اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ "غسقت العین" کلام عرب میں اس وقت بولا جاتا ہے۔ جب کہ آنکھوں سے میلا پانی بہہ رہا ہو۔ مغرب کے وقت کو غسق اسی لئے کہتے ہیں کہ رات کی تاریکی کائنات کے ہر ہر ذرہ پر چھائی ہوئی ہوتی ہے۔ اور اس کے سیلاب سے گیتی کا کوئی ذرہ مستثنیٰ نہیں ہوتا۔ اگرچہ اکثر مفسرین نے اس لفظ کے معنی میں ابتدائی قید لگائی ہے۔ لیکن میرے خیال میں یہ قید مفید نہیں بلکہ مضر ہے۔ اگر اس کو قید سے آزاد رکھا جائے تو زیادہ مستحسن ہے۔ نافع ابن ازرق کی روایت سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔ کیونکہ ان سے جو روایت آئی ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اس کے معنی محض رات کی تاریکی لیتے تھے۔ ابتداء اور انتہا کا سوال ان کے پیش نظر نہ تھا۔ اگر لفظ کے وہی معنی مراد لئے جائیں جو عام مفسرین نے تبلائے ہیں۔ تو نماز عشاء کا ثبوت اس آیت سے نہیں ہوگا۔ بلکہ مغرب ہی کی نماز اس آیت سے ثابت ہو سکے گی۔ لیکن اگر ابن ازرق کی روایت کے مطابق اس لفظ کے عام معنی مراد لئے جائیں تو مغرب کے ساتھ نماز عشاء کا وجوب بھی اس آیت سے ثابت ہو جائے گا۔ ائمہ لغت و تفسیر کے اصول کے مطابق یہی معنی مراد لینا افضل ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک لفظ کا عام معنی مراد لینا۔ اگر اس کا مراد لیا جانا ممکن ہو تو ضروری ہے۔ فقہا نے مغرب و عشاء اور ظہر و عصر کے درمیان

جمع کے جواز کو اسی آیت سے مستنبط کیا ہے [illegible] ہیں کہ ظہر اور عصر کے وقت کو زوال آفتاب [illegible] اور عشا کے وقت کو تاریکی شب [illegible] سے معلوم ہوا کہ ظہر اور عصر [illegible] عشا کے [illegible] مشترک ہیں۔ لہذا سفر یا بارش [illegible] میں ان کا ایک ساتھ پڑھ لینا جائز ہوگا [illegible] شرعاً درست نہیں کیونکہ صحیح روایات [illegible] ثابت ہے۔

[illegible] ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ [illegible] قرآن کے ساتھ [illegible] فرما کر اس حقیقت کی طرف [illegible] نماز تلاوت قرآن کے بغیر [illegible] نے قرآن کی اضافت فجر کی طرف کی ہے۔ چنانچہ [illegible] وقت رات کی تاریکی دور ہو کر دن کی [illegible] ٹھیک اسی وقت فجر کا وجود ہو جائے گا۔ [illegible] کے مطابق ٹھیک اسی وقت نماز فجر کا شروع کرنا [illegible] ضروری ہوگا۔ جیسا کہ سوافع اور [illegible] کا مذہب ہے تمام فقہا اور علمائے امت نماز فجر میں تطویل قرآت کو مسنون اور مستحسن لکھتے ہیں۔ حدیثیں بھی ان کے اقوال کی تصدیق کرتی ہیں۔ اس آیت سے بھی ان کے خیال کی تائید ہوتی ہے۔ نماز فجر کو قرآن فجر کے ساتھ تعبیر کرنا اس امر کا روشن اور بین ثبوت ہے کہ شارع علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نزدیک قرآن مجید کی

تلاوت نماز فجر کا ایک اہم اور قابل توجہ رکن ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے نماز فجر کی اقامت خصوصیت کے ساتھ حکم دیا۔ اور اس کا ایک وصف [illegible] مشہود [illegible] بے شمار احادیث نقل کی ہیں لیکن تنوع [illegible] کے وجوہ مفہوم کے [illegible] کا ذکر کر دینا [illegible] معلوم ہوتا ہے۔

عن [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم فی [illegible] الفجر ان قرآن الفجر کان مشہوداً [illegible] اللیل وملائکۃ النہار [illegible] ابو ہریرہ [illegible] مشہود [illegible] اللہ صلعم [illegible] فجر کی نماز [illegible] قال رسول اللہ [illegible] [illegible] من اللیل [illegible] [illegible] ینظر فیہ احد غیرہ ما یشاء [illegible] ثم ینزل فی الساعۃ الثانیۃ الی جنتہ [illegible] التی لم ترہا عین ولا خطر علی قلب بشر وہی مسکنہ ولا یسکن معہ من بنی آدم غیر ثلاثۃ النبیین والصدیقین والشہداء ثم یقول طوبیٰ لمن دخلک ثم ینزل فی الساعۃ الثالثۃ الی السماء الدنیا بروحہ

وملائکتہ فتنتفض فیقول قومی بعونی ثم یطلع الیٰ عبادہ فیقول من یستغفرنی اغفر لہ من یسألنی اعطہ من یدعونی فاستجیب لہ حتی یطلع الفجر فذلک یقول وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا قال موسیٰ فی حدیثہ شہدہ اللہ وملائکۃ اللیل وملائکۃ النہار۔

ترجمہ ابو درداء سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ جب تین گھنٹے رات باقی رہ جاتی ہے۔ تو اللہ تعالےٰ ذکر کی ابتداء کرتا ہے۔ پہلے گھنٹے میں ایسی کتاب دیکھتا ہے جسے اس کے علاوہ دوسرا نہیں دیکھتا اور اسمیں سے جو چاہتا ہے اپنے منشاء اور ارادہ کے مطابق مٹا دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اپنے حال ہی پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر دوسرے گھنٹے میں جنت عدن میں اترتا ہے وہ ایسا گھر ہے کہ اسکے مثل نہ کسی نگاہ نے دیکھا اور نہ کسی انسان کے قلب پر اس کا کھٹکا گذرا وہ اللہ کا گھر ہے۔ اللہ کے ساتھ نبیوں، صدیقوں اور شہیدوں کے علاوہ کوئی دوسرا انسان نہ ہوگا۔ اللہ تعالےٰ فرمائے گا خوشخبری ہے اس کے لئے جو تیرے اندر داخل ہو۔ پھر تیسرے گھنٹے میں سمائے دنیا پر نازل ہوتا ہے۔ جبرئیل اور فرشتے ساتھ ہوتے ہیں۔ بندوں کے طرف متوجہ ہوکر فرماتا ہے۔ کون مجھ سے مغفرت کا طالب ہے تاکہ میں اس کے گناہوں کو معاف کردوں، کون مجھ سے اپنی مرادیں مانگتا ہے تاکہ میں انہیں پورا کردوں، کون ہے جو مجھ سے دعائیں مانگتا ہے تاکہ میں انہیں قبول کروں۔ یہاں تک کہ فجر کا وقت ظاہر ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وقرآن الفجر ان قرآن الفجر کان مشہودا محدثین نے اس کی تشریح فرمایا کہ اس نماز میں اللہ تعالےٰ اور رات اور دن کے فرشتے حاضر و موجود ہوتے ہیں۔ جیسا کہ الفاظ حدیث سے ظاہر ہے ان احادیث اور آیت کے الفاظ پر گہری اور عمیق نگاہ ڈالنے سے غلس میں نماز فجر کی ادائیگی کا حکم مترشح ہوتا ہے۔ کیونکہ فجر کی نماز کو صرف اس لئے مشہود کہا گیا ہے کہ رات اور دن کے فرشتے دونوں اس میں موجود ہوتے ہیں۔ شب کی نگرانی کرنیوالے ملائکہ اپنے فرائض انجام دینے کے بعد روانگی کی تیاری میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور دن کی نگرانی اور حفاظت کے فرائض انجام دینے کے موڈن کے فرشتے کرۂ ارض پر آجاتے ہیں۔ اور یہ کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان ہر دو گروہوں کا اجتماع اسی شکل میں ممکن ہے۔ جب کہ رات کی تاریکی میں نماز شروع کی جائے ...

.... اور قرآت میں تطویل کو مدنظر رکھا جائے۔ تاکہ نماز کا اختتام کامل اسفار میں ہو۔

محمد مصلح الدین مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ

نفع و ضرر کا فاعل کون ہے

وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ○

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی ہستی کو (مدد کے لئے) نہ پکارو جو تمہیں نفع پہنچا سکتی ہے اور نہ ضرر۔ اگر تم نے ایسا کبھی کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ اپنا نقصان کرو گے اور ظالموں میں شمار کئے جاؤ گے۔

[illegible] خدا نے [illegible] ساری تعریفوں میں توحید کا [illegible] اپنے حبیب پاک کو مخاطب کر کے بندوں سے کہتا ہے کہ اللہ کے سوا مدد کے لئے کسی کو نہ پکارو، کیونکہ اس کے سوا کسی کو اختیار نہیں کہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکے۔ جب تم کو بتا دیا گیا کہ نفع و ضرر کا فاعل حقیقی صرف خدائے واحد ہے تو اس علم کے باوجود اگر تم دوسروں سے امداد کے طالب ہوگے تو یہ کس قدر نادانی کی بات ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس سے تم اپنے آپ کو نقصان عظیم میں مبتلا کر لو گے۔ غور کرنا چاہئے کہ جب نفع و نقصان کا خالق خدا ہے اور اس کے سوا کسی میں اتنی قدرت نہیں کہ وہ کسی کو نفع یا نقصان پہنچا سکے تو غیر اللہ کے ساتھ امید و بیم کی جن زنجیروں سے تم نے اپنے آپ کو جکڑ رکھا ہے کتنی کمزور ہو جاتی ہیں۔ اور یہ [illegible] ضعف الاعتقادی اور خیالی کمزوری ہے کہ [illegible] اپنے آپ کو ان زنجیروں میں مقید کر لیا ہے۔ اگر ہم مخلوق کو بے بس اور خالق کو قادر و مختار یقین کر لیں تو ہم تمام خود ساختہ قیود سے آزاد ہو سکتے ہیں۔ افسوس [illegible] اور خوف و مضرت نے ہم کو محکوم [illegible] ہم یہ روئے زمین پر آزادی کے ساتھ [illegible] اور خدائے واحد کی چوکھٹ کے سوا کسی [illegible] نہ کرتے۔

[illegible] ہے کہ جب ایک محکوم حاکم کے سامنے [illegible] جب ایک حاجت مند ایک زردار [illegible] دراز کرتا ہے۔ جب ایک بھوک [illegible] خوشامد کرتا ہے۔ تو اس وقت وہ بالکل بھول جاتا ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مدد کے لئے نہ پکارنا چاہئے۔ اپنے وسیلہ آمدنی کے خوف ضیاع سے کسی حاکم یا آقا یا دولت مند کی ایسی باتوں کو بھی گوارا کر لیتا ہے۔ جو اس کی خودداری، حمیت، عزت نفس کے خلاف ہیں۔ یا جب ایک ستم رسیدہ دشمنوں کے نرغے

میں پھنس کر اپنی زندگی سے مایوس ہو جاتا ہے۔ یا جب
ایک حق گو انسان جان و مال کے اندیشوں کو دل میں
جگہ دیکر حق گوئی سے باز رہتا ہے۔ تو اس وقت اسے
یہ بات یاد نہیں رہتی کہ خدا کے سوا کوئی ہستی ایسی نہیں
جو اسے نقصان پہنچا سکے۔

دیکھو ایک تیر تمہارے سینے پر آکر لگتا ہے۔ اس
کی آمد پر غور کرو۔ تیر کمان سے نکلا۔ کمان کو ہاتھ سے
کھینچا۔ ہاتھ کو کماندار کے دل نے حرکت دی۔ ارادہ
دل میں پیدا ہوا۔ بتاؤ یہ دل کس کی مٹھی میں ہے کس
کی بارگاہ سے اس میں ارادے القا ہوتے ہیں۔ کون
غیب کے پردوں میں مستور ہو کر یہ فرمانروائی کرتا ہے
اسی طرح ایک اشرفی تمہارے ہاتھ تک پہنچتی ہے۔ ہاتھ
بڑھا کر اس نے جیب یا صندوقچے سے اشرفی نکالی، ہاتھ
کو ارادے نے حرکت دی ارادہ دل میں پیدا ہوا۔ دل،
پر کس کا تصرف ہے۔ کون ہے جو دل کو اس طرح پلٹے
دیتا ہے جس طرح سمندر کی موجوں یا ہوا کے جھونکوں میں
تموج ہوتا ہے۔ اب تم کس کے آگے سر جھکاؤ گے، اشرفی
کے آگے، صندوقچے کے آگے ہاتھ کے آگے، یا انسان
کے آگے جس کا یہ ہاتھ ہے۔ یا اسی ہستی کے آگے جو انسان
کی خالق اور اس کے ارادوں کی مختار ہے۔

اللہ تعالےٰ کو نفع و ضرر کا واحد مالک یقین کرنے
کے بعد تمہارا دل شبہات اور کشاکش سے پاک ہو جائیگا
تم تیر کی شکایت نہ کروگے، بلکہ تمہارا شکوہ کماندار سے ہوگا۔

اسی طرح جب تم کو کسی سے فائدہ پہنچیگا، تو تم اپنی امید
اسکے دامن سے وابستہ نہ کروگے، بلکہ فاعل حقیقی کی طرف
تمہارا رجوع ہوگا۔

اپنے نفع و نقصان کو اللہ اور صرف اللہ کے
اختیار میں یقین کر کے خوف اور امید کی دنیا سے کچھ زیادہ
سروکار نہیں رہتا۔ ایک دولت مند کی عزت ہم اس لئے
نہیں کرتے کہ اس کے پاس دولت ہے۔ بلکہ محض ان امید
کی بنا پر جو اس کی دولت سے مستفید ہونے کے متعلق ہم
اپنے دل میں پرورش کر رہے ہیں۔ جب ایک حاکم سے
ہم ڈرتے ہیں تو اس کا باعث یہ نہیں ہے کہ حکومت کوئی
خوف [illegible] ہے۔ بلکہ محض اپنی زندگی کے تحفظ کی بنا پر
ایسا کرتے ہیں۔ لیکن جب ہماری امید اور ہمارا خوف
صرف بادشاہ حقیقی سے وابستہ ہو جائے تو ہماری نظروں
میں [illegible] اور نادار میں کوئی فرق نہ ہوگا۔

شکوہ و گلہ کے تمام [illegible] اس کے بعد ختم ہو جاتے
ہیں اور انسان کی ہستی تمام [illegible] بالاتر قرار پاتی ہے۔ جب
وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہوتا ہے تو جزع و فزع میں وقت
نہیں گزارتا۔ اور نہ [illegible] سر بندگی لوگوں کے سامنے
خم نہیں کرتا۔ بلکہ اس کو اپنے پروردگار کے لطف و کرم
پر اعتماد ہوتا ہے۔ اور جانتا ہے کہ اسکے سوا کوئی بھی ایسا
نہیں جو اس بند غم سے اسے نجات دے، اسی طرح جب
ضرورتوں کا ہجوم حاجتوں کی بھیڑ سامنے آتی ہیں۔ تو وہ مخلوق کی
آستان بوسی کی بجائے بارگاہ قدس میں اپنے مقاصد عرض م
کرتا ہے۔ پس ہر مسلمان کو چاہئے کہ ایسی مقدس زندگی اختیار کرے کہ شرک سے کوسوں دور ہو اور نور ایمان سے اس کا جسم معمور ہو— عبدالمعز خوشتر مظفر پوری

تشریح حدیث

عن ابی هریرة رضی الله عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول الله وما هن قال الشرك بالله والسحر وقتل النفس التی حرم الله الا بالحق واکل الربا واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات چیزوں سے جو انسان کو ہلاک کر دینے والی ہیں بچتے رہو۔ اللہ کی پرستش میں کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کا یقین کرنا، ناحق کسی کی جان لے لینا، یتیم کا مال اور سود کا مال کھانا، میدان جنگ سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا اور سیدھی سادی مومنہ عورت پر اتہام باندھنا۔

آفتاب اسلام کے طلوع ہونے سے پہلے دنیا جس ضلالت اور تاریکی میں پڑی ہوئی تھی۔ اد کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اور پھر اس آفتاب کی صاف و شفاف روشنی میں قومیں کس طرح اپنے خواب غفلت سے بیدار ہو کر ترقی کی راہ پر گامزن ہوئیں۔ اس سے بھی دنیا ناواقف نہیں ہے۔ یوں تو اسلام کی تعلیمات اتنی وسیع ہیں۔ کہ ان کا ذکر گنتی کے ان چند اوراق میں کرنا ناممکن ہے۔ لیکن [illegible] تمام چیزوں سے قطع نظر کرکے اس [illegible] آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں۔

اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے پہلی تعلیم جو ہمارے سامنے آتی ہے وہ توحید باللہ اور رسالت کا اقرار ہے۔ اور یہی وہ چیز ہے جس کا اعتقاد و اقرار انسان کو کفر کی گمراہی سے نکال کر اسلام کی روشنی میں لے آتا ہے اور وہ اسلام کا مدعی ہونے کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اس چیز کی اہمیت کا اندازہ صرف اس امر سے ہو سکتا ہے کہ احادیث صحیحہ میں مروی ہے۔ من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔ جس نے صدق دل سے لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کیا وہ جنت کا حقدار ہے۔

ایک مرتبہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کسی وادی سے گزر رہے تھے۔ راستے میں ایک بدوی عورت ملی، آپ نے اس سے [illegible] کیا این اللہ۔ اللہ کہاں ہے اس نے جواب دیا اللہ فی السماء، اللہ آسمان میں ہے دوبارہ پوچھا من انا میں کون ہوں۔ اس نے کہا انت رسولہ تو اللہ کا رسول ہے۔ یہ جواب سنکر آپ نے فرمایا ھی مومنۃ یہ مسلمان عورت ہے۔

واقعات کی ترتیب یہ بتلاتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ لوگوں کو برے افعال و اعمال سے روکنے کی پرزور کوشش کی اور ان کو اخلاق سوز حرکات سے باز رکھنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ چنانچہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جس وقت مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے۔ اور قریش کے مطالبہ پر شاہ حبش نے ان کو بلا کر حالات معلوم کرنا چاہا تو آپ نے ایک بسیط خطبہ دیا۔ جس میں یہ چیز بتلائی کہ ہم لوگ آجتک کفر و الحاد کی تاریکی میں پڑے ہوئے تھے۔ شراب خواری، زناکاری اور چوری ہمارا دن رات کا مشغلہ تھا۔ قماربازی اور جنگ وجدل ہمارا روز روز کا کھیل تھا۔ غرض اس قسم کے جملہ عیوب کے ہم حامل تھے۔ اللہ نے ہم پر عنایت کی اور ہم میں سے ایک کو اپنا رسول بنا کر ہمارے پاس بھیجا ہے۔ جو ہمیں تمام برائیوں اور مذموم حرکات سے روکتا ہے۔ اور اچھے اخلاق، اچھی باتیں اور نیک کام کی تعلیم و تلقین کرتا ہے۔

حضرت جعفرؓ کے اس خطبہ کا پیش نظر رکھ کر بلاشک وشبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تعلیم یہی تھی کہ لوگ افعال قبیحہ و اعمال مذمومہ سے اجتناب کریں۔ اور نیک عادات و خصائل کو اپنا شیوہ بنائیں۔ اب اس سلسلہ میں جب ہم حدیث پاک کی ورق گردانی کرتے ہیں۔ تو ہم وہیں ایسی چیزیں ایسی ملتی ہیں جن سے اسلام نے نہایت سختی کے ساتھ روکا ہے۔ اور ان کو گناہ کبیرہ شمار کرتے ہوئے موجب نار بتایا ہے۔ ان میں سے سات کا ذکر تو مذکورہ بالا حدیث شریف میں موجود ہے۔ اور باقی چند یہ ہیں عقوق الوالدین، قول الزور، [illegible] والربا۔ اب ان تمام کبائر پر ہمیں ایک نگاہ ڈالنی ہے۔ تاکہ [illegible] متدبر ہوں اس سے حقیقی فائدہ حاصل کر سکیں۔ اور تاکہ [illegible] کا مستحق ہو کر دینی اور دنیوی دونوں فائدہ اٹھا سکے

(باقی آئندہ)

عبدالرحمن نشتر رحوروی

اشارات

فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیب اردو میں

اردو زبان میں بہت سے الفاظ فارسی اور عربی زبانوں کے بیشتر اسماء اور کچھ حروف بغیر کسی تصرف کے مستعمل ہیں۔ عربی الفاظ کی ترکیب عربی اور فارسی طرز سے، اور فارسی یا فارسی اور عربی الفاظ کی ترکیب فارسی قاعدوں کی رو سے جائز ہے۔ مگر ہندی الفاظ کا پیوند آپس میں اور دوسری زبانوں کے لغات سے ہندی ہی زبان کی رسم و آئین کے مطابق ہو سکتا ہے

چونکہ حروف ترکیب الفاظ ہی کے کام آتے ہیں۔ لہٰذا ایک قاعدہ اس کلیہ سے یہ متفرع ہوتا ہے کہ فارسی الفاظ کے ساتھ عربی حروف اور ہندی الفاظ کے ساتھ فارسی اور عربی حروف نہیں آ سکتے۔

مثلاً دائم المریض، فضول گو، اولاد صالح، حار راہ، از آدم تا ایں دم، صحیح ہیں اور مروج ہیں۔ بڑی فروش، جوتا خور، دل لگی باز، ساتھ درستی حواس کے (نثر میں) واسطے ادا کرنے دین کے (نثر میں) از راجا تا پرجا، لاچار اگرچہ ان میں بعض الفاظ عوام میں مروج ہیں۔ مگر لکھے پڑھے آدمی عموماً ان سے احتراز کرتے ہیں۔

محاورات:- محاورات ایسی ترکیبوں کو کہتے ہیں جو کثرت رواج کے باعث اب لغات مفردہ کا حکم رکھتی ہیں۔ اور ان میں کمی بیشی تغیر و تبدل جائز نہیں۔ مثلاً ہاتھ آنا، خاک چھاننا، مٹی پلید کرنا، کھو جانے کے معنوں میں ہاتھ جانا نہیں کہہ سکتے، خاک چھاننا کی جگہ مٹی چھاننا بے معنی ہے یا اور معنی رکھتا ہے۔

ہر زبان میں بعض الفاظ کو بعض دوسرے الفاظ سے خاص مناسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ اکثر اوقات کسی لفظ کے ساتھ ایک خاص معنی میں کوئی ایک ہی لفظ یا بعض مخصوص الفاظ ہی آ سکتے ہیں۔ اور الفاظ خواہ ان کے مرادف ہی ہوں نہیں آ سکتے۔ بلکہ کبھی کبھی تو یہ الفاظ ان ترکیبوں میں جو معنی ظاہر کرتے ہیں۔ عموماً ان معنوں میں آتے بھی نہیں۔ جیسے: کان بڑھانا، شیخی بگھارنا، مزے اڑانا، ڈانٹ بتانا وغیرہ۔ یہ بھی ایک قسم محاورے کی ہے۔ اس کی اور مثالیں ہیں۔ نل ڈالنا، بازی بدنا، منظور رکھنا، بات رکھنا، قول نباہنا، گن گانا، بات بنانا، قصہ گڑھنا۔

محاورہ الفاظ کے عمومی معنی ہی سے بے نیاز نہیں۔ زبان کے معمولی قاعدوں سے بھی آزاد ہے مثلاً ہاتھ آنا کو قاعدے کے مطابق ہاتھ میں آنا ہونا چاہیئے تھا۔ کان پڑی آواز، کو کان میں پڑی آواز، آنکھوں دیکھی واردات، کو آنکھوں سے دیکھی واردات وغیرہ بات کی بات میں محاورہ ہے۔ اس کے معنی ہیں آناً فاناً اب بات کے لغوی اور مندا ول معنوں پر نظر کیجئے اور فرمایئے کہ بات کی بات کے کیا معنی ہوئے، مگر ان ترکیبوں کو زمانے کے ہاتھوں سے قبول عام کی سند مل چکی ہے۔ اب کون ہے جو ان کی صحت سے انکار کرے، اور لوگوں کو ان کے استعمال سے باز رکھے،

یہی حال ان مخلوط یا خالص ہندی الفاظ کا ہے۔ جن کی بناوٹ عربی یا فارسی قاعدے سے ہوئی ہے گو جو نہایت بے تکلفی سے تقریر و تحریر میں صرف ہوتے ہیں۔ مثلاً کام چور، منگنی بگاڑ، سٹے بازی، گاڑی بان، پاندان ٹھیکہ دار، چونکہ ان الفاظ کی ساخت زبان کے مسلم قاعدوں کے خلاف ہے۔ اور محض کثرت استعمال ہی ان کے جواز کی سند ہے۔ اس لئے ان کو بھی محاورے کی ایک قسم سمجھئے۔

محاورات کی صحت اور ان کا مناسب استعمال زباندانی کی پہچان ہے۔ اور اس پر کلام کی حلاوت برجستگی اور دلنشینی کا انحصار ہے۔ مگر یہ بات بلا عمدہ نظم و نثر کے مطالعے اور ذوق سلیم کی اعانت کے حاصل نہیں ہو سکتی، محض طویل فہرستیں دماغ میں محفوظ کر لینی اس مقصد کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ یہ تو بعض اوقات مضر بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے محاورات کے بے ضرورت اور بے محل صرف ہونے کا احتمال زیادہ ہو جاتا ہے۔

فارسی اور عربی الفاظ اردو محاورے میں:- عربی اور فارسی الفاظ جو ہماری زبان میں شامل ہو گئے ہیں۔ ان کے معنی بعض اوقات کچھ کا کچھ ہو گئے ہیں۔ یا ان کے طریق استعمال میں تغیر ہو گیا ہے۔ مثلاً متلاشی، تلاشی، راشی مرتشی کے معنوں میں مستعمل ہے۔ تکلیف کرنا، زحمت اٹھانے کی جگہ اور تکلیف دینا، تکلیف کرنے کے بجائے بہت مستعمل ہے۔ بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ دریافت کرنا کی معنی پوچھنا نہیں معلوم کرنا ہے۔ وہ حکیم صاحب کے ہاں علاج کی غرض سے گیا۔ بالکل صحیح جملہ ہے۔ مگر غالباً لغوی معنوں کے اعتبار سے علاج کی نسبت امتعالج یہاں زیادہ موزوں ہے۔ اسی طرح استعفا دینا ہر شخص بولتا ہے۔ اور بعض لوگ امتزاج لینا بھی بولتے ہیں۔ اس خصوص میں کوئی رائے دینی بہت مشکل ہے۔ اگر آج کوئی شخص کہے کہ میں نے فلاں خدمت سے استعفا کیا۔ یا فلاں شخص کو فلاں امر کی تکلیف کی تو [illegible] سننے والوں کے [illegible] ضبط کرنا دشوار ہو گا۔ ساتھ ہی اس سے بھی انکار نہیں [illegible] کہ امتزاج لینا جیسی ترکیبیں طبیعت کو ناگوار [illegible]۔ غالباً حل اس مشکل کا یہ ہو گا کہ الفاظ کے ماخذ پر [illegible] رہے مگر اتباع اپنی زبان کے محاورے کی کیجائے۔ ہر زبان کا ایک خاص مزاج اور دوسری زبانوں کے الفاظ کو اپنانے

کے مخصوص طریقے ہوتے ہیں جن کی رعایت ضروری [illegible] مگر ان طریقوں کا احصاء اور انضباط قاعدوں کی صورت میں محال ہے۔ وحید الدین سلیم پانی پتی نے اس موضوع کے ایک حصے یعنی الفاظ کی بناوٹ پر قلم اٹھایا ہے۔ اور اس میں بہت سے نہایت خوب [illegible] تحقیق کی ہے۔ مگر اردو زبان کے تصرفات [illegible] اور خصوصیات محاورہ کی طرف آج تک کسی ایسے باخبر اور عالی دماغ مفکر کی توجہ مبذول نہیں ہوئی۔

علاوہ بریں اردو ایک زندہ زبان ہے۔ اور موجودہ زمانے میں مختلف اثرات کی وجہ سے اس میں جلد جلد تغیرات رونما ہو رہے ہیں۔ آج جو قاعدہ صحیح اور کافی سمجھا جاتا ہے کل کو غلط اور ناکافی ہو جائے۔ زبان اور ادب ایسی چیزیں ہیں کہ قاعدے اور قانون ہم کو ذوق سلیم اور وجدان صحیح کی ضرورت سے بے نیاز نہیں بنا سکتے۔

محمد محسن۔

نازو نیاز

کالج کے لڑکوں کی چھیڑ چھاڑ کون نہیں جانتا۔ کچھ دن ہوئے میرے ایک دوست نے اپنے ایامِ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کیا جو ان کے دو احباب میں پیش آیا سنکر بیساختہ ہنسی آگئی اور قریب قریب بلا قصد و ارادہ اس نے ایک نیم عاشقانہ اور نیم مزاحیہ نظم کی صورت اختیار کر لی۔ جو ہدیہ ناظرین ہے اگر یہ بتا دیا جائے کہ فریقین میں ایک کا نام شفیق تھا۔ تو اس قافیے کے بار بار آنے کی توجیہہ ہو جائیگی۔

——— محمد محسن

ہزار شکر کہ مہمان ہے آج یار شفیق — رقیب ساتھ ہے اے عشق ضبط کی توفیق
لباس میں وہ سجاوٹ کہ خیرہ ہوں آنکھیں — نگاہ میں وہ لگاوٹ کہ والہ ہو بطریق
اک انتعاش سا ہونٹوں میں کیف مستی سے — صفائے رخ تب و تاب دروں سوز نار حریق
جھلک رہا ہے بدن سے لہو جوانی کا — چھپائے کیا مئے احمر کو شیشۂ ابریق
نہ پوچھ مجھ سے ان آنکھوں میں سحر ہے کیسا — کہ آشنا نہیں لذت سے آب جو کی غریق
بیاں ہو اس کی اداؤں کا اتنے ہوش کہاں — مگر حواس کے اوراق کی کردا تنسیق
بڑھائے پان جو ہیں لے کے ملتفت نہ ہوا — جبین ناز پہ ڈالی گرہ بطرز انیق
رقیب نے جو دیئے جھٹ سے منہ میں ڈال لئے — مثال زہر ہلاہل کہ بن گیا ہو رحیق

عجب کہ پان کی سرخی تو اب [illegible] نہ رہے　　وہ جس کی سرخیٔ لب سے خجل ہو جام عقیق

عجب کہ عاشق صادق کا دل شکستہ رہے　　وہ جس کو کہتا ہے سارا جہاں حلیم و خلیق

مگر اب رشتۂ پیوند [illegible]　　یہ بات [illegible] کہاں اور کہاں وہ یار شفیق

کبھی تو چال چلے [illegible]　　عجب وہ دلبر سادہ ہیں ڈال دے تفریق

ہزار حیف کہ [illegible]　　غرض کے دوست ہیں اس عہد میں نہ کہ رفیق

جو حسن کے [illegible]　　دیار عشق کے تنہا یادگار عہد عتیق

بنا و تیرگی [illegible]　　کبھی [illegible] گئی ناموس اس کی بے تعویق

بساط دہر پہ [illegible]　　فسانہ کہیں [illegible] و زرریق

ہجوم برگ سے ہر خار غنچہ [illegible]　　غضب خدا کا یہ تنگی کی جان اور یہ ضیق

متاع حسن و جوانی کی [illegible]　　قدم قدم پہ کمیں [illegible] ہیں قاطعان طریق

ہماری قدر کرلے دوست بے نیاز ہو　　[illegible] کمیاب ہیں رفیق شفیق

دل حزیں خستہ کی جا چاہئے تیرے دل میں　　کہ یہ غریب ہے تیرا شفیق بالتحقیق

پھر ایک بار شفیقے [illegible] کہیں مل کر

بس آکہ خوب نہیں کار خیر میں تعویق

صیدِ ہوس

ایک دن وہ تھا کہ نسیمہ کے حسن جہاں سوز کا تذکرہ زبان زدِ ہر خاص و عام تھا۔ اور سیالکوٹ کا ہر مرد ناکس اس کو ارضی حور تصور کرتا تھا۔ اور ہر صاحب دل اس کے رخ انور کی ایک جھلک کے لئے مضطرب اور بے قرار نظر آتا تھا۔ لیکن آج وہی مجسمہ حسن و زیبائی اور وہی پیکر رعنائی و ملاحت ایک بوسیدہ کوٹھری میں بستر موت پر جاں بہ لب ہے۔ ڈاکٹر جواب دے چکا ہے۔ تمام گھر میں واویلا مچی ہے۔ اور اس کے والدین کی آنکھوں سے اس کی جوان اور بے وقت موت کے تصور سے ساون بھادوں کی جھڑی لگی ہوئی ہے۔ سرہانے اس کی بچپن کی سہیلی سلیمہ بیٹھی اس دلخراش اور جانکاہ منظر کو دیکھ رہی ہے۔ اس کی آنکھیں شدت غم سے پرنم ہیں۔ لیکن وہ بار بار اپنے آنچل میں آنسو کے امڈتے ہوئے سیلاب کو جذب کر لیتی ہے۔ تاکہ چند منٹ کی مہمان اس کے قطرات اشک کو دیکھکر زیادہ بیقرار نہ ہو جائے۔ اور اس کی روح پریشان ہوکر پھڑپھڑاتی ہوئی قفس عنصری سے پرواز نہ کر جائے۔ اس کی اس اچانک قریب الموت حالت سے ہر شخص ہکا بکا اس کے چہرے پر نظریں جمائے ہوا ہے۔

اس کا باپ یہ خبر پاکر فوراً ایک ڈاکٹر کو لئے ہوئے آتا ہے ڈاکٹر اس عازم ملک عدم کی حالت کا معائنہ کرنے کے بعد کہتا ہے کہ مریضہ نے زہر کھالیا ہے۔ اور زہر کا اثر اس کے رگ و پے میں سرایت کر گیا ہے۔ لہٰذا اس کے جانبر ہونے کی کوئی امید نہیں۔

ڈاکٹر کا آخری جملہ اتنا یاس آفریں تھا کہ جملہ حاضرین دیر تک سکتہ کے عالم میں نقش حیرت و استعجاب بنکر بڑی مایوسی و حسرت بھری نگاہوں سے ڈاکٹر کے چہرے کو تکتے رہے۔ "زہر کھالیا!" سب نے زیر لب بڑبڑاتے ہوئے وجہ معلوم کرنے کی کوشش کی۔ مگر ظاہراً کوئی وجہ معلوم نہ ہوسکی کیونکہ بیچاری نسیمہ نے دم آخر تک اپنے دلی راز کو سینہ میں مدفون رکھا تھا۔ ہاں! مگر ادھر چند روز سے وہ کچھ کھوئی ہوئی اور خدا معلوم کن کن خیالات میں غلطاں و پیچاں رہا کرتی تھی۔ اس کے چہرے پر نہ تو اب وہ شادابی تھی اور نہ لب پہ وہ تبسم جان آفریں۔ نہ اب اس کو کھانے پینے کا خیال تھا اور نہ لباس کی آراستگی کی فکر۔ کئی روز سے اس کے سیاہ و دراز زلف جو ایک کالی ناگن کی طرح بل کھاتے رہتے تھے۔ منت کش مشاطہ یا شانہ نہ ہوئے تھے۔

[illegible] معلوم ہوتی تھی [illegible] کے ساتھ [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] معلوم ہوتی تھی۔

سارا کمرہ ماتم کدہ بنا ہوا تھا [illegible] ایک بار میں مہمان چند وقفے [illegible] سے [illegible] اور [illegible] اس کے لب لعلین کو متحرک دیکھا [illegible] کہ حرکت کی نوعیت کو سمجھ سکے۔ [illegible] سے لوگوں کو کمرہ سے چلے جانے کو کہا جب تمام لوگ کمرہ سے چلے گئے۔ اور وہاں بجز مریضہ اور سلیمہ کے کوئی اور نہ رہا تو لب لعلین کو حرکت ہوئی اور چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ کمرہ کی فضا میں گونجنے لگے۔

"سلیمہ! پیاری سلیمہ! میں صرف چند لمحہ کی مہمان ہوں لیکن مرنے سے پیشتر اپنی نامبارک زندگی کے سیاہ دفتر کے مرقومات کو تمہارے سامنے دہرا دینا چاہتی ہوں [illegible] باقی نہیں ہے پیاری سلیمہ! میں نے زہر کیوں کھا لیا؟ تا آنکہ تم اس کو جاننے کے لئے بیقرار ہوگی۔ اگر میں [illegible] ایک زندگی کا خاتمہ نہ کرتی تو کیا کرتی؟

[illegible] سماج میں رہنے کے قابل متصور [illegible] مجھکو یہاں رہنے کا [illegible] دنیا والے [illegible] [illegible] بلکہ اگر [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] اور وہ پھر رونے [illegible] اور پھر تن گوش ہو کر [illegible] لب سے پیدا ہونے والے الفاظ کو [illegible] ایک شعر تھا جو فضائے بسیط میں گونج گونج کر سلیمہ کو [illegible] کر رہا تھا۔ یہ شعر غالباً سلیمہ کے دل کی دھڑکن کا ہم آہنگ ملاپ تھا۔ جو سرگشتہ غیب کی زبان سے باواز بلند نکل کر غریب مریضہ کے رازہائے سربستہ کو [illegible] کر رہا تھا وہ شعر یہ ہے

ہائے وہ اشک جو تھا راز محبت کا امین
کیوں دم نزع مری آنکھ سے باہر نکلا

کچھ دیر بعد لب کو جنبش ہوئی اور یہ الفاظ پیدا ہوئے تسلیمہ! میرے قطرات اشک کو دیکھ کر شائد تم نے میرے متعلق برا خیال کیا ہوگا۔ اگر تم مجکو بدترین مخلوق بھی کہو تو میں خوشی سے برداشت کرلونگی۔ کیونکہ میں نے ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے کہ اگر میں لاکھوں برس سجدے میں سر ماروں تو اس کی تلافی نہ ہوسکے۔ اور مجکو نجات نہ مل سکے۔ جس وقت ابا کی تبدیلی سیالکوٹ ہوئی تھی۔ اس وقت میں چودہ سال کی تھی۔ ہم لوگ پارک سے متصل ایک بنگلہ میں رہتے تھے۔ پارک سے کچھ فاصلہ پر ہائی اسکول تھا۔ میرا "انجم" اسی اسکول میں میٹرک کلاس میں پڑھتا تھا۔ ایک روز بعد غروب آفتاب جب میں صحن باغ میں چہل قدمی کر رہی تھی۔ ان سے اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ چونکہ میں پردہ کی پابند رہا نہ تھی۔ اسلئے عام ہندوستانی دوشیزوں کی طرح وہاں سے ہرن نہ ہوگئی۔ بلکہ چند منٹ تک ان سے بے تکلفی سے گفتگو کرتی رہی۔

وہ دن میرے لئے نہایت ہی منحوس ثابت ہوا۔ کیونکہ آج کے انجام المناک کا سنگ بنیاد اسی روز رکھا گیا تھا۔ اسی طرح چند روز متواتر ملاقات ہوتی رہی اور ہم لوگ دیر تک ایک دوسرے کی گفتگو سے محظوظ ہوتے رہے۔ رفتہ رفتہ ہماری ملاقات نے دوستی کا رنگ اختیار کرلیا۔ مگر خالص دوستی جس میں نفسانیت اور بہیمیت کو دخل نہ تھا۔ لیکن مجھے کیا معلوم کہ یہی دوستی ترقی کرکے میرے تمام جسم کو ملتہب کردیگی جس کے التہاب سے میرا خرمن ہستی جل کر خاک وسیاہ ہوجائے گا۔

سلیمہ! تم کو کس طرح یقین دلاؤں کہ اس زمانہ میں میرے جذبات بالکل پاکیزہ اور میرے دل میں بجز معصوم جذبات کے اور کچھ نہ تھے۔ ہماری ملاقات اور دوستی کی خبر اماں کو بھی تھی۔ چونکہ انہوں نے خود ہی ایام خورد سالی سے مجکو آزادی کا سبق پڑھایا تھا۔ لہذا وہ دخیل نہ ہوتی تھیں۔ بلکہ "نجم" کو وہ مثل فرزند سمجھنے لگیں۔ لیکن ابا کو ان باتوں کی واقفیت نہ تھی۔ جب پوجا کی تعطیل میں وہ کچھ روز کے لئے مکان چلے گئے۔ تو میرا دل اداس سا رہنے لگا۔ یہ کیوں؟ میں اس کو نہ سمجھ سکی۔ مگر جب ایک ہفتہ کے بعد وہ واپس آئے۔ تو میرے لئے ان کی آمد عید کی آمد سے کم نہ تھی۔ اور مجکو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ کھوئی ہوئی چیز مل گئی ہے۔ مجھے کیا معلوم کہ حضرت دل کسی اور دھیان میں تھے۔ ایک روز جب وہ آئے تو کچھ بوکھلائے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ میں نے وجہ دریافت کی۔ پہلے تو انہوں نے بہت قیل و قال کی۔ مگر کچھ دیر بعد بتلایا کہ وہ میرے تیر نظر کے گھائل ہیں۔ اور میرا تیر نظر ان کے کلیجہ میں ترازو بن کر رہ گیا ہے اور نہایت ہی بے ساختگی سے یہ شعر پڑھا ؎

تیرے تیر نیم کش کو کوئی میرے دل سے پوچھے یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بعد ازاں انہوں نے میرے حسن و رعنائی کی مدحت میں فصاحت اور بلاغت سے کام لینا شروع کیا۔ لغت کا شاید ہی کوئی لفظ باقی رہ گیا ہو جسے انہوں نے میری مدح سرائی میں استعمال نہ کیا ہو۔

جان سے پیاری سلیمہ! تم [illegible] واقف ہو کہ عورت فطرتاً خود [illegible] کرتی ہے اور اس کو اپنے حسن، اپنے قد و قامت [illegible] رفتار وغیرہ کی [illegible] زبان سے سننے میں کتنا مزہ ملتا ہے۔ [illegible] میرے [illegible] دل و جان سے [illegible] محبت نے عشق [illegible] خوابیدہ جذبات نفس کی ٹھوکر [illegible] کے بعد دل کی دنیا میں [illegible] سپر ڈال رہی تھی۔ اور [illegible] طوفان [illegible] کی ناصحانہ [illegible] میں قوت تمیز باقی نہ رہی۔ المختصر [illegible] میدان میں گوشے سبقت لے گئے۔ اور مجھ کو اپنی شکست کا اعتراف کرنا پڑا۔ آپس میں عہد و پیمان ہوئے۔ زندگی کا ایک رومان آفریں پروگرام مرتب کیا گیا۔ اکثر اوقات فراری کی ترغیب دلائی گئی۔ لیکن میں نے اس کو مناسب نہ خیال کرکے گوشہ چمن ہی کو کوہ قاف کی ایک دلفریب وادی تصور کرکے اس میں کیوپڈ اور سائیکی کی طرح "من تو شدم تو من تو شدی" کا کلمہ پڑھنے لگے۔"

اتنا کہنے کے بعد مریضہ کے چہرہ پر ایک خاص چمک پیدا ہوئی۔ شاید وہ واقعات ماضی کی روح پرور رومانیت سے محظوظ ہونے لگی تھی۔ کبھی اس کا چہرہ وفور جذبات سے تمتما اٹھتا۔ اور کبھی پژمردہ ہو جاتا۔ جس طرح چراغ گل ہونے سے پیشتر تھوڑی دیر کے لئے زیادہ روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے مردہ چہرہ پر وقتی طور پر آثار زندگی از سر نو ہویدا ہو جاتے۔ مگر خیال کے پلٹتے ہی فوراً چہرہ پر مردنی چھا جاتی۔

"سلیمہ! ہم لوگ تقریباً چھ ماہ تک عیش و نشاط کی زندگی بسر کرتے رہے۔ میں نے اکثر ان عہد و پیمان کو پائیدار بنانے کی کوشش کی۔ تاکہ سماج ہماری بندھن کو ڈھیلا نہ کر سکے۔ مگر انہوں نے ہر بار کوئی نہ کوئی حیلہ پیش کرکے ٹال دیا۔ کچھ روز کے بعد وہ یکایک سیالکوٹ سے غائب ہو گئے۔ میں ان کے غائب ہو جانے کو کیوپڈ کا روپوش ہونا تصور کرکے سائیکی کی طرح انتظار کی گھڑیاں گنتی رہی۔ مگر [illegible] کیوپڈ تو [illegible] اپنی محبوبہ سائیکی سے آملا۔ لیکن ان کو نہ آنا تھا۔ اور نہ آئے۔ میں نے بہت [illegible] لگایا۔ مگر لاحاصل کیونکہ بھونرا پھول کا رس چوس لینے کے بعد اس پھول کے پاس دوبارہ نہیں آتا۔ میں نے ان کے مکان کے پتہ پر خط بھی لکھا۔ لیکن جواب ندارد۔ چونکہ میں حاملہ ہو چکی تھی۔ اس لئے میرا اضطراب ہر آن بڑھتا جا رہا تھا۔ اور میں بڑی شدت کے ساتھ ان کی واپسی کی موہوم امید پہلو میں دبائے ان کا انتظار کرتی رہی۔

اسی دوران میں آبا کی تبدیلی سیالکوٹ سے یہاں ہوگئی اور ہم لوگ یہاں چلے آئے۔ یہاں آنے پر میری پریشانی اور میرا انتشار اور بڑھ گیا۔ گرچہ ان سے ملنے کی کوئی امید باقی نہ رہی تھی۔ پھر بھی غریب ان کے آنے کی امید میں سراپا انتظار بنی رہتی تھی اور ہمیشہ ان کی تصویر دل میں اور ہر دم ان کا نام لب پہ رہتا تھا۔ میرے حاملہ ہونیکی اطلاع کسی کو نہ تھی حتیٰ کہ اماں بھی میری سیہ کاری کو نہ جانتی تھیں۔ دن اور مہینے گذرتے گئے۔ مگر ان کا کوئی خط نہ آیا۔ آہ! یہ میں تم سے کیونکر بیان کروں کہ میں نے ادھر چند روز کس جانکنی اور سراسیمگی کی حالت میں گذارے ہیں۔ کل ان کا ایک لفافہ آیا۔ لفافہ دیکھ کر میری مسرت کی کوئی انتہا نہ تھی۔ کیونکہ میں نے خیال کیا تھا کہ انہوں نے اپنے آنے کی اطلاع دی ہوگی۔ لفافہ کو آنکھوں سے لگانے کے بعد لرزتے ہوئے ہاتھوں اور دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ کو چاک کیا۔ سواد خط کو پڑھ کر جو میری حالت ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ میں نے تو لفافہ کو چاک کرکے محض سواد خط کا ہی پردہ فاش کیا لیکن سواد خط نے میرے دل صدچاک کو چاک، چاک کر ڈالا۔ واقعی مرحوم ڈاکٹر اقبال نے درست فرمایا تھا ؎

تجھے کیا فکر ہے اے گل دل صدچاک بلبل کی
تو اپنے پیرہن کے چاک تو پہلے رفو کرلے

میں بیہوش ہو کر گر پڑی بڑی دیر کے بعد جب ہوش آیا۔ تو اماں نے بیہوشی کی وجہ دریافت کی۔ مگر میں نے بغیر کوئی معقول جواب دیئے ٹال دیا۔ انہوں نے لکھا تھا۔ کہ میں نے والدین کے مجبور کرنے پر شادی کرلی ہے۔ لہذا میں بالکل مجبور ہوں اور تمہارے پاس آنیسے بالکل قاصر اسلئے اب تم میرا خیال بھلا دو۔ پیاری سلیمہ! تم ہی انصاف کرو کہ میں ان کو کیسے بھلا دیتی۔ جب کہ مذہب عشق کے قانون کے مطابق میں انکی ہو چکی تھی۔ اور ایک بچہ کی ماں ہونیوالی تھی۔ میری آنکھوں میں اندھیرا چھا گیا۔ اور دنیا کی تمام چیزوں سے نفرت ہو گئی۔ لیکن یہ بھی میرے نفس کا فریب تھا۔ جبکہ یہی ہستی وبال معلوم ہونے لگی۔ اور میں نے خاندان پہ بدنامی اور سیہ کاری کا ایک دھبہ لگانے کے بجائے اپنی مردہ زندگی کو واصل جہنم بنانے کا تہیہ کرلیا چنانچہ آج صبح میں نے زہر کھالیا تاکہ میرے والدین اور عزیز و اقارب کو میرے وجود کی وجہ سے شرمساری نہ ہو۔

پیاری سلیمہ! اب میں تم لوگوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جدا ہو رہی ہوں۔ اور خدا نے چاہا تو پھر ملیں گے مگر تم سے ایک آخری التجا ہے کہ تم میرے راز سربستہ کو طشت از بام نہ کرنا۔" اتنا کہہ کر مریضہ کی نیم باز آنکھیں پتھرا گئیں اور ایک ہچکی کے ساتھ جو غالباً آخری ہچکی تھی عندلیب ہوس داعیٔ اجل کو لبیک کہتی ہوئی دنیا سے چل بسی۔

مطیع الرحمن متوفی مولانگری
بی۔ اے۔

خواب کی دنیا

یوں تو انسان کی ارمان بھری زندگی ہمیشہ بے کیف رہا کرتی ہے۔ لیکن کسی کی یاد اور یاد اس کی زندگی کی دنیا میں خیمہ زن رہا کرتی ہے۔ کسی کا خیال امید و بیم کی جھلک دکھا کر اس کے پژمردہ دل کو جام صحت پلا جاتی ہے۔

کاش! وہ ایسی دنیا میں ہمیشہ کھویا سا رہتا۔ ٹھیک اسی وقت کسی نے اسے جنبش دی اور مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ دیکھو سامنے کون ہے۔

اس نے کاغذ کی گولی بنائی اور کچھ دیکھے بغیر سامنے پھینکا۔ دفعتاً پردہ کو جنبش ہوئی اور ضعیف سرسراہٹ کے ساتھ پردہ خواب سرکا — اور جوابی گولی اس کے سامنے آکر رکی۔ دفعتاً اس کے سامنے ایک حسین مسکراہٹ نمودار تھی۔ پھر یہ وہ اپنی جگہ پر تھا۔

آہ — وہ کتنے زریں اور نشاط آفریں لمحات تھے۔ وہ اس میں کھویا سا تھا۔ اور اس جاذب نظر سماں کو خواب سمجھا۔ اس کا ضمیر خود اس پر مسکرا رہا تھا۔ وہ اسی جد و جہد میں تھا کہ بلاوا آیا۔ وہ اس مژدہ جانفزا کو سنکر کھڑا ہو گیا۔ پاؤں نے حرکت کی وہ کمروں سے پئے در پئے گذر رہا تھا۔ کہ پاؤں چوکھٹ سے الجھ گئے۔ اور اس نے اپنے آپ کو ایک جھٹکے کے ساتھ اس کے قدموں کے بالکل قریب پڑا پایا۔ گرتے وقت کچھ روپئے اس کے سامنے کی جیب سے منتشر ہو گئے تھے۔ وہ ایک کرسی پر تھی پاؤں نیچے کو زمین سے لگے تھے۔ اور اس کا سر اس کے قدموں سے تازہ اصل کر رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت حسین تھی۔ ایسی حسین کہ ایسی حسین تصویر اس کے نظروں سے کبھی نہ گذری ہے۔ نرگسی آنکھیں رحم و کرم میں ڈوبی بہت ہی دلربا معلوم ہوتی تھی۔ اس کا جسم ریشمی ساڑھی سے ملبوس تھا۔ اس کی وہ کالی کالی پیچدار زلفیں کچھ اس طرح شانوں پر بکھری پڑی تھیں، جیسے — کالے بادل چاند کا حلقہ لئے ہوں اور بالوں سے بھینی بھینی لپٹ کمرے کو معطر کئے تھی — اور صرف معطر ہی نہیں بلکہ اس کے دل و دماغ پر مسلط ہو کر ایک لامعلوم سی کیفیت پیدا کر رہی تھی۔

وہ اس وقت بہت مسرور تھا۔ شائد یہ خیال کر کے کہ اس کی قسمت نے پلٹا کھایا۔ وہ خیالی دنیا میں نہیں۔ ایک خوشگوار اور رنگین دنیا — جو نصیب والوں ہی کو ملا کرتی ہے۔ اور جو لازوال حقیقت کے فولادی زنجیروں سے مسلط ہے۔

وہ بہت خوش تھا — شائد ایسی خوشی اُسے

کبھی نصیب نہ ہوئی تھی۔

کیونکہ آج ایک مدت کے بعد اس کا کھویا ہوا نایاب موتی مل گیا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی اور کامیاب رہا۔ وہ اپنے اس تجربہ کی کامیابی پر بہت مسرور ہو کر کا جائزہ لے رہا تھا۔ کہ وہ بہت سجا ہوا ہر طرح [illegible] ذہن نظر آتا تھا۔ سامنے [illegible] بہت ہی [illegible] تھی۔ وہ آگے بڑھا۔ مگر اس کے قدم رک گئے۔ [illegible] [illegible] آمیز سوال کیا۔

[illegible] پڑھ سکتا ہوں؟ یا یہ کسی نوشتہ [illegible] کہ جب وہ تنہا بیٹھا اپنی [illegible] [illegible] تو رکی [illegible] پاکر اسکے [illegible] لٹکا کے [illegible] ہو جاتا تھا۔

چونکہ مجھ [illegible] زیادہ پاکیزہ اور [illegible] اس لئے اس کے قدم نہیں ڈگمگائے، اور اس نے اپنے کو مضبوط پایا۔ ہاں تو وہ اسی طرح [illegible] بیٹھ گیا۔

کچھ دیر بعد اس کا بلاوا باہر سے آیا۔ وہ چلنے کے لئے کھڑا ہوا ——— ٹھیک اسی وقت اسکے یاقوتی ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اور ایک خوشگوار آواز فضا میں گونجی جو کہ اسے اب بھی یاد ہے۔ اور ہمیشہ یاد رہے گی:—

آپ یا ہم بیٹھے ہیں تو سمجھی تھی کہ شاید پھر روپئے [illegible] سامنے پہنچے۔ وہ سمجھ گیا کہ اسے [illegible] حوالی مذاق [illegible] اور [illegible] خوبصورتی کے ساتھ [illegible] ہاتھ لیا گیا ہے اس نے اپنے جذبات پر قابو پالیا۔ [illegible] حسرت بھری نگاہ [illegible] کہنے لگا۔

روپیہ کی حقیقت کیا [illegible] ——— جان کی قربانی [illegible] آپ کے لئے کم ہے۔ اور [illegible] نظروں سے دیکھنے لگا۔ لیکن آہ! ——— یہ جان [illegible] ختم ہو چکا تھا اور رشتہ ٹوٹ چکی تھی

شاہ طیب اشرف تشنہ

انجامِ محبت

۱

فرخندہ اور جمال اوائل عمر ہی سے ایک دوسرے سے اس قدر مانوس تھے کہ لمحہ بھر کی جدائی ان کے لئے سوہان روح اور ناقابل برداشت ہو جاتی۔ گویا ازلی جوڑہ" بنکر صفحۂ ہستی پر پیدا ہوئے ہیں لیکن خود ان دونوں کو اس کی خبر تھی کہ عمر کے ساتھ ساتھ انس محبت بھی بڑھتی جائیگی۔

۲

فلک کج رفتار کب اپنے زیر سایہ کسی کو پھلتے پھولتے دیکھ سکتا ہے۔ ان دونوں کی یکجائی بھی اس کو پھوٹے آنکھ نہ بھائی۔ آخر وہ ایسی چال چلا کہ عشق و محبت کے نام سے ناآشنا مگر اس کی کیفیات میں سرشار دلوں کو جدا ہو جانا پڑا۔

یعنے دونوں انسانیت کے اس درجہ کو پہنچ چکے تھے جسے جوانی کہا جاتا ہے۔ اب دونوں کو معلوم ہوا کہ محبت کے ننھے دیوتا کیوپڈ کے تیر کے شکار ہم دونوں بھی ہو چکے ہیں۔

۳

محبت میں ترقی ہو چکی تھی ـــــ

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

پھر بھی دنیا کے ناکارہ رسوم ایک دوسرے کی ملاقات میں مانع تھے۔ اور رواج کی آہنی دیوار حائل تھی

۴

حسن اتفاق سے ایک دن پارک میں ملاقات ہو ہی گئی۔ چاروں آنکھیں فرط الم سے پرنم تھیں۔ اور دل غم سے لبریز۔ موقع غنیمت تھا۔ اسلئے دونوں نے پھر استواری محبت کا دوبارہ عہد کیا۔ اور جدا ہو گئے۔

۵

اب وہ دن بھی آ گئے جسمیں دونوں کے رشتہ الفت کو کاٹنے کی محض اسلئے کوشش کی جا رہی تھی کہ جمال اگرچہ خوبرو، عقلمند، مہذب اور شائستہ تھا لیکن دنیا کی حریص نظر میں بہت بڑے عیب (غربت) میں مبتلا تھا۔

فرخندہ کا ہونیوالا شوہر اگرچہ جاہل، بدمزاج اور بدصورت تھا لیکن ان لوگوں کی نگاہ میں نہایت حسین جمیل اور مہذب تھا۔ کیونکہ دولتمند تھا۔

۶

افسوس! دونوں میں سے کسی کو اتنا بھی ہوش نہ

تھا کہ محبت کے دلخراش انجام پر کبھی غور کر لیتے جس کا نہایت ناگوار نتیجہ ظاہر ہو رہا تھا۔ یعنے فرخندہ کی شادی کسی اور سے ہو رہی تھی۔

۷

جمال و فرخندہ کے دل میں طوفان غم بپا تھا۔ لیکن دونوں مجبور! محبت کے ہاتھوں جان دے رہے تھے، سماجی قیود، غربت کا روگ، قسمت کی ناموافقت یہ سب ایک جا جمع ہو چکے تھے، اسلئے کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی آہ! سماج کا بندھن!!

۸

صبح کو گاؤں ماتم کدہ بن گیا تھا۔ کیونکہ ہر دلعزیز جمال اس دنیا کو خیر باد کہہ چکا تھا۔ وہ یہ روح فرسا منظر اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ موت کا سبب سبھوں پر اچھی طرح واضح تھا حیف! آسمان پیر کی بیدردانہ گردش!!

۹

جنازہ ٹھیک اس وقت فرخندہ کے کمرہ عروسی کے نیچے سے گذر رہا تھا۔ جب وہ رخصت ہونے کے لئے سنواری جا رہی تھی۔ وہ اس حادثہ سے بالکل بیخبر رکھی گئی تھی۔ لیکن اس کا دل نامعلوم غم سے بیٹھا جا رہا تھا۔ کہ یکایک لوگوں کے شور نے اسے متوجہ کر لیا۔ اور وہ صورت حال سے واقف ہو گئی

۱۰

فرخندہ اتبک جس کے لئے جی رہی تھی۔ اب وہ دوسری دنیا کو جا رہا تھا۔ عہد و پیمان ماضی اس کی آنکھوں میں پھر گئے۔ جذبات سے متاثر ہو کر شادی کے رنگین جوڑے میں ملبوس، کیا تم روٹھ گئے جمال! کہتی ہوئی اوپر سے ایک چھلانگ لگائی اور ٹھیک جمال کے تابوت کے سامنے گر کر اپنے کو عہد کے مطابق اس کے حوالے کر دیا اللہ رے جوش محبت!!

۱۱

لوگوں میں ہلچل مچ گئی۔ وہ حقیقی معنوں میں اپنے محبوب سے مل چکی تھی۔ چند سکنڈ پہلے جو گھر عشرت سے معمور خوشیوں کا سرچشمہ بنا ہوا تھا۔ اب مبدل بغم و اندوہ تھا۔ براتی اور دولہا سب کے سب محو حیرت تھے۔ پردہ دنیا پر قدرت کے نئے ڈرامہ کا حزنیہ ایکٹ ہو رہا تھا۔ اف رے نیرنگی الفت!!

۱۲

اب دونوں جنازے اکٹھے جا رہے تھے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ زبان حال سے المناک راگ یوں گا رہا تھا

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے
دھوم سے نکلے ہاں! دھوم سے نکلے

براتی جو دنیا کی برات میں شریک تھے اب دولہن کو اصلی دولہا کی معیت میں اسکے اصلی سسرال رخصت کر رہے تھے۔

ایم ہادی حسن سالم شکرپوری

انٹی وین کانفرنس

اگر ہم اس وقت ہندوستان کے سیاسی اکھاڑوں کی گنتی کرنے بیٹھیں تو نہ پوچھئے کتنے ہو جائینگے اور کیا کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی ادارہ بھی غلط راستہ پر چل رہا ہے؟ ہرگز نہیں۔ سب کے سب اچھے ہیں۔ پھر ماشاء اللہ سب کے نصب العین میں آزادی ہند اور تحفظ حقوق ملی کافی گنجائش بھی رکھی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ملک میں متعدد سیاسی ادارے ایک ہی مقصد کے لئے وجود میں آتے ہیں۔ اب کسی خالی الذہن انسان کو اگر کہا جائے تو شائد وہ یہ جواب دینے پر مجبور ہوگا۔ کہ سب ادارے غلط اور جھوٹے ہیں۔ کیونکہ یہ بات بالکل مسلم ہے کہ ایک ملک میں ایک ہی مقصد کے لئے ایک سے زیادہ سیاسی ادارہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اب شائد یہ سوال پیدا ہوگا کہ آخر ان میں سے کونسا ادارہ صحیح اور کونسا غلط ہے؟ تو اس کے لئے کم ازکم مجھے معاف رکھا جائے میں کوئی فرقہ پرستی کا بیج بونے تھوڑا ہی کہیں چلا ہوں۔ میں تو ہر کے کارناموں کو بغور دیکھتا اور سنتا ہوں میرے خیال میں سب کے سب تھوڑی دیر کے لئے صحیح اور درست مان لئے جائیں تو کیا نقصان ہو جائیگا۔

دیکھئے اگر ادھر اچھوت اپنا حق منوانا چاہتے ہیں۔ تو ادھر سکھ روٹھے بیٹھے ہیں۔ ہندو مہا سبھا اگر کچھ بھوک رہی ہے تو مسلم لیگ کا غرہ کچھ کم نہیں جمعیت العلماء دہلی اگر صحیح کہہ رہی ہے تو جمعیت العلماء کانپور کو کیوں غلط ٹھہراؤں۔ اگر سر سکندر حیات خاں کی یونینیسٹ پارٹی کی بات مانئے تو فضل الحق کی پرجا پارٹی کی کیوں نہیں؟ اگر احرار والے صحیح کہہ رہے ہیں تو خلافت والے غلط کیوں ہیں۔ اگر یونائیٹڈ کی بات مانئے تو انڈیپنڈنٹ کا کیا قصور؟ اگر گاندھی جی کی کانگرس میں شریک ہوئے تو سہجانند کی کسان پارٹی میں کونسا نقص ہے؟ اگر ہندی ساہتیہ سمیلن کی مدد کیجئے تو انجمن ترقی اردو کی کیوں نہیں؟ اور اگر سب کو چھوڑ کر سب کے سب آریہ ہو کر مہابیر دل میں مل جائیں تو مسلمانوں کی خاکسار پارٹی کیا کہے گی؟ کچھ عجب الجھن میں جان ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ ہمارا مقصد اولی جس کو جنس مردانگی سے تعلق ہے ٹوٹ جاتا ہے مثل مشہور ہے کہ گھر چراغ تو مسجد چراغ، میرا تو یہ خیال ہی نہیں۔ بلکہ تجربہ ہے کہ جب تک انسان اپنے گھروں میں آزادی

حاصل نہ کرے گا۔ اس وقت تک ملک کی آزادی کا تخیل اس کے ذہن میں لانا ایک مضحکہ خیز بات ہوگی۔ اور یہی سبب ہے کہ ہندوستان کے کل سیاسی اکھاڑوں کے پہلوان باوجود دیکھ پڑنے بہادر، مخلص، اور حریت پسند ہیں۔ مگر ہندوستان کی آزادی کی راہ طول سے طول کھینچتی گئی۔ اور نہ معلوم اس کی طوالت کہاں تک بڑھتی جائیگی۔

اگر ان سب پارٹیوں کے مخلص لیڈران اپنا قیمتی وقت ہماری اس اہم اسکیم کی کامیابی میں صرف کریں۔ تو میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ ہندوستان ہی کے نہیں بلکہ کرۂ ارض کے کل مرد صرف ایک سال میں اپنے کو مکمل آزاد پائینگے۔

اب شائد آپ پوچھنے کے لئے بیقرار ہونگے کہ آخر ہمارا مقصد کیا ہے۔ اور اگر ہم کو لڑنا ہے تو وہ کونسی قوت ہے جس کے خلاف ہمیں آزادی کا نعرہ اور صدائے احتجاج بلند کرنا ہوگا۔ سنئے اور کان کھول کر سنئے اگر آپ مردوں میں مردانگی کی بو بھی باقی ہے تو اپنی حالت زار پر نرس کھائیے۔ ہمیں جرمنی کے ہٹلر، اٹلی کے مسولینی، امریکہ کے روز ویلٹ، روس کے اسٹالن، ٹرکی عصمت، مصر کے فاروق، چین کے چنگ کائی شیک، افغانستان کے ظاہر، فارس کے رضا، عرب کے سعود اور برطانیہ کے چیمبرلین سے جنگ نہیں کرنا ہے۔ بلکہ ہمیں اپنے اپنے گھروں میں اپنی اپنی بیویوں سے لڑنا ہے۔ ان سے جو ہمیں کچھ بھی نہیں سمجھتی، باوجودیکہ آپ نے مہابھارت کی جنگ میں پانڈوں کا ساتھ دیکر کاروں کو شکست دی، غوری کا ساتھ دیکر پرتھوی کا مار بھگایا۔ بابر کا ساتھ دیکر ابراہیم کے چھکے چھڑائے۔ ہمالیہ کی بلند ترین چوٹی پر چڑھ گئے۔ بحر اٹلانٹک کو تیر کر عبور کر گئے۔ فرعون کی پوری فوج کو دریائے نیل میں ڈبو دیا۔ غرضکہ ؎

دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

مگر وائے بدنصیبی! کہ جس وقت آپ اپنے گھروں میں داخل ہوتے ہیں۔ اور بیگم صاحبہ کو جہاں پیاری کہہ کر مخاطب کرتے تو نہ پوچھئے ہٹلر کے توپ کا گولا، یا ناطوم کا زلزلہ کی حقیقت بھی بھلا دیتی ہے۔ اور اپنے کو بس میگنٹ، یا سنفریڈ لائن تصور کرنے لگتی ہے کہ جہاں چھوا وہیں صاف آخر کب تک،

دوستو! یہ کوئی نیا واقعہ نہیں۔ یا خاص ہماری ذاتی مصیبت نہیں ہے کہ جس کی بناء پر میں نے پروپیگنڈہ شروع کیا ہے بلکہ یہ ظلم ابتداہی سے ہو رہا ہے۔ اور مرد اپنے کو کمزور پاکر برداشت کرتے چلے آئے ہیں خلقت انسانی کا پہلا شخص آدم کو جنت سے نکلوا دینے والی ان کی بیوی حوا ہی تو تھی، جس کا نتیجہ آج تک ہم اولاد آدم بھگت رہے ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ یونان کی ہیلن نے سینکڑوں سورماوں کو قلعہ کی دیوار سے ٹکرا کر

مرد اڈالا یہی نہیں بلکہ یونانیوں کے خداؤں میں جنگ کرادی۔

مصر کی تاریخ شاہد ہے کہ ملکہ قلوپطرہ نے ایک دو نہیں سینکڑوں نوجوانوں کو زہر پلا پلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔

حضرت یوسف جیسی پاک اور معصوم ہستی تک کے دامن کو تہمت لگا کر بدنام کرنے کی سعی بے سود کرنے والی ایک عورت زلیخا ہی تو تھی۔

اسلام کی تاریخ کو بھی دیکھ لیجئے امت محمدیہ کا چوتھا خلیفہ شیر خدا حیدر کرار جس کی بہادری کی مثال دنیا میں نہیں مل سکتی ہے کی شہادت کی وجہ ایک عورت۔ اور صرف ایک عورت تھی۔

غریب صحرا نورد قیس نے صرف ایک عورت [illegible] کی خاطر اپنی زندگی اور زندگی کی تمام لذتوں کو [illegible] کہہ کر ایک روز جان بحق تسلیم ہو گیا۔

فرہاد کو کون سا اہل ذوق شخص نہیں جانتا ہو صرف ایک عورت کی خوشنودی کے لئے بے ستون پہاڑ کھودنے میں اپنی جان تک کی بازی لگادی۔

افغانستان کی پتھریلی زمین اور اس کی پہاڑیاں ابھی تک اس کو نہیں بھولی ہیں۔ کہ امان اللہ جیسے بہادر اور قابل فخر ہستی کو جلاوطن کرنے کی ایک بڑی وجہ ان کی بیوی تھی جس کے ذریعہ ان کے خلاف پروپیگنڈہ کیا گیا

[illegible] یہ بھی کی تو بات ہے کہ ایڈورڈ ہشتم کو انگلستان کی بادشاہت اور ہندوستان کی شہنشاہیت سے محروم کرانے والی ایک عورت تھی۔

اس کے بعد ذرا آپ اپنے ملک کی گذشتہ اور حال تاریخ پر بھی ایک سرسری نظر دوڑا لیں۔ مہابھارت جیسی خونریز اور تباہ کن جنگ کی واحد وجہ ایک عورت [illegible] تھی۔

راجپوت خاندان کی پرانی تاریخ بتلا رہی ہے کہ جے چند راٹھور اور پرتھوی راج کے آپس کی نفاق کی وجہ [illegible] کی لڑکی سنجگتا نامی ایک عورت تھی جس نے [illegible] ہندوستان کی عموماً اور راجپوتوں کی خصوصاً [illegible] کر دیا۔

رام چندر جیسے [illegible] پاک طینت [illegible] کو [illegible] راجہ دشرتھ کی بیوی کیکئی کی بدولت ہوئی۔

اگر ہم تاریخ وار عورتوں کے شب و ستم کی فہرست مع روداد کے لکھنے بیٹھیں تو شاید ہم حشر تک بھی پورا نہ کر سکیں گے

چکور [illegible] سب اوج پر ہیں
مگر ایک ہم ہیں کہ بے بال و پر ہیں

مگر وقت رونے کا نہیں۔ سوچنے کا نہیں۔ بلکہ عمل کا ہے۔ تو اے آدم کے مظلوم لڑکو اٹھو، آج اٹھو، نہیں ابھی اٹھو اور حوا کی ان ظالم لڑکیوں سے انتقام لو

ان کا انتقام گاندھی جی والاعن والنس سے نہیں۔ بلکہ
والنس سے لو۔ اور ضرور لو۔ اس نے تم سے غداری کی
اس نے تم کو دھوکہ دیا۔ اس نے تم کو پریشان کیا۔ اس
نے تمہاری گرانقدر جانوں کو اپنا کھلونا سمجھا۔ اور تم جیسے
لاکھوں، کروڑوں کو جام شہادت پلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے
لئے خاموش کرا دیا۔ وہ تمہاری کمائی ہوئی دولت کو بڑی
بے پروائی سے اپنے عیش کی خاطر خرچ کرتی ہے۔ اور
ابھی تک کتنے کو وصل کی امید پر ہر شب کو تارے گنواتی
ہے۔ وہ تمہاری انجمنوں میں جس سے اس کو دور کی
بھی نسبت نہیں اپنا حق چاہتی ہے۔ وہ حق چاہتی ہے
اس سے جس کو خود حق دینا نہیں چاہتی وہ ہمدردی کی
متلاشی ہے وہ حق چاہتی ہے۔ جس سے خود ہمدردی
نہیں کرتی۔ آخر اس کی بھی کوئی حد ہے۔ ہمیں اٹھنا ہے
اور ایک خاص لائحہ عمل کے بموجب میدان سیاست
میں کام کرنا ہے۔ دنیا کے ہر ملک اور ملک کے ہر چپے
میں اس کی شاخیں کھولی جائیں اور کوشش کی جائے کہ
تمام مرد اس کے جلد سے جلد ممبر بن جائیں۔ چونکہ یہ چیز
بین الاقوامی ہوگی۔ اسلئے اس کی صدارت کے لئے یورپ کا
حریت پسند مرد، جو کبھی کسی موقعے سے بھی عورت کے دام
تزویر میں نہیں پھنسا ہے۔ ہر ہٹلر کو ہونا چاہئے ہر ملک
کے لوگ اپنے اپنے صدر کا انتخاب خود کر لیں، اب رہا میرا
ملک، تو پھر وہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلم لیگ کے قائد
اعظم کو لیا جائے۔ یا واردھا کے ڈکٹیٹر کانگریس کے ہائی کمانڈ
مسٹر گاندھی کو۔ لیکن میرے خیال میں گاندھی جی تو کبھی
بھی صدارت کو قبول نہیں کریں گے۔ مگر یہاں تو فرقہ
پرستی نہیں پایا ہے۔ بلکہ یہ انجمن دنیا کی ہر پارٹی کے لوگوں
کا نہایت کشادہ پیشانی سے خیر مقدم کرنا چاہتی ہے۔
اس وقت آپس کی خانہ جنگی کو چھوڑ کر سب کے سب
ایک ہی پلیٹ فارم سے "مردانگی زندہ باد" اور "نسوانگی
مردہ باد" کے نعرے لگائیں اور عورتوں کا مکمل طور سے
مقاطعہ کریں۔ اس سے مردوں کی سرخروئی تو ہو ہی گی اور
ساتھ ہی ساتھ فرقہ پرستی اور پارٹی بندی فوراً ختم ہو جائیگی
پھر روس کے بالشویسٹ اٹلی کے فیسٹ
سے گلے ملیں گے جرمنی کے نازسٹ برطانیہ کے کیپی
ٹلسٹ کو بھائی سمجھیں گے
ہندوستان کے فارورڈ بلاک کا سوباش، گاندھی
جی کی کٹیا میں نظر آئیگا۔ ساورکر مسٹر جناح کو بھائی
سمجھیں گے، اور مسٹر امبیدکر سے مفتی کفایت اللہ کو
بھائی چارہ ہو جائے گا۔

بہرکیف، اس کی رکنیت فیس صرف ایک پیسہ
ہوگی۔ اور چودہ برس سے لیکر پچیدہ سو برس تک کے
مرد کو اس کا ممبر بننا پڑے گا۔ دستور نامہ معہ نصب العین
کے ورکنگ کمیٹی کے قیام کے بعد مرتب کر کے بہت جلد
عام دنیا دفتر منظفر پور سے شائع کرونگا۔ منتظر رہیں!

احمد مینا پوری دربھنگہ

شادی سے انکار

بہنو۔ ایسی مثالیں تو آپ کو بہت ملیں گی کہ بعض جگہ رشتہ داروں میں نسبت قرار پا گئی۔ لڑکے نے حصول تعلیم کے بعد شادی سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ لڑکی محض جاہل ہے۔ سب سے زیادہ افسوسناک وہ باتیں ہیں جو آئے دن لاحق ہوتی ہیں۔ وہی لوگ جانتے ہیں جو ان سے گزر چکے ہیں یا گزر رہے ہیں۔

ہماری تعلیم کا جو رونا آج کل رویا جاتا ہے وہ کیوں؟ اور ہماری شادی شدہ زندگی بدتر ہو رہی ہے وہ کس وجہ سے؟ بات یہ ہے کہ اصلی معنوں میں ہماری شادی شادی نہیں ہوتی۔ میاں تعلیم یافتہ، بیوی جاہل مطلق، ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ یا بہت کم ڈگری یافتہ شخص ایک جاہل لڑکی سے شادی کرنے کو تیار نہیں ہوتا۔ اگر شادی کر بھی لی تو وہ دونوں خوش نہیں رہ سکتے کیونکہ بیوی ہم خیال اور ہم مذاق نہیں ہوتی۔ تعلیم یافتہ مرد اپنی معاشی مصروفیت سے فارغ ہو کر اپنے دماغ کو آرام و سکون دینا چاہتا ہے۔ اور دلچسپ مشغلہ کا خواہاں ہوتا ہے بیوی کے پاس آکر بیٹھتا ہے۔ تو ساس نندوں کے قصے نوکروں کے کام کی شکایت یا خانہ داری کی ضروریات کا ذکر، شوہر صاحب گھبرا کر باہر چلے جاتے اور دوست و احباب میں وقت گزارتے ہیں۔ اپنی کمی کو محسوس نہ کرنا ہٹ دھرمی ہے۔ مستورات کو ضرور تسلیم کرنا چاہئے کہ ان میں تعلیم، اعلیٰ اخلاق اور خوش مزاجی کی کمی ہے۔

تعلیم آجکل ترقی پر ہے۔ مگر اس قدر تیز رفتار نہیں ہے جتنی کہ ضرورت ہے۔ اپنی جاہل لڑکیاں تعلیم یافتہ لڑکوں سے بیاہ کر زندگی تلخ کرنے سے زیادہ بہتر ہے کہ شادی نہ کی جائے۔ جو لڑکیاں تعلیم کی شوقین ہیں۔ مناسب ہے کہ ان کے والدین بلا خیال عمر ان کی تعلیم شروع کر دیں۔ گھر پر یا مدرسہ میں۔ میں خیال کرتی ہوں کہ گھر پر جو فیس ایک استانی چند گھنٹہ کی پڑھائی کی لیتی ہے۔ وہی ایک اسکول کا ماہانہ خرچ ہوتا ہوگا۔ اسکول میں تہذیب جدید کا اثر پڑتا ہے۔ تندرستی کے خیال سے جو کھیل ہوتے ہیں وہ مفید ہیں۔ اپنے ہم جنسوں میں رہنا ایک خاص خوشی پیدا کرتا ہے۔ اسکولوں میں دو کاموں کی خاص ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ سینا پرونا، کھانا پکانا دونوں ہنر ہیں۔ مگر تعلیم یافتہ طبقہ اس سے بے بہرہ نظر آتا ہے۔ سینا پرونا کھانا پکانا دونوں چیزیں ہماری جاہل بہنیں اسکولوں میں سیکھ سکتی ہیں۔

بیگم عبدالمجید لہر یا سرائے

حالات

اٹلی کے میدان جنگ میں اتر آنے کے بعد برطانوی اور اطالوی طیاروں میں زبردست فضائی ٹکر شروع ہوگئی ہے۔ برطانوی طیاروں نے اٹلی کے وسیع علاقے اور طیارہ سازی کے کارخانے پر زبردست حملہ کیا ہے۔ اور اسلڈوا اور جینوا کے مشہور کارخانوں پر کامیاب بمباری کرنے کے بعد بخیر و خوبی اپنے مرکز پر واپس آگئے ہیں۔ اور اطالوی طیاروں نے فرانس اور برطانیہ کے نوآبادیات اور مقبوضات پر حملہ شروع کر دیا ہے چنانچہ عدن کے علاوہ مصر پر بھی برطانوی طیاروں نے دشمن کا خوب خوب مقابلہ کیا۔ چنانچہ اٹلی کے بمبار ہوائی جہازوں کو مار بھگایا۔

اطالوی جنرل اور متعدد فوجی افسر گرفتار کر لئے گئے۔ مگر اس سلسلہ میں یہ بھی قابل غور ہے کہ انگلستان کے شہروں پر جرمن طیاروں نے مزید زبردست حملے شروع کر رکھے ہیں۔ جس کی وجہ سے بعض شہروں میں آگ لگ گئی۔ مگر اس پر قابو پا لیا گیا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ دشمن کے ہوائی جہازوں نے زیادہ نقصان پہنچانے میں کامیابی حاصل نہیں کی ہے۔

بمبئی ۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے حسب ذیل تجویزیں پاس کی ہیں

پہلی تجویز کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم لیگ نے جنگ کی پالیسی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں کی۔ اور مسلم لیگ کے غلبہ والے صوبوں کو برطانوی حکومت سے تعاون کرنے میں آزاد چھوڑ دیا گیا۔ مگر اس کے باوجود ہمارے مطالبہ کے متعلق کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا۔ پھر بھی ہمیں برطانیہ کی ہمدردی اور ہندوستان کی حفاظت کا پورا خیال ہے۔ اور چونکہ

اعلان

جمیع خریداران کو مطلع کیا جاتا ہے کہ مجلہ سلفیہ ہر مہینہ پابندی وقت کے ساتھ ہر خریدار کے نام پتوں کو دوبارہ سہ بارہ جانچ کر کہ کسی کا نام چھوٹ تو نہیں گیا بھیجا جاتا ہے۔

پھر بھی ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ بعض حضرات رسالہ نہ پہنچنے کی شکایت دفتر سے کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ بہتر ہے۔ کہ اپنے مقامی پوسٹ آفس کو تنبیہ کریں۔

اس کے باوجود بھی دفتر میں اگر آپ مہینہ کی دس تاریخ تک رسالہ کے نہ پہنچنے کی اطلاع دیدیں تو دوبارہ رسالہ بھیجا جاسکتا ہے

منیجر

برطانیہ کے ذمہ دار حضرات کی تقریر ہندوستان کے تحفظ کے متعلق ناکافی ہے۔ اسلئے کمیٹی صدر کو اختیار دیتی ہے کہ وائسرائے سے مراسلت یا کسی دوسرے طریقہ پر معاملہ طے کرانے کی کوشش کرے اور فی الحال مسلم لیگ کے ممبر دار کمیٹیوں میں شریک نہ ہوں صدر مسلم لیگ کی باہمی گفتگو کے نتیجہ کا انتظار کریں۔

دوسرے ریزولیوشن کا مطلب یہ ہے کہ دہلی میں ۱۳ جون کے مسلم وزیر اعظموں کی کانفرنس سے جو غلط فہمی ہوگئی۔ اس کے ازالہ کے لئے یہ طے ہوا کہ مسلم لیگ کا کوئی ممبر صدر مسلم لیگ کی اجازت کے بغیر مسلم ہندو سمجھوتہ کے متعلق کوئی بات چیت نہیں کرسکتا۔

تیسری تجویز کے ذریعہ ہندوستان کے امن اور حفاظت کے خاطر مسلم نیشنل گارڈ کی باضابطہ تنظیم پر زور دیا گیا۔ اور دو قسم کے رنگ کی وردی پاس ہوئی خاکی یا سبز مگر صوبہ کی وردی بہرحال ایک ہی ہوگی۔

لندن۔ جرمنی ابتدائے جنگ کے لئے کمپین کے جنگل میں اپنے شرائط فرانسیسی وفد کے سپرد کرچکا ہے اور اس سلسلہ میں ہٹلر نے یہ بھی کہا ہے کہ فرانسیسی حکومت انتہائی مدافعت کے باوجود شکست کھاگئی اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم شرمناک اور حقیر شرائط کا بوجھ کسی پر ڈالدیں ہاں اس کا ضرور خیال رکھیں گے کہ حکومت فرانس برطانیہ کے خلاف جنگ جاری رکھنے میں جرمنی کیلئے اسانیاں بہم پہنچائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اٹلی نے بھی التوائے جنگ کے متعلق اسی قسم کی گفتگو کی ہے۔ مگر ان چیزوں کے باوجود بڑے زور شور کے ساتھ جنگ جاری ہے اور جرمن فوجیں آگے بڑھ رہی ہیں۔ مگر فرانسیسی نوآبادیات نے صلح کے خلاف فرانس کے صدر کے پاس خفیہ بھیجی ہے۔

ادارہ

ضلع مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس

لہریا سرائے (دربھنگہ)

آج بتاریخ ۱۲ جون ۱۹۴۰ء کو مجلس استقبالیہ کی نشست بصدارت عالیجناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب ہوئی۔ باتفاق آرا جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مجلس استقبالیہ کے صدر منتخب ہوئے و ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب جنرل سکریٹری و مولوی عبدالصمد صاحب جوائنٹ سکریٹری منتخب ہوئے۔

۲۔ جنرل سکریٹری کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ اور نائبین سکریٹری منتخب کرلیں

۳۔ مولوی عبدالحمید صاحب مختار رتاجر خازن منتخب ہوئے۔

۴۔ محمد انظار الحق صدیقی (مبتھلا کالج دربھنگہ) نائب صدر ورکنگ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن منتخب کئے گئے۔

۵۔ احمد جمال صاحب (میڈیکل اسکول) سکریٹری ضلع مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن منتخب کئے گئے۔

شمسی پروپیگنڈا افیسر ضلع مسلم اسٹوڈنٹس کانفرنس لہریا سرائے

جان اور نامردی کے لئے بے حد مفید ہے

رستم زندہ ہوگیا

جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے لیکن قابل قدر شئے کو مشتہر نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ دھوکہ باز اشتہار بازوں سے پبلک بدظن ہو چکی ہے۔ تاہم یاد رکھئے کہ انہیں میں بعض سچے بھی ہیں۔ کیونکہ کسی شئے کو مشتہر کرنے کا ذریعہ سوائے اشتہار کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ تو ہماری معجون رستم (رجسٹرڈ) کا استعمال شروع کر دیجئے۔ بوڑھوں کو جوان اور نامردوں کو مرد کامل بنانے میں تریاق ہے۔ علاوہ ازیں چند روز کے استعمال کے بعد ہی نئی اور حقیقی جوانی واپس آجاتی ہے۔ اور مدتوں قائم رہتی ہے۔ کمال تو یہ ہے کہ محروموں کو بہت جلد صاحب اولاد بنا دیتی ہے۔

سوزاک جریان، دھڑکن، درد کمر، اور گٹھیا دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ اس سے بہتر دوا دنیا میں نہیں مل سکتی اس کی عام مقبولیت اور بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ سینکڑوں اشخاص کے سرٹیفکٹ موجود ہیں۔

عدم فائدہ کی صورت میں پوری قیمت منگانے کی شرط

پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ پارسل، اکیس خوراک کی قیمت رفاہ عام کے خیال سے تین روپیہ بارہ آنہ علاوہ محصولڈاک۔

عبدالکریم عرف حکیم پیارے صاحب غریب نواز دواخانہ

موتیہاری بہار

نواب سید ممتاز رسول صاحب یکتا بھوپال سے تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے معجون رستم خود استعمال کی مقوی دواؤں میں اسے بہتر پایا

R6D.P.N.347 رجسٹرڈ ڈی ۳۴۷

عبد الحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپواکر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

6 (1)

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم کتب خانہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دھلی

قیمت سالانہ عہ
ششماہی ۱۲/

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

معاونین کرام سے
عہ

شمارہ نمبر (۱)

بابت ماہ جمادی الآخر سنہ ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ اگست سنہ ۱۹۴۰ء

جلد نمبر (۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شذرات

مجلہ سلسلہ ہدایت کی یہ پہلی کتاب اپنی عمر کے چھٹے سال میں قدم ڈال رہا ہے۔ اب تک اس نے قوم کی جو ٹھوس خدمت انجام دی ہے وہ ارباب نظر سے مخفی نہیں۔ ہر ماہ پابندی کے ساتھ وقت پر شائع ہو رہا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہماری اس جانکاہ خدمت کا صلہ یہ ہے کہ متواتر تاکید کے باوجود خریداروں نے بقایا چندہ وصول نہیں کیا ہے۔ ہم نے مجلہ کو عوام تک زیادہ سے زیادہ پہنچانے کے خیال سے کاغذ کی اس قدر گرانی کے دور میں بھی اس کا چندہ دو روپیے کی بجائے صرف ایک روپیہ کر دیا۔ لیکن افسوس ہے کہ اس رعایت عظیم پر بھی خریداروں نے چندہ کی وصولی میں جس سستی سے کام لیا ہے۔ ہمارے لئے برداشت ہی نہیں ممکن ہے۔ اس وقت آپ کا یہ رسالہ شدید پریشانی میں مبتلا ہے۔ اگر اس وقت آپ نے اس کا خیال نہیں کیا۔ تو آئندہ اس کا قیام بہت دشوار ہوگا۔ اس نمبر پر جن لوگوں کی خریداری ختم ہوتی ہے۔ ان کے پاس خصوصیت کے ساتھ اطلاع دی جا رہی ہے۔ امید ہے کہ اس پریشانی کے وقت میں وہ خاموشی سے کام نہ لیں گے۔ بلکہ اطلاع ملتے ہی اپنا چندہ روانہ فرما کر ہم خادموں کو شکریہ کا موقع مرحمت فرمائیں گے۔

پرواز جنگ

ایشیا اور یورپ کا جنگی مطلع دن بدن زیادہ غبار آلود ہوتا جا رہا ہے۔ پیہم کوششوں کے باوجود ابھی تک صلح کی کوئی جھلک نظر نہیں آتی ہے۔ چین اور جاپان کی جنگ میں ایک اہم اور قابل ذکر امر یہ ہے کہ برطانیہ نے جاپان کے مطالبہ پر گھٹنہ ٹیک دیا اور برما سے چنگ کنگ جانے والے راستہ کو تین مہینہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ بلاشبہ حکومت برطانیہ کے اس فیصلہ سے چین کو نقصان اور جاپان کو فائدہ پہنچے گا۔ یہی وجہ ہے کہ امریکہ نے اس کی مخالفت کی لیکن اس کی مخالفت کے باوجود برطانیہ نے جاپان کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا۔ صرف اسلئے کہ وہ اس وقت ہٹلر کے مقابلہ کو سب سے اہم سمجھتا ہے۔ اندرونی خطرے کی موجودگی میں وہ کسی دوسری طرف الجھنا نہیں چاہتا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جاپان اس مطالبہ پر اکتفا بھی کرتا ہے۔ یا ”نظام جدید“ کے اصول کے پیش نظر ایک مطالبہ کی منظوری کے بعد دوسرا اور تیسرا مطالبہ بھی پیش کرتا ہے۔ کیونکہ برطانیہ نے ابتدا ہی میں یہ

کوشش کی تھی کہ وہ جنگ میں کسی طرح الجھنے نہ پائے۔ اسی بنا پر سابق وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین نے جرمنی کے زیکوسلواکیا والے مطالبہ کو فوراً تسلیم کر لیا تھا، تاکہ اس کے بعد ہٹلر خاموش بیٹھ جائے، لیکن ملک گیری کی ہوس نے ہٹلر کو اس کے بعد بھی خاموش بیٹھنے نہیں دیا، بہانہ ڈھونڈتا رہا۔ اور موقع پاکر آن کی آن میں کئی آزاد ممالک کو غلام بنا ڈالا۔ اسلئے صحیح طور پر ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کہ جاپان اس مطالبہ کے بعد کیا رویہ اختیار کریگا؟

برطانیہ اور جرمنی میں ابھی باقاعدہ جنگ شروع نہیں ہوئی ہے۔ سابق بلر سنوز طیارے ایک دوسرے کے ملک پر کچھ بم برسا جاتے ہیں جس سے تھوڑا بہت جانی و مالی نقصان بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن ابھی تک اس بمباری سے فریقین کا کوئی عظیم الشان نقصان نہیں ہوا ہے۔ حال میں ہٹلر نے جرمن پارلیمنٹ میں ایک تقریر کی ہے جس میں "معاہدہ وارسیلز" کا سارا الزام برطانیہ کے سر منڈھا ہے۔ اور اس سے صلح کرنے پر رضامندی کا اظہار بھی کیا ہے۔ لیکن دوران تقریر میں صلح کی شرائط کا ذکر نہیں کیا ہے۔ مگر جاپان کی ایک خبر رساں ایجنسی کے ایک نامہ نگار کے خیال میں ہٹلر کی شرائط میں قابل ذکر چیز یہ ہے کہ مسٹر چرچل کو وزارت سے علیحدہ کر کے ان کی جگہ مسٹر لائڈ جارج کو منتخب کیا جائے، یورپ پر جرمنی کا قبضہ تسلیم کیا جائے برطانیہ کے لئے یہ شرائط کسی طرح بھی قابل قبول نہیں ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسی حالت میں جنگ رک سکے گی اور نہ صلح کی کوشش سود مند ہوگی۔ چونکہ ہٹلر کو جنگ میں متواتر فتح حاصل ہوئی ہے۔ اس نے اسے مغرور بنا ڈالا ہے۔ اسی لئے وہ برطانیہ کے مقابلہ میں اس قسم کی جرأت آمیز باتیں کرنے لگا ہے۔ لیکن برطانیہ سے ہٹلر کو ابھی براہ راست مقابلہ نہیں پڑا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو برطانوی قوت کا صحیح احساس نہیں ہوا ہے ؎

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے ◦ آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

ہندوستان اور اس کا مستقبل

یورپ کے حالات کے ساتھ ساتھ ہندوستان کے کوائف کا مطالعہ بھی ضروری ہے۔ جنگ کا اثر ابتک صحیح معنوں میں ہندوستان پر نہیں پڑا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ابھی تک برطانیہ سے براہ راست جنگ شروع نہیں ہوئی ہے۔ برطانیہ سے جنگ شروع ہو جانے کے بعد لا محالہ ہندوستان پر اس کا اثر پڑیگا اب سوال یہ ہے کہ یہ اثر ہندوستان کے لئے مفید ہوگا یا مضر، ہندوستان کا اندرونی سیاسی اختلافات بتا رہا ہے کہ اس کا مستقبل بے حد تاریک ہے۔ جنگ قریب سے قریب ہوتی جا رہی ہے۔ لیکن ہندوستانی لیڈر صرف بحث و مباحثہ اور تجاویز کے پاس کرنے میں وقت گزار رہے ہیں۔ لیگ اور کانگریس کے درمیان بھی سمجھوتہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ انڈین نیشنل کانگریس کمیٹی کی گذشتہ نشست میں بھی ہندوستان میں بھی ہندوستان کے لئے مکمل آزادی کا مطالبہ کیا ہے۔ اور دوران جنگ کے لئے عارضی قومی حکومت کے قیام کا مشورہ دیا ہے۔ اس عارضی قومی حکومت سے کانگریس کا منشا یہ ہے کہ مخلوط وزارت بنائی جائے۔ جس میں ہر پارٹی کے نمائندے لئے جائیں۔ لیکن مسلم لیگ کے نزدیک یہ تجویز مسلمانوں کے مفاد کے لئے مضر ہے۔ اس کا پہلا مطالبہ یہ ہے کہ اسے مسلمانوں کی واحد نمایندہ جماعت تسلیم کیا جائے۔ اور ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے بولنے کا حق صرف مسلم لیگ ہی کو ہو۔ لیکن ابتک حکومت نے کسی کے مطالبہ کو منظور نہیں کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلم لیگ اور کانگریس دونوں جماعتوں نے

جنگی کمیٹیوں میں عدم شرکت کا اعلان کیا ہے۔ لیکن پنجاب اور بنگال کے وزیر اعظم جو آج سے پہلے کانگریسی مظالم کے خلاف مسلمانوں کے لئے جان دینے پر تیار تھے۔ مسلم لیگ کے حکم سے آج سرتابی کر رہے ہیں جس کی وجہ سے مسلم لیگ کیمپ میں بھی اختلاف رونما ہے۔ غرضکہ ہندوستان میں اس وقت اس قدر اندرونی اختلاف ہے کہ جلد کسی سمجھوتہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ حکومت کی طرف سے بھی اس مسئلہ کا کوئی ممکن العمل حل پیش نہیں کیا گیا ہے۔ اگر اختلاف کو جلد سے جلد ختم نہیں کیا گیا تو نہ صرف ہندوستان بلکہ خود برطانیہ کے لئے بھی خطرناک ہے۔ یہی وقت ہے کہ ہندوستان متحد ہو کر حکومت برطانیہ کے سامنے اپنا متفقہ مطالبہ پیش کرے اور اسکی مدافعت کیلئے پوری جد وجہد کیساتھ تیار ہو جائے۔

ہالول منومنٹ

آجکل کلکتہ میں ہالول منومنٹ کے سلسلے میں ہیجان عظیم برپا ہے۔ ''ہالول منومنٹ'' ایک عمارت ہے۔ جسے انگریزوں نے بطور یادگار تعمیر کیا ہے جس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سراج الدولہ نے ۱۴۶ انگریزوں کو ایک مکان میں بند کر دیا تھا جن میں کل کے کل ختم ہو گئے۔ صرف ۲۳ آدمی اس مکان سے زندہ نکل سکے۔ اسی واقعہ کی یادگار میں یہ عمارت تعمیر کی گئی تھی۔ کلکتہ میں مسٹر چندر بوس نے یہ پیش کیا کہ اس عمارت کو ختم کر دیا جائے، کیونکہ اس سے نفرت و حقارت کی خلیج آپس میں بڑھتی ہے۔ نیز اس واقعہ کو تاریخ سے صحیح تعلق بھی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں وہ ایجی ٹیشن کی تیاری کر رہے تھے۔ ایجی ٹیشن شروع کرنے سے پہلے ہی انہیں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار کر لیا گیا۔ لیکن ان کی گرفتاری کے بعد پبلک نے ستیہ گرہ کرنا شروع کیا۔ ستیہ گرہ کرنے پر گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ اس تحریک میں اسلامیہ کالج کے طلبہ نے بھی حصہ لینا چاہا لیکن انہیں ڈائرکٹر کی جانب سے حکم بھیجا گیا کہ طلبا ستیاگرہ میں حصہ نہیں لے سکتے ہیں۔ ڈائرکٹر کے اس حکم کے خلاف احتجاج بلند کرنے کے لئے طلبہ نے ایک جلسہ کیا۔ جلسہ کو منتشر کرنے کے لئے حکومت کی طرف سے پولیس روانہ کی گئی۔ جس نے مجمع کو منتشر کرنے کے لئے لاٹھی چارج شروع کیا جس کی وجہ سے بہت سے طلبہ زخمی ہوئے۔ حکومت کا یہ فعل کس قدر بزدلانہ اور غیر مستحسن ہے۔ طلبہ کی مذکورہ تحریک کو مختلف عنوان سے دبایا جا سکتا تھا لیکن حکومت ان کے ساتھ بھی عوام جیسا برتاؤ کرتی ہے۔ کبھی ان پر فائرنگ ہوتی ہے تو کبھی لاٹھی چارج۔ پولیس کے اس ناعاقبت اندیشانہ عمل سے سخت ہیجان برپا ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ جلد سے جلد پولیس کی اس زیادتی کی تحقیقات کرے، ورنہ طلبہ کا یہ اضطراب کلکتہ کے لئے محدود نہ ہوگا۔ عجیب نہیں کہ پورے ہندوستان کے طلبہ اس میں شریک ہوں۔ اور پھر آئندہ اس انتشار و ہنگامہ کی پوری ذمہ داری حکومت پر عائد ہو۔

رموز قرآنی

تہجد:۔ لغت میں اس کے معنی سونے کے بعد بیدار ہونے کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں ان نوافل پر جو عشاء اور فجر کے درمیان پڑھی جاتی ہیں۔ یہ لفظ بولا جاتا ہے۔ تہجد کی ادائیگی کا مسنون اور مستحسن طریقہ یہ ہے کہ تہجد گزار کچھ دیر سونے کے بعد اٹھے اور عبادت کرے، پھر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے سو جائے، جب تکان دور ہو جائے اور طبیعت میں نشاط و فرحت کے آثار نمایاں ہوں۔ فوراً بستر چھوڑ کر ذکر الٰہی میں مشغول ہو جائے لغوی اور شرعی معنی کی مناسبت اس شخص پر مخفی نہیں۔ جو تہجد کے مسنون طریقہ پر نگاہ رکھتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور مبارک یہی تھا کہ آپ رات کے کچھ حصوں کو عبادت کے لئے پسند کر لیتے، جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔

عن الاعرج انه قال اخبرنی حمید بن عوف عن رجل من الانصار انه کان مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فقال لانظرن کیف یصلی رسول اللہ علیہ وسلم قال فنام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم استیقظ فرفع راسه الی السماء فتلا اربع آیات من اخر سورة ال عمران ان فی خلق السموات والارض واختلاف الیل والنهار حتی مر بالاربع ثم اهوی الی القربة فاخذ سواکا فاستن به ثم توضا ثم صلی ثم نام ثم استیقظ فصنع کصنعه اول مرة ویزعمون انه التهجد الذی امره اللہ

اعرج کہتے ہیں مجھ سے حمید نے ملنے جو عبدالرحمٰن کے لڑکے اور عوف کے پوتے ہیں۔ ایک انصاری مرد کا واقعہ بیان کیا وہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ اس نے دل میں سوچا کہ میں دیکھوں کہ رات کے اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز ادا کرتے ہیں۔ اس نے کہا کہ پہلے آپ سو گئے کچھ دیر کے بعد آپ بیدار ہوئے۔ اور اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھائیں مناظر قدرت کا پر کیف نظارہ دیکھ کر بیساختہ سورہ ال عمران کے آخر کی چار آیتیں آپکی زبان پر آگئیں، تلاوت کی ابتدا اس آیت سے کی۔ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنهار جب مذکورہ آیات کی تلاوت سے فارغ ہوئے تو مشک کی طرف جھکے اور مسواک لیکر منہ صاف کیا وضو کر کے نماز پڑھی، تھوڑی دیر کے لئے پھر سو گئے۔

کچھ دیر بعد پھر بیدار ہوئے۔ اور پہلے کی طرح تلاوت مسواک اور وضو کر کے نماز ادا کی۔ محدثین کرام اور مفسرین عظام کے خیال میں یہ وہی نماز تھی جس کا حکم خصوصیت کے ساتھ آپ کو قرآن مجید میں دیا گیا ہے۔ تہجد کا مذکورہ طریقے سے ادا کرنا۔ اگرچہ ضروری نہیں ہے لیکن باایں ہمہ ادائے تہجد کا یہ مخصوص طریقہ افضال الٰہیہ اور انعامات ربانیہ کا موجب ضرور ہے۔ اہل عرب کا مشہور مقولہ ہے۔ العطایا علی متن البلایا محنت اور مشقت کے مطابق انسان بخششوں اور انعامات کا مستحق

ہوا کرتا ہے۔ اس طرح پر چونکہ تہجد کا ادا کرنا کثرت مشقت کا باعث ہے۔ لہذا عقلاً اور نقلاً کثرت اجر، زیادتی ثواب اور اضافہ درجات کا بھی سبب ہوگا۔ اور ہونا بھی چاہئے۔ کیونکہ اگر اس عمل اور طریقہ میں اجر کی زیادتی نہ ہوتی بلکہ کوئی دوسرا طریقہ اس سے زیادہ مشقت اور بہتر ہوتا تو یقیناً جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اختیار فرماتے لیکن جب آپ نے اسی طریقہ کو پسند فرمایا اور … اپنے متبعین کو دعوت دی تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ تہجد کا اس سے زیادہ اچھا پاکیزہ اور … کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بھی اسی طرح تہجد ادا کیا کرتے تھے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیام لیل کی تعریف فرمائی ہے۔ ایک حدیث میں ہے۔ افضل القیام قیام داؤد یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے پسندیدہ قیام میں حضرت داؤد کا طریقہ سب سے افضل ہے۔ جس کا طریقہ … اس کی تشریح سطور بالا میں ہو چکی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لئے اٹھتے تو بعض دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ ان کے الفاظ اگرچہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن مضمون اور … کی ایک ہی روح سب میں مشترک طور پر باقی ہے۔ وہ دعائیں حدیث کی مستند اور معتبر کتابوں میں تفصیل سے موجود ہیں مجلہ کے مختصر صفحات ان کے متحمل نہیں ہیں۔ تاہم افادہ کی غرض سے چند دعاؤں کا لکھ دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عن ابن عباس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل يتهجد قال اللهم لك الحمد انت قيم السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت نور السموات والارض ومن فيهن ولك الحمد انت الحق ووعدك الحق ولقاؤك حق وقولك حق والجنة حق والنار حق والنبيون حق ومحمد حق والساعة حق اللهم لك اسلمت وبك امنت وعليك توكلت واليك انبت وبك خاصمت واليك حاكمت فاغفر لي ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما انت اعلم به مني انت المقدم وانت المؤخر لا اله الا انت ولا اله غيرك (متفق عليه)

ابن عباس سے روایت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تہجد کے لئے اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ تیرے ہی لئے تعریفیں ہیں تو ہی آسمانوں اور زمینوں کا اور جو کچھ ان میں ہے اس کا نگہبان اور محافظ ہے۔ تو ہی آسمانوں اور زمینوں کو روشن کرنے والا ہے۔ تیرے لئے تعریف ہے۔ آسمان اور زمین کا تو ہی شہنشاہ ہے۔ ساری حمد اور ستائشوں کا تو ہی سزاوار ہے۔ تو حق ہے تیرا وعدہ حق ہے۔ اور تیری ملاقات یقیناً حق ہے۔ تیرا کلام سچا ہے۔ جنت اور جہنم کا وجود لازمی ہے۔ انبیا کی بعثت اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت لاریب ثابت ہے۔ قیامت کے وجود میں کوئی شبہ نہیں ہے۔ اے اللہ تیرے حکموں کے سامنے میں نے گردن جھکا دی ہے۔ اور تیرے پر ایمان اور تیری ذات پر بھروسہ کیا اپنے ہر ظاہری اور باطنی امر میں تیری ہی توفیق اور اعانت کی طرف رجوع ہوا۔ تیری ہی … پر میں نے دشمنوں سے لڑائی کی۔ اپنے معاملات کا تجھی کو حکم تسلیم کیا۔ پس اے خدا تو بھی میرے اگلے اور پچھلے گناہوں کو معاف کر دے اور میری ظاہری اور باطنی لغزشوں کو عفو و درگذر کی نگاہ سے دیکھ۔ اور ان تمام چھوٹے اور بڑے گناہوں کو جنہیں تو جانتا ہے۔ ان پر قلم عفو کا کھینچ دے تو کائنات کے پہلے بھی تھا

اور بعد کو بھی تو رہے گا۔ خدائی اور معبودیت کے لائق تو ہی ہے۔ تیرے سوا کوئی نہیں جو معبودیت اور ربوبیت کا سزاوار ہو (بخاری اور مسلم دونوں میں یہ روایت موجود ہے)

ایک روایت حضرت عائشہ سے مذکور ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:-

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا تیقظ من اللیل قال لا الہ الا انت سبحانک وبحمدک استغفرک لذنبی واسألک رحمتک، اللھم زدنی علما ولا تزغ قلبی بعد اذ ھدیتنی وھب لی من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب رواہ ابوداؤد۔

حضرت عائشہ سے روایت ہے وہ فرماتی ہیں، رات کے اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوا کرتے تو یہ دعا پڑھتے اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ میں تیری تعریف کرتا ہوں۔ اور اپنے گناہوں کی مغفرت کا تجھ سے طالب ہوں، تیرے باران رحمت کا پیاسا ہوں۔ اے اللہ میرے علم میں اضافہ کر ہدایت کے بعد میرے قلب کو کجی کی طرف مائل نہ کر، اور اپنی خاص رحمت سے مجھے بھی سرفراز فرما۔ بیشک تو بہت بخشش کرنے والا ہے۔ (روایت ابوداؤد میں ہے۔)

ان دونوں کے علاوہ اور بھی دعائیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ ان روایتوں میں گو بظاہر تعارض نظر آتا ہے لیکن حقیقت میں تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ یہ دعائیں آپ مختلف اوقات میں پڑھا کرتے تھے۔

تہجد کے فضائل آئندہ اشاعت میں انشاء اللہ درج کئے جائیں گے۔

مولوی مصلح الدین مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ

انتقال پر ملال

یہ خبر نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ سنی جائیگی کہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے نہایت مخلص ہمدرد جناب منشی اظہر حسین صاحب پیغمبر پوری نے تاریخ ۱۸ جولائی بروز پنجشنبہ ۱۹۴۰ء کو اور مولوی عبدالرشید صاحب شکر پوری نے بتاریخ ۲۲ جولائی ۱۹۴۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ مرحومین پکے موحد، عبادت گزار اور متقی شخص تھے۔ دارالعلوم کے ساتھ آپ کو خاص ہمدردی تھی۔ آپ کے انتقال سے دارالعلوم کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ ہماری دعا ہے کہ رب العزت مرحومین کو جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ اور ان کے پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور انہیں مرحومین کا صحیح جانشین بنائے۔

تشریح حاشیہ

حدیث شریف

گذشتہ اشاعت میں اجتنبوا السبع الموبقات کے سلسلے میں بعض ابتدائی باتیں بتائی جا چکی ہیں۔ اور صاف طور پر یہ بھی بتا دیا گیا تھا کہ منجملہ ان بڑے گناہوں کے جن سے بچنے کی ہدایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے [illegible] اور ان کے مرتکب کو دردناک عذابوں کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ ان میں سب سے پہلی چیز شرک باللہ ہے۔

شرک باللہ: موجودہ زمانے میں شرک جیسی بدترین مذموم ہوا کچھ اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ دنیا کا کوئی ملک اور ملک کا کوئی گوشہ اس کی گندگی سے خالی نظر نہیں آتا۔ [illegible] بدقسمتی سے خود ہمارا ہندوستان ہمیشہ سے اس کا گہوارہ رہا ہے اور اب تک اس پر عمل حالہ قائم ہے۔ دوسری قوموں کا تو کہنا ہی کیا شومئی بخت کہ خود وہ قوم جو توحید و سنت کی حامل ہے، اور اپنے کو سچا مسلمان کہتی ہے۔ اس کا حال یہ ہے کہ آستانوں کی چوکھٹ اور قبروں کے مزار پر سر بسجدہ ہے۔ تو کل کسی پیر فقیر کو اپنا حاجت روا مشکل کشا جان کر اس سے اپنی مرادیں مانگتی ہے۔ کہیں تعزیوں پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں۔ تو کہیں شعبان کے حلوے مانڈے تقسیم ہوتے ہیں۔ غرض اسی قسم کے مذموم و قبیح افعال کا ارتکاب ہوتا رہتا ہے لوگ بھول کر بھی قرآن و حدیث کی طرف آنکھیں نہیں پھیرتے تاکہ ان پر یہ حقیقت روشن ہو جائے کہ جو کچھ وہ کر رہے ہیں۔ وہ کہاں تک صحیح اور کہاں تک غلط ہے۔ آج سے تقریباً چودہ سو سال پہلے عرب کے لوگ بھی اسی گمراہی میں مبتلا تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنا فضل کیا۔ ان کی ہدایت کے لئے ایک سچا ہادی اور راہبر مبعوث فرمایا۔ جس نے شرک کا قلع قمع کر دیا۔ عملی اعلان کر دیا کہ

ہے ذات واحد عبادت کے لائق
زباں اور دل کی شہادت کے لائق

لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ
جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

مگر افسوس کہ آج قرآن پاک کی تنبیہات کو قطعی طور پر بھلا دیا ہے، جس میں اصول کے طور پر بتا دیا گیا ہے۔ واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئا ۔

اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اور اس کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور اگر تم نے اس علم کے باوجود ایسا کیا تو اس کے برے نتائج سے بھی باخبر رہو یعنی من یشرک باللہ فقد حرم اللہ علیہ الجنة وماواہ النار وما للظلمین من انصار

جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا، اللہ نے اس پر جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانا جہنم کے سوا کہیں نہیں ہو سکتا

اور نہ ان [illegible] قیامت کے دن کوئی معافی [illegible] ہو گا۔

[illegible]

کریں اگرچہ جادو [illegible] تاہم کمزور دل والوں کے لئے

نبی کریم صلعم نے [illegible] سے محفوظ رہنے کا ایک بہترین نسخہ معوذتین کا

استعمال بتلایا ہے، آپ فرماتے ہیں جو شخص معوذتین پڑھ کر دم کرے

اس پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

قتل بالعمد: اس حرکت شنیعہ کے برے نتائج کا ذکر

کرنے سے پہلے اگر اس کے مبدع کا ذکر کر دیا جائے تو قارئین کے لئے

دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے دور خلافت میں

مال زکوٰۃ کو قبول کرنے کے لئے آسمان سے آگ نازل ہوتی، اور زکوٰۃ

[illegible]

ہر موقعہ پر اس کو پیش نظر رکھا، اسکی خرابیاں کھول کھول کر بیان

فرمایا۔ اور اس کے انسداد پر کافی کوشش صرف کردی چنانچہ

حدیث شریف میں اکثر و بیشتر ایسی روایتیں ملتی ہیں، جن میں اس فعل

شنیع سے منع کیا گیا ہے، ایک جگہ ارشاد ربانی ہے۔

ومن یقتل مومنا متعمدا فجزاؤہ جہنم خالدا فیہا
وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما ۝

جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر بغیر کسی جرم شرعی کے مار ڈالا اس کا ٹھکانا قیامت کے روز جہنم ہوگا جس میں وہ ہمیشہ جلتا رہے گا۔ ایسے شخص پر اللہ کی پھٹکار ہوگی۔ اور اس کے لئے نہایت دردناک عذاب تیار کر رکھا گیا ہے۔ سچ یہ ہے کہ انہی آیات و احادیث کی برکت تھی کہ عرب کے ایسے ایسے جاہل لوگ جو معمولی باتوں پر سر کٹانے کو تیار رہتے تھے، اور جن کی شان میں بجا طور پر کہا گیا ہے۔

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

چند ہی دنوں میں باہم مل کر شیر و شکر ہوگئے، اس طرح گذشتہ تمام خانہ جنگیاں خواب و خیال ہوگئیں۔

مال یتیم:۔ اسلام نے جہاں کمزوروں اور مظلوموں کی حمایت کی ہے، وہاں یتیم کو بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں کیا ہے۔ چونکہ عام طور پر لوگ یتیموں کے مال سے ناجائز فائدہ اٹھایا کرتے تھے اور مختلف طریقے سے اس کو کھا پی لیا کرتے تھے، اسلئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس مذموم فعل سے لوگوں کو روکنے کی کوشش کی، اس کے علاوہ حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا، جو شخص بدخواہی سے یتیم کے مال کو کھاتا ہے۔ وہ گویا اپنے پیٹ میں چنگاریاں بھرتا ہے، قرآن پاک میں صاف مذکور ہے۔

الذین یاکلون اموال الیتمی ظلما انما یاکلون فی
بطونہم نارا وسیصلون سعیرا ۝

جو لوگ یتیموں کے مال کو ظلما کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ میں آگ کے شعلہ کو بھرتے ہیں، اور انہیں تیار رہنا چاہئے کہ قیامت کے دن وہ نہایت بے رحمی سے کھینچکر جہنم میں ڈھکیل دیئے جائینگے پس یتیموں کا مال کھانا تمام ظلموں سے بڑھکر ہے، اور ظالموں کو ہدایت کی گئی ہے کہ

ترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

عبدالرحمن نشتر بجوروی متعلم جامعہ سلفیہ

رباعی

چالاک ہیں سب کے سب بڑھے جاتے ہیں
افلاک ترقی پہ چڑھے جاتے ہیں
مکتب بدلا کتاب بدلی لیکن
ہم ہیں کہ وہی سبق پڑھے جاتے ہیں

(شاد عظیم آبادی)

جواہر حدیث

چالیس حدیثوں کا با محاورہ ترجمہ اور مختصر تشریح

چالیس حدیثوں کو یاد کر لینے کی بڑی فضیلت ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو شخص امور دین کے متعلق چالیس حدیثیں یاد کر لے اللہ تعالےٰ اس کو قیامت کے دن عالم بنا کر اٹھائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کرینگے اور اس کے شاہد و گواہ ہوں گے۔

مذکورہ فرمان کے بموجب قارئین مجلہ کی خدمت میں چالیس حدیثیں پیش کی جاتی ہیں جو ایک ہی سند سے مروی ہیں اور جنہیں شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے اپنی کتاب مسمیٰ اربعین میں نقل فرمایا ہے۔

قال الشیخ ولی اللہ المحدث رحمۃ اللہ علیہ شافہنی ابو الطاہر المدنی عن ابیہ الشیخ ابراھیم الکردی عن زین العابدین عن ابیہ عبد القادر عن جدہ یحییٰ عن جدہ المحب عن ابیہ ابی الیمن عن ابیہ شہاب احمد عن ابیہ رضی الدین عن ابی القاسم عن السید ابی محمد عن والدہ ابی الحسن عن والدہ ابی طالب عن ابی علی عن والدہ محمد زاهد عن والدہ ابی علی عن ابی القاسم عن والدہ ابی محمد عن والدہ الحسین عن والدہ جعفر عن ابیہ عبد اللہ عن ابیہ زین العابدین عن ابیہ الامام الحسین عن ابیہ علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالےٰ عنہم۔

(۱) قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس الخبر کالمعاینۃ

علی کرم اللہ وجہہ نے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دیکھنے کے برابر نہیں ہے۔

خبر میں کذب و صدق کا احتمال ہے سہو و نسیان کی گنجائش ہے مگر چشم دید میں نہ کذب کا احتمال ہے اور نہ شک و شبہ کی گنجائش ہے جیسا کہ فارسی کا ایک مشہور مقولہ ہے ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

سنا ہوا دیکھے ہوئے کے مانند کب ہو سکتا ہے۔

(۲) الحرب خدعۃ

لڑائی دھوکہ کا نام ہے۔

لڑائی میں ہر ایک فریق دوسرے کو دھوکہ دینا چاہتا ہے اپنے راز کو

[illegible] اعلان کے
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
اگر دشمن [illegible] کا [illegible] دیکھنا [illegible] اس پر
پھر اور بائیں ہاتھ کا [illegible]

(۳) المسلم مرآۃ المسلم

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے۔

آئینہ انسان کی صورت کے عیوب کو ظاہر کرتا ہے پھر بھی وہ اس کو شوق سے دیکھتا ہے [illegible] بلکہ اس کو [illegible] صورت کی ظاہری اصلاح [illegible] اسی طرح ہر ایک مسلمان کو چاہئے کہ ایک دوسرے کی سیرت کی اصلاح کرے نہ پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرے، نہ پھبتی اڑائے، بلکہ قدر کرے اور اصلاح کی غرض سے اس کے سامنے اس کی برائی بیان کرے، اور اسے روکے برائی سے روکنے والے پر غصہ ہو اور نہ اس سے عداوت رکھے، بلکہ اس کو اپنا خیرخواہ سمجھے اس سے الفت و محبت رکھے اور اسے اپنی سیرت کی اصلاح کا آئینہ تصور کرے۔

(۴) المستشار مؤتمن

جس سے مشورہ طلب کیا گیا وہ امانتدار ہے

مشورہ دینے میں دھوکا نہ دینا چاہئے بلکہ جو صحیح اور بہتر سمجھے اسی کا مشورہ دے اگر ایسا نہ کرے اور غلط مشورہ دے، تو خائن ہے نیز مشورہ کو پوشیدہ رکھنا چاہئے، کیونکہ یہ امانت ہے بلا اجازت افشا کرنا خیانت ہے۔

مولوی عبدالحق مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ

قومی تعلیم زندگی کی جڑ ہے

دور حاضرہ کے مفکرین نے مسئلہ تعلیم کو بڑی اہمیت دی ہے یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں قومی زندگی اور اس کی ترقی و سربلندی کا سارا راز مضمر ہے، قومی فلاح و بہبود محض ابنائے ملک کی تعلیم پر منحصر ہے۔

تعلیم کا ایک سود مند نظام دنیا کی ممتاز اقوام کے پیش نظر ہے، جس پر سختی کے ساتھ عمل کیا جا رہا ہے۔ اور جس کی بدولت وہ دن دونی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے، مگر بایں ہمہ ہندوستان ابھی خواب غفلت سے بیدار نہیں ہوتا ہے، اگر ہندوستان کے عالی دماغ مفکرین اور تعلیم سے دلچسپی رکھنے والے افراد اس مسئلہ پر غور و فکر کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہندوستان دوسرے ممالک کے مقابل میں کسی لحاظ سے بھی پیچھے رہے۔

ماہرین تعلیم اس بات کو ملحوظ رکھیں کہ جب بچے کی تعلیم و تربیت اپنے ذمہ لیں، سب سے پہلے اس کے رجحانات کا پتہ چلائیں پھر تعلیم و تربیت کے ذریعہ جتنی خوبیاں اس کی ذات میں موجود ہیں، ان کو تقویت دیں اور برائیوں کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں۔ یہی ایک معلم کی سب سے بڑی خدمت اور ذمہ داری خیال کی جاتی ہے تعلیم کی عنان حکومت ان لوگوں کے ہاتھ میں رہنی چاہیئے، جن کو قوم و ملک کے ساتھ صحیح معنوں میں ہمدردی ہو، ایسے ہی لوگ نونہالان ملک کی خدمت کر سکتے ہیں، برطانوی نوآبادیات کے نصاب سے مذہبی تعلیم خارج کر دی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کو ملک اور قوم کے ساتھ حقیقی ہمدردی باقی نہیں رہی، ملک کے لئے اب ان کا وجود خطرہ سے خالی نہیں۔

مذہبی تعلیم قوم کے افراد میں مذہبی جوش اور حب الوطنی کا صحیح جذبہ پیدا کرتی ہے۔ موجودہ زمانہ میں اتحاد کا احساس بہت کم پایا جاتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان میں مختلف ریاستیں اور قومیں آباد ہیں ایک ریاست کے باشندوں کو دوسری ریاست کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہے، آپس کا بغض و عناد قومی فلاح و بہبود کی بیخ کنی کرتا ہے۔ ماہرین تعلیم و ہمدردان ملک اور حامیان مسئلہ قومیت کا فرض منصبی ہے کہ قومیت کو برباد کرنے والے خیالات و جذبات کا استیصال کریں، اسکے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسی کتابیں تصنیف کی جائیں۔ جن کی بدولت ہندوستانی اتحاد اور ہندوستانی قومیت کا احساس صحیح معنوں میں پیدا ہو سکے، ہندوستانیوں کا فرض ہے کہ اپنی تاریخ، فنون لطیفہ اور صنعت و حرفت وغیرہ کو جو کس مپرسی کی حالت میں ہیں، فروغ دیں۔

اس سے یہ مطلب نہیں کہ کسی خاص مذہب کی تعلیم دی جائے بلکہ طالب العلم جس قوم و ملت کا ہو۔ اس کے مذہب کے موافق معلومات حاصل کرائی جائیں، اور اس میں یگانگت کی روح پھونکیں، تاکہ فرقہ وارا

جھگڑوں کا خاتمہ ہو، اور سب مل کر ایک نصب العین کے لئے کوشش کریں۔

مسلمان اپنی مسلم یونیورسٹی کو، ہندو اپنی ہندو یونیورسٹی کو اور پارسی اپنے پارسی کالج کو ترقی و فروغ دے سکتے ہیں، اس سے دستور تنظیمی نقطہ نظر سے کوئی حرج نہیں ہے لیکن تمام کالجوں کا [illegible] ہندوستانی قومی جامعہ سے ملحق ہونا ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہندوستان اپنے اغراض و مقاصد کے پیش نظر تعلیمی نصاب خود مقرر کریں۔ تاکہ قوم کی ضروریات و احتیاجات پوری ہوسکیں، [illegible] کی قطعاً ضرورت نہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ غربی [illegible] سے نظر انداز کر دیئے جائیں، بلکہ ان کی حیثیت ایک معاون کی ہو۔ جب کسی قوم کی کوئی چیز تمہاری نظروں میں جچے اور تم [illegible] ہو تو بلا تکلف اس کو حاصل کرو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ۔ مگر بہتر یہ ہے کہ اس کو اپنی ذاتی چیز بنالو اور اپنا ہندوستانی رنگ اس پر چڑھا دو تاکہ اس چیز کی بیگانگت باقی نہ رہے۔ اور اس بات کا خیال رہے کہ ہندوستانی روایات و رجحانات پر اس نئی چیز کا [illegible] اثر نہ پڑنے پائے۔ دنیا بھر کے علوم و فنون کی تعلیم اپنے مدرسوں اور کالجوں میں دی جائے اور دوسرے ممالک کے خیالات سے لڑکوں کو آشنا کرائیں، مگر اپنے ملک کے علوم و فنون ہر صورت میں غیر ملک کے علوم و فنون پر مسلط رہیں۔ مثال کے طور پر مشرقی فلسفہ کو لیجئے، مشرقی فلسفہ اعلیٰ درجہ کا فلسفہ ہے۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ یونیورسٹی کے امتحانات میں مغربی فلسفہ پر اس قدر زور دیا جاتا ہے کہ اس کے مقابلہ میں ایشیائی فلسفے کی اہمیت ہی باقی نہیں رہتی۔ تم بخوشی تمام مغربی فلسفہ پڑھو، اور ضرور اس سے واقفیت حاصل کرو۔ مگر اپنے مدرسوں اور کالجوں میں اپنے فلسفہ کو غیر ملک کے فلسفہ پر ہمیشہ ترجیح دیتے رہو۔ اس طرح تم اپنی ممتاز قومیت کو باقی رکھ سکتے ہو۔ ہندوستان میں سائنس کی تعلیم تو دی جاتی ہے۔ مگر غلط اصول پر، سائنس کی کتابیں جو ہندوستان میں رائج ہیں، ان میں سب سے بڑا نقص یہ پایا جاتا ہے کہ توضیحی مثالیں بدیسی ہوا کرتی ہیں۔ اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ سائنس کی تمام کتابیں از سر نو ہندوستانی نقطہ نظر سے لکھی جائیں اور مثالیں ایسی دی جائیں جو روزانہ زندگی میں ہر شخص کے مشاہدہ میں آتی ہوں، ویسی مثالیں بدیسی مثالوں سے بہت زیادہ سود مند ہوتی ہیں۔ تاریخ کا بھی خاص طور پر خیال رکھیں، مدرسوں اور کالجوں میں غیر ممالک کی تاریخ پڑھانے سے پہلے تاریخ ہند پڑھائی جائیں۔ کسی انگریز کی لکھی ہوئی تاریخ ہندوستانیوں کے لئے مفید نہیں ہوسکتی۔ وجہ یہ ہے کہ وہ ہمارے ملک کی رسم و روایات کو ملحوظ نہیں رکھتا۔ اور نہ ہمارے مستقبل کا خیال رکھتا ہے۔ ہندوستانی جانثار محب وطن کی لکھی ہوئی تاریخ قومی جوش پیدا کرتی ہے۔ اور ان کے مستقبل کو شاندار بناتی ہے۔ پچھلی صدیوں میں مسلمان اور ہندوؤں میں کئی مرتبہ لڑائی ہوئی۔ مگر جب تاریخ لکھی جائے تو ان کی لڑائیوں کو اس طرح پیش نہ کریں۔ کہ فرقہ واری کی طرفداری ہو اور طالب علم کو ایک گروہ سے ہمدردی اور دوسرے گروہ سے تنفر ہو۔ اس قسم کی ذہنیت بڑی تباہی کا باعث ہوتی ہے۔ مورخ کا فرض ہے کہ دونوں جماعت کے افراد کو مستعمرین کی حیثیت سے پیش کریں۔ تاکہ طالب علم کو دونوں جماعتوں سے ہمدردی پیدا ہو۔

ہندوستان میں اس بات کی سخت ضرورت ہے کہ صنعت و حرفت کو بھی تعلیم کا ایک جزو قرار دیا جائے، ہندوستان

ہیں دستی صنعت کو حقیر نظروں سے دیکھتے ہیں۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ کوئی کام خواہ کتنا ہی ادنیٰ درجے کا ہو ہرگز حقیر و ذلیل نہیں ہوسکتا۔ ایک انگریز معزز خاندان کا لڑکا اگر فن انجینیری سے واقف ہونا چاہتا ہے۔ تو اس فن کے متعلق جتنے بھی کام ہوتے ہیں، خواہ ادنیٰ ہوں یا اعلیٰ برابر سیکھنے کی کوشش کرتا ہے مشین پر ایک ادنیٰ کام کرتے یا ہتھوڑے سے کر لوہار کا کام کرنے سے کبھی دریغ نہیں کرتا یہی محنت و مشقت اس کو ماہر فن بناتی ہے۔ اور ترقی کے اعلیٰ زینہ پر پہنچاتی ہے۔ انگلستان اور جرمنی نے اس راز کو پالیا ہے۔ اور دنیائے صنعت و حرفت میں بڑی ممتاز جگہ حاصل کرلی ہے۔ اگر قومی تعمیر کا مطمح نظر یہ ہو۔ تو ہندوستان بھی ترقی یافتہ ممالک کے مقابل کھڑا ہوسکتا ہے۔ غرض یہ کہ نونہالان ملک کی تعلیم و تربیت اعلیٰ پیمانہ پر ہو۔ اور ان میں اچھی خوبیاں پیدا کی جائیں تاکہ آئندہ قومی بنیادیں مستحکم ہوں۔ اور وہ قومیت کے صحیح معنوں میں علمبردار ثابت ہوں تاریخ شاہد ہے کہ کوئی ملک اس وقت تک ترقی نہیں کرسکتا جبتک ملک کے بسنے والوں میں بالا لحاظ مذہب و ملت زبردست قومیت پیدا نہ ہو۔ ملک کی ترقی کا مدار باہمی اتحاد قومیت پر ہے اور باہمی اتحاد و قومیت کا انحصار تعلیم پر ہے۔

منظور عالم خاں سی وی۔ نارتھ بروک اسکول دربھنگہ

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

عطا مومن کو پھر درگاہِ حق سے ہونے والا ہے
شکوہِ ترکمانی، ذہنِ ہندی، نطقِ اعرابی

اقبالؒ کا ایک شعر

فرد قائم ربطِ ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں
موج ہے دریا میں اور بیرونِ دریا کچھ نہیں

علامہ اقبالؒ کی تصانیف کی ورق گردانی اور ان کے کلام کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف کا ایک ایک شعر اور شعر کا ایک ایک جز قرآن و حدیث کی روشنی میں لکھا اور اس کے سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ انہوں نے جو کچھ سمجھا ہے قرآن سے سمجھا ہے۔ اور جو کچھ کہا ہے قرآن سے کہا ہے۔ ان کے کلام اور ان کی تعلیمات کا سرچشمہ ہمیشہ شریعت اسلامیہ رہی۔ شریعت اسلامیہ کے نزدیک مذہب کا منشا انسان کی محض انفرادی نجات ہی نہیں، بلکہ اس کا مقصود یہ ہے کہ خدا کی تسبیح اور حکمرانی زمین پر ہو۔ انسانی جبیرہ دستیوں نے جہنم نما بنا رکھا ہے، خدا کی بادشاہت قائم کی جائے، اس حکومت الہیہ کے قیام کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت تھی جو صحیح معنی میں اس غرض کو انجام دے سکے، چنانچہ اسلام نے اپنے کو اس کا اہل قرار دیا اور اپنے پیروؤں کو اسکی تعلیم دیتے وقت کہا۔

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

یعنی تم بہترین جماعت ہو جس کا فرض یہ ہے کہ لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم کرے، بری باتوں سے روکے، اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے اسلام اور اس کی تعلیم کو لائحہ عمل بنا کر جب تک اس پر عمل کیا گیا۔ اسلام اپنے مقصود سے الگ نہ ہوا، لیکن پچھلی نسلوں نے اپنی راہ عمل بدل دی، اور لوگ جادہ مستقیم سے بہت دور چلے گئے، نتیجہ یہ ہوا کہ ان کی یہ روش بعض مقاصد کی راہ میں سنگ گراں بنکر حائل ہونے لگی، ایسے نازک وقت میں ملت اسلامیہ کی خوش بختی سے ان میں ایک مرد مومن پیدا ہوا جس نے ان گم کردہ راہوں کے سامنے آسمانی مشعل ہدایت کو اسی رنگ میں روشن کیا جس کے لوگ خواہاں تھے۔ روشن بیتر کہ اس کو جگمگایا ہے

فرد را ربط جماعت رحمت است
جوہر او را کمال از ملت است
تا توانی از جماعت یار باش
رونق ہنگامۂ احرار باش
فرد می گیرد ز ملت احترام
ملت از افراد می یابد نظام

فردیکا اندر جمیعت حکایت گہر شود

قطرہ وسعت طلب قلزم شود

قرآن پاک نے جماعت اور متحد تنظیم پر زور دیتے ہوئے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو، ایک دوسرے سے علیحدہ نہ ہو۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا ولا تنازعوا فتفشلوا وتذهب ريحكم۔ آپس میں جھگڑو ورنہ تمہاری ہمت ٹوٹ جائیگی اور تمہاری رعب دشمنوں سے جاتا رہے گا۔ حدیث شریف نے تعلیم دی ہے کہ تمہارے اندر باہمی الفت و محبت اور ہمدردی و غمخواری ہونی چاہئے۔ جماعت میں منسلک ہو کو ایسا ہو، اور ہر ایک شخص دوسرے کا دکھ درد محسوس کرے، اگر ایک پر کوئی مصیبت پڑے تو ہر شخص اس کا شریک غم ہو۔

المومن كجسد واحد ان اشتكى عينه اشتكى كله وان اشتكى رأسه اشتكى كله

تمام مومن ایک جسم کی مثل ہیں، کہ جب آنکھ میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم اس درد کو محسوس کرتا ہے۔ اور جب سر میں درد ہوتا ہے تو سارا جسم بے قرار و بیتاب نظر آتا ہے۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند

کہ در آفرینش ز یک جوہر اند

چو عضوے بدرد آورد روزگار

دگر عضو ہا را نماند قرار

مسند امام احمد بن حنبل میں ان لوگوں کے حق میں سخت وعید آئی ہے، جو قومی اور ملی تنظیم سے الگ ہو کر اپنے لئے دوسرا راستہ اختیار کر کے جماعت سے الگ رہنا چاہتے ہیں چنانچہ مروی ہے۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا آمرکم بخمس اللہ امرنی بهن الجماعة، والسمع، والطاعة، والهجرة، والجهاد فی سبيل الله فانه من خرج من الجماعة قيد شبر فقد خلع ربقة الاسلام من عنقه الا ان يراجع

حضور نے فرمایا، میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جن کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے، جماعت کے ساتھ رہو، امیر کا حکم سنو اور اس کی اطاعت کرو، ضرورت پڑنے پر ہجرت کرو، اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرو۔ یاد رکھو جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا، تو اسلام کا پٹہ اس کے گلے سے اتر گیا۔

مذکورہ بالا قرآنی آیات اور احادیث کے پیش نظر اقبال کے مذکورہ الصدر شعر کو پڑھئے، تو آپ پر یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ اس شعر میں دراصل انہی آیات و احادیث کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ذیل میں مذکورہ شعر کا ربط قائم رکھنے کے لئے چند اشعار درج کئے جاتے ہیں۔ امید کہ قارئین کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا ؎

اپنی اصلیت پہ قائم تھا تو جمعیت بھی تھی، چھوڑ کر گل کو پریشاں کاروان بو ہوا

پھر کہیں سے اسکو پیدا کر بڑی دولت ہے یہ، زندگی کیسی جو دل بیگانۂ پہلو ہوا

آبرو باقی تیری ملت کی جمعیت سے تھی، جب یہ جمعیت گئی دنیا میں رسوا تو ہوا

فرد قائم ربط ملت سے ہے تنہا کچھ نہیں

موج ہے دریا میں اور بیرون دریا کچھ نہیں

عبدالخالق شمس بندھولوی

متعلم ہائی انگلش اسکول دربھنگہ

مولودن کا نکاح

یہ ایک دیہاتی کہانی ہے۔ اس میں گیہوں کے پکے بالوں اور چراگاہوں کی مرجھائی ہوئی دوب کی مہک ہے۔ آنگن کی کچی دیواروں اور بھنے ہوئے چنوں کی سوندھی سوندھی بو ہے۔ اس میں کچی سڑکوں کی گرد اور تنگ گلیوں کی گندگی اور عفونت بھی ہے۔ کھلے میدانوں، تاروں بھری رات کے رومان، کنارِ دریا کی نزہت آگیں فضا ———— جھپا اور چنبیلی کے باس کا اس میں پتہ بھی نہیں، نازک مزاج قارئین اگر گراں محسوس کریں تو معاف فرمائیں، بلکہ بہتر تو یہ ہے کہ وہ اس کے مطالعہ کی زحمت ہی نہ اٹھائیں۔

حسن پور ایک خاصا بڑا گاؤں ہے۔ زمیندار سب کے سب مسلمان ہیں اور بستی ہی میں رہتے ہیں۔ حسنِ اتفاق ان کو بھی کہو چونکہ ان میں کوئی اتنا متمول نہیں کہ دوسرے اس سے حسد کریں۔ سب غریب ہیں اور قانع ہیں۔ بستی کی فضا خاموش اور پر امن ہے۔ عجیب بھی ہیں کی زندگی بسر کرتی ہے۔ مفلسی ضرور ستاتی ہے۔ مگر زمینداروں کی طرف سے ظلم اور زبردستی کی مثالیں بہت شاذ ہیں۔ البتہ رعایا بڑی سختی سے اس کی پابندی کرتی ہے۔

رعایا میں نیچ ذات کے ہندو اور دو چار گھر دھنیوں کے ہیں۔ ان کے علاوہ ایک بڑی آبادی فقیروں کی ہے۔ یہ لوگ اپنے کو شاہ مدار کے چالیس مریدوں کی اولاد بتاتے ہیں اور اس نسبت سے چہل تنی کہتے ہیں۔ شادی بیاہ آپس ہی میں کرتے ہیں اس طرح ان لوگوں کی اپنی الگ برادری ہے۔ اور ہندوستان کی دوسری نیچ ذاتوں اور برادریوں کی طرح ان کے بھی آپس کے معاملات بیشتر پنچایت سے طے پاتے ہیں۔

ان فقیروں سے کھیتوں میں مزدوری کا کام نہیں لیا جاتا۔ مفت کی روٹیاں کھانا اور صرف ازار ان کا موروثی حق ہے۔ اپنی بستی میں بہت کم مانگتے ہیں۔ بیشتر دوسری بستیوں پر ہاتھ صاف کرتے ہیں۔ بہت سے پورب نکل کر بنگال اور آسام کی طرف نکل جاتے ہیں۔ اور وہاں سے خوش حال اور خوش عقیدہ لوگوں کو ٹھگ کر لاتے ہیں۔ ان کی کمائی سے ان کے گھر والے بڑی فراغت اور عافیت سے گزران کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ بستی میں بھی فصلوں کے موقع پر، یا بڑی تقریب کے تہواروں میں چراغی، نذر و نیاز کی چیزوں پر فاتحہ پڑھ کر اجرت، عید کا فطرہ، رمضان کی روٹیاں وغیرہ ان کا حق ہیں۔ بعض آبائی پیشے کے علاوہ کچھ اپنی کھیتی یا اور روزگار بھی کرتے ہیں۔

حسن پور کے فقیروں کا سردار کلن شاہ تھا۔ گول سفید ڈاڑھی، گٹھا ہوا بدن، نورانی چہرہ جو نشے کی حالت میں اور زیادہ نورانی ہو جاتا تھا۔ اور بھاری پر ہیبت آواز۔ حقیقت یہ ہے کہ

درویشی اور [illegible] سپہ گری کے مجذوبانہ لوازم [illegible] موجود تھے۔ آسام اور بنگال کے علاقوں میں اس کے بہت سے مرید تھے۔ وہاں اس نے اپنا [illegible] شادی [illegible] رکھا تھا۔ اس کا ایک ہی بیٹا تھا معراقی شاہ [illegible] بھی جس کو عیدن کہتے تھے۔ معراق کی شادی ہو چکی تھی۔ عیدن کا [illegible] ہو گیا تھا مگر گونا* نہیں ہوا تھا۔ اس کی بیوی کا نام [illegible] سی صورت [illegible] گئی تھی [illegible] خوب چلتی تھی

عیدن [illegible] اس کے شوہر کا نام [illegible] تھا۔ [illegible] اس کی [illegible] مولودن [illegible] زبان [illegible] تھی۔ اس کو [illegible] اور [illegible] گئی تھی۔ اور [illegible] شادی [illegible] اس کی [illegible] تھا مولودن اور [illegible] کے مکان بالکل متصل تھے۔

مولودن اور شبراتی: مولودن [illegible] بیٹے کو فائز [illegible] تھی اور بیٹے کے سوا ایک اور [illegible] بڑی۔ یہ لوگ تھا اس کی چھوٹی بہن کا شوہر شبراتی [illegible] کہ کچھ [illegible] بعد اس نے [illegible] کو اپنے پاس [illegible] کر کے [illegible] اور [illegible] پاس رکھا۔ شبراتی میاں ان دنوں جوان تھے۔ لمبے تڑنگے صورت شکل کے اچھے [illegible] بے مثل۔

کچھ ہی دنوں میں کلن شاہ کے بھی کان کاٹنے لگے۔ وہ وہ نئی صدائیں نرالے بول اور نوکیلے ڈھنگ بھیگ اینٹھنے کے ایجاد کئے کہ [illegible] میں دھوم مچ گئی، استادوں نے لوہا مان لیا۔ اور ہم چشم اور [illegible] پڑھنے لگے۔ مولودن کے دن پھرے۔ گھر میں بیسوں [illegible] جلنے لگے خصوصاً [illegible] اور کلن شاہ کے دلوں میں [illegible] کی ایک کھٹک اٹھی، اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ کلن شاہ [illegible] کے نقیروں کا سردار [illegible] کا شوہر تھا [illegible] کلن شاہ کے بعد یہ اعزاز کہیں پھر اسی کے کنبے کی طرف [illegible] چنانچہ کچھ تو حفظ ماتقدم کے طور پر اور کچھ [illegible] کی [illegible] سے ان لوگوں نے عیدن [illegible] کر دیا۔

[illegible] اس واقعہ کے تھوڑے دنوں بعد شبراتی کی [illegible] ہو گیا۔ اب مولودن بڑی [illegible] میں مبتلا ہو گئی [illegible] کا مطلب یہ تھا کہ اس کی کمائی [illegible] اور وہی عسرت [illegible] حالی پھر گھر میں واپس آ جانے [illegible] ہوں گے اوائل میں اس کو دوچار ہونا پڑا تھا۔ بھلا مولودن کی خوددار اور بلند حوصلہ عورت کب اس کو گوارا کر سکتی تھی۔ آخر کار [illegible] فیصلہ کیا کہ شبراتی کی شادی کر کے اس کی بیوی کو اپنے ساتھ رکھے تاکہ شبراتی کا تعلق اس گھر سے اور مولودن کا تعلق اس کی کمائی سے باقی رہے۔ اسی مصلحت سے اس نے شبراتی کی شادی عمدا ایک بھونڈی بدصورت اور بیوقوف عورت سے کر دی جو شوہر کے مزاج میں زیادہ دخیل اور مولودن کی [illegible] میں مزاحم نہ ہو سکے

* بچے والوں میں بیاہ بہت کمسنی میں ہو جاتا ہے۔ سیانی ہو جانے پر لڑکی کی دوسری رخصتی ہوتی ہے اس کو گونا کہتے ہیں۔

نتیجہ ایک حد تک مولودن کے قیاس اور خواہش کے مطابق نکلا۔ میاں بیوی میں محبت اور یک دلی پیدا نہ ہو سکی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس نتیجے کے پیدا کرنے میں مولودن کی چغلیوں اور شکایتوں کو بھی دخل تھا۔ مگر شبراتی کی بیوی لاکھ بیوقوف سہی ایسی بونی نہ تھی کہ شوہر کی بے التفاتی اور اس کی کمائی پر غیروں کے تصرف کو صبر کے ساتھ گوارا کرلیتی۔ رات دن تو تو میں میں گتھم فضیحتی رہنے لگی۔ میاں شبراتی کی ساری تیزی اور طراری کا دیوالا نکل گیا۔ چہرے سے شگفتگی تو نہیں، مگر رونق بکفلم کافور ہو گئی۔ غرض کم اور طول زیادہ ہو گیا۔ ڈاڑھی مصلحتاً پہلے ہی بڑھا رکھی تھی۔ اب اس میں سفید بال بھی نظر آنے لگے۔ سارا بدن سوکھ کر محض ہڈی کا ایک ڈھیر رہ گیا۔ قدرۃً اسی زمانہ میں جمیلہ کے آثار نمودار ہوئے۔ مزاج میں نرمی، ضبط اور تحمل جیسے درویشانہ صفات نے ظہور کیا۔ ان جنگجو عورتوں کی دوہری مزاج پرسی سے بیچارے کی کھوپڑی پلپلی ہو گئی، اور سر تو واقعی گنجا ہو چلا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ میاں شبراتی کو ان دو حریفوں میں کسی ایک کی حمایت کرنے یا دوسرے لفظوں میں پناہ ڈھونڈنے سے مفر نہ تھا۔ چنانچہ ابتدا ہی سے انہوں نے اپنی سلامتی کے شیوہ دونوں میں زیادہ قوی یعنی مولودن کا ساتھ دیا۔ زبردست کے ساتھ کا جو نتیجہ ہوتا ہے وہ ہوا۔ روز بروز مولودن کی گرفت زیادہ مضبوط ہوتی گئی، اور کچھ ہی دنوں میں بیچارے اس اولی العزم عورت کے غلام بن کر رہ گئے۔

یوں تو گالی گلوچ میں شبراتی کی بیوی آئے دن مولودن کو اپنی سوکن کہا کرتی تھی، مگر وہ بغض کے طور پر اپنے ہوا خواہوں سے بعض اقدامات بھی بیان کرتی تھی جن سے اس الزام کی تصدیق ہوتی تھی۔ رفتہ رفتہ بستی والوں میں یہ عقیدہ پھیلنے لگا کہ یہ محض گالی نہیں۔ بلکہ اس کی تہ میں حقیقت ہے۔ آخر تنگ آ کر شبراتی کی بیوی شوہر کو چھوڑ کر چلی گئی۔ معلوم نہیں یہ الزام سچا تھا۔ یا اس نے خود ہی تصدیق کا سامان پیدا کر لیا۔ مگر اتنی بات ضرور ہے کہ شبراتی کی بیوی کے چلے جانے کے بعد شبراتی اور مولودن علانیہ میاں بیوی کی طرح رہنے لگے۔ پہلے گاؤں بھر پھر آس پاس کی بستیوں میں اس کا چرچا ہوا۔ شدہ شدہ یہ خبر برادری کے سرغنہ (مانجن) کے ہاں پہنچی، اور اس نے شبراتی مولودن اور مولودن کے بیٹے یعنے سارے کنبے کو برادری سے نکال دیا۔ یہی وجہ تھی کہ ہرچند عیدن سیانی ہو گئی تھی، مگر ابھی تک اس کا گونا نہیں ہوا تھا۔

عیدن کا گونا:۔ مانجن نے سلیم کی منکوحہ کے متعلق کوئی خاص حکم نہیں دیا۔ اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ آئے دن زنین کی نااتفاقی کی بنا پر ایک کی بیاہی دوسرے کے گھر رخصت کر دی جاتی تھی۔ نالش کے بعد تھوڑا سا ہرجانہ ادا کرکے اور برادری کو کھانا کھلا کے پنڈ چھوٹ جاتا تھا۔ اور یہاں تو ایک طرح مانجن کی اجازت تھی ہی۔ اور بہ صراحت بھی اجازت لی جا سکتی، اس لئے کلن شاہ اور مولودن دونوں کو فکر ہوئی کہ کہیں مناسب لڑکا ملے تو عیدن کا دوسرا نکاح کر دیں بیاہ تو اس کا بہت بچپن میں ہوا تھا۔ اور ایک مدت سے گونے کا خیال جانبین نے ترک کر دیا تھا۔ اسلئے اب جو اس کی نسبت ڈھونڈھی جانے لگی تو ایسا معلوم ہوا کہ اس کا پہلا بیاہ ہو رہا ہے۔ گھر میں چہل پہل نظر آنے لگی۔ اور عورتوں میں ایک نئی زندگی کے آثار پیدا ہوئے عیدن کو بھاوج چھیڑا کرتی کہ اب تو تیرا بیاہ ہوگا۔ میاں کے گھر چلی جائے گی۔ پھر ہم لوگ کہاں یاد آئیں گے۔ عیدن نے زور

ایک بار [illegible] کو بہت [illegible] بلکہ [illegible] ایک بار جب تنہائی تھی۔ اس نے منہ بنا کر جواب دیا [illegible] میرا بیاہ تو ہو چکا!

عیدن کا سن [illegible] برس کا تھا [illegible] قد زیادہ لمبا نہ تھا۔ [illegible] اچھے لباس میں [illegible] خوبصورت [illegible] پرانے کپڑوں میں بھی وہ [illegible] زنانی اور شگفتگی کی وجہ [illegible] ایک [illegible] ہر شخص [illegible] مگر بہت [illegible] اس کا بس چلتا تو کب کا عیدن کو [illegible] توخیر اب وہ [illegible] تھی کہ کبھو نہ کبھو بیٹے کا گھر بسا [illegible]۔

[illegible] لڑکیاں بھی [illegible] اگر عیدن بیاہی تھی۔ مگر بچپنے کے بیاہ کا کیا اعتبار [illegible] سسرال اور شوہر کو جانا کب تھا۔ آخر [illegible] فرق تھا جمعراتی کی بیوی نے اس کو [illegible] اور کچھ طنز کے رنگ میں اس کو اپنی بیاہتا [illegible] کرنے کی کوشش کی۔ مگر اس کا نتیجہ برعکس ہوا۔ عیدن بگڑ گئی۔ اور اس نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ کو مرجانا گوارا ہے۔ مگر یہ کسی طرح منظور نہیں کہ شوہر کے رہتے ہیں دوسری جگہ بیاہ دی جاؤں۔

جمعراتی کی بیوی کے اوسان خطا ہو گئے۔ اب بھی وہ عیدن کی [illegible] اور [illegible] پر محمول کرتی تھی۔ مگر [illegible] سے اس کی ضد اور بڑھ جائے اور وہ [illegible] چنانچہ وہ [illegible] ختم ہو گئی۔ مگر عیدن کا [illegible] چکا تھا۔ اب وہ خود بھاوج کو چھیڑ [illegible] کرتی تھی اور جمعراتی کی بیوی کو بہت جلد یقین آ گیا کہ عیدن کی دلی خواہش یہی ہے کہ وہ اپنے پہلے شوہر کے گھر جائے۔ اور [illegible] دوسرے بیاہ کی کوششیں جاری رہیں تو وہ [illegible] یا کوئی [illegible] کر بیٹھے گی۔ [illegible] فیصلہ کیا کہ [illegible] کوشش گزار کر [illegible] خلل نہ [illegible] اضافی ہو گی۔

اگر جمعراتی کی بیوی [illegible] بالکل خاموش رہ جاتی [illegible] زیادہ بڑھنے نہ پاتی۔ اور عیدن [illegible] رہا بھاگ جانا [illegible] ہے۔ مگر [illegible] مناسب [illegible] سنتے [illegible] اس کو یہ خیال نہ آیا کہ عیدن [illegible] سے بیاہی ہوئی ہے۔ اس نے یہ نہ سوچا کہ عیدن سلیم کو بچپنے سے جانتی ہے اسے کیا معلوم کہ عیدن پہروں عالم خیال میں کھوئی ہوئی اپنی اور سلیم کی آیندہ زندگی کے نقشے بنایا کرتی ہے۔ اسے کیا خبر

کہ جب گھر میں کوئی نہیں ہوتا تو عبدن گھنٹوں ٹٹی کی آڑ سے باہر جھانکتی رہتی ہے کہ شاید کہیں سلیم کی جھلک نظر آجائے۔ وہ جانتی تھی تو فقط اتنا کہ مولودن برادری سے نکال دی گئی ہے۔ اور اب اس کے ہاں سے کسی طرح کا سروکار رکھنا یہ معنی رکھتا ہے کہ اس کا گھر بھی برادری سے خارج کر دیا جائے۔ اس کو مولودن سے نفرت اور اس کی تذلیل پر مسرت بھی تھی، دونوں گھرانوں میں کئی پشتوں سے رقابت تھی۔ اس نے سوچا تو یہی سوچا کہ عبدن اپنے گھر کی رسوائی اور سارے کنبے کو برادری سے نکلوانے کے درپے ہے۔ اس کی اپنی بیٹی اس کے دشمنوں کی فتح اور اس کی شکست چاہتی ہے۔ عبدن کو بلا کر ایک ہی سانس میں سینکڑوں صلواتیں سنا ڈالیں وہ ٹھہری لاڈ پیار کی خوگر۔ پہلے تو حیرت سے اس بوچھاڑ کو سہتی رہی۔ پھر وہی بات کہی جو بھاوج سے کہی تھی۔ اندر ماں کی ملامت تشنیع کا جواب ترکی بہ ترکی اتنی ہی بلند آواز سے دینے لگی۔ کہ خاصی لڑائی ہو گئی، محلے کے سب لوگ گوش بر آواز ہو گئے اور شام ہوتے ہوتے اس جھگڑے کی خبر ساری بستی میں پھیل گئی۔

نمودن کی آواز بلند ہوتے ہی مولودن گھر سے نکل آئی تھی۔ اس نے جھگڑے کا ایک ایک لفظ غور سے سنا۔ جب اس کو معلوم ہوا کہ عبدن اپنے دوسرے بیاہ کی مخالف ہے تو اس کی باچھیں کھل گئیں۔ سلیم کہیں باہر گیا ہوا تھا۔ مولودن بے صبری سے اس کا انتظار کرتی رہی۔ جب وہ دن کا کھانا کھانے گھر آیا تو ماں نے اس کو صبح کا سارا ماجرا کہہ سنایا۔ سلیم ایک بے فکر خوش مزاج اور [illegible]فیت پسند نوجوان تھا۔ گھر اور برادری کے جھگڑوں سے نہ اس کو کوئی سروکار تھا۔ نہ ان کی اسے پروا تھی۔ یار دوستوں کے چہلوں میں اس کو شادی کا بھول کر بھی خیال نہ آتا۔ عبدن اس کو مدت ہوئی وہ ہاتھ دھو چکا تھا۔ اس نے یہ واقعہ یوں سنا۔ گویا کوئی دلچسپ قصہ ہے۔ جس سے اس کا کوئی ذاتی تعلق نہیں۔ نہ اس نے اس کے جذبات کی تحریک کی۔ نہ اس کو کسی عملی اقدام پر اکسایا آخر کار ماں ہی نے اس کو صورت حال کے فوری امکانات کی طرف متوجہ کیا۔ بتدریج سلیم کے ٹھوس دہقانی دماغ میں ہوشی کی ایک جھلک نمودار ہوئی۔ وہ بولا، ہاں ٹھیک تو ہے ماں۔ اگر وہ خود یہاں آنا چاہتی ہے تو تم جا کر لے آؤ۔ مولودن ہنسنے لگی۔ اس نے کہا، میں تو یوں بھی اس گھر میں پھٹک نہیں سکتی۔ اگر اس نیت سے جاؤں تو یہ لوگ میری بوٹیاں نوچ لیں گے۔ اس کے علاوہ میں ساس ہوں میرا اس پر کیا زور ہے۔ ہاں تم اس کے شوہر ہو۔ اگر راہ چلتے اس کا ہاتھ تھام لو۔ اور اپنے ساتھ لے آؤ۔ تو کوئی تم کو برا نہ کہے گا۔ اور مجھ کو امید ہے کہ وہ بلا عذر تمہارے ساتھ چلی آئے گی۔

سلیم نے اتنا سمجھا کہ ایک کام کرنے کا ہے اور یہ کام اسی کو کرنا ہے۔ جیسا تندرست اور صحیح المزاج نوجوان کا شیوہ ہے وہ فوراً اس پر آمادہ ہو گیا۔ دوسرے دن گھر سے کہیں نہ گیا۔ چیت کا مہینا تھا۔ گیہوں کی فصل کٹ چکی تھی۔ ایک جگہ کچھ رسولی ملنے کی امید تھی۔ رسولیاں عموماً عورتیں ہی مانگتی ہیں۔ نمودن کا مزاج ابھی تک ٹھنڈا نہ ہوا تھا۔ جمعراتی کی بیوی گھر کے کام کاج میں مشغول تھی۔ ساس سے کہنے کی ہمت نہ پڑی۔ عبدن کو بھیج دیا۔ جھگڑے کے بعد عبدن کے لئے گھر میں سانس لینا دوبھر ہو گیا تھا۔ یہ دو گھڑی کی فراغت غنیمت معلوم ہوئی

بعد آنچل سر پر رکھا۔ ٹوکری سنبھالی اور نکل کھڑی ہوئی۔ سلیم ناک ہی میں تھا۔ اس نے اتنا بچتا کر کہ ہر جانی ہے اور دس منٹ تک چپکا کھڑا۔ پھر کیا جانے کیا جی میں آئی کہ گھر چلا گیا۔ میلی دھوتی اتار کر پہلی اور صاف دھوتی باندھی۔ اور کرتا پہن لیا۔ کنگھی نکال کر مانگ درست کرلی۔ اس کے بعد گھر سے باہر آیا اور سیدھا رستے پر ہولیا۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ ہوا ٹھنڈی ہوگئی تھی۔ سلیم جب سے یہ پہنچا اور کھیلوں کی طرف چلا۔ آموں کا ایک بڑا باغ تھا۔ کسانوں کے نو عمر بچے باغ میں کھیل رہے تھے۔ بچے گائیں ادھر ادھر چر رہی تھیں۔ چاروں طرف کیا ہوا اور جو کے کٹے ہوئے کھیت تھے۔ ان بچوں میں کچھ لڑکے تھے اور کچھ لڑکیاں۔ انہیں سلیم کو دیکھ کر دو غصوں نے ہنسنا اور چڑانا شروع کیا۔ گاؤں کے اکثر بچے سلیم کو سیاہی بیوی نہ ملنے پر چڑایا کرتے تھے۔ وہ ہنستا اس کی باتیں سن کر کبھی ان سنی کر دیتا تھا اور کبھی خفا ہو کر کسی ایک آدھ طمانچہ بھی مار دیتا تھا۔ آج وہ ان کی باتوں سے مطلق رنجیدہ نہیں ہوا۔ بلکہ وہیں ٹھہر کر ان کے ساتھ کھیلنے لگا۔ جن کی باتوں سے ہنسی کا رشتہ تھا۔ ان کو گالیاں بھی دیں۔ بچے اس خلاف معمول انداز پر حیرت بھی ہوئے اور خوش بھی۔ سلیم کی قدر ان کی نگاہوں میں بہت بڑھ گئی۔ بعض سوچنے لگے کہ وہ بات جو اس کے متعلق مشہور ہے غلط تو نہیں۔ سلیم کی شرکت اس کے لئے دلچسپ تھی اور اس کے بے ضرر مزاح نے ان کے کھیل کی رونق دوبالا ہوگئی۔

کھیل کے اثنا میں سلیم بار بار مڑ کر راستے کی طرف دیکھ لیتا تھا۔ ادھ گھنٹے کے بعد اس کو عیدن اسی طرف آتی نظر آئی۔ وہ کھیل چھوڑ کر سڑک کے کنارے چلا آیا۔ بچے کھیل میں مشغول رہے۔ عیدن نزدیک پہنچی تو سلیم کو دیکھ کر پہلے کچھ ٹھٹکی اور پھر آنکھیں نیچی کر کے اور آنچل درست کر کے آگے بڑھی۔ اب بچوں نے بھی عیدن کو دیکھا۔ ذرا ایک جو ذرا سیانے تھے اس کو پہچانتے بھی تھے۔ اس کو دیکھ ان کی رگ شرارت پھر بھڑکی۔ انہوں نے پھر ہنسنا اور آوازے کسنا شروع کیا۔ عیدن نے سر نیچا ہی کئے ایک ذرا گھور کر ان کی طرف دیکھا۔ سلیم فقط مسکرایا۔ جب وہ قریب قریب مقابل پہنچ گئی تو سلیم نے آگے بڑھ کر کہا ٹوکری دیدے، اور ٹوکری کے اوپر کے سرے کو پکڑا۔ عیدن نے نیم مدہوشی کی حالت میں نیچے سہارا دیدیا اور سلیم نے ٹوکری اپنے سر پر رکھ لی۔ اس کے بعد اس نے کہا چلو ساتھ، اور وہ چپ چاپ اس کے ساتھ ہولی۔ بچوں کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ہوا۔ جب تک دونوں کھڑے رہے وہ ٹکٹکی باندھ کر ان کی طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ کچھ دور نکل گئے۔ تو انہوں نے بڑا شور کیا۔ تالی اور ڈم مچائی اور پھر کھیل میں لگ گئے۔

باقی آئندہ

محسن حیدر ماسٹر

مڈل اسکول رڈھمنڈ

غزوۂ خیبر

بسلسلۂ اشاعت گذشتہ

ادھر یہودی قلعہ قلہ میں جو نطاۃ کا تیسرا قلعہ ہے، جاکر پناہ گزین ہوئے۔

مسلمانوں نے بھی اس طرف رخ کیا۔ اور تین روز تک اس کا محاصرہ کئے رہے۔ پھر مسلمانوں کو اس کی خبر ملی کہ زمین دوز چھوٹی چھوٹی نہر دار سے قلعہ کے اندر پانی جاتا ہے۔ جیسا کہ کیا تھا مسلمانوں نے فوراً اس پانی کو بند کر دیا۔ یہودی بوکھلا کر نکلے اور زبردست جنگ کی۔ مگر فتح جس کی قسمت میں ہو اس کو روک کون سکتا ہے؟ اس طرح مسلمانوں نے نبی کریم صلعم کی معیت کی برکت سے اس قلعہ کو فتح کرکے نطاۃ کے تمام قلعوں کو فتح کر لیا۔

اب مسلمان شق کے قلعوں کے محاصرہ کے لئے آگے بڑھے شق میں دو قلعے تھے۔ ایک قلعہ آبی اور دوسرا قلعہ بری۔ مسلمانوں نے پہلے آبی کا محاصرہ کیا۔ اور بڑی جنگ کے بعد اس کو بھی فتح کیا اس قلعہ میں مسلمانوں کو مال غنیمت کثیر طور پر ہاتھ آیا۔

یہودی اس قلعہ سے منہ کی کھا کر قلعہ بری میں جا گھسے اور جاتے ہی سخت تیر اندازی اور پتھر بازی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلعم کے کپڑہ مبارک میں تیر آکر پیوست ہوگیا۔ حضور نے ایک کنکری اٹھائی اور قلعہ کی طرف پھینک ماری۔ پھر تو مسلمانوں نے اس قلعہ پر ایک زبردست مگر سچا حملہ کیا۔ اور گھنٹوں میں اسے فتح کرکے یہودیوں کو گرفتار کر لیا۔

اب یہودی یہاں سے کتیبہ کے قلعوں کی طرف بھاگے، وہاں تین قلعے تھے۔

(۱) قموص (۲) وطیح (۳) سلالم۔ ان تینوں میں بڑا قلعہ قموص تھا۔

چنانچہ مسلمان بھی یہودیوں کے تعاقب میں وہاں پہنچے۔ اور بیس دنوں تک محاصرہ کئے رہے۔ حضرت علی کے ہاتھوں پر وہ بھی فتح ہوگیا اسی جنگ میں حضرت سیدہ صفیہؓ اسیر ہو کر آئی تھیں۔

پھر مسلمان قلعہ وطیح اور سلالم کا اکٹھے ۱۴ روز تک محاصرہ کئے رہے۔ ان دونوں قلعوں پر منجنیق نصب کر دی گئی تھی۔ مگر ابھی ان پر پتھر و تیر پھینکے نہیں گئے تھے۔ جب ہر طرح سے اہل قلعہ کو یقین ہوگیا کہ بغیر ہلاک ہوئے کوئی چارہ کار ہی نہیں ہے۔ تو مجبوراً انہوں نے رسول اللہ صلعم سے صلح کی درخواست کی۔ ان شرطوں پر کہ "ہمارے لڑنے والے جوانمردوں کے خون معاف کر دیئے جائیں۔ ہمارے اہل وعیال چھوڑ دیئے جائیں۔ اور ہم اپنی، اپنے اہل وعیال کی جانیں لیکر خیبر سے نکل جائیں۔ مال و دولت، ہتھیار و آلات حرب تو اپنے ساتھ لیجائیں اور نہ انہیں کہیں چھپا کر رکھ دیں"۔

چنانچہ ان شرائط پر صلح ہوگئی لیکن انہوں نے رسول صلعم سے وہاں کی زمین (نصف بٹائی) پر مانگی۔ ... کہا ہم اس کی اچھی اصلاح کر سکتے ہیں کیونکہ ہم اس سے ... واقف ہیں۔

جب نصف پر معاملہ ہوگیا تو آپ نے فرمایا ہم جب چاہیں نکالنا چاہیں گے تو نکال دیں گے۔ مسلمانوں نے قلعہ قمُوص اور سلالم کے سوا تمام قلعوں کو بزور فتح کیا۔ ان دونوں قلعوں میں مسلمانوں نے ۱۰۰ زرہیں، چار سو تلواریں، ایک ہزار نیزے، پانسو کمانیں تیروں کے ساتھ اور توراۃ کے متعدد نسخے پائے۔ یہودیوں کی طلب پر رسول اللہ صلعم کے فرمان سے توراۃ واپس دیدی گئی۔

قلعہ قمُوص سے حضرت موسیٰ کے بھائی حضرت ہارون کی نسل کی ایک عورت صفیہ بنت حیی بن اخطب اسیر ہوکر آئی تھی۔ رسول صلعم نے انہیں یہ اختیار دیدیا کہ وہ اپنے خاندان والوں کے پاس چلی جائیں۔ یا مسلمان ہو جائیں تو حضور انہیں آزاد کرکے اپنے عقد میں لے آئیں اور آزادی کو مہر قرار دیا۔ اور خیبر سے قریب ہی مقام صہبا میں دعوت ولیمہ کی، ولیمہ میں آپ نے حیس (حیس کھجور، پنیر اور گھی سے بنتا ہے) کھلایا تھا۔ آپ نے حضرت انس کے ذریعہ لوگوں کو کھانے پر بلایا۔ چنانچہ لوگوں نے آکر دعوت ولیمہ کھائی۔

جب حضرت صفیہ اونٹ پر سوار ہوتیں تو حضور اکرم صلعم اپنا گھٹنہ مبارک ٹیک دیتے جس پر وہ اپنا پاؤں رکھ کر سوار ہوتیں۔ اس کا نام ہے بیوی کی خاطرداری اور اکرام۔ حضور کا ارشاد ہے۔ خیرکم خیرکم لاھلہ۔ تم میں کا بہتر وہ بھلا وہ ہے جو اپنے اہل کے لئے بھلا ہو آج دنیا میں کون مسلمان ہے جو احمد مجتبیٰ صلعم سے بڑھ کر شریف و بزرگ ہو۔ جن کی شان میں کسی شیدائی نے کیا خوب کہا ہے۔

لا یمکن الثناء کما کان حقہ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ تو اپنی بیویوں کے ساتھ ایسی خاطر و مروت برتیں اور آجکل کے نام نہاد مسلمان اپنی عورتوں کو یا تو غایت درجہ کی ذلیل سمجھیں یا دنیا و مافیہا سے بڑھا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو اسوہ رسول صلعم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت صفیہؓ سے مروی ہے کہ میں رسول صلعم کے پاس اس حال میں لائی گئی کہ آپ سے برا اور ناپسندیدہ انسان اس وقت دنیا میں میرے سامنے کوئی نہیں تھا۔ کیونکہ آپ نے میرے باپ، شوہر اور میری قوم کو قتل کیا تھا (قتل کا الزام حضور کے سر اس لئے لگایا کہ حضور ہی سپہ سالار لشکر تھے۔) میرا غصہ اس وقت تک ٹھنڈا نہ ہوا جب تک آپ نے یہ واقعات جو میری قوم کی جانب سے کئے گئے تھے۔ نہ کہا۔ اب میری نظر میں حضور سے زیادہ محبوب ہستی کوئی نہ تھی۔ میں نے آپ سے بڑھ کر اچھے اخلاق کا حامل دنیا میں کسی کو نہیں پایا حضور نے مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے خیبر سے رات کو سوار کر لیا۔ میں نیند سے جھومنے لگتی۔ اس لئے میرا سر کجاوہ سے ٹکرا جاتا۔ اس وقت آپ میرے سر کو چھو کر فرماتے " دیکھو ہشیار رہو!"

حضرت جعفر بن ابوطالب حبشہ سے یمنی آدمیوں کے ہمراہ آئے، جن کے کپڑے اونی تھے۔ انہیں دیکھتے ہی آپ نے فرمایا قسم خدا کی میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان دونوں (فتح خیبر اور آمد جعفر) میں کس کی زیادہ خوشی پاتا ہوں۔" آپ نے ان سے معانقہ کیا۔ اور ان کی پیشانی کو چوما۔

نبی کریم صلعم نے جعفرؓ کے وفد کو پوری سورہ یٰسین پڑھ کر سنائی، جسے سنکر وہ لوگ رو پڑے اور مسلمان ہو گئے۔ آپ نے ان کی خدمت بنفس نفیس کرنی شروع کی۔ آپ کے اصحاب نے عرض کیا ہم تو کافی ہیں یا رسول اللہ جس کے جواب میں آپ نے فرمایا ان لوگوں نے ہمارے اصحاب کی تعظیم و تکریم کی تھی۔ لہٰذا میں اس کو پسند کرتا ہوں کہ ان کی عزت کا بدلہ خود ادا کروں۔

حبشہ سے حضرت جعفرؓ کے ہمراہ آنے والوں میں ام حبیبہ بنت سفیان بھی تھیں۔ یہ وہ تھیں جنہوں نے اپنے شوہر عبیداللہ بن جحش کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت ثانیہ کی تھی۔ عبیداللہ وہاں پہنچتے ہی مرتد ہو کر نصرانی ہو گئے۔ مگر یہ اسلام پر قائم رہیں۔ جب رسول صلعم کو اس کی خبر ملی۔ تو آپ نے ان کے ساتھ ہمدردی فرمائی۔

محرم سنہ ۷ھ میں آپ نے عمرو بن امیہ کو نجاشی کی طرف یہ کہلا بھیجا کہ ام حبیبہؓ سے آپ کی شادی کر دے۔

ام حبیبہ کہتی ہیں کہ مجھے اس کی خبر اس وقت ملی جب کہ نجاشی کی ایک لونڈی نے آ کر خبر دی۔ اس نے کہا: شاہ نجاشی کے پاس رسولؐ نے خبر بھیجی ہے کہ وہ تمہاری شادی رسول سے کر دیں۔ اس پر ام حبیبہؓ نے کہا۔ خدا تمہیں بھلائی کی بشارت دے۔ پھر اس لونڈی نے کہا:۔ بادشاہ نے کہا ہے کہ تم جس کو چاہو اپنی شادی کا وکیل بنا دو۔ چنانچہ ام حبیبہؓ نے خالد بن سعید کو اپنی شادی کا وکیل بنا کر بھیجا۔ اور اس لونڈی کو اس بشارت کی خوشی میں دو کنگن، دو پازیب اور چاندی کی چند انگوٹھیاں انعام دیں۔

جب شام ہوئی تو شاہ نجاشی نے جعفر بن ابی طالبؓ اور ان کے ہمراہی کو بلا بھیجا۔ جب وہ لوگ حاضر ہوئے، تو انہوں نے یہ خطبہ دیا۔

"تمام تعریفیں اسی خدا کے لئے ہیں جو مالک، نگہبان غالب اور جبار ہے۔ میں وحدانیت کی گواہی دیتا ہوں اور اس کی بھی کہ محمدؐ خدا کے سچے رسول ہیں۔ جن کی عیسیٰ بن مریم نے بشارت دی تھی۔ حمد و نعت کے بعد رسولؐ نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی شادی ام حبیبہ سے کر دوں۔ میں نے اسے قبول کر لیا ہے اور میں چار سو دینار مہر مقرر کرتا ہوں۔"

پھر لوگوں کے سامنے دینار لا کر گن دیئے۔ اس کے بعد خالد بن سعیدؓ نے:۔

حمد و نعت کے بعد فرمایا:۔

"میں نے رسول اللہؐ کی دعوت شادی قبول کر لی اور میں نے ام حبیبہ کا نکاح رسول سے کر دیا۔"

پھر حضرت خالد بن سعید نے دینار لیکر ام حبیبہ کو دیدیا بعد ازاں شاہ نجاشی نے لوگوں کو کھانے پر بلایا۔ دعوت ختم ہونے کے بعد لوگ ادھر ادھر چلے گئے۔

(باقی آئندہ)

ایم ہادی حسن سالم شکر پوری

اقوالِ زرّیں

۱:- وہ زندگی جس میں انسان اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ پورا نہ کرے صحیح معنوں میں زندگی نہیں ہے۔

۲:- اگرچہ سامانِ معیشت کی فراوانی مالداری ہے لیکن بہترین مالداری ہر دلعزیزی ہے۔

۳:- دوست کا فقدان محتاجی ہے۔ لیکن بدترین محتاجی بے اطمینانی ہے۔

۴:- سب سے بڑا بہادر وہ شخص ہے جو تفکرات و گوناگوں مصائب کے باوجود لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملے گویا اسے کوئی فکر نہیں۔

۵:- دنیا کا نظام چار طرح کی چیزوں سے وابستہ ہے۔ فضلاء کا علم، بادشاہوں کا عدل، سپاہ کی شجاعت، نیکوں کی دعاء۔

۶:- ہر شخص کی اندرونی حالت اس کے چہرے پر منقوش ہے لیکن اس کا علم انہیں کو ہوتا ہے جنہیں اللہ نے چشمِ بصیرت سے نوازا ہے۔

۷:- بعض لوگوں کی سختی نرمی سے بہتر ہے۔

۸:- بہادر وہ ہے جو خواہشات کو اپنے قابو میں رکھے۔

۹:- لیڈری کا مستحق وہی شخص ہے۔ جو اپنے نفس پر پورا کنٹرول رکھتا ہے۔

۱۰:- جو اپنے خواہشات کا غلام ہے۔ وہ دوسروں کی غلامی کا زیادہ مستحق ہے۔

۱۱:- آدمی کا حسن و قبح اس کے ساتھیوں سے معلوم کیا جا سکتا ہے۔

۱۲:- اگر کسی انسان کو فضائے آسمانی میں اڑتے ہوئے پاؤ تو اس کی وقعت تک نہ کرو۔ جبتک اس کے اقوال و اعمال شریعت کے مطابق نہ ہوں۔

۱۳:- اگر کسی کے احسان کا بدلہ تم ہاتھوں سے نہیں پورا کر سکتے تو کم از کم زبان سے ضرور پورا کر دو۔

۱۴:- جس کا نسب تمہیں نہیں معلوم اسے اس کی تہذیب اور شائستگی سے پہچانو۔

۱۵:- بھولے ہوئے غم کو دوبارہ نہ یاد کرو۔

طلباء فنڈ اصحاب خیر اس طرف خاص توجہ فرمائیں۔ کیونکہ اس فنڈ میں جو رقم جمع ہوتی ہے۔ اس سے نادار طلباء کے نام رسالہ جاری کیا جاتا ہے۔

طلباء فنڈ میں ایک روپیہ جمع ہے۔ حقیقت میں جو لڑکے مستحق ہوں وہ دو معزز اصحاب کے سفارش کے اپنا نام معہ پتہ کے دفتر کو روانہ کر دیں۔ تو ان کے نام سال بھر کے لئے مجلہ سلفیہ جاری کر دیا جائے گا۔

مینیجر "مجلہ سلفیہ"

مڈل ورناکلر اسکول

بھرواڑہ

بھرواڑہ ضلع دربھنگہ میں ایک عرصہ سے مڈل ورناکلر اسکول اردو سلسلہ کا قائم تھا۔ لیکن ڈسٹرکٹ بورڈ کے موجودہ ممبروں نے اسے مڈل انگلش کردیا ہے۔ اس کے متعلق مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہے کہ اردو سلسلہ کے مڈل ورناکلر اسکول کو مڈل انگلش کردینے میں فیس دوگنی ہوجاتی ہے۔ اور اس علاقہ کے مسلمان بالکل غریب ہیں۔ ان کے لئے مڈل ورناکلر ہی کی فیس ادا کرنی مشکل ہے۔ چہ جائیکہ وہ مڈل انگلش کی فیس ادا کرکے پڑھیں۔ اس طریقہ پر مسلمانوں کا یہ نقصان ہے کہ ان کے بچے تعلیم سے محروم رہ جائیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ بورڈ میں اکثریت ہندوؤں کی ہے۔ ان لوگوں نے بھرواڑہ کے اسکول تو مڈل انگلش کردیا۔ اور وہاں دکھلانے کے لئے مسلمان ہیڈ ماسٹر بھیجدیا لیکن مسلمان ہیڈ ماسٹر کی جگہ کسی ہندو کو بحال کیا ہے اور اس طرح مسلمانوں کی کھلی حق تلفی کی گئی ہے۔ مسلمانوں کا یہ مطالبہ ہر طرح بجا ہے۔ بورڈ کو چاہیئے کہ وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کرے۔ اگر وہ اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کے لئے تیار نہیں تو اس علاقہ کے مسلمان اپنے مطالبہ کی منظوری کے لئے ہر ممکن اور جائز احتجاج کے لئے تیار ہیں۔ جس کی آئندہ ذمہ داری بورڈ کے سر ہوگی۔

عزیزیہ لائبریری

حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب رحیم آبادی رحمتہ اللہ علیہ کی ذات گرامی سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ نے مسلمانوں کی جو عظیم الشان خدمات انجام دی ہیں۔ اسے ہندوستان کے مسلمان عموماً اور علاقہ ترہت کے مسلمان خصوصاً کبھی فراموش نہیں کرسکتے۔ آپ کی وفات کے بعد رحیم آباد کے علاقہ کے لوگوں میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ کی یادگار میں ایک لائبریری قائم کی جائے۔ اس تحریک میں اس علاقہ کے تمام لوگوں نے متفقہ طور پر حصہ لیا۔ لیکن آپس کے اختلاف کی وجہ سے وہ تحریک عمل میں نہ آسکی۔ مقام مسرت ہے کہ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کے طلبائے قدیم کی جمعیتہ علمائے سلفیہ نے اس سلسلہ میں اقدام کیا ہے اور مولانائے مرحوم کی یادگار میں ایک لائبریری "عزیزیہ لائبریری" کے نام سے قائم کی ہے۔ اسکے متعلق تمام ابتدائی انتظامات مکمل ہوچکے ہیں۔ اب بہت جلد انشاء اللہ العزیز اس کا افتتاح بھی ہوجائیگا۔ اس لائبریری کے متعلق مسلمانوں سے عموماً اور مولانا مرحوم کے عقیدتمندوں سے خصوصاً پر زور اپیل ہے کہ مولانا مرحوم کی یادگار میں جو یہ لائبریری بطور صدقہ جاریہ کے قائم کی گئی ہے۔ اس میں ہر طرح سے حصہ لیں جن کے پاس نایاب کتابیں ہوں وہ کتابیں بھیجدیں۔ اس وقت لائبریری کے لئے فنڈ کی سخت ضرورت ہے امید ہے کہ جس شخص کے کان تک ہماری یہ اپیل پہنچے گی۔ وہ بلا پس و پیش نہایت فراخدلی کے ساتھ اس میں حصہ لے گا۔

فتاویٰ

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ کسی شاعر کا [illegible]
ہے۔ اس نے اپنا تخلص [illegible] رحیم [illegible]
ہے، اشعار [illegible]
[illegible] مخاطب کرنا [illegible]
کا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا [illegible]

الجواب

باری تعالیٰ [illegible] رحیم [illegible]
مخلوق کا وصف بھی [illegible]
تبارک وتعالیٰ [illegible] رسول [illegible]
علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کو رؤف رحیم کے ساتھ موصوف فرمایا ہے۔ اس وجہ سے شاعر
مذکور کا رحیم تخلص رکھنا جائز ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ سفید، سرخ یا ابلق
خصی کی قربانی اور ایک دم سیاہ خصی کی قربانی میں کوئی فرق ہے یا نہیں
کیا کسی کو کسی پر فضیلت بھی ہے یا سب کا ثواب برابر ہے بینوا توجروا
سائل:۔ رمضان محلہ کنگی بازار دربھنگہ

الجواب

نرا سیاہ خصی سے سرخ، سفید، یا ابلق خصی کی قربانی افضل ہے۔

[illegible]
[illegible] کی قربانی
[illegible]

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں۔ اگر صف اول میں
[illegible] جگہ خالی ہے [illegible] نابالغ لڑکوں کے سوا دوسرے لوگ
موجود نہیں ہوں تو وہ [illegible] صف کو پوری کر سکتے ہیں یا نہیں۔
بینوا توجروا

الجواب

[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] صفوں کو پوری کرنا [illegible] جو کچھ کمی ہو۔ وہ
[illegible] صف [illegible] نابالغ لڑکوں کا کھڑا ہونا
جائز ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

صففت انا والیتیم وراءہ والعجوز من ورائنا۔ ہم
اور ایک یتیم لڑکا دو آدمی آپ کے پیچھے کھڑے ہوئے اور ایک بوڑھی
ماں ہم دونوں کے پیچھے تنہا کھڑی ہوگئیں۔

حالات

ہندوستان

بہار پراونشل جنگی کی ایگزیکیوٹو کمیٹی نے فیصلہ کیا ہے کہ چھ جنگی جہاز خریدے جائیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ چھ جہازوں کی قیمت ۱۰ لاکھ سے چودہ لاکھ تک ہوگی۔ اور اس فنڈ کو پبلک چندہ سے پورا کیا جائیگا۔

دھولپور کے دریا میں ایک کشتی وسط میں جاکر الٹ گئی۔ پانچ آدمی غرقاب ہوگئے۔ جن کی لاشیں کنارے پر پائی گئیں۔

سی پی اسمبلی کے اپوزیشن ممبر بھی اڑیسہ کی طرح سی پی میں مخلوط وزارت قائم کرنا چاہتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر کھارے ہزایکسلنسی گورنر سے ملاقات کرچکے ہیں۔ موصوف نے گورنر کو یقین دلایا ہے کہ اپوزیشن کو اکثریت حاصل ہوجائیگی۔ اور یہ کہ بعض کانگریسی ممبر بھی اپوزیشن میں چلے آئیں گے۔

مقام گوری گرام کے دریا کا پانی یکایک سرخ ہوگیا مچھلیاں ہزاروں کی تعداد میں مر رہی ہیں۔ کوے، شپرہ اور بندروں کی بیشمار لاشیں سطح آب پر تیرتی دکھائی دیتی ہیں۔ ایک شخص نے اس کا پانی پی لیا تھا۔ جسے فوراً ہیضہ شروع ہوا اور جاں بحق تسلیم کرگیا۔ حکومت نے ڈگڈگی کے ذریعہ اعلان کرادیا ہے کہ کوئی شخص اس دریا کا پانی استعمال نہ کرے۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ تبت میں زلزلہ ہوگیا ہے، جہاں سے اس دریا کا لگاؤ ہے۔

آج سے چند دنوں پہلے اطراف دربھنگہ میں پانی کی نہایت سخت ضرورت محسوس کی جارہی تھی لیکن بحمداللہ گزشتہ شنبہ سے یکشنبہ تک کی بارش نے تمام شکایات دور کردیں اور بارش علی حالہ ابھی تک جاری ہے۔ کہیں کہیں سیلاب بھی آگیا ہے۔

کل دشمنوں نے عدن پر بمباری کی۔ کوئی خاص نقصان نہیں ہوا۔ دو شہری مارے گئے۔ اور تین زخمی ہوئے۔

آج ایک بیان شائع ہوا ہے کہ ہندوستان کے مختلف حصوں میں جنگی قیدیوں کو رکھنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک سو سے زیادہ قیدی ہندوستان لائے جاچکے ہیں جنہیں احمد نگر کے ایک خاص کیمپ میں رکھا جائیگا۔ جو اسی مقصد کے لئے قائم کیا گیا ہے۔

اسلامی دنیا میں یہ خبر نہایت خوشی کے ساتھ سنی گئی کہ امسال لیگ میچ میں محمڈن اسپورٹنگ چمپین رہا۔ اس سلسلہ میں متعدد مقامات سے خوشی کا اعلان کیا گیا ہے۔ دربھنگہ کا رہبر نہ صرف اس موقع پر اپنی خوشی کا اظہار کرتا ہے۔ بلکہ محمڈن اسپورٹنگ کے کھلاڑیوں اور اس کے اسٹاف کی خدمت میں نہایت عقیدت سے ہدیہ مبارکباد پیش کرتا ہے۔

ممالک غیر

شکاگو۔ ڈیموکریٹک پارٹی کے اجلاس میں سینیٹر بارکلے نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسٹر روزویلٹ نے اعلان کر دیا ہے کہ ڈیموکریٹک کنونشن کو اختیار ہے جس کو چاہے صدارت کے لئے نامزد کردے۔ لیکن اگر ان کو نامزد کیا گیا تو وہ اس کے لئے تیار ہیں اس سلسلہ میں سینیٹر بارکلے نے بیان کیا کہ [illegible] سال کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے [illegible] روزویلٹ نے ملک کو ترقی دینے کی زبردست کوشش کی [illegible] ڈیلیگیٹ کھڑے ہو گئے کہ ایک بار پھر موصوف کو صدارت کے لئے نامزد کر دیا جائے۔

شنگھائی میں دہشت انگیزوں نے ایک امریکی اخبار [illegible] کے دفتر پر بم پھینکے [illegible] آدمی مجروح ہوئے [illegible] مشتبہ لوگوں کو حراست میں کر لیا گیا ہے۔

مسٹر چرچل کی تقریر ریڈیو پر [illegible] سنی گئی۔

اہل کینیڈا کو اس تقریر نے یقین دلایا کہ [illegible] برطانیہ کو [illegible] دن قریب ہے کہ [illegible]

اٹلی کے ایک مشہور اخبار نویس کا بیان ہے کہ اطالوی بیڑے کا مقصد صرف یہ ہے کہ وہ دشمن کے بیڑے کو بحیرہ روم میں مصروف رکھے۔ تاکہ ہٹلر کو برطانیہ پر حملہ کرنے میں سہولت ہو۔

بالٹک کے تینوں دارالحکومتوں، ٹلین، کناوس اور ریگا کی اطلاعات مظہر ہیں کہ استونیا، لیتھونیا، اور لٹویا کی پارلیمنٹوں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ سوویٹ ری پبلک یونین میں شریک ہو رہے ہیں۔ جس کے معنی یہ ہے کہ سوویٹ روس نے بغیر کسی خونریزی کے ساٹھ ہزار مربع میل کا اضافہ اپنی قلمرو میں کر لیا۔

جرمنی نے برطانیہ کی ناکہ بندی نہایت سختی سے کر رکھی ہے اس ناکہ بندی کی وجہ سے براعظم یورپ میں سامان خورد و نوش کی بہت کمی ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ ابھی ابھی ایک جدید اقدام نازیوں کی جانب سے یہ ہوا ہے کہ انہوں نے فرانس کے مقبوضہ علاقوں کی گائے، بیل، گھوڑے، مرغیاں اور اس قسم کے دوسرے جانوروں کو اپنے قبضہ میں کر لیا ہے۔ علاوہ ازیں جو مویشی پکڑے گئے ہیں۔ ان کے متعلق ابھی تک کوئی [illegible] نہیں دیا گیا ہے۔ کہ اس کی قیمت بھی دی جائیگی یا نہیں۔

لندن۔ وزارت نقل و حمل نے اعلان کیا ہے کہ جولائی کے آخری عشرہ میں ایک حکم نافذ کیا جائیگا۔ جس کی رو سے کوئی شخص نئی غیر رجسٹر شدہ موٹر کار مذکورہ وزارت سے لائسنس لئے بغیر نہیں خرید سکتا ہے۔ اور فی الحال اس قسم کا کوئی لائسنس نہیں دیا جائیگا۔

آج کی ایک تقریر میں [illegible] جنرل فرانکو نے کہا۔ اسپین کے اتحاد کو مضبوط کرنا۔ جبرالٹر پر قبضہ کرنا۔ افریقہ میں بڑھنا۔ اور اتحاد کی پالیسی کو مستحکم کرنا ہے۔

لندن کی ایک خبر مظہر ہے کہ آج پھر جبرالٹر پر ہوائی حملہ ہوا۔ بم گرائے گئے جس سے [illegible] نقصان کم ہوا۔ لیکن تین سولین ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔

(ادارہ)

ضرورت منیجر و سکریٹری

مجھے ایک ایسے لائق آدمی کی ضرورت ہے۔ جو مندرجہ ذیل شرائط کے موافق ہوں :-

۱ :- تعلیم یافتہ ہونہار سلیم الطبع و شریف النفس ہوں، اردو و انگریزی میں کافی مہارت رکھتے ہوں۔

۲ :- دیانتداری و سچائی کو ملحوظ رکھتے ہوئے میرے یہاں کے ہر ایک کام کو باحسن وجوہ انجام دیسکتے ہوں۔

۳ :- محنتی و جفاکش ہوں۔ کیونکہ میرے یہاں کا کام عموماً سخت ہے۔

۴ :- معمر و تجربہ کار فہیم کا خوب تیز سرکاری محکمہ مثلاً کوٹ و کچہری کے قوانین سے پوری واقفیت رکھتے ہوں۔

۵ :- عام ملازمین پر دور اندیشی سے کام انجام لینا جانتے ہوں، اور قبل کسی فرم و کمپنی میں منیجری و سکریٹری کا کام کر چکے ہوں۔ نیز سائیکل بھی جانتے ہوں۔

۶ :- مذہباً و عقیدتاً اہلحدیث پابند صوم و صلوٰۃ ہوں۔

۷ :- صوبہ بہار کے باشندہ ہوں۔ دربھنگہ اور مظفر پور والوں کو خصوصیت کے ساتھ ترجیح دیجائیگی۔

باقی امور کا فیصلہ بذریعہ خط و کتابت طے ہوسکتا ہے۔

منیجر سبحان کمپنی نمبر ۲ اسلام سل اسٹریٹ کلکتہ

نرخنامہ اشتہارات

مجلہ سلفیہ

نرخنامہ	فی اشاعت	سہ ماہی	ششماہی	سالانہ
فی صفحہ	سے ر	الغہ ر	عہ ۱۳	للعہ ۲۴
نصف صفحہ	عما ۲ ر	لعہ ۸ ر	+	عیہ ۱۵ ر
چوتھائی صفحہ	عہ ر	عہ ۲ ر	صہ ر	للعہ ر

RGD.P.N.347

رجسٹری ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبد الحفیظ سلفی

زیر سرپرستی۔ جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

قیمت سالانہ عہ
ششماہی ۱۲/

مجلہ سلفیہ دربھنگہ

معاونین کرام
عہ/

شمارہ نمبر ۲

بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۴۰ء

جلد ۶ نمبر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

وزیر ہند کا بیان

مسٹر ایمری وزیر ہند نے وائسرائے ہند کے حالیہ اعلان پر جو بیان پارلیمنٹ کے سامنے دیا ہے اس سے ہندوستان میں حد درجہ مایوسی چھا گئی ہے اور اب بظاہر برطانیہ اور ہندوستان میں مصالحت کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس بیان میں بڑی حد تک مصالحانہ رویہ اختیار کیا گیا ہے اور اس امر کی سعی کی گئی ہے کہ کسی صورت سے وائسرائے ہند کے اعلان پر ہندوستان کو عمل کرنے کے لئے رضامند کیا جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ وائسرائے ہند کے اعلان میں ہندوستان کے مستقبل کی کوئی نئی بات نہیں کہی گئی۔ اس اعلان میں بھی صرف جنگی مشاورتی کمیٹی کا ذکر ہے جس سے تعاون کا انکار ایک سے زائد مرتبہ ہندوستان کے لیڈر کر چکے ہیں۔ لیکن صرف زور بیان سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ دوران جنگ میں ہندوستان کا اس کے سوا کوئی علاج نہیں ہے۔ ہندوستان نے اس اعلان کا جو جواب دیا ہے وہ کانگریس ورکنگ کمیٹی کی تجاویز سے ظاہر ہے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے صاف اعلان کر دیا ہے۔ کہ ہمارے لئے جنگی مشاورتی کمیٹی میں شرکت ناممکن ہے۔ اور ہم موجودہ صورت میں حکومت سے کسی قسم کا تعاون نہیں کر سکتے ہیں۔ اسی کے ساتھ مسلم لیگ نے بھی اس اعلان کو خوش آمدید نہیں کہا ہے۔ کیونکہ اس اعلان کے بعد مسلم لیگ نے اپنے رویہ میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں کی ہے اور سابق بدستور جنگی کمیٹیوں کے ساتھ لیگ تعاون نہیں کر رہی ہے۔ اگرچہ مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ابھی تک نہیں ہوا ہے۔ اور نہ قائد اعظم نے وائسرائے ہند کے اعلان پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ اس لئے ورکنگ کمیٹی کے فیصلہ کے پہلے صحیح طور پر کچھ نہیں کہا

جاسکتا ہے کہ مسلم لیگ کا رد یہ اس اعلان کے بعد کیا ہوگا۔ لیکن قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حکومت کو مسلم لیگ کا بھی تعاون حاصل نہیں ہوگا. کیونکہ وائسرائے ہند کے اعلان میں مسلم لیگ کے مطالبات کی منظوری کا بھی کوئی ذکر نہیں کیا گیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ وزیر ہند نے اپنے بیان میں اس چیز کو تسلیم کرلیا ہے کہ ہندوستان میں نو کروڑ مسلمانوں کا ایک مستقل وجود ہے۔ ان کا یہ مطالبہ ہے کہ آئین بنانے کے ہر مباحثہ میں ان کو ایک مستقل عنصر سمجھا جائے۔ اور وہ صرف اسی آئین کو منظور کرنے کے لئے تیار ہوسکتے ہیں جسمیں ہندوستان کی عددی اکثریت کے مقابلہ میں ان کو ایک جداگانہ حیثیت دیدی جائے۔ وزیر ہند کا یہ ارشاد تو بہت صحیح ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستان کے مسلمان وزیر ہند کی صرف ان دلکش باتوں پر اعتماد کرلیں گے۔ جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے برطانیہ کا گذشتہ طرز عمل موجود ہے، آج سے پہلے جب کہ حکومت مسلمانوں کی امداد سے بے نیاز تھی۔ اس نے ہندوستان میں ۳۵ء کا انڈیا ایکٹ نافذ کیا۔ جس سے ہندو اکثریت کے ہاتھوں میں حکومت دیدی گئی۔ اور مسلمانوں کو کچلنے میں ہندو اکثریت کی ہر طرح سے امداد کی گئی۔ کیا اُس وقت مسلمانوں کا مستقل وجود نہ تھا. کیا اس وقت مسلمان ہندو اکثریت کی حکمرانی کے ماتحت رہنا چاہتے تھے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ پھر آج یکایک مسلمانوں کی طرف اس قدر نظر التفات کیوں ہے؟ وجہ ظاہر ہے اور صاف ظاہر ہے۔ لیکن برطانیہ کو یہ اچھی طرح معلوم ہونا چاہئے کہ مسلمان بیشک ہندو اکثریت کے محکوم نہیں رہنا چاہتے۔ لیکن اس سے زیادہ وہ اس امر کے کوشاں ہیں کہ ان کے سر سے برطانیہ کا سایہ جلد سے جلد دور ہوجائے۔ کیونکہ انہوں نے یہ اچھی طرح محسوس کرلیا ہے کہ ہمارے لئے دوہری حکومت حد درجہ خطرناک ہے۔ اسلئے اب وہ صرف ان دلخوش باتوں پر اعتماد نہیں کرسکتے۔ جبتک کہ ان کے مطالبات کی منظوری کا صاف صاف اعلان نہ کردیا جائے۔

نیاز فتحپوری کی فتنہ نگاری

نیاز ایڈیٹر نگار کے حالات سے ہندوستان کے مسلمان اچھی طرح واقف ہیں۔ کہنے کو تو یہ حضرت اپنے کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن ہمیشہ ان کا رویہ اسلام کے خلاف رہا۔ کبھی تو یہ صحابہ کرام جیسی مقدس ہستیوں پر رکیک حملے کیا کرتے ہیں۔ اور کبھی اسلام کی تعلیمات پر بیجا اور ناجائز اعتراضات کیا کرتے ہیں لیکن اس مرتبہ ان سے ایک ایسی ناقابل عفو حرکت سرزد ہوئی ہے۔ جس سے ہندوستان کے مسلمانوں میں بے حد اضطراب اور بے چینی پیدا ہوگئی ہے انہوں نے نگار بابت ماہ جون ۱۹۴۰ء میں لکھا ہے۔

"کلام مجید کو نہ میں کلام خدا سمجھتا ہوں نہ الہام ربانی۔ بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔ اور اس مسئلہ میں اس سے قبل کئی بار مفصل گفتگو کرچکا ہوں"

نیاز کی اس حرکت کے خلاف تمام ملک میں احتجاجی جلسے ہوئے اور نفرت وحقارت کے ووٹ پاس کئے گئے ہیں۔ لیکن اس سے کام چلنے کا نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ ان کا مکمل فنوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ اور ان کے رسالہ کا فوراً مقاطعہ کیا جائے۔ ان کی ذہنیت اتنی گندی ہے کہ وہ

صرف نگاہ ڈالنے ... نہیں لائے جا سکتے ہیں۔

نیاز نے آج ہندوستان کے مسلمانوں کے سامنے وہی مسئلہ پیش کر کے ان کے مذہبی جذبات کو برانگیختہ کیا ہے۔ جس کیلئے ہزاروں مسلمان اپنا سر کٹا چکے ہیں۔ اور آج بھی اس کی خاطر ہر ممکن قربانی کے لئے تیار ہیں۔ اگر انہوں نے جلد اپنی اس ناشائستہ حرکت سے توبہ نہیں کی تو عوام کے جذبات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام بہتر نہیں ہوگا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ مسلمانان ہند ان کی توبہ پر اب اعتماد کب کرینگے۔ جب کہ آج سے پہلے انہوں نے انبیاء کرام پر رکیک اور گستاخانہ حملے کئے تھے۔ لیکن مسلمانوں نے جب لعنت ملامت کی تو توبہ کی اور عہد کیا کہ آئندہ اس قسم کی تحریر نہیں لکھینگے جس سے دنیائے اسلام کو صدمہ پہنچے۔ آج نو سال بعد انہوں نے عہد شکنی کی ہے۔ اور اسلام پر ان کا یہ حملہ گذشتہ تمام حملوں سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ اسی لئے مسلمان اسے ناقابل عفو خیال کرتے ہیں۔ اسلئے ہم حکومت یو۔ پی سے بھی درخواست کریں گے۔ کہ وہ جلد سے جلد ان کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں لائے ورنہ عوام کی بے چینی روز بروز بڑھتی جائیگی۔ جس کی آئندہ روک تھام بہت مشکل ہوگی۔

حالات دارالعلوم

اس سال دارالعلوم میں ایک جید اور کہنہ مشق استاذ حضرت مولانا عبدالودود صاحب اعظم گڈھی کا تقرر عمل میں آیا ہے۔ جو علمی قابلیت واستعداد کے ساتھ ساتھ انتظامی امور میں مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ علامہ موصوف کی ذات سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ آپ ہی کی ذات ہے جس نے دارالعلوم ندوۃ العلماء کی شہرت میں چار چاند لگا دئے۔ ندوہ میں درس وتدریس کے علاوہ آپ ناظر دارالاقامہ کے عہدہ پر فائز تھے۔ اس کے علاوہ صوبہ سرحد کے علاقہ پارہ چنار میں آپ قاضی کے عہدہ جلیلہ پر مامور تھے۔ اتفاق سے پبلک کی بعض بدعنوانیوں کی وجہ سے حکومت نے وہاں کا قاضی کا عہدہ ہی ختم کر دیا۔ اسلئے موصوف کچھ دنوں مکان پر قیام پذیر رہے۔ اور آج کل ہماری خوش قسمتی سے دارالعلوم میں درس دے رہے ہیں۔ امید ہے کہ علامہ موصوف دارالعلوم کے لئے ہر طرح مفید ثابت ہونگے۔ اور طلبہ ان سے گوناگون فائدہ حاصل کرینگے۔

گذشتہ ہفتہ دربھنگہ ضلع مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے موقع پر کلکتہ سے جناب مولوی راغب احسن صاحب ایم، اے، جناب مولوی سید محمد عثمان صاحب ایم، اے وغیرہم۔ دربھنگہ تشریف لائے تھے۔ اسی موقع پر بتاریخ ۱۸۔ اگست دارالعلوم کی جانب سے ان حضرات کو ڈینر (دعوت طعام) پر مدعو کیا گیا تھا۔ جس میں شہر کے بعض معزز حضرات بھی مدعو تھے۔ کھانے سے فراغت کے بعد ان کی خدمت میں سپاسنامہ پیش کیا گیا۔ سپاسنامہ کے جواب میں مولوی سید محمد عثمان صاحب نے طلبہ کو مفید نصیحتیں فرمائیں۔ نماز عصر کے بعد دارالعلوم کا معائنہ فرمایا۔ طلبہ کے جہادی بریڈ، دارالمطالعہ۔ کتب خانہ اور دفتر مجلہ سلفیہ کو دیکھکر بیحد محظوظ ہوئے۔ دفتر میں پہنچتے ہی رسالہ کی سرپرستی قبول فرمائی اور اپنے پریزیڈنسی مسلم ہائی اسکول کے نام جاری کرا دیا۔ جس کے لئے دفتر ان کا خصوصیت کے ساتھ مشکور ہے۔

رموز قرآنی

فضائل تہجد: مسنون اور مستحب عبادات میں تہجد کو ثواب اور درجات کے لحاظ سے ایک نمایاں مقام اور حیثیت حاصل ہے۔ اس کے ان گنت اور بے شمار فضائل کتب حدیث میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید بھی اس کی خوبیوں اور فضیلتوں کے بیان سے خالی نہیں ہے۔ سورہ سجدہ میں اسے ایمان کامل کی علامت اور نشانی قرار دیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کی پابندی اور مداومت اس وقت تک ناممکن ہے جب تک دل میں ایمان کا نور بدرجہ اتم موجود ہو۔ وہی اشخاص اس کی پابندی اور مداومت صحیح معنوں میں کر سکتے ہیں جن کے قلوب نور ایمانی سے معمور اور جذبہ اسلامی سے سرشار ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ نے صاف اور صریح الفاظ میں فرمایا۔

انما یومن بایٰتنا الذین اذا ذکروا بھا خروا سجدا و سبحوا بحمد ربھم وھم لا یستکبرون ۝ تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا وطمعا ومما رزقنٰھم ینفقون ۝۔

ترجمہ:- ہماری آیات پر جو لوگ ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا حال یہ ہے جب انہیں اللہ کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو وہ فوراً سجدے میں گر پڑتے ہیں۔ اور اپنے رب کی تعریفیں کرتے ہیں۔ وہ کسی طرح کا تکبر نہیں کرتے۔ ان کے پہلو خواب گاہوں سے دور رہتے ہیں اور وہ اپنے مولا کی یاد میں جہنم کے خوف اور جنت کی آرزو لے کر ہمیشہ مشغول رہتے ہیں جو کچھ انہیں اللہ نے دیا ہے۔ اس کا کچھ تھوڑا بہت حصہ وہ خدا کی راہ میں بھی خرچ کرتے ہیں۔ ان آیات بینات سے یہ حقیقت بالکل الم نشرح ہو گئی کہ تہجد ایمان کامل کی ایک مستحکم کڑی ہے۔ جس نے اس کو مضبوطی سے پکڑا اور اس پر قائم و دائم رہا۔ وہی شخص حقیقی معنوں میں مستحق ہو گا۔ اس پر وہ تمام وعدے ایک ایک کر کے پورے کئے جائیں جو نیک بندوں اور صالح عمل کرنے والوں کے لئے قرآن مجید میں بیان کئے گئے ہیں اور دنیا کی زندگی اس کی ایک پاک زندگی ہو گی۔

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیٰوۃ طیبۃ ۝۔

جو شخص اچھا عمل کرے گا ہم اسے پاک زندگی عطا کریں گے۔ چاہے وہ مرد ہو یا عورت نیز اسے آخرت میں ایسی نایاب اور نادر نعمتیں ملیں گی۔ جن کا وہم و گمان بھی کبھی دل پر نہ گذرا ہو گا۔

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون

کسی نفس کو ان بیش بہا نعمتوں کی خبر نہیں جو ان کے اچھے عملوں کے عوض آخرت میں اس کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہیں۔

سورۂ احزاب میں ان مردوں اور عورتوں کو جو تہجد کا التزام رکھتے ہیں ذاکرین اور ذاکرات کے پر شرف لقب سے ملقب کیا گیا ہے اور مغفرت الٰہی اور اجر عظیم کا بھی ان سے وعدہ فرمایا گیا ہے۔

والذاکرین اللہ کثیرا والذاکرات اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما ۔ جو مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ کو اکثر اور بیشتر اوقات میں یاد کرتے ہیں ان کے لئے اللہ نے اپنی مغفرت اور اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔ اس آیت میں ذاکرین اور ذاکرات سے تہجد گزار مرد اور عورتیں مراد ہیں۔

فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز تہجد ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

عن ابی ھریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول افضل الصلوۃ بعد المفروضۃ صلوۃ فی جوف اللیل ۔

ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ فرض نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز وہ ہے جو وسط رات میں ادا کی جائے۔ تہجد کی نماز محض امت محمدیہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اگلی امتوں کے صلحا کا بھی طرۂ امتیاز رہ چکی ہے۔ وہ لوگ اسے تقرب الٰہی کا ذریعہ اور معاصی کا کفارہ جانتے تھے۔ عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ علیکم بقیام اللیل فانہ داب الصالحین قبلکم وھو قربۃ لکم الی ربکم ومکفرۃ للسیات ومنھاۃ عن الاثم ۔

ابو امامہ سے روایت ہے انہوں نے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے لوگو تہجد کی سختی کیساتھ پابندی کرو۔ بیشک اگلی امتوں کے نیکوں اور صالح لوگوں کا اس پر عمل رہا ہے۔ یہ نماز اللہ کی قربت پیدا کرنیوالی ہے۔ گناہوں کے لئے کفارہ ہے۔ اور برائیوں سے روکتی اور باز رکھتی ہے جنت میں چند عالیشان اور بلند کوٹھیاں محض ان لوگوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جو اللہ کے تہجد گزار بندے ہیں۔ اور خلق اللہ کے ساتھ مہربانی اور شفقت سے پیش آتے ہیں۔

وعن ابی مالک الاشعری قال قال رسول اللہ ﷺ ان فی الجنۃ غرفا یری ظاھرھا من باطنھا وباطنھا من ظاھرھا اعدھا اللہ لمن الان الکلام واطعم الطعام وتابع الصیام وصلی باللیل والناس نیام ۔

ابو مالک اشعری سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں۔ جنت میں بہت سے ایسے چمکدار مکانات ہیں جن کا بیرونی حصہ اندرونی حصہ سے اور اندرونی حصہ بیرونی حصہ سے صاف نظر آتا ہے۔ یہ مکانات اللہ کے ان برگزیدہ بندوں کے لئے مخصوص ہیں۔ جو نرمی سے باتیں کرتے ہیں۔ غریبوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔ خود روزے رکھتے ہیں اور رات کے اوقات میں تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ اعمال جو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضامندی کا سبب ہوتے ہیں۔ ان میں صلوۃ تہجد کو ایک ممتاز درجہ اور مقام حاصل ہے۔ تہجد گزاروں کا رتبہ اور مقام عزوجل کے نزدیک ان مجاہدین سے کمتر نہیں ہے۔ جو اپنی شمشیروں سے اسلام کی حفاظت اور کلمۃ اللہ کی بلندی اور سرفرازی میں سرگرم عمل اور مصروف جدوجہد رہتے ہیں کیونکہ اگر مجاہدین کی جماعت تلواروں کے ذریعے اعلاء کلمۃ اللہ کرتی ہے۔ تو تہجد گزاروں کا مقدس گروہ جہاد بالنفس کے ذریعے دنیائے فسق و فجور کا خاتمہ کرکے اس کی جگہ پر اطاعت الٰہی اور اعمال صالحہ کی بنیاد رکھتا ہے

مولوی مصلح الدین مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ

بادۂ عرفان حافظ

الا یا ایہا الساقی ادر کاساً و ناولہا ۔۔۔ کہ عشق آساں نمود اول ولے افتاد مشکلہا

حل لغات:۔ ساقی شراب پلانیوالا مراد محبوب حقیقی کاس شراب کا پیالہ مراد مرتبہ جذب۔

شرح:۔ اس شعر کا مطلب بیان کرنیسے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صوفیائے کرام کے دو اصطلاحی لفظوں کی کسی قدر تشریح کردیجائے جس سے شعر کا مطلب نہایت آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ اور حافظ صاحب کا مقصود بیان بھی واضح اور روشن ہوجائے گا۔

ان میں سے ایک سلوک ہے دوسرا جذب ہے۔ اعمال ظاہری کی اصلاح کے ساتھ ہی اخلاق باطنی کی اصلاح کا نام سلوک ہے۔ اور ہر دو اصلاح کی منتہا کو صوفیا کی اصطلاح میں جذب کہتے ہیں۔ گویا جذب سلوک کا انتہائی درجہ ہے۔ لیکن سلوک اختیاری ہوا کرتا ہے۔ اور جذب غیر اختیاری۔ اور چونکہ سلوک بلا جذب سے وصول الی المقصود نہیں ہوتا [illegible] اپنے محبوب حقیقی سے جذب کی التجا کرتا ہے۔ اور اس کے عشق میں مدہوش ہوکر والہانہ طور پر اس کو مخاطب کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے محبوب حقیقی [illegible] پیالہ گردش میں لا اور مجھے بھی ایک پیالہ عنایت کر (یعنے مجھے بھی اپنی طرف جذب کرلے) کیونکہ عشق و سلوک [illegible] آسان اور بھلا معلوم ہوا تھا۔ لیکن جب کچھ آگے بڑھ گئے تو عشق کے منازل طے کرنے میں بڑی بڑی دقتیں اور طرح طرح کی دشواریاں پیش آئیں [illegible] اب تو عشق کا [illegible] مشکل ہو گیا ہے۔ اور ان مشکلات کو دیکھ کر مجھے ڈر لگتا ہے کہ مبادا پاؤں ڈگمگا نہ جائیں [illegible] تمنائیں خاک ہوکر نہ [illegible] تو ہی میری دستگیری فرما۔ کیونکہ تو ہی مشکل کشا ہے۔ اور تو ہی اس کی دشواریوں کو حل کرکے صراط مستقیم کی ہدایت [illegible] یہدی من یشاء الی صراط مستقیم۔

مولوی صداقت حسین دوستیاوی مدرس مدرسہ سلفیہ

تشریح حدیث

۳

لڑائی سے پیٹھ پھیر کر بھاگنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے مدینہ طیبہ کو جائے سکونت بنایا اور وہاں اسلام کی تبلیغ شروع کی۔ تو آپ کو روز افزوں کامیابی ہونے لگی۔ اور بہت تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں کی اکثریت نے آپ کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی۔ آپ کے تشریف لانے سے پہلے وہاں کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا۔ جب اس نے دیکھا کہ آپ کی قوت زور پکڑ رہی ہے اور اس کی امارت خطرے میں ہے۔ فوراً اس نے اپنا اثر قائم رکھنے کے لئے اسلام قبول کرلیا۔ لیکن درپردہ وہ ہمیشہ اس فکر میں رہا کہ جب کبھی موقع ملے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں سے نکال دے۔ تاکہ دوبارہ اس کی امارت عود کر آئے۔ چونکہ وہ معززین اور بارسوخ لوگوں میں سے تھا۔ اس لئے لوگوں کو اپنا ہم خیال بنانے میں اسے زیادہ زحمت نہ ہوئی۔ اور ایک بڑی تعداد اس کی ہم خیال ہوگئی۔ ان لوگوں کی روش یہ رہی کہ بظاہر تو وہ اپنا پیشوا نبی کریم کو بتاتے۔ لیکن کرتے وہی تھے جو عبداللہ بن ابی بن سلول کی مرضی ہوتی۔ اللہ جل شانہ نے اپنے رسول کو ان کے درپردہ حالات سے مطلع کردیا۔

ومن الناس من يقول آمنا بالله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين

مسلمانوں میں بعض ایسے بھی ہیں جو زبان سے تو اقرار کرتے ہیں کہ ہم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لائے۔ لیکن ان کے قلوب اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ خداوند کریم نے انہیں لوگوں کو منافق کے نام سے یاد کیا ہے اور متعدد مقامات میں ان کی پردہ دری کی ہے۔ بالخصوص سورہ توبہ میں ان کی تمام باتیں کھول کھول کر بیان کی ہیں۔ منجملہ دیگر باتوں کے ایک بات یہ بھی بتائی ہے کہ وہ لوگ جہاد سے بہت جی چراتے ہیں۔ جبتک مسلمانوں کو جہاد کا حکم نہیں ملا تھا۔ اس وقت تک تو انہوں نے بڑی بڑی تمنائیں ظاہر کی تھیں۔ اور کہتے تھے کہ ہم اللہ کے راستہ میں جان، مال، اولاد غرض سب کچھ قربان کردینگے۔ لیکن جب جہاد کا حکم نازل ہوا۔ سب پیٹھ پھیر کر بھاگتے نظر آئے۔ جنگ تبوک کے موقع پر جب انہیں دشمنان اسلام سے لڑنے کا حکم دیا گیا۔ تو سینکڑوں قسم کے حیلے اور بہانے تراش کر گھروں میں بیٹھ رہے۔ یہ آیت کریمہ اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

وجاء المعذرون من الأعراب ليؤذن لهم وقعد الذين كذبوا الله ورسوله سيصيب الذين كفروا منهم عذاب أليم۔

دیہاتیوں میں سے بھی کچھ بہانہ باز آپ کے پاس عذر کرتے ہوئے آئے تاکہ آپ ان کو گھر بیٹھنے کی اجازت دیدیں۔ اور جو

لوگ اسلام کا غلط دعویٰ کرکے اللہ اور اس کے رسول سے جھوٹ بولتے تھے وہ گھر ہی بیٹھے رہے۔ ان میں سے جنہوں نے کفر کیا عنقریب وہ دردناک عذاب میں مبتلا ہونگے۔

جنگ احد کے موقعہ پر انہیں منافقین نے مسلمانوں کو زبردست دھوکہ دیا۔ مدینہ سے تو ساتھ دینے کا وعدہ کرکے چلے۔ لیکن وہاں پہنچکر عین موقعہ پر پیچھے ہٹ گئے۔ اور اسی عبداللہ بن ابی بن سلول کے کہنے پر تقریباً تین سو کی تعداد میں میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایسے لوگوں کے لئے اللہ جل شانہ نے سخت وعید فرمائی ہے قرآن پاک میں ہے۔

فرح المخلفون بمقعدهم خلاف رسول الله وكرهوا ان يجاهدوا باموالهم وانفسهم في سبيل الله. وقالوا لا تنفروا في الحر قل نار جهنم اشد حرا لو كانوا يفقهون ○

جو منافق پیچھے چھوڑ دیئے گئے وہ رسول اللہ کی رائے کے خلاف گھروں میں بیٹھ رہنے سے بہت خوش ہوئے۔ اور راہ خدا میں اپنی جان و مال سے جہاد کرنا ان کو ناگوار ہوا۔ وہ دوسروں کو بھی بہکانے لگے کہ ایسی گرمی میں کہاں جاؤ گے۔ اے پیغمبر ان سے کہدیجئے کہ جہنم کی گرمی اس سے زیادہ سخت ہوگی۔ کاش وہ سمجھدار ہوتے۔ مذکورہ آیتوں میں بھی انہیں عواقب سے ڈرایا گیا ہے۔ اور متنبہ کیا گیا ہے کہ اس ذہنیت کے لوگ سنبھل جائیں۔ اور جب اللہ کے لئے میدان جنگ میں نکل پڑیں تو کسی حال میں بھی پیچھے قدم نہ ہٹائیں۔ بتیغ بیتش نظر ہو

آں نہ من باشم کہ روز جنگ بینی پشت من
آں منم کاندر میان خاک و خوں بینی سرے

کسی عورت پر اتہام باندھنا

اسلام نے زناکاری وبدکاری کو نہایت سخت گناہ قرار دیا ہے۔ اور اس مذموم فعل سے ہر طرح لوگوں کو روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ اسکے دوسرے پہلو کو بھی بھلا نہیں دیا ہے۔ یعنے اگر ایک طرف زناکاروں کے حق میں سخت وعید فرمائی ہے۔ تو دوسری طرف ایسے لوگوں کو بھی متنبہ کردیا ہے۔ جو خواہ مخواہ کسی بھولی بھالی اور مومنہ عورت پر تہمت تراشا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے حق میں قرآن پاک کا کھلا ہوا فیصلہ موجود ہے۔

ان الذين يرمون المحصنت الغافلات المومنات لعنوا في الدنيا والاخرة ولهم عذاب عظيم ○

جو لوگ پاک دامن مومنہ عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں۔ جو بیچاریاں ایسی باتوں سے بالکل بے خبر ہیں۔ ایسے لوگ دنیا و آخرت دونوں میں ملعون ہیں۔ اور وہ نہایت سخت عذاب کے مستحق ہیں دوسری جگہ ہے۔

والذين يرمون المحصنات ثم لم ياتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدة ولا تقبلوا لهم شهادة ابدا واولئك هم الفاسقون ○

جو لوگ پاکدامن عورتوں کو متہم کریں اور چار گواہ نہ لاسکیں تو آپ انہیں اسی درے لگائیے اور ایسے شخص کی کوئی شہادت آئندہ قبول نہ کیجئے۔ اس لئے کہ وہ لوگ خود ہی بدکار ہیں۔

جس وقت یہ آیت نازل ہوئی صحابہ کرام میں ایک طرح کی کھلبلی سی مچ گئی۔ لوگ کہنے لگے۔ غیروں کو تو چھوڑیئے۔ بھلا یہ

کیونکہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اپنی بیوی کو کسی غیر مرد کے ساتھ دیکھ پائے۔ اور پھر خاموش رہے۔ انہیں لوگوں میں ایک سعد بن عبادہ بھی تھے۔ جب ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی گئی۔ اور کسی نے پوچھا کہ آپ ایسے موقعہ پر کیا کریں گے۔ تو بول اٹھے۔

کنت ضاربهما بالسيف حتى احيئ باربعة الى ماذاك قد قضى حاجته وذهب او اقول رايت كذا وكذا فتضربونى الحد ولا تقبلوا لى شهادة ابدا۔

میں تو اسی وقت دونوں کے بدن سے جدا کر دوں گا۔ کیا میں انتظار کروں گا چار گواہ لانے کا۔ یہاں تک کہ زانی اپنی حاجت پوری کرکے چلا جائے۔ اور جب میں تم سے اس کو بیان کروں۔ تو تم لوگ الٹے مجھی کو کوڑے لگاؤ۔ جب اس کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ کفی بالسیف شاهدا۔ شہادت کے لئے تلوار کافی ہے۔ لیکن بعد کو پھر آپ نے اپنے قول سے رجوع کیا۔ اور فرمایا۔ انى اخاف ان يتتابع فى ذالك السكران والغيران۔ میں ڈرتا ہوں کہ نشہ خوار اور غیور لوگ پے بہ پے ایسا کرنا شروع کر دیں۔ دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ سعد بن عبادہؓ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سوال کیا کہ یا رسول اللہ الرجل يجد مع امراته رجلا ايقتله اے اللہ کے رسول اگر کوئی اپنی بیوی کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھ پائے تو کیا اسے قتل نہ کر دے۔ آپؐ نے فرمایا نہیں۔ سعد بن عبادہؓ نے کہا ضرور قتل کر دیگا۔ آپؐ نے فرمایا۔ اسمعوا ما يقول سيدكم تم اپنے سردار کا حکم مانو۔ بعض روایت میں ہے۔ انا اغير منه والله اغير منى۔ یعنی میں قاذف سے زیادہ غیرت رکھتا ہوں اور اللہ تعالے مجھ سے بھی زیادہ غیور ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول سے یہ ثابت کر دیا کہ قرآن پاک کا حکم اپنی جگہ پر بالکل ٹھوس ہے۔ یعنے یہ کہ قاذف جبتک چار گواہ اپنے موافق نہیں لائے گا۔ اس وقت تک اس کی شہادت مقبول نہیں ہوگی۔ اور اس بے بنیاد اتہام پر اسے تعزیری کوڑے بھی مارے جائیں گے۔

اتہام باندھنے والے پر تعزیری حد جاری کرنے کا صرف حکم ہے۔ بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں پر یہ حد جاری بھی کی ہے۔ جنہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ پر اتہام باندھا تھا۔ آپؓ فرماتی ہیں۔

لما نزلت عذرى قام رسول الله صلى الله عليه وسلم على المنبر فذكر ذالك وتلا القرآن فلما نزل امر برجلين وامرأة فضربوا حدهم۔ (ابن ماجہ)

جب میری برات اللہ تعالے نے نازل فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر اس کو بیان فرمایا۔ اور وہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔ پھر منبر سے اتر کر دو مرد (حسان بن ثابت و مسطح بن اثاثہ) اور ایک عورت (حمنہ بن جحش) کے متعلق حکم دیا کہ ان پر حد جاری کی جائے چنانچہ آپکے حکم کی تعمیل کی گئی۔

سود

عرب میں جہاں دوسری سینکڑوں برائیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ وہاں سود خواری کا مرض بھی عام تھا۔ لوگ عام طور پر سود لیا اور دیا کرتے تھے۔ نہ صرف سونا چاندی۔ بلکہ گیہوں، جو، اور کھجور، خرمے میں بھی اس کو روا رکھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قطعی ناجائز اور حرام

قرار دیدیا۔ سود کھانے والے کی مذمت بیان کی اور نہایت سخت وعید فرمائی۔ حدیث شریف کی ورق گردانی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے نہ صرف سود لینے والوں کے لئے وعید فرمائی ہے۔ بلکہ لینے والے، دینے والے۔ دلانے والے، سودی دستاویز لکھنے والے۔ غرض ہر اس شخص کو جسے ذرا بھی اس سے لگاؤ ہو۔ اس وعید میں شریک کیا ہے۔ چنانچہ جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہو۔

لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل الربا و موکلہ وکاتبہ وشاھدیہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سود لینے والے، دینے والے، لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر لعنت کی ہے قرآن پاک میں بھی سود کی سخت ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

یا ایھا الذین آمنوا لا تاکلوا الربا اضعافاً مضاعفة واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔

اے ایمان والو مال کا گونہ گون بڑھا کر سود نہ لیا کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ وہ تم کو فلاح نصیب کرے۔ دوسری جگہ فرمایا یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات۔ اللہ تعالےٰ سود کو مٹاتا ہے اور صدقہ کو فروغ دیتا ہے۔ اس لئے سود سے باز آؤ اور صدقہ وخیرات کی طرف رغبت کرو۔

عرب کی جاہل اور ناخواندہ قوم کو جب اس کے نشیب و فراز بتائے گئے تو اس نے سمجھنے کی کوشش کی اور اس مذموم فعل سے باز رہی۔ مگر ہم نے ان تمام قرآنی آیتوں اور حدیثوں کو پس پشت ڈال دیا ہے۔ اور نتیجہ سے آنکھیں بند کر کے خطرناک راہ میں دوڑ رہے ہیں۔ آج اکثر مجالس وعظ اور جمعہ کے خطبوں میں خطباء مبلغین و واعظین اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ مگر لوگوں کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ اللھم احفظنا من ذالک۔

عبدالرحمان نشتر رجوروی

جواہر حدیث

چالیس احادیث نبوی کا بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تشریح

(۲)

(۵) الدالّ علی الخیر کفاعلہ۔

اچھے کام کا بتانے والا ثواب میں کرنے والے کے برابر ہے۔

سبحان اللہ [illegible] اسلام کے [illegible] ہے کہ اچھی باتوں کی ترغیب دینے والا اس کے کرنے والے کے برابر ثواب حاصل کرے۔ بری باتوں سے لوگوں کو روکنے والے کے برابر ذخیرہ آخرت جمع کرے۔ تمام مسلمانوں کو چاہئے کہ ہمیشہ لوگوں کو اچھی راہیں بتائے اور بری باتوں سے روکتے رہیں۔ دونوں صورتوں میں قیامت تک جتنے لوگ بھی ان کا ذریعہ عمل رہیں گے اور اس برائی سے بچیں گے۔ ان میں سے ہر ایک کے ثواب کے برابر قیامت تک ہدایت کرنے والے کو بھی ثواب ملتا رہے گا۔ فالحمد للہ وما ذالک علی اللہ بعزیز۔

(۶) استعینوا علی الحوائج بالکتمان۔

ضرورتوں کو چھپا کر پورا کرنا۔ اس میں مدد پہنچاتا ہے یعنی اپنے ضروری کاموں کے حصول کی تدبیر میں لگے رہو اور چپکے چپکے پورا کرو تاکہ شر و فساد سے بچو۔ ......

ورنہ بسا اوقات مقاصد کے حصول میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اور پھر ناکامیابی پر ناحق ندامت اور شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے۔

(۷) اتقوا النار ولو بشق تمرۃ۔

آگ سے بچو اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا دے کر ہی۔

مال میں اللہ کے بندوں کا حق ہے۔ اسلئے صدقہ و خیرات کرو۔ خواہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اس سے اللہ تعالے کا غصہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ اور گناہوں کے لئے کفارہ ہوتا ہے۔ پس صدقہ کر کے اپنے کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ۔

(۸) الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر۔

دنیا مومن کے لئے قیدخانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ اخروی عیش و عشرت اور جنت کے انعام و اکرام کے مقابلہ میں مومن کے لئے دنیا سراپا تکلیف ہے۔ خواہ کتنا ہی آرام کیوں نہ ہو۔ اور جہنم و دوزخ کی تکلیف اور اس کی شدت حرارت کے مقابلہ میں کافروں اور مشرکوں کے لئے دنیا جنت ہے۔ خواہ دنیا میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ ہو۔ کیونکہ دوزخ کی آگ کی تکلیف اس سے کہیں بڑھ کر ہو گی۔ العیاذ باللہ۔

بعضوں نے یہ مطلب بھی لکھا ہے کہ مومن دنیا میں حدود شرعیہ کا پابند ہے۔ آزاد محض نہیں ہے۔ یہ اس کے واسطے قید و بند ہے۔ اور کافر اپنے زعم باطل میں حدود اللہ اور تکالیف شرعیہ سے آزاد ہے" حلال و حرام۔ جائز و ناجائز کسی کی پرواہ نہیں رکھتا۔

(۹) الحیاء خیر کلہ۔

حیاء (شرم) سراپا بہتر ہے۔

حیاء کے معنی شرم کے ہیں۔ یعنے طبیعت کی وہ منضبط کیفیت جو انسان کو برائی سے روکنے اور معاصی سے باز رہنے پر آمادہ کرے۔ لہذا جب ایسی کیفیت انسان میں پیدا ہو گی تو خواہ مخواہ برائیوں سے باز رہے گا۔ پس یہ کیفیت بہت بڑی انمول دولت ہے جو سراپا خیر اور بہتر ہے" جو شخص اس دولت سے عاری اور خالی ہے وہ کسی گناہ اور برائی سے بچ نہیں سکتا کیونکہ بے شرمی تمام برائیوں کی جڑ ہے۔

اگر کوئی بڑے شخص کے سامنے اظہار حق سے باز رہے یا کسی سوسائٹی کی وجہ سے کسی نیکی کی ادائیگی میں کوتاہی کرے تو اس کی وجہ شرم نہیں ہے بلکہ اس کو عاجزی اور ذلت کہیں گے۔

(۱۰) عدۃ المومن کاخذ الکف

مومن کا وعدہ کرنا ہاتھ پکڑنے کے برابر ہے۔

یعنے مومن جو زبان سے وعدہ کرتا ہے۔ اس کے خلاف ہرگز نہیں کرے گا۔ کیونکہ وعدہ کا خلاف کرنا منافق کا کام ہے مومن کا وعدہ وصول شدہ اور ادا کردہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ وعدہ کے خلاف ہرگز نہ کریں اور اپنے اندر منافق کی خصلت کبھی پیدا نہ کریں۔

(۱۱) لا یحل لمومن ان یھجر اخاہ فوق ثلثۃ ایام

مومن کے لئے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے۔

مومن کے لئے یہ روا نہیں ہے کہ اگر آپس میں دنیاوی شکر رنجی اور جھگڑا ہو تو تین دن سے زیادہ قطع کلام کرے اور دل میں اس کا اثر رکھے۔ کیونکہ تین دن سے زیادہ قطع کلام رکھنے سے کل نیکیاں برباد ہو جاتی ہیں۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ کینہ نہ رکھے۔ اور نہ سلام و کلام بند کرے۔

(۱۲) لیس منا من غشنا

جو ہم کو دھوکا دے وہ ہم سے نہیں ہے۔

یعنے جو شخص کسی مسلمان کو دھوکا دے اور ان سے دغا بازی کرے وہ اسلام کے طریقہ پر نہیں ہے۔ اور نہ مسلمانوں کی جماعت میں ہے۔ پس مسلمانوں کو چاہیئے کہ خرید و فروخت ہو۔ یا اور کوئی کام ہو۔ اس میں کسی مسلمان کو دھوکہ دیکر ضرر نہ پہنچائیں۔

(۱۳) ما قل وکفی خیر مما کثر والھی

تھوڑی چیز جو کافی ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ زیادہ ہو اور آخرت سے غافل کر دے۔

یعنے سیم و زر، اسباب و سامان اور دنیاوی مال و متاع کی کثرت اگر اللہ تعالٰے کے ذکر اور آخرت کی یاد سے روک دے وہ اچھی نہیں ہے۔ بلکہ وہ ہلاکت ہے۔ اس سے بہت بہتر یہ ہے کہ دولت تھوڑی، اور بقدر ضرورت ہو۔

محمد عین الحق سلفی

مختصر حالاتِ اقبال

اقبال ۱۸۷۶ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک صوفی مزاج اور خوش اخلاق آدمی تھے۔ ان میں مذہبیت اور دینداری بہت زیادہ تھی۔ اقبال کی تعلیم مکتب سے شروع ہوئی۔ ذہن اور حافظہ خداداد چیزیں تھیں۔ آپ نے امتیاز، انعام اور تمغے مڈل کلاس سے حاصل کرنا شروع کئے۔ اور اسے آخر تک حاصل کرتے چلے گئے۔ آپ نے ایف، اے تک کی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی بی، اے کی تعلیم کے لئے لاہور آنا پڑا۔ گورنمنٹ کالج میں داخل ہوا کالج کے پروفیسر آرنلڈ سے ملاقات ہوئی۔ ان کو فلسفہ کا بہت اچھا ذوق تھا۔ اقبال نے ان سے اچھی طرح اکتساب علم کیا۔ جب آرنلڈ انگلستان تشریف لے گئے تو اقبال نے "نالۂ فراق" کے عنوان سے آرنلڈ صاحب کی یاد میں ایک نہایت ہی موثر نظم لکھی۔ اور ۱۹۰۵ء میں آرنلڈ صاحب کی کشش نے اقبال کو انگلستان کھینچ لیا۔ خوش قسمتی سے اقبال کو اپنے علمی منازل طے کرنے کے لئے اچھے رہبر ملے۔

اقبال نے انگلستان پہنچکر اپنا داخلہ کیمبرج یونیورسٹی میں کرایا۔ وہاں انہوں نے ڈاکٹر میک ٹیگرٹ براؤن نکلسن اور سارلی سے ملاقات کی۔ اور ان معاون علوم سے خوب ہی فائدے حاصل کئے کیمبرج یونیورسٹی سے آپنے فلسفہ اخلاق کی اعلیٰ ڈگری حاصل کی۔ پھر جرمنی کی میونک یونیورسٹی سے ایک کتاب فلسفہ ایران لکھنے پر پی، ایچ، ڈی کا فرسٹ کلاس ڈپلوما ملا۔ یہ کتاب یورپ میں بیحد مقبول ہوئی اور بڑے بڑے پرچوں میں اس پر تبصرے شائع کئے گئے۔ جرمنی سے آپ پھر انگلستان واپس آئے اور وہاں اسکول آف پولیٹکل سائنس میں داخل ہوے، وہاں سے فارغ ہونے کے بعد بیرسٹری کا امتحان پاس کیا۔ لندن یونیورسٹی میں آپ چھ ماہ تک عربی زبان کے پروفیسر بھی رہے۔ آج تک یہ رتبہ کسی ہندوستانی نے مشکل سے حاصل کیا ہوگا۔

۱۹۰۸ء میں اقبال تین سال کے بعد اپنے وطن کو لوٹے اس وقت ان کی عمر ۳۱، ۳۲ سال کی تھی۔ اس کم سنی میں اتنی اعلیٰ ڈگریاں حاصل کرنا۔ اللہ تعالےٰ کی دین کے سوا کیا ہو سکتا ہے آپ اپنی مادری زبان کے ماہر ہونے کے علاوہ انگریزی، عربی، فارسی، سنسکرت اور یورپ کی زبانوں پر حاوی تھے۔ اقبال کے دل میں بزرگان دین کی بہت زیادہ وقعت و حرمت اور عزت تھی۔ اور آخر عمر تک باقی رہی۔ جب انگلستان سے واپس آرہے تھے، تو راستہ میں دوستوں سے ملتے ہوئے آئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں دوستوں کی وقعت و عزت اس وقت تک ایسی ہی تھی جیسی تین سال قبل۔ وہاں سے آپ سیدھے سیالکوٹ پہنچے اور ماں باپ کے قدموں پر پیشانی رکھ دی۔

آپ ایم، اے پاس کرنے کے بعد اورنٹیل کالج لاہور میں فلسفہ اور ریاست کے لکچرر مقرر ہوئے۔ اور اپنے فرض کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہے۔ پھر گورنمنٹ کالج میں فلسفہ اور انگریزی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کچھ دنوں کے بعد آپ نے اپنی پریکٹس شروع کر دی۔ یعنی بیرسٹری کرنے لگے۔ اور اس طرح نہایت اطمینان کی زندگی بسر ہونے لگی۔

۱۹۲۶ء میں ان کے دوستوں نے ان کو کونسل کے انتخاب کا امیدوار کھڑا کیا۔ اور وہ کامیاب ہوگئے۔ کونسل میں ہمیشہ مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کی کوشش اور ان کے فوائد کی تحریکیں پیش کرتے رہے۔

۱۹۲۷ء میں مدراس یونیورسٹی نے آپ کو چند لکچر دینے کے لئے مدعو کیا۔ آپ ماہ دسمبر میں وہاں گئے۔ اس اثنا میں آپ نے اور بھی بہت سی جگہوں کی سیر کی۔ اور نظام حیدرآباد کے مدعو کرنے پر وہاں بھی تشریف لے گئے۔

۱۹۳۱ء میں حکومت ہند کی طرف سے گول میز کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلینڈ تشریف لے گئے۔ واپسی میں اسپین، فرانس اور اٹلی کی سیاحت کرتے ہوئے واپس آئے۔ "بال جبرئیل" کی اکثر نظمیں اسی سفر میں لکھی گئیں۔ اسی سال آپ آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر منتخب کئے گئے۔ الہ آباد میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوا۔ جس میں آپ نے ہندوستانیوں کے آپس کے مناقشات کو دور کرنے کے لئے پاکستان کی معرکۃ الآرا تجویز پیش کی۔

اقبال آخر عمر میں حب نبی میں بالکل غرق ہوگئے اور وہ اپنے عیوب اور گناہوں کی معافی کے لئے خداوند علیم و خبیر کی جناب میں، ہمیشہ التجا و دعاء کرتے رہے۔

تو غنی از ہر دو عالم من فقیر
روز محشر عذر ہائے من بپذیر
تو اگر جا بم نا گزیر
از نگاہ مصطفےٰ پنہاں بگیر

آپ کی تصانیف میں سے دو یعنے رموز بے خودی اور اسرار خودی بیحد مقبول ہوئی۔ اور اس کی مقبولیت نہ صرف ہندوستان تک محدود رہی۔ بلکہ یورپ کی متعدد زبانوں میں بھی اس کے ترجمے کئے گئے۔ چنانچہ اسی صلہ میں سرکار عالیہ نے آپ کو "سر" کے خطاب سے نوازا۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ پر ہندوستان کو جتنا بھی ناز تھا آپ کی ذات اس سے کہیں بلند تھی۔ آپ دور حاضر کے ایک بہت بڑے فلسفی تھے جس نے دنیا پر خودی کا راز فاش کیا۔ اور مسلمانوں کو شان مومن بتلائی۔ سچ تو یہ ہے کہ ہندوستان ہی نہیں پورے ایشیا کی آبرو آپ ہی کے ساتھ وابستہ تھی۔ لیکن افسوس کل نفس ذائقۃ الموت (ہر جاندار کو ایک نہ ایک دن موت کا مزہ چکھنا ہے۔) ایک آن نہ بھائی۔ اس طرح وہ ہم دنیائے ناپائیدار کے رہنے والوں کے اٹل قانون کے مطابق وہ ہم سے ۲۱ اپریل ۱۹۳۸ء کی غمناک صبح کو ہمیشہ کے لئے جدا کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎۔

محمد محمود اسلم فرسٹ ایر آرٹس متھلا کالج دربھنگہ

ہمارا وطن

(از جناب عبدالرب صاحب بی اے ایل ایل بی وکیل الہ آباد)

کہیں لالہ و گل کہیں نسترن ہے　　　کہیں سرو صفت لہلہاتا چمن ہے
چنبیلی کہیں تو کہیں یاسمن ہے　　　غرض رشکِ فردوس اپنا وطن ہے

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

پپیہا کی پر درد غمگین نوائیں　　　یہ آموں پہ کوئل کی شیریں صدائیں
پپیہوں کے نغمے یہ ٹھنڈی ہوائیں　　　یہ برسات کی رت یہ کالی گھٹائیں

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

پہاڑوں نے پائی فلک بوس رفعت　　　زمیں کو بھی حاصل ہوئی خوب وسعت
ہمیشہ سے ہیں اہلِ ہند اہلِ ثروت　　　رگوں میں رہا ان کے خونِ حمیت

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

وہ ندیوں کی چپ چاپ دھیمی روانی　　　وہ مستانہ موجیں وہ شفاف پانی
وہ ہر قطرۂ آب مژدۂ کامرانی　　　وہ دریا کنارے کی اٹھتی جوانی

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

یہیں پیدا ہوئے ہیں یہیں رام لچھمن　　　یہیں شاہ اکبر سے شاہا کا مخزن
یہیں سے اٹھا سید احمد سا پر فن　　　یہی ہے جواہر کا نہرو کا مسکن

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

جنا اور گاندھی ہیں قائد ہمارے　　　فدائے وطن کے ہیں دونوں ستارے
ہنود اور مسلم ہیں ان کے سہارے　　　وکیل حزیں کیوں نہ ہر دم پکارے

ہمارا وطن سب سے اچھا وطن ہے

مولودن کا نکاح

۲

سلیم نے سیدھے گھر کا رخ کیا۔ بستی کے بیشتر آدمی کھلیانوں میں تھے۔ دو ایک نے جن سے ملاقات ہوئی۔ ان کی طرف حیرت سے دیکھا۔ مگر سلیم کسی سے مخاطب نہ ہوا۔ وہ خاموش نیچی نظر کئے چلتا رہا۔ عیدن کی تھوڑی دیر وہی حالت رہی جو عمل تنویم کے معمول کی ہوتی ہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس کی قوت ارادی سلب ہوگئی ہے اور وہ بالکل عامل کے ارادے کی محکوم ہے۔ مگر بستی میں داخل ہوتے ہی اور نگاہ آشنا صورتوں پر نظر پڑتے ہی یہ طلسم یکایک ٹوٹ گیا۔ وہ گویا سوتے سے جاگ اٹھی۔ دفعتًا اس کو اپنی اس حرکت کے معنی اور اہمیت کا احساس ہوا۔ اس کے سینے کی دھڑکن تیز ہوگئی اور اس کے پاؤں ڈگمگانے لگے۔ مگر اس گھبراہٹ کے ساتھ کیف و انبساط کی ایک عجیب لہر اس کے رگ و پئے میں دوڑ گئی۔ اس کے لئے اپنے کو قابو میں رکھنا مشکل ہوگیا۔ اس کا جی چاہتا تھا کہ آنکھ اٹھا کر بے باکانہ چاروں طرف دیکھے کہ دنیا آج کیسی معلوم ہوتی ہے۔ اور اس کے پاؤں آپ سے آپ اس طرح اٹھتے تھے۔ گویا وہ تمام دنیا کو بالائے طاق رکھ کر سلیم سے آگے نکل جائیگی۔

مولودن دروازے کے سامنے منتظر کھڑی تھی۔ بیٹے اور بہو کو آتے دیکھا۔ تو بے تابانہ آگے بڑھی، بہو کی بلائیں لیں۔ اور ہاتھ پکڑ کر اندر لے آئی۔ عیدن کو ایسا معلوم ہوا کہ اس کے گلے میں کوئی چیز اٹک رہی ہے۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہ سسکنے لگی۔ ساس نے تسلی دی۔ بیٹا گھبراتی کیوں ہو۔ تم نے کوئی برا کام تھوڑا ہی کیا ہے۔ اللہ چاہے تو بہت جلد سب لوگوں میں میل ملاپ ہو جائے گا۔ اور یہ سب لڑائی جھگڑے بھول بسر جائیں گے۔ کون جانے عیدن کیوں رو رہی تھی۔ مجھ کو تو اس میں شبہ ہے کہ عیدن کو اس وقت نتائج و عواقب کا کچھ دھیان تھا بھی یا نہیں۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ رونا خوشی کا تھا یا پشیمانی کا۔ بہرحال شفقت اور پیار نے اپنا اثر کیا اور عیدن کی سسکیاں خواہ کسی وجہ سے بھی رہی ہوں۔ رفتہ رفتہ بند ہوگئیں۔ اب مولودن کو خیال آیا کہ نئی بہو گھر میں آئی ہے نئے کپڑے پہنانا تو ضرور ہے۔ فورًا کُرّہ سے دو روپے نکالے اور سلیم سے کہا۔ ذرا دوڑ کر لطیف کے ہاں جا۔ اور ایک ساری اور ایک کرتے کا کپڑا لے آ۔ سلیم نے کہا، اور ماں اس گیہوں کو کیا کروں۔ ماں بولی، ہاں اس کو تو میں بھول ہی گئی تھی۔ اچھا پہلے کلن بھائی کے ہاں یہ ٹوکری ہی دے آ۔

پہلے کہا جا چکا ہے کہ مولودن اور نمودن کے مکان بہت قریب تھے۔ مگر سارا واقعہ اس خاموشی سے پیش آیا تھا کہ ان کو اب تک

اس کی مطلق اطلاع نہ تھی۔ سلیم اندر آیا۔ دروازے کے قریب ہی لوٹی [illegible] بکا تھا [illegible] باپ کا گیہوں [illegible] اور [illegible] کا انتظار کئے بیٹی ہوا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کی اطلاع کا بجا [illegible] کیا ہوگا۔ اور [illegible] اس کی [illegible] رہنا چاہتا تھا۔ مولودن بیٹے تو گھر [illegible] پھر کھا [illegible] ایک سا شبہ اس کے ذہن میں [illegible] ہوا [illegible] جمعراتی کی بیوی سے کہا [illegible] کے پاس تو [illegible] بہت [illegible] جاتے رو [illegible] جمعراتی کی بیوی لوٹی [illegible] کی حقیقت حال [illegible] کی جو بات کو معلوم [illegible] کے لئے اس کا دل بے قرار تھا۔ [illegible] اور مولودن کی [illegible] کچھ دیر باہر کھڑی کان لگائے سنتی رہی۔ مولودن [illegible] کو دعا [illegible] رہی تھی۔ عیدن خاموش تھی۔ پھر اس نے جھانک کر [illegible] کو دیکھا۔ اب شاید اس کو لیٹ آنا چاہئے [illegible] مگر ان حالات میں [illegible] ایسا کر سکتی [illegible] آج ایک مدت کے بعد جمعراتی کی بیوی نے [illegible] گھر میں پاؤں رکھا۔ مولودن نے [illegible] اس کا استقبال کیا۔ اور بڑے تپاک سے بٹھایا۔ [illegible] دونوں بیساختہ مسکرائیں۔ اور عیدن [illegible] جمعراتی کی بیوی نے کچھ ہنسی دل لگی کی باتیں کیں۔ عیدن نے خلاف معمول نہ اس کو گالیاں دیں نہ مارا۔ فقط مسکراتی رہی۔ اور آنچل سے اپنا منہ ڈھک لیا۔ پھر مولودن سے باتیں ہوئیں۔ . . . . مولودن [illegible] ہوئی بڑی تعریف کی۔ اور اس پورے معاملے سے اپنی برأت کا اظہار کیا جمعراتی کی بیوی نے ہاں میں ہاں ملائی۔ اور گھر آکر ساس کو مطلع کیا کہ عیدن ٹھیک مولودن کے گھر میں ہے۔ مگر بیٹے اندر جانے اور مولودن اور عیدن سے ملنے کا ذکر نہ کیا۔

ماتم:۔ اب تو مولودن کے غم و غصہ کی حد نہ رہی۔ اس کی مجال [illegible] تھی کہ مولودن کے گھر میں جاکر [illegible] اپنی بیٹی کو لے آتی۔ مولودن خود ایک قوی عزم و ارادہ کی عورت۔ اس کا بیٹا سلیم ایک [illegible] اور مضبوط نوجوان [illegible] بیٹی خود ماں باپ کے [illegible] کی [illegible] ناک [illegible] ملاکر دوسرے کے گھر میں چلی گئی [illegible] کس منہ سے [illegible] وہ ماں کی بات ماننے سے انکار کرے۔ اور [illegible] کر کھڑی کھڑی سنا سکے۔ تو سوا مزید رسوائی اور جگ ہنسائی کے کیا حاصل ہوگا۔ مگر دل کی [illegible] نوردن نے بیچ [illegible] مولودن کو پھر اس کے آبا و اجداد کی [illegible] اور [illegible] کو [illegible] کلام کے طور پر عیدن [illegible] کو [illegible] گالیاں دیں۔ [illegible] کی [illegible] ساری [illegible] اپنے کان [illegible] رہی۔ مولودن کی [illegible] بقول [illegible]

[illegible] سے [illegible] ہوئی مشتعل
[illegible] برابر لگی ہوئی

[illegible] چار گالیوں سے اکتا کر وہ کوسنوں پر اتر آئی۔ میاں [illegible] کو قبرستان بھجوایا۔ مولودن کو اس کے پہلو میں لٹایا۔ سلیم کی نعش کو دفنایا۔ عیدن کی جوانا مرگی کا نوحہ کیا۔ کوئی شیوہ کوئی انداز بین و ماتم کا اٹھا نہ رکھا۔ یہ سلسلہ جو شروع ہوا تو ٹوٹنے ہی کو نہیں آتا تھا۔ آدھی رات تک مولودن خود جاگتی رہی۔ اور محلے کے آدمی اس کے ساتھ جاگتے رہے۔

تعزیت: حسن پور سے متصل ایک بستی ہے رام نگر۔ یہاں بھی فقیروں کی خاصی آبادی ہے۔ اور دونوں بستیوں کے فقیروں میں رشتہ داریاں اور دوستانہ مراسم ہیں۔ رام نگر کے فقیروں میں ایک تھے کریم شاہ کالے کلوٹے دبلے پتلے پست قد، شرمیلے کم سخن، مرنجان مرنج شاید ساری زندگی میں کسی سے ان کا جھگڑا نہیں ہوا تھا بیچارے حتی الوسع برادری کے حقوق ادا کرنے میں قصور نہ کرتے تھے تاکہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ملے۔ صبح کو کسی تقریب میں شرکت کی غرض سے باہر تشریف لے گئے تھے، اور سوئے اتفاق سے اسی دن بہت رات گئے واپس آرہے تھے۔ راستہ حسن پور ہو کر تھا۔ رونے کی آواز سن کر پہلے تو ٹھٹکے پھر فرض شناسی اور نوعی ہمدردی سے مجبور ہو کر نمودن کے گھر میں داخل ہوئے، دیکھا تو گھر ماتم کدہ بنا ہوا ہے نمودن پچھاڑیں کھا رہی ہے اور کچھ لوگ اس کو تسلی دے رہے ہیں۔

کریم شاہ نے آتے ہی پوچھا، کیا ہوا؟ جواب ملا، ہوا کیا عیدن کو ٹھنڈی مٹی نے دبا دیا۔ اللہ کی چیز تھی اللہ کو سونپ دی۔ اس کی مرضی میں انسان کا کیا چارہ۔ مگر بھائیو! انصاف کرو کیا مصیبت ہے۔ ایک بیٹی، اور وہ اس طرح ہاتھ سے چلی جائے۔ لوگ کہتے ہیں صبر کر۔ بھلا اس مصیبت میں کیونکر کوئی صبر کرے، یہ اور نمودن پھر دھاڑیں مار کر رونے لگی۔ کریم شاہ کو کچھ حیرت ہوئی۔ انہوں نے پوچھا، صبح ہی تو میں بستی سے گیا ہوں۔ عیدن کی بیماری کی کوئی خبر میں نے نہیں سنی۔ یہ اچانک موت کیسے ہو گئی، نمودن مطلق ان کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ دو ایک آدمی جو موجود تھے، انہوں نے کریم شاہ کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ بیچارے چپکے ہو رہے۔ ادھر ادھر دیکھا تو عیدن نظر نہ آئی یقین آگیا کہ رخصت ہو گئی۔ دو چار کلمے تسلی کے کہہ کر اپنے گھر کو روانہ ہوئے کہ مزید حالات دریافت کریں۔

گھر پہنچ کر بیوی سے پوچھا تو اس کو کوئی خبر نہ تھی۔ گمان ہوا سانپ نے ڈس لیا۔ اور لوگوں نے فوراً تجہیز و تکفین سے فراغت کر لی۔ یا ممکن ہے عیدن بیمار رہی ہو اور ان لوگوں کو اطلاع نہ ہوئی ہو آخر دوسری بستی ہے نا۔ رات زیادہ آگئی تھی۔ اس کا موقع تو تھا نہیں کہ اور لوگوں سے پوچھ کچھ کی جائے بالآخر میاں بیوی نے یہ طے کیا کہ اس بےخبری اور غفلت کی تلافی ایک ہی طور پر ممکن ہے یعنی تڑکے ہی اس سے پہلے کہ اور لوگ ایسا کر سکیں، رسم کے مطابق کھانا پکا کر نمودن کے ہاں پہنچا دیا جائے۔ گھر والوں نے کچھ کھایا تو ہوگا نہیں کسی طرح سمجھا بجھا کر دو لقمے ان کے حلق سے فرو کرا دیا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے دونوں سو رہے۔

سات بجے صبح کو کھانا پک پکا کر تیار ہو چکا۔ کریم شاہ اور کریم شاہ کی بیوی دونوں حسن پور روانہ ہوئے، کریم شاہ آگے تھے اور ان کی بیوی کھانے کا ٹوکرا سر پر رکھے پیچھے تھی منزل مقصود پر پہنچ کر کریم شاہ پہلے اندر گئے۔ اور بیوی کا انتظار کیا۔ وہ آئی تو آپ نے ٹوکرا اس کے سر سے اتارا اور پھر دونوں آگے بڑھے کہ پہلے رسم تعزیت ادا ہو جائے پھر کھانے کی بات درمیان آئے۔ مگر ابھی ایک لفظ ان کی زبان سے نہ نکلا تھا کہ ادھر سے گالیوں اور کوسنوں کی وہ بوچھاڑ ہوئی کہ توبہ ہی بھلی۔ خدا کا قہر آئے بجلی گرے۔ یہ کیسا کھانا ہے؟ کیا کریم مر گیا؟ کریم کی بیوی کی دوسری شادی ہو رہی ہے؟ مجھ پر مصیبت آن پڑی ہے۔ پھر دشمن چڑانے کیوں نہ آئیں؟ خدا کرے یہ ایسی افتاد ان پر بھی پڑے خدا کرے بیٹی جوان ہو کر گھر سے نکل جائے۔ بازار میں بیٹھے۔ خدا کرے جوان بیٹے کی مردہ لاش دیکھنی نصیب ہو۔ وغیرہ وغیرہ، کریم اور کریم

کی بیوی ایک عالم محویت و خود فراموشی میں یہ ساری بکواس سنتے اور مولودن کے چہرے کو تکتے رہے۔ حاضرین نے الگ ان کی خبر لی اور ان کی بیوقوفی اور بے تمیزی پر ناصحانہ انداز میں سیوں دلچسپ فقرے چست کئے۔ آخر کسی کو رحم آ گیا۔ اس نے کریم شاہ کو ذرا الگ لیجا کر پہلے اللہ سے اس عجیب حرکت کی وجہ پوچھی اور پھر ان کو ساری حالت سے آگاہ کیا۔ انہوں نے بیوی کو بلایا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور زلزلہ گم کار کرکے اس بازک دم بھاگے۔ [illegible]

آج تک اگر کوئی کریم شاہ کے سامنے [illegible] کا ذکر کرتا ہے تو باوجود نہایت تحمل و بردباری کے ان [illegible] کلمات زبان پر آنے لگتے ہیں۔ خدا معاف [illegible]

پنچایت:۔ ان واقعات کو کچھ دن گزر گئے۔ جمعدار شاہ ایک آسان اور پست ہمت آدمی تھا۔ [illegible] وہ ایک [illegible] آدمی معلوم ہوتا ہے [illegible] مگر اب تک وہ آیا نہ تھا۔ ادھر حالات آپ سے آپ [illegible] ہوتے رہے۔ مولودن کچھ دنوں روز ہو کر چپ ہو رہی۔ مولودن کے گھرانے سے رنجیدگی تو باقی رہی۔ مگر بیٹی کی محبت کب دل سے مٹنے والی تھی۔ عقلمندوں نے سمجھایا کہ ہوا کیا ہے۔ لڑکی اگر پاؤں اٹھا کر اپنے شوہر کے ہاں چلی گئی تو اس میں عیب کونسا ہے۔ اب بھی اگر مولودن کا کنبہ ذات میں شامل ہو جائے۔ تو سارا قصہ طے ہوا جاتا ہے۔ مگر یہ ہو تو کیونکر ہو۔ اُدھر مولودن بھی اسی ادھیڑبن میں تھی۔ جب تک گھر میں فقط میاں شبراتی اور سلیم تھے۔ اس وقت تک اس کو برادری سے نکالے جانے کا زیادہ غم نہ تھا۔ برادری میں داخل ہونے کی جلدی تھی۔ مگر اب بہو گھر میں آگئی تھی۔ کم سے کم اس کی خاطر خاندان کے ماتھے سے یہ کلنگ کا ٹیکہ مٹانا ضرور تھا۔ علاوہ بریں بہو کے آنے سے خود مولودن کے دل میں نئے ارمان اور حوصلے پیدا ہو گئے تھے۔ اگر بیٹے کو بیاہ کر اور بہو کو گھر بسا کر بھی برادری سے الگ رہے تو اس خانہ آبادی سے کیا حاصل۔ بہو نہ شادی بیاہ میں کہیں جا سکے نہ اس کے ہاں کوئی آ سکے۔ کمسن اور نادان ہے۔ اس کا جی کیونکر بہلے گا۔ اب مولودن کو یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ برادری میں داخل ہونے کی کوئی سبیل نکالنی چاہئے۔

سبیل ایک ہی تھی یعنے ماجن کو راضی کیا جائے۔ اور جتنے آدمیوں کو وہ کہے کھانا کھلا دیا جائے۔ پھر بیڑا پار ہے۔ کوئی یہ بھی نہ پوچھے گا کہ فی مولودن تمہارا نکاح میاں شبراتی سے کس قاضی نے کیا تھا۔ بس ایک چوراسی[1] کی کسر ہے۔ اور آئندہ گناہوں کا کفارہ ہو جائیگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ برادری سے خارج کئے جانے کے باوجود بیاہی بہو کو گھر [illegible] ایک اور کا اضافہ ہو گیا تھا۔ اور امید تھی کہ ماجن بلا عذر اسی[2] کھلواتے ہوئے جان چھوڑ دے گی۔ ایک بار [illegible] کے جھنجھٹ سے نجات مل جائیگی۔ [illegible] فائدہ یہ ہوگا کہ عموماً لوگ یہ سمجھیں گے کہ بہو کو لا کر برادری نے [illegible] کی تلافی ہو رہی ہے۔ برادری سے نکالے جانے کی وجہ دبی رہے گی۔ اور وہ وجہ تھی بھی نہایت شرمناک، کیونکہ اس ملک میں چھوٹی سالی تو بیوی کی نائب اور صحیح جانشین بھی جاتی ہے۔ مگر بڑی سالی کی حیثیت ساس کی ہے اور ترہت کے علاقہ میں تو وہ کہلاتی بھی ہے ڈیڑھ سس۔ یعنے ڈیوڑھی ساس۔

[1] :- ماتم پرسی

[2] :- چوراسی کھلانے کے معنی ہیں محلّے کے کل بھائیوں کو بلا استثنا مدعو کرنا۔

چنانچہ میاں شبراتی نے دوڑ دھوپ شروع کی، پہلے آس پاس کے سرداروں کو اپنے ساتھ ملایا۔ پھر ان کی وساطت سے مانجن تک پہنچے۔ اس اثنا میں کلن شاہ بھی وارد ہوئے اور ان کی کوششوں میں شریک ہوگئے۔ مانجن کو راہ پر لانے میں توقع سے زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اوّل تو یہ کہ وہ دن رات نشے میں چور رہتا تھا۔ نہ ان کی بات اچھی طرح سنتا تھا۔ نہ اپنی بات ان پر واضح کر سکتا تھا۔ دوسری دقت یہ تھی کہ شبراتی اور مولودن کے مسئلے کا کوئی حل اس بیچارے کے ذہن میں نہیں آتا تھا۔ نکاح ناممکن اور قطع تعلق محال۔ مگر آدمی زیرک اور ہوشمند تھا۔ باوجود دائم الخمر ہونے کے اس کی رائے بہت صائب تھی۔ اور ان کی ناپ شناپ گفتگو اکثر رمز و کنایہ سے پر ہوتی تھی۔ تمثیلوں میں کلام کرتا تھا۔ اور سیدھی بات کو بھی ٹیڑھے طور پر کہنے کا عادی تھا جیسے دیہات کے بڑے بوڑھے جو چھوٹوں پر اپنی دانشمندی کا سکہ بٹھانا چاہتے ہیں۔ عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں۔ اس لئے جب نشے سے اس کا دماغ پراگندہ ہوتا تھا۔ تو اس کی بات سمجھنی بہت دشوار ہوتی تھی۔ اس نے سوچا کہ قصے کو ختم کر دینا بہتر ہے۔ ورنہ ممکن ہے کوئی بڑا فتنہ برادری میں اٹھ کھڑا ہو۔ بڑی سالی سے ناجائز تعلق رکھنا لوگوں کی نگاہ میں انتہا شرمناک فعل ہے کہ اس کے عام ہو جانے کا احتمال نہیں۔ اور بیوا سی کھلانا کوئی سہل کام نہیں ہے۔ معقول سزا ہو جائے گی۔ لہٰذا اس نے شبراتی سے کہا چورا کسی بیوتا دے دو۔ پنچ کوئی مناسب فیصلہ کر دیں گے۔

جس دن پنچ مدعو تھے۔ مولودن کے ہاں بڑی چہل پہل تھی۔ گاؤں کے کل بھائی بند بھوج کے اہتمام میں شریک تھے۔ کیونکہ ہرچند آخر فیصلہ تو پنچایت ہی کر سکتی ہے۔ مگر مانجن کی بات پنچایت شاذ و نادر اٹھاتی ہے۔ اور مانجن کی حمایت کی پوری امید تھی۔ علاوہ بریں دعوت قبول کرنے کا مطلب ہی یہی ہوتا ہے۔ کہ کوئی نہ کوئی صورت تصفیے کی نکالی جائیگی۔ کلن شاہ جملہ انتظامات میں پیش پیش تھے۔ اور آج بھوج کے اہتمام اور ہنگامے میں بھی اس کو بڑا لطف آرہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی کی شادی بڑے دھوم دھام سے ہو رہی ہے۔ شبراتی کی بیوی بھی موجود تھی۔ آج پھر نند بھاوج کو چھیڑ چھاڑ اور نوچ کھسوٹ کا مزا آگیا۔ شبراتی کی بیوی نے کہا۔ دیکھ تو نے انتظار نہ کیا اور بن بلائے اپنے پاؤں دوڑی دوڑی سسرال چلی آئی۔ آج میں نے تیرے گونے کا بھوج کس دھوم دھام سے کیا ہے۔ عیدن بولی تجھ کو خبر بھی ہے، مانجن تجھ سے سگائی کہنے آرہا ہے مگر میں بھلا اپنے بھاوج کو دوسرے کے گھر جانے دوں گی۔ اگر کچی ڈاڑھی کے سب بال ایک ایک کر کے نہ اکھاڑ لئے تو عیدن نام نہیں۔ غرض اندر باہر تمام خوشی ہی خوشی تھی۔

صبح کو آٹھ بجتے بجتے پنچوں کی آمد شروع ہوئی۔ تقریباً دس بجے مانجن بھی پہنچ گیا۔ موقع کی اہمیت کو محسوس کر کے آج اس نے معمول سے زیادہ پی لی تھی۔ اور بالکل ٹُن تھا۔ اس کے ساتھ ایک نوجوان بھی تھا جس نے کسی مکتب میں کچھ اردو۔ فارسی پڑھ لی تھی۔ اور قرآن شریف کا بھی حفظ کر لیا تھا۔ ہر جلس میں دینی مسائل چھیڑتا رہتا تھا۔ دوسرے فقیر اس کو کچھ شبہے اور کچھ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اس سے بہت ڈرتے تھے۔ مانجن کے ساتھ اس کو دیکھ کر سب کا ماتھا ٹھنکا۔ مانجن نے آتے ہی حکم دیا کہ کوئی شبراتی کا کھانا

سلہ ۱ - دعوت - ص۵ : - بیاہ یہ لوگ عورت کی پہلی شادی کو کہتے ہیں۔ اس کے بعد جو شادی ہو سگائی کہلاتی ہے۔

نکھائے۔ شبراتی ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور لوگوں نے بھی سفارش کی۔ مگر وہاں سنتا کون تھا۔ مانجن کو خود کچھ بولنے سے فرصت نہ تھی۔ اس نے اپنے فیصلے کی توجیہ میں ایک طویل تقریر کی جو افسوس کسی کی سمجھ میں نہ آئی۔ مگر اس کا اثر اتنا ہوا کہ محفل کا رنگ ہی بدل گیا۔ بہتیرے لوگوں نے جو اچھلا کر مانجن کا ساتھ دیا۔ شبراتی کے حامیوں کی تعداد بہت گھٹ گئی۔ اور ان کی ہمتیں پست ہو گئیں۔ اب شبراتی ایک ایک کے پاؤں پڑتا تھا۔ مگر کوئی اس کی نہیں سنتا۔ ہر زبان ملامت اور سرزنش میں دراز ہے۔ عورتوں پر اداسی چھا گئی۔ اور ان کی ساری مسرت اور زندہ دلی کافور ہو گئی شبراتی اور مولودن کا سب امیدیں ملیامیٹ ہوتی نظر آ رہی تھیں مانجن کی زبان پر ایک ہی ضد جاری تھا۔ جب تک شبراتی اس گھر سے نکالا نہ جائے کوئی یہاں کھانا نہ کھائے۔ سیم الگ ایک طرف کھڑا تھا۔ یہ رنگ دیکھا تو چپ چاپ کھسک گیا۔

اب باری حافظ جی کا تھا۔ وہ بولے شبراتی شاہ اگر تم اس گھر میں رہنا چاہتے ہو اور برادری سے الگ ہونا بھی نہیں چاہتے تو اس کی ایک یہی صورت ہے کہ تم مسماۃ مولودن سے عقد کر لو۔ سب حیرت سے ان کا منہ تکنے لگے۔ آخر ایک نے کہا حافظ جی تم ایسی ہی باتیں کیا کرتے ہو۔ کیا یہ بھی کوئی مسئلہ ہے۔ حافظ جی نے کہا۔ تو کیا میں اپنی طرف سے کہتا ہوں۔ یہی خدا اور رسول کا حکم ہے دوسرا بولا۔ جیسے دینجئے اپنا مسئلہ (عرف عام میں شرعی حکم کو کہتے ہیں) اپنے پاس۔ آپ لوگ روز ایک نئی بات گڑھتے ہیں۔ اسی طرح طلاق کا قصہ آپ لوگوں نے نکالا۔ بھلا بڑی سالی سے نکاح کسی نے سنا ہے تیسرا کہنے لگا۔ بڑی سالی تو ماں کے برابر ہے آج حافظ جی بڑی سالی سے عقد کرنے کو کہتے ہیں۔ کل کو ماں سے بھی نکاح جائز کر دیں گے چوتھے صاحب بولے یہی آخیر زمانے کے مولوی ہیں۔ آپ لوگ اب مجھ سے گذر کر اللہ اور رسول سے مذاق کرتے ہیں۔ مذہب کی باتوں کی ہنسی اڑاتے ہیں۔ اب اس مجلس میں ٹھہرنا گناہ ہے یہ کہہ کر حافظ جی اپنی جگہ سے اٹھے۔ لوگوں نے ہاتھ پکڑ کر روکا اور کہا۔ حافظ جی آپ تو ذرا سی بات پر بگڑ جاتے ہیں یہ سب تو لوگ آپ کو چھیڑنے کو کہتے ہیں۔ ورنہ خدا نہ کرے کیا ہم لوگ مذہب کے حکم سے باہر ہیں۔ اے حافظ جی ذرا بیٹھئے تو سہی بات تو سنئے۔ مگر حافظ جی ہیں کہ کسی کی سنتے ہی نہیں۔ بزور اپنے کو چھڑانے کی کوشش کرتے ہیں اور آگے ہی بڑھتے جا رہے ہیں۔

اب مانجن نے دیکھا کہ اس کے دخل دینے کا وقت آ گیا ہے اتنا تو ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ حافظ جی نے پہلے ہی اپنی تجویز مانجن کے سامنے پیش کر دی تھی۔ مانجن کو یہ تجویز بہت پسند آئی یہ ایک ایسا حل تھا۔ جس سے مسئلے کی ساری گتھیاں سلجھ جاتی تھیں۔ اور وہ خوب جانتا تھا کہ جب اللہ اور رسول کا واسطہ دیا جائے گا۔ تو سب لوگ اس کے تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ مگر پھر بھی بات تھی رسم کے خلاف۔ اس لئے اس نے مناسب یہی سمجھا کہ پہلے کوئی دوسرا اس کو کہے پھر وہ اپنے مخصوص منطق اور ذاتی اثر سے کام لے کر پنچایت سے اس کو منوا لے۔ اب جو حافظ جی خفا ہو کر جانے لگے۔ تو اس نے حاضرین کو خطاب کر کے کہا سنو بھائیو پانی کی گہرائی کو مچھلی جانتی ہے بھینس کیا جانے اس کا مطلب یہ تھا کہ شرع کی باتوں میں جن سے اس کے سامعین بالکل ناواقف تھے۔ ان کو دخل نہیں دینا چاہئے اور جاننے والوں پر اعتماد کرنا چاہئے۔ سب لوگ اس کی

طرف مخاطب ہو گئے اور حافظ جی بھی ٹھٹک گئے اس کے بعد وہ کچھ دیر تک اول فول بکتا رہا۔ دوسرا جملہ جو لوگوں کی سمجھ میں آیا وہ یہ تھا۔ جب رسی اور ڈول کو ساتھ ہی رہنا ہے تو گرہ کیوں نہ دی جائے۔ پیچ حافظ جی کے بگڑنے سے کچھ گھبر گئے تھے۔ اور کسی طرح ان کی دلجوئی کرنا چاہتے تھے۔ انجن کی رائے کا سہارا پاکر بہتوں نے ان کی ہنوائی شروع کر دی۔ مگر دو چار اب بھی اپنی بات پر اڑے رہے۔ انہوں نے کہا ہم حافظ جی کی بات نہیں مانتے۔ کون جانے ان کو مسئلے کی خبر ہے بھی یا نہیں۔ ان کو اب انجن نے یوں دیا جب کنوئیں سے پیاس نہ بجھے تو ندی کے پاس جانا چاہیئے۔ کلو شاہ ڈکھی شاہ اور نوری شاہ تم لوگ شراتی کو لیکر پیر میاں کے پاس جاؤ اور مسئلہ پوچھو۔

پیر میاں اپنی بستی میں ایک ہی سید تھے خاندانی پیر تھے اور لوگ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ روزمرہ پیش آنے والے دینی مسائل سے بہ قدر ضرورت واقف تھے۔ اور دعا تعویذ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ کھانا کھا کر ظہر کی نماز کی تیاریاں کر رہے تھے۔ کہ یہ وفد ان کے پاس پہنچا۔ استفتا کیا گیا تو پیر میاں نے حافظ جی کی تائید کی۔ چونکہ گاؤں کے ہر نکاح میں قاضی پیر میاں ہی ہوتے تھے۔ ان سے چل کر نکاح پڑھا دینے کی درخواست کی گئی۔ انہوں نے نماز سے فارغ ہو کر آنے کا وعدہ کیا چنانچہ لوگ واپس آئے اور پنچوں کو پیر میاں کے جواب سے مطلع کیا۔ جو آوازیں اب تک حافظ جی کی مخالفت میں بلند تھیں سب کی سب خاموش ہو گئیں۔ اور حافظ جی نے بڑھ بڑھ کر ڈینگیں ماری اور اپنے علم کی نمائش کرنی شروع کر دی۔ انجن نے شراتی کو بلایا اور ضابطے کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔ کیوں شبراتی شاہ تم کو نکاح منظور ہے۔ شبراتی کو ہاں کہنے کے سوا چارہ کیا تھا۔ وہ غریب تو قاضی تک کو مدعو کر آیا تھا۔ اس نے کہا پنچایت کا حکم ماننے میں مجھ کو کب عذر ہو سکتا ہے اور لوگوں نے پکار کر کہا جی تو کیا عقد یوں ہی ہو جائے گا۔ چھوہارے تو لاؤ کے بیچارہ سر جھکائے کان کی طرف دوڑا۔ کہ اگر ممکن ہو تو نکاح کی خوشی کرے کچھ چھوہارے اس سے ادھار ہی لے آئے۔

مولودن کا نکاح:۔ عورتیں نواز پر اور ہنگامہ ہی ہوئی تھیں ہر بات کی خبر ان کو ہو رہی تھی، یہ اچھا سامان دل لگی ان کے ہاتھ آیا۔ کوئی ہنس رہی تھی۔ کوئی زیر لب مسکرا رہی تھی۔ کوئی مولودن سے کہہ رہی تھی۔ خدا مبارک کرے۔ اللہ رسول کے حکم پر چلنا ہو تو کوئی بات ہی نہیں ہے۔ مولودن کا غصے اور کوفت سے برا حال تھا۔ اس عمر میں شادی وہ بھی پھر سے بہنوئی سے، گویا بھونڈی بات ہے۔ ان اپنے نکاح کی تیاریاں ہیں۔ شبراتی ہر شخص کو نعوذ باللہ انجن کو گالیاں دے رہی تھی۔ لوگ نہ رہ سکے تو جا کر بیری نقل میں اس کو صلوٰتیں سناتی۔ عیدن کے لئے عید ہو گئی ہنسی روکے نہ رکتی تھی۔ وہ اور جمعراتی کی بیوی ایک گوشے میں ایک دوسرے کو گدگدانے اور پھر ہنسی ضبط کرنے کی کوشش میں مصروف تھیں۔ آخر دونوں نے کچھ مشورہ کیا متین صورت بنائی اور مولودن کے پاس پہنچیں۔ اس کے گرد ایک مجمع تھا۔ دو چار بڑی بوڑھیاں اس کو سمجھا بجھا رہی تھیں۔ اور عورتیں ہاں میں ہاں ملا رہی تھیں اور جن سے ہنسی کا رشتہ تھا وہ موقع سے چٹکیاں لینے سے بھی نہ چوکتی تھیں۔ جمعراتی کی بیوی نے آگے بڑھ کر نہایت سنجیدگی سے کہا۔ بجی اب دیر کیا ہے۔ نہا دھو کر کپڑے بدل لیجئے۔ اس موقع پر میلی کچیلی صورت بنائے رکھنا بدشگونی کی بات ہے۔ مولودن نے غصے سے

آنکھیں نکال کر ... اور کچھ بولنے والی ہی تھی کہ عیدن کی آواز بلند ہوئی۔

راہ اسہیاں پو گھری کھڑی تب　　گھاٹ بنوا دیں
داری بی بی بھر یا تھالیا پانی　　تو لا دو نہاویں

اب کیا تھا وہی مردوں یا زستاں آوردن کا مضمون ہو گیا سب نے گھانس کھانس ... گلا صاف کرکے گانے کے ... کے ساتھ آواز ملائی۔ بی مولودن کی کچھ نہ آئی کسی نے ناز بگڑے کسی نے جوڑا کسی نے پالنا اٹھائی کسی نے گھڑا۔ بات کی بات میں غسل سے فراغت ہو گئی۔ عیدن دوڑ کر اپنے نئے کپڑے اٹھا لائی۔ پھر کنگھی چوٹی شروع ہو گئی۔ عیدن نے گیت اٹھایا۔

پہلی مہر یا گوندھیوں　　حضرت بی کی　　مہر یا گوندھیوں
دوسری مہر یا گوندھیوں　　ساموجی کی　　مہر یا گوندھیوں

پھر مانگ میں سیندور بھر اگیا۔ اور ماتھے پر ٹکلی سات کر گویا سہاگ کی مہر ثبت کر دی گئی۔ غرض مولودن کو خاصی دلہن بنا دیا گیا۔ اور آپ جانتے ہیں کہ ہندوستان میں دلہن سے امتزاج کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ پیر میاں آئے نکاح ہو گیا۔ خرمے لٹائے گئے۔ اگلی تقصیروں کی سزا کے طور پر میاں شبراتی کے گلے میں اوکھلی باندھی گئی۔ اور ایک سو بانس کی تیلیاں ایک ساتھ باندھ کر ہلکے سے ان کی پیٹھ سے چھوا دی گئیں۔ بچوں نے کھانا کھایا۔ اور اپنے اپنے گھر کو رخصت ہوئے۔

قصہ ختم ہوا۔

محمد محسن ہیڈ ماسٹر مسلم انگلش ہائی اسکول

سلفی پریس!

آج سے پہلے ترہت ڈویزن میں اردو پریس کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ترہت اور خاص کر اہل دربھنگہ کو کتابت و طباعت میں جتنی دقتیں پیش آتی تھیں۔ اس کا اندازہ حیطہ بیان سے باہر ہے۔ مگر یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "سلفی پریس" نے نہ صرف ان تمام دشواریوں کو دور کر دیا۔ بلکہ کتابت و طباعت میں بہت سی مزید سہولتیں بھی پیدا کر دیں۔ چنانچہ گذشتہ ۵ سال سے یہ پریس جس خوبی اور راستبازی کے ساتھ کام کر رہا ہے۔ اس سے پبلک ناآشنا نہیں ہے۔ یہی وہ پریس ہے جہاں پوسٹر، اشتہار، ہینڈ بل، پے کارڈ، پمفلٹ، شادی بیاہ کی نوید، دعوتی رقعہ، خط لکھنے کے فارم لیبل، تجارتی اشتہارات، نظمہائے انبہ کی فہرستیں، اور اس قسم کے تمام کام صرف ایک کارڈ یا مسودہ بھیجنے پر نہایت خوبی کیساتھ اور مناسب داموں پر چھپتے ہیں اور سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے تمام گاہک خوش ہیں۔ ایک دفعہ کام کرانے کے بعد ہی اس کی حقیقت ظاہر ہو گی۔

غزوہ خیبر

بسلسلہ اشاعت گذشتہ

شاہ نجاشی کے حکم سے اس کی عورتیں ام حبیبہ کو یہ تحفے دے گئیں۔ اس سلسلہ میں ایک لونڈی آئی اور کہنے لگی کہ مجھے آپ سے ایک غرض ہے وہ یہ کہ آپ رسول اللہ سے میرا سلام علیک عرض کر دیجئے گا۔ اور یہ بھی عرض کر دیجئے گا کہ میں آپ کا دین اختیار کر چکی ہوں۔ وہ لونڈی جب بھی ان کو دیکھتی تو کہتی، دیکھئے میری ضرورت کو نہ بھول جائیے گا۔ چنانچہ ام حبیبہؓ جب رسولؐ کے پاس آئیں تو انہوں نے بتایا کہ نکاح کیسے ہوا؟ اور نجاشی کی لونڈی نے کیا کہا؟ پھر اس لونڈی کا سلام پہنچایا۔ یہ سنکر آپ متبسم ہوئے۔ اور وعلیہا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ فرمایا۔

جب رسولؐ خیبر میں پہنچے تو آپ نے فدک والوں کو اسلام کی دعوت دی اور خوف دلایا۔ اس سے ان لوگوں نے یہ نتیجہ نکالا کہ آپ فتح خیبر پر قادر نہیں ہیں۔ اسی بنا پر وہ لوگ رک گئے۔ حتیٰ کہ قلعہ ناعم فتح ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ان لوگوں نے نون بن یوشع کو چند آدمیوں کے ہمراہ رسول صلعم کے پاس اس شرط پر صلح کے لئے بھیجا کہ ہمارے خون معاف کر دیئے جائیں۔ زمین کی پیداوار نصف ہم کو ملے اور نصف آپ کو۔ چنانچہ صلح ہو گئی۔ فدک مدینہ اور خیبر کے درمیان میں واقع ہے۔ بلکہ خیبر سے زیادہ قریب ہے۔ رسول صلعم فدک کی نصف زمین کے تنہا مالک ہو گئے۔ اسلئے کہ مسلمانوں نے فدک پر حملہ نہیں کیا۔ بلکہ بغیر کسی مزاحمت کے خدا نے اپنے رسول کو دلایا۔ رسول اکرم صلعم فدک کی پیداوار ہاشمی یتیموں اور بیواؤں پر صرف کرتے۔ یہاں تک کہ حضور کا وصال ہو گیا۔ چونکہ حضور کا ارشاد تھا۔

نحن معاشر الانبیاء لا نورث ما ترکنا صدقۃ

ترجمہ:- ہم انبیاء کی جماعت سے ہیں۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہے۔"

اسی لئے آپ کے بعد فدک کی پیداوار بیت المال میں داخل کر دی گئی۔

اس غزوہ میں دوسرے غزوُں کی طرح آپ سے معجزات ظاہر ہوئے۔ چنانچہ مرحب کے بھائی حارث کی بیٹی، سلام بن مشکم کی بیوی زینب نے ایک بکری ذبح کر کے پکایا۔ اور اس میں زہر ملا دیا خصوصاً اس کے ران، اور مونڈھے میں زیادہ زہر ملایا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ آپ کو یہی زیادہ مرغوب ہے۔ پھر اس نے مغرب کی نماز کے بعد آپ کے پاس اسے تحفتاً بھیجا۔ گوشت آپ کے اور اصحاب کے درمیان رکھا گیا۔ بشر بن براء بن معرور بھی موجود

تھے۔ جونہی آپ نے اس کے کھانے کا قصد کیا آپ نے فرمایا ہاتھ روک لو کیونکہ مجھے خبر دی گئی ہے کہ گوشت زہر آلود ہے۔

بشر بن براء ... نے پہلا ہی لقمہ ... چنانچہ ... آپ نے ... کہنے لگی آپ نے ... میرے شوہر ... میری قوم کے ساتھ ایسا جو کیا آپ واقف ہی ہیں۔ اسلئے میں نے خیال کیا کہ اگر آپ بادشاہ ہونگے تو ختم ہو جائیںگے اور اگر رسول ہونگے تو آپ کو اس کی خبر ہو جائیگی۔ اس وقت میں مسلمان ہو جاؤں گی۔ آپ نے اس عورت کو بشر کے پسماندگان کے حوالہ کردیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے اسے قتل کردیا۔ آپ نے بکری کے متعلق حکم دیا وہ جلادی جائے۔ چنانچہ وہ جلادی گئی۔

اہل خیبر اور اہل فدک عرصہ تک صلح پر قائم رہے حتی کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے ساتھ شرارت اور مکر و فریب کرنا شروع کردیا۔ عمر بن خطابؓ کے زمانہ میں اس کی اور بھی زیادتی ہوگئی۔ انہیں وجوہات کی بنا پر ان دونوں جگہوں کو یہودیوں سے خالی کرادیا گیا۔ اس طرح آپ کی اس پیشینگوئی لا یبقی دینان فی جزیرۃ العرب کہ جزیرہ عرب میں دو مذہب نہیں رہ سکتا۔ کی تصدیق ہوگئی۔

پورے واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اس غزوہ خیبر کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) یہود خیبر کا حضرت رسول اللہ صلعم کے مقابلہ میں غطفانیوں کی مدد۔

(۲) ان لوگوں کا بنونضیر کو پناہ اور مدد دینا جنہوں نے کفار کی جماعت کو نبی صلعم کے مقابلہ کے لئے جمع کیا تھا اور اسی وجہ سے غزوہ خندق کا وقوع ہوا۔

(۳) یعنی خیبر ان یہودیوں کا مامن تھا جو رسول اللہ سے شکست کھاکر بھاگتے تھے۔ نیز ان جنگوں کے بہترین نتیجوں میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے رسول اور مومنین کو اس قدر مال غنیمت بخشا کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کی شان بڑھانے کے لئے مضبوط اور بیباک و جری ہوگئے۔

(۴) یہودیوں سے نجات پانا اور ان کے بڑے بڑے (خیبر، فدک) جائے پناہ پر قابض ہونا۔

(۵) قوت غطفان کا توڑنا جو عرب کے قوی قبیلے اور نبی صلعم کے بڑے دشمن تھے۔

(۶) رسولؐ اور مومنین کا یہودیوں کی طرف سے اور اطراف مدینہ کے اعراب سے مطمئن ہو جانا جو فتح مکہ میں ایک زبردست رکاوٹ تھے

(۷) اللہ تعالےٰ کا وعدے کو پورا کرنا جیسا کہ فرمایا۔ وعدکم اللہ مغانم کثیرۃ تاخذونھا اللہ وعدہ کرتا ہے کہ بہت سی غنیمتیں ہاتھ آئیں گی۔ چنانچہ خیبر و فدک سے حاصل ہوئی۔

محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتح و منصور ربیع الاول ۷ھ میں واپس ہوئے۔ اللہ تعالےٰ نے آپکو حکومت، حکمت اور علم سے جتنا چاہا نوازا وکان فضل اللہ علیک عظیما۔

ایم بادی حسن سالم شکرپوری جامعہ سلفیہ

خانہ جنگی کا انجام

اسلامی ملکوں اور قوموں کے لئے دشمن اسلام نے تیسری کمین گاہ بحر اسود (بلیک سی) اور بحر قزوین کے کناروں پر تیار کی تھی وہ دشمن روس تھا۔ جو یورپ میں۔ قازان۔ استراخان اوکرین۔ اور کریمیا کو چیرتا ہوا بحر اسود اور مارمرہ کی راہ سے بحر متوسط میں گھستا چاہتا تھا۔ جہاں سے وہ ارض مقدس تک اپنی فوجوں کو پھیلا کر اور ایشیائے وسطی میں تاتاری اور ترکمانی ریاستوں کو زیر وزبر کرکے ایران وافغانستان کے قلب میں آنا چاہتا تھا۔

اس وقت دشت قفچاق وتتارستان میں جس کو یوریپن اب روس کہتے ہیں۔ بلغار، قازان، سائبریا، استراخان، اوکرین اور کریمیا کی اسلامی ریاستیں باقی تھیں۔ اور ترکستان وتوران کی مردم خیز اسلامی سلطنتیں کاشغر۔ بخارا، فرغانہ، خیوا، (خوارزم)، داغستان آذربائیجان، جرجستان۔ آرمنستان وغیرہ منقسم ہو کر ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں تھیں۔

اندلس کے بعد سرزمین یورپ میں سب سے پہلی اسلامی سلطنت بلغار تھی اس کو موجودہ بلغاریا (بلگیریا) نہ سمجھئے۔ جو نہر ڈینیوب کے پار اب بلقان کی ایک ریاست ہے۔ بلکہ یہ یوریپن روس میں کوہ اورال اور نہر والگا کے درمیان تھی اور کسی زمانہ میں اس کی وسعت پورے یوریپن روس کو محیط تھی۔ اس کے مشرق میں کوہ اورال اور نہر جائق تھی جسکو اب وہ دریائے اورال کہتے ہیں۔ اور مغرب میں نہر اوقا اور ویدیا۔ بحر والگا کا سنگم تھا اور جنوب میں سراطا اور تزاوطا کے صوبے تھے۔ اور شمال میں بحر منجمد تھا۔

بلغار کے بادشاہ نے تبلیغ کے بغیر اپنی فطری ہدایت سے اسلام قبول کیا۔ اور اس وقت کے خلیفہ کے پاس اپنا قاصد بھیجکر اپنے اسلام کا اعلان کیا۔ اور دارالخلافہ سے علماء اور مہندسوں کی ایک جماعت طلب کی۔ چنانچہ خلیفہ نے ایک معلم اور چند علماء وصنعت دانوں کو بلغار بھیجا اس وفد میں احمد بن فضلان ایک اہل قلم تھا اس نے اپنا پورا سفرنامہ لکھا۔ جو اب نایاب ہے۔ ممکن ہے۔ ملک کے کسی قدیم کتبخانہ میں محفوظ ہو۔ یہ وفد ۳۱۰ھ میں بغداد سے روانہ ہوا۔ بادشاہ کے مسلمان ہونے سے دربار کے تمام اکابر اور اکثر رعایا بھی مسلمان ہوگئی۔ اس وقت سے لیکر ۸۲۸ھ تک کسی نہ کسی صورت میں اس سلطنت کا نام ونشان ملتا ہے۔ اس کے بعد روسیوں کا دل بادل جب اٹھا تو پوری سلطنت کو بہالے گیا۔ شہر بلغار جو اس وقت مذکورہ مملکت کا پایہ تخت تھا۔ ہنوز تمدن اسلام کا زیارت گاہ اور مقبرہ ہے۔

یہ پہلی تاتاری یا تورانی اسلامی سلطنت تھی۔ جو وحشی روسیوں کے ہاتھ سے ۸۲۸ھ مطابق ۱۴۲۴ء میں

میں برباد ہوئی۔ اس کے بعد اطراف کی دوسری اسلامی ریاستوں کی باری آئی۔ اور آہستہ آہستہ روس نے تمام دشت قبچاق، تاتارستان ترکستان اور توران وغیرہ پر قبضہ کرلیا۔ اس وقت مسلمانوں کی متعدد اسلامی سلطنتیں دنیا میں موجود تھیں۔ مگر کسی نے ان حملہ آور وحشی روسیوں کے سامنے اپنا سینہ سپر نہ کیا۔ یہ صرف ترکی کی سلطنت تھی۔ جس نے ۱۵۶۹ء سے لے کر ۱۹۱۷ء تک پورے چار سو صدیاں اس طرح بسر کیں کہ روس کی طرف سے ایک دن کے لئے ان کی آنکھ نہ جھپکی، اور اس کے سپاہیوں نے بحر اسود سے بحر قزوین تک کے سواحل پر ایک رات بھی استراحت کی نیند سو کر نہ کاٹی۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلعم نے دعا فرمائی کہ خدایا! میری امت کو دشمنوں سے نہ ہلاک کرنا۔ یہ دعا قبول ہوئی اور حکم ہوا کہ اس کی تباہی خود اسی کے ہاتھوں باہمی خانہ جنگیوں سے ہوگی۔ ہندوستان ہو کہ اسپین، ایران ہو یا توران، روم ہو کہ عرب، ہر ملک کی اسلامی تاریخ اٹھا کر دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ حضور صلعم کی یہ پیشینگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ روس ایک معمولی وحشی قبیلہ تھا۔ جو ایک خاص مقام پر آباد تھا۔ مذہباً عیسائی تھا۔ دو سو برس تک اس قبیلہ کے بڑے بڑے سرکشوں اور گردن فرازوں نے استراخاں کے خانوں کے سامنے سر جھکائے۔ مگر جب بدبختی کا زمانہ آیا تاتاری خاں اور امراء و شاہزادے باہم لڑنے لگے۔ اور ایک نے دوسرے کے مقابلہ میں روس کی وحشی طاقت کی اعانت حاصل کی پس جب کسی خان پر حملہ کرتا تو اس کا رقیب خان اس کے ساتھ مل کر اپنی تباہی کا آپ سامان کرتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یکے بعد دیگرے سب نے اپنی آزادی روسیوں کے ہاتھ فروخت کر ڈالی۔

اس وقت ان اطراف میں مسلمانوں کی حکومتیں تھیں کریمیا میں دولت کرائی خاں۔ استراخاں میں بنفورجی خاں اور نوغائی پر مرزا یوسف حکمراں تھے۔ مگر ان میں سے ایک دوسرے پر بغض و عناد رکھتے تھے۔

ان میں سے کریمیا سب سے زیادہ طاقتور اور مضبوط تھا۔ اور اس کا تعلق بھی ترکوں سے پرانا تھا۔ کریمیا ایک مشہور بندرگاہ ہے۔ جس کا نام کافا تھا۔ وہ جینوا کی جمہوریہ کے ماتحت تھا۔ اس سلسلہ میں قابل ذکر یہ چیز ہے کہ جینوا اور دولت عثمانیہ میں سلسلہ جنگ برابر جاری تھا۔ کریمیا کے براہ راست تعلق کا سب سے پہلا واقعہ یہ ہے کہ ۱۴۷۵ء میں عثمانیوں نے کافا پر حملہ کیا۔ اور کریمیا کے سواحل کو اپنے قبضہ میں کرلیا۔ اس کے بعد کریمیا کے خاں سلاطین عثمانیہ کے زیر اقتدار آ گئے۔ گو باقاعدہ ان کے ماتحت نہ تھے۔

شاید روسیوں کو ترکوں کا یہ احسان نہ یاد ہوگا کہ کریمیا کے خان ہمیشہ روسی قبیلہ کے خون کے پیاسے رہتے تھے۔ اور ان پر برابر حملے کیا کرتے تھے۔ اس اقتدار کے بعد روسیوں نے سلطان سلیم (فاتح مصر ۱۵۱۲ء تا ۱۵۱۹ء) کے پاس اپنا ایک سفیر بھیجا اور درخواست کی کہ خوانین کریمیا کو اشارہ ہو کہ وہ آئندہ روس پر حملہ نہ کریں۔ چنانچہ سلطان نے ان کی اس التجا کو قبول کیا۔ اور محمد کرائی خاں والی کریمیا کو ہدایت کی کہ روس سے تعرض نہ کرے۔ سلطان سلیم کی وفات (۱۵۱۹ء) کے بعد خان نے پھر روس پر اپنے بہادرانہ حملے شروع کردیئے۔ روس نے سلطان سلیم کے پاس پھر اپنے سفیر بھیجے اور عرض گذاشت کی کہ خان کو منع کردیا جائے کہ وہ ان کارروائیوں سے

باز رہے۔ سلطان نے ان کی یہ درخواست بھر قبول کی۔ خان نے یہ دیکھ کر کہ سلطان کو روسیوں کے ارادے اور ان اطراف کے اسلامی ممالک میں جو کچھ اس سے خطرے ہیں۔ ان سے واقفیت نہیں ہے۔ اس بناء پر اس نے ایک سفیر بھیجکر سلطان کو تمام معاملات سے آگاہ کیا۔ لیکن بعض تواریخ کی اوراق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ روس نے دربار سلطانی کے مشیروں کو بہت سی رشوتیں دیں جنہوں نے خان کی تحریر کی تصدیق نہیں کی۔ اور اسی لئے یہ سفیر ناکام واپس آیا۔

لیکن سلطان سلیمان سے اصل حقیقت کچھ زیادہ دنوں تک مخفی نہیں رہی۔ روس کی اسلامی سلطنتیں سلطان سلیمان کی کسی حیثیت سے ماتحت نہ تھیں۔ جو تعلق تھا وہ صرف ایک تھا۔ کہ وہ اس کو خادم الحرمین اور حامی دین مبین جانتی تھی۔ اس لئے معنوی اطاعت اپنا فرض سمجھتی تھی۔ استراخاں، کریمیا، اور نوغائی کے درمیان ہیں تھا، اس لئے وہ اپنے ان دونوں رقیبوں سے خوفزدہ رہتا تھا۔ اس بناء پر اس نے چاہا کہ ان دونوں کے خلاف روس سے ساز باز کرے اور اس سے اطاعت کا معاہدہ کرلے۔ یہ سب ہو رہا تھا کہ سلطان سلیمان اعظم کو ان واقعات کی اطلاع پہنچی، اس نے استراخان کو ایک فرمان بھیجکر اس سے باز رکھا۔ اور اسی کے ساتھ دولت کرائے خاں کریمیا اور مرزا یوسف خاں نوغائی کو باہم الفت و محبت اور اعانت و معاونت کی تاکید کے خطوط لکھے۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ان تینوں نے مل کر روس کے مقابلہ کا ارادہ کیا۔ اور روسی سفیر کو استراخاں میں قید کر دیا۔

روس کو یہ بہانہ حملہ کے لئے کافی تھا۔ بدبختی سے اس وقت ایوان روس میں ایک نوغائی سردار مرزا اسمٰعیل موجود تھا۔ اس نے شاہ روس کو اس حملہ کے لئے اور زیادہ آمادہ کیا اور اس کو یہ بتایا کہ استراخاں کا اصل وارث درویش خاں ہے۔ مشہور یہ ہے کہ مرزا اسمٰعیل خود روسی فوجوں کو لے کر آیا۔ استراخاں کا پایہ تخت سر آئے اس وقت بالکل خالی تھا۔ خود خان دوسری جگہ تھا۔ روسیوں نے نہایت بیدردی سے استراخانیوں کو تہ تیغ کیا اور پایۂ تخت پر قبضہ کر کے معاہدہ اطاعت اور ادائے خراج کے وعدہ کیسا تھ درویش خاں کو تخت نشین کیا۔ اور مبتور چی خاں اپنے چند مصاحبین کے ساتھ ملک سے نکل گیا۔

یہ روس کی اسلامی ریاستوں کی باہمی خانہ جنگیوں کے برے نتائج کا نہایت دردناک واقعہ ہے۔ اور یہی بری پالیسی آجکل کی حکومتوں کا شیوہ ہے۔ اسلئے مسلمانو! ہوشیار ہو جاؤ اور ان کی بدترین پالیسی کی زد میں ہرگز مت آؤ۔ ورنہ اس کے برے نتائج کے ذمہ وار تم خود ہوگے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

عبدالمتین راغب مظفرپوری متعلم جامعہ سلفیہ۔

فتاویٰ

(۱) کیا فرماتے ہیں علماء دین اس امر میں کہ زید گوزبر ... چاول اس معاہدہ پر دیتا ہے کہ بعد چار ماہ کے ... اور ہر دست اس چاول کی قیمت تین روپیہ من ہے۔ اب زید کے لئے یہ کاروبار شرعیتًا جائز ہے یا ناجائز۔

(۲) دو بارہ زید نے بکر کو دس روپیہ کا چاول نرخ ... دیا اس معاہدہ پر کہ ... جو نرخ ہو دس روپیہ کا چاول ادا کیجیو۔

(۳) سہ بارہ زید نے عمر کو بلا قید نرخ ایک من چاول دیا۔ اور معاہدہ یہ ہوا کہ دیگر مہاجنان جس نرخ سے روپیہ لینگے۔ ہم بھی لینگے جواب ازروئے فقہ حنفیہ تحریر فرمایا جائے۔ عبداللہ سائل

الجواب

(۱) اس صورت میں ناجائز ہونیکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ **والجوز البیع بثمن حال ومؤجل اذا کان الاجل معلومًا** (ہدایہ ج ۳ صفحہ ۲)

(۲) یہ صورت ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں سود کا اندیشہ ہے ممکن ہے چاول کا نرخ زیادہ ہو۔ اور زیادت علی الجنس لازم آئے اور صورت مذکورہ درحقیقت جنس کی بیع جنس سے ہوئی۔ اس میں زیادتی وکمی ناجائز ہے والفضل ربوا (حدیث) الربوا ہو فضل مال کل مکیل او موزون اذا بیع بجنسہ **متفاضلا** ہدایہ ج ۲

(۳) یہ صورت ناجائز ہے۔ کیونکہ قیمت اور مقدار کی تعیین معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں اگر اس طرح کی بیع رائج ہو۔ اور آئندہ قیمت کی تعیین میں کسی طرح کی نزاع کا اندیشہ نہ ہو تو جائز ہوگی۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ :-

کسی ایسے میلے یا اجتماع میں جسمیں عورتوں کی کثرت سے بے حجابانہ شرکت ہو۔ اور کثرت سے نشہ باز مردوں کا جو ہمیشہ ایسے اجتماع میں خوب نشہ پی کر آیا کرتے ہیں۔ اور وہی لوگ اس اجتماع کے روح رواں ہیں۔ جس کی وجہ سے یہ اجتماع ہر قسم کی معاصی وفواحشات کا مجموعہ بن جاتا ہے۔ اجتماع کثیر ہو۔ ایسے اجتماع کی حالت میں ان لوگوں کی عافیت وآرام کا اہتمام کرنا اس کا شرعًا کیا حکم ہے؟ جائز ہے یا ناجائز؟ واعانت المعصیۃ ہے یا نہیں بالتفصیل بیان فرمائیں عنداللہ

الجواب

صورت مسئولہ میں مجتمعین کی عافیت رسانی کا نظم کرنا اس اجتماع قبیح کی ترقی کا باعث ہوگا جس سے معاصی وفواحشات کی ترقی وزیادتی ہوگی، بےشک یہ اعانت علی المعصیۃ ہے۔ لہذا ایسا انتظام ممنوع وناجائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حالات

ہندوستان

بہار جنگی کمیٹیوں سے جن مسلم لیگیوں نے مسٹر محمد علی جناح کے امتناعی حکم کے باوجود ابتک استعفے نہیں دیئے تھے۔ ان کے نام صوبائی مسلم لیگ کی ممبری سے ۲۴ ماہ کے لئے خارج کر دیئے ہیں۔ خارج شدہ لوگوں کی تعداد تقریباً ۲۵ سے متجاوز ہو گئی ہے۔ جن میں لیڈی انیس امام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔ صوبہ کے صدر نواب اسمٰعیل نے مسٹر محمد علی جناح سے اپیل کی ہے کہ لیڈی صاحبہ کا نام لیگ کانسل کے ممبری سے بھی خارج فرما دیں۔

پنجاب کے سرکردہ لیگیوں کا ایک وفد مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کی خدمت میں اس غرض سے حاضر ہوا تھا کہ جنگی کمیٹیوں میں اہل پنجاب کو شرکت کی اجازت دیدی جائے۔ وفد واپس آگیا اور انہیں جنگی کمیٹیوں میں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ پنجاب مسلم لیگ نے بھی مسٹر محمد علی جناح کے امتناعی حکم پر قائم رہنے کا قصد کر لیا ہے۔ ان جن لوگوں نے جنگی کمیٹیوں میں شرکت کی ہے۔ اگر انہوں نے استعفے نہیں دیا۔ تو ان کے خلاف صوبائی مسلم لیگ بہار کی تقلید عنقریب کیجائے گی۔

خاکساران پنجاب نے حکومت پنجاب کو وارننگ دی تھی کہ اگر ۱۱۔ اگست کو ان کے ساتھ مصالحت نہ ہوئی تو ۱۲۔ اگست سے وہ بھی اپنی نافرمانی شروع کر دینگے۔ مگر میاں احمد شاہ کی تحریک سے مفاہمت کی تاریخ ۲۵ اگست کر دی گئی ہے۔ شاہ صاحب موصوف نے علامہ مشرقی سے ویلور جیل میں ملاقات کی ہے۔

مسٹر جناح نے ۱۷۔ اگست کو بمبئی میں وائسرائے سے ملاقات کی گفتگوئے ملاقات اچھے نتیجہ کو پہنچی ہے۔

آل انڈیا مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ۳۱ اگست سے بمبئی میں منعقد ہونا قرار پاگیا ہے۔

واردھا میں ۲۰۔ اگست سے کانگریس کی مجلس عاملہ کا جلسہ ہو رہا ہے۔ مجلس عاملہ قطعی طور سے اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ موجودہ شکل میں وائسرائے کی پیش کش کانگریس کے لئے ناقابل قبول ہے۔ کانگریس آخری فیصلہ اس وقت تک نہ کرے گی۔ جبتک کہ وائسرائے سے صدر کانگریس کی ملاقات نہ ہولے۔ مجلس عاملہ نے ستیہ گرہ کی کوئی صورت ابتک تعین نہیں کی ہے۔ مسٹر گاندھی بھی جلسہ میں برابر موجود تھے۔

دربھنگہ مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا سالانہ اجلاس ۱۹ اگست کو احاطہ دارالعلوم میں منعقد ہوا۔ صدر منتخب علامہ راغب احسن صاحب نے اپنا صدارتی خطبہ پڑھا۔ کانفرنس نے متعدد تجاویز منظور کیں۔ اور ۱۹۔ اگست کی شب کو کانفرنس نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئی۔

ممالک غیر

معلوم ہوا ہے کہ فرانس کا ایک بہت بڑا جہاز تباہ کر دیا گیا جو دنیا میں سب سے بڑا جہاز تھا۔ اور جس کا وزن ۱۴۲۳۴ ٹن تھا۔ برطانی ساحل کے قریب بارودی دھماکہ کے بعد غرق ہو گیا۔ کئی سپاہی ہلاک ہوئے اور ساٹھ ہزار مجروح ہوئے۔

جرمنی نیوز ایجنسی نے ایک بیان شائع کیا ہے۔ بیان میں لکھا ہے کہ انگلینڈ نے سمندری لڑائی کے تمام اصولوں کو توڑ دیا ہے۔ جس کی وجہ سے جرمنی بائی کمانڈ ہر ذریعہ برطانیہ کی مکمل ناکہ بندی کرنے کے لئے تمام ذرائع استعمال کریگی۔ برطانیہ کے ارد گرد اب کھلی جہاز رانی کی اجازت نہیں ہوگی۔ اور غیر جانبدار جہاز جو اگر لنگر ڈال جائینگے وہ خطرہ سے محفوظ نہیں رہینگے۔ جرمنی نے غیر جانبدار ملکوں کو متنبہ کر دیا ہے۔

ایک اطلاع ہے کہ جرمنی سفارتخانہ کے ایک نمائندہ نے کہا ہے کہ امریکہ کے جہاز پر جرمنی کے ہوائی جہاز یا بحری جہاز حملہ نہیں کرینگے۔ لیکن پناہ گزینوں کے جہاز کی آمد و رفت ایسے راستہ سے بہت خطرناک ہے۔ نمائندہ نے کہا کہ ہمیں سرنگوں کے خطرہ کی تشویش ہے۔ کیونکہ اس پر ہمارا قابو نہیں۔

۱۶۔اگست سے ۱۸۔اگست تک جرمنی کے کل پانچسو تریسٹھ ہوائی جہاز تباہ ہو چکے ہیں۔ برطانیہ کے صرف اکسو اکتیس برباد ہوئے ہیں۔ ساٹھ کے قریب جرمنی جہاز ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اندازہ ہے کہ پچھلے نو دنوں میں جرمنی کے گیارہ سو جہاز تباہ ہوئے اور ایک ہزار ہوا باز ہلاک ہوئے۔ برطانیہ کے ایک سو چھتیر ہوا باز مارے گئے۔

قاہرہ کی ایک خبر مظہر ہے کہ مراکش کے مسلمان مسولینی اور ہٹلر کی اطاعت نہیں کرینگے۔ اور اگر انہیں اطاعت کے لئے مجبور کیا گیا تو علم بغاوت بلند کرینگے۔

حکومت سپین نے اٹلی سے کسی قسم کا معاہدہ کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

حکومت جرمنی نے جرمنی میں رقص، و سرود کی ممانعت کر دی ہے۔

حکومت ترکی نے اعلان کیا ہے کہ یونان پر اٹلی کی ریشہ دوانیاں ترکی کو خاموش نہیں بیٹھنے دینگی۔ ترکی اپنی مدافعت اور ہمسائیوں کی آزادی کے تحفظ کے لئے بالکل تیار بیٹھا ہے۔

قاہرہ:- مصر میں ایک نئی فرانسی فوج بنائی گئی ہے۔ جس کا ہیڈ کوارٹر نہر سویز پر ہے۔ اس فرانسی فوج کو ایک خوبصورت سہ رنگی جھنڈا پیش کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک شاندار تقریب منعقد ہوئی جس میں برطانی فوجی حکام بھی شریک ہوئے۔ یہ فرانسی فوج برطانی آلات جنگ سے مسلح ہو کر جنرل واویل کی کمان میں مشرق وسطیٰ کی برطانی فوجوں کے ساتھ کام کرے گی۔ نئی فرانسی فوج کے سپاہی بہت چاق و چوبند ہیں۔ اور عمل کے لئے بیقرار ہیں۔ وہ فی الحال کافی طور سے مسلح ہیں۔ اور فرانسی طرز سے پریڈ کرتے ہیں۔

ادارہ

REGD. PN. 347 رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے
سلفی پریس لہریاسرائے دربھنگہ
میں چھپواکر دفتر مجلہ سلفیہ لہریاسرائے دربھنگہ سے شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

مولانا سید شاہ محمود غریب
فردوسی سجادہ نشین اجمیر شریف
تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے طاقت کی بہت
سی دوائیں استعمال کیں لیکن قلب و
دماغ کیلئے معجون رستم کو مفید پایا

رستم زندہ ہو گیا

جھوٹا اشتہار دینا حرام ہے لیکن قابل قدر شئے کو مشتہر نہ کرنا بھی گناہ ہے۔ دھوکہ باز اشتہار بازوں سے پبلک بدظن ہو چکی ہے تاہم یاد رکھئے کہ انہیں میں بعض سچے بھی ہیں۔ کیونکہ کسی شئے کو مشتہر کرنے کا ذریعہ سوائے اشتہار کے اور کچھ نہیں ہے۔ اگر آپ قطعاً مایوس ہو چکے ہیں۔ تو آج ہی **معجون رستم** (رجسٹرڈ) کا استعمال شروع کر دیجئے، بوڑھوں کو جوان اور نامردوں کو مرد کامل بنانے میں تریاق ہے۔ علاوہ ازیں چند روز کے استعمال کے بعد ہی نئی اور حقیقی جوانی واپس آ جاتی ہے۔ اور مدتوں قائم رہتی ہے بلکہ اتنی قوی ہے کہ محروموں کو بہت جلد صاحب اولاد بنا دیتی ہے۔

سوزاک، جریان، دھرکن، درد کمر، اور گٹھیا دور کرنے میں بے نظیر ہے۔ اس سے بہتر دوا دنیا میں نہیں مل سکتی اس کی عام مقبولیت اور بڑھتی ہوئی مانگ کے پیش نظر گورنمنٹ آف انڈیا سے رجسٹرڈ ہو چکی ہے۔ سینکڑوں اشخاص کے سرٹیفکٹ موجود ہیں۔ عدم فائدہ کی صورت میں پوری قیمت منگانے کی شرط۔

پرچہ ترکیب استعمال ہمراہ پارسل، اکیس خوراک کی قیمت رفاہ عام کے خیال سے **تین روپیہ بارہ آنہ** علاوہ محصولڈاک۔

ملنے کا پتہ

عبدالکریم عرف حکیم پیارے صاحب غریب نواز دواخانہ

موتیہاری بہار

مولانا سید شاہ ... حاجی ...
... کہ باوجود کبر سنی کے معجون ...

نواب ممتاز ...
بھوپال تحریر فرماتے ہیں کہ میں نے
معجون رستم استعمال کیا قابل
قدر ثابت ہوئی۔

ڈاکٹر محمد یسین خانصاحب
رام نگر ہوا فرماتے ہیں کہ معجون رستم خود
استعمال کی اور بہتوں کو استعمال کرائی
جسمانی اور دماغی طاقت کے لئے نہایت
قابل قدر ثابت ہوئی۔

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

معاونین کرام سے عہ؍

مجلہ سلفیہ دربھنگہ

قیمت سالانہ عہ؍ ششماہی ۱۲؍

جلد نمبر ۶ شمارہ نمبر ۳

بابت ماہ رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۴۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

مسٹر گاندھی کی ڈکٹیٹرشپ

وائسرائے ہند نے اپنی اگزیکیٹو کونسل کی توسیع کے متعلق جو بیان دیا ہے اس پر گذشتہ شذرات میں تبصرہ کیا جا چکا ہے۔ وائسرائے ہند کے اس اعلان پر غور و خوض کرنے کے لئے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی مجلس عاملہ کے اجلاس ہوئے۔ کانگریس نے اپنے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا کہ وائسرائے ہند کے اعلان میں ہندوستان کی مکمل آزادی کا وعدہ نہیں کیا گیا ہے۔ اور دوسرے عارضی قومی حکومت کے مطالبہ کو مسترد کر دیا گیا ہے اسلئے کانگریس وائسرائے کے ساتھ اشتراک کرنے سے مجبور ہے۔ اس کے بعد مسلم لیگ کی ورکنگ کمیٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ چونکہ وائسرائے نے اپنے بیان میں یہ وعدہ کیا ہے کہ آئندہ کوئی قانون مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کی مرضی کے خلاف بنایا نہیں جا سکتا ہے۔ اسلئے چند ضروری شرائط کی منظوری کے بعد مسلم لیگ حکومت سے تعاون کے لئے تیار ہے۔ ان شرائط میں سب سے اہم شرط یہ تھی کہ کونسل میں مسلم لیگ کو ۵۰ فی صدی نشست دی جائے۔ ان دونوں اجلاسوں کے بعد مسٹر ایمری وزیر ہند سے سوال کیا گیا کہ مسلم لیگ نے تو تعاون کا اعلان کر دیا ہے۔ لیکن آپ ہندوستان کی سب سے بڑی منظم اور مضبوط جماعت کانگریس کو پھر سے منانے کی کوشش نہیں کرینگے۔ وزیر ہند نے جواب میں کہا کہ اب کوئی نئی سعی نہیں کیجائیگی۔

مسلم لیگ اور وزیر ہند کے اس فیصلہ کے بعد کانگریس ورکنگ کمیٹی کا اجلاس حال میں پھر منعقد ہوا جسمیں حد درجہ مایوس کن اور ملک کے لئے تباہ کن تجویز پاس ہوئی ہے۔ اس اجلاس میں کانگریس کی باگ ڈور گاندھی جی کے ہاتھ میں دے دیگئی ہے۔ اور اس طرح انہیں کانگریس کا مطلق العنان فرمانروا بنا دیا گیا ہے۔

گاندھی جی کا ہندوستان کی آزادی کے متعلق جو عقیدہ ہے وہ ہندوستانیوں پر اظہر من الشمس ہے۔ گذشتہ ہفتہ وردھا میں گاندھی جی کے

ایک خاص چیلا مسٹر ستیا پال رامیہ آئے ہوئے تھے۔ جو مسٹر بوس کے مقابلہ میں کانگریس کی صدارت کے لئے کھڑے ہوئے تھے۔ اور جن کی شکست پر آنسو بہاتے ہوئے مسٹر گاندھی نے کہا تھا کہ مسٹر ستیا رامیہ کی شکست ہماری شکست ہے۔ ایک پبلک میٹنگ میں مسٹر ستیا رامیہ سے سوال کیا گیا کہ گاندھی جی فرماتے ہیں کہ جب تک کہ پوری دنیا عدم تشدد کے فلسفہ پر عامل نہ ہوجائے۔ اس وقت تک ہم ہندوستان کی آزادی نہیں چاہتے۔ پس ایسی صورت میں تو ہندوستان کی آزادی غیر ممکن ہے۔ مسٹر ستیا رامیہ جی جواب میں کہتے ہیں۔

"گاندھی جی کا یہ فرمانا بہت بجا ہے۔ کیونکہ اگر آپ برطانیہ سے آزاد بھی ہوجاتے ہیں تو پھر کوئی دوسری حکومت آپ پر مسلط ہوجائیگی اسلئے آزادی حاصل کرنا محض بیکار ہے۔ جب تک کہ آپ کو پورا یقین نہ ہوجائے کہ پوری دنیا عدم تشدد پر عامل ہوگئی ہے جب پوری دنیا عدم تشدد پر عامل ہوجائیگی تب کہیں جاکر ہندوستان کی آزادی برقرار رہ سکتی ہے۔"

اب ایسی حالت میں جب کہ گاندھی جی کا یہ عقیدہ ہے ہندوستان کو آزاد کرانے کی ان سے کیا توقع رکھی جاسکتی ہے۔ پھر آج ایک ایسے شخص کے ہاتھوں باگ ڈور دیدی گئی ہے جس سے زیادہ بیسی ایسی سیاسی غلطیاں سرزد ہوئیں جن کی تلافی نہیں ہوسکتی ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ۱۹۲۱ء میں سب کو ہندوستان آزادی کے بہت قریب آچکا تھا۔ اور عدم تعاون کی تحریک پورے زور شور کے ساتھ چل رہی تھی اس کو فنا کرکے مسٹر گاندھی نے ہندوستانیوں کے دل توڑ دیئے۔ ان کی ہمت کو پست کردیا اور اس طرح ہندوستان کو آزادی سے ایک مدت کے لئے پیچھے کردیا۔ اسی پر بس نہیں بلکہ جب ۱۹۳۵ء کے قانون کا ملک میں نفاذ ہوا۔ اس وقت پورا ملک عدم تعاون کا حامی تھا مسٹر گاندھی ابتدا میں خود اس کے مخالف تھے۔ لیکن یہ دیکھتے ہی کہ گیارہ صوبوں میں مسلم وزیر اعظم ہوگئے ہیں۔ فوراً کانگریس کو وزارت کے عہدہ کو قبول کرنے کے لئے تیار کیا اور ایسے نااہلوں کو وزارت کی گدی پر بٹھایا کہ سارے ملک میں اختلاف و ہنگامہ برپا ہوگیا۔ اس قدر تشتت و افتراق ہوگیا کہ کانگریس بہت زیادہ کمزور ہوگئی جس کا اقرار خود گاندھی جی نے بھی کانگریس کمیٹی کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ کانگریس میں اب وہ پہلی سی طاقت نہیں ہے۔ آخر یہ طاقت کیوں کم ہوگئی۔ اور اس کا ذمہ دار کون ہے۔ ہر شخص جواب دیگا مسٹر گاندھی اور صرف مسٹر گاندھی۔

آج بھی دیکھئے کہ گاندھی جی نے کیا کروٹ بدلی ہے۔ کچھ دن پہلے تو کانگریس کی ذمہ داری سے یہ کہکر سبکدوش ہوگئے کہ کانگریس میرے عدم تشدد کے فلسفہ پر پوری طرح چلنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ لیکن آج جب کہ مسٹر ایمری کی جانب سے مایوسی ہوگئی۔ اور مسلم لیگ نے تعاون کا اعلان کیا۔ تو مہاسبھا کیمپ میں تو کھلبلی مچی ہی تھی۔ لیکن گاندھی جیسے قوم پرست کے بھی حواس باختہ ہوگئے۔ اور فوراً ڈاکٹر کے بہادر سے صلح کے لئے نامہ و پیام بھیجا جانے لگا۔ کانگریس کے تمام لیڈر تو یہ اعلان کرچکے تھے کہ اب جدوجہد ناگزیر ہے۔ باقی رہگئے تھے گاندھی جی جنہیں اسی اڑے وقت کے لئے کانگریس سے الگ کیا گیا تھا۔ فوراً ڈکٹیٹر بنا دیا گیا۔ کہ بس اب صلح کرادیجئے۔ اس وقت عوام کے جذبات کو کس قدر ٹھیس لگی ہے۔ اس کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے۔ جو ہندوستان کی آزادی کے لئے بیتاب ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ گاندھی جی کی ذہنیت اس قدر پست ہوگئی ہے کہ جس پودے کو انہوں نے اپنے ہاتھوں لگایا تھا۔ اسکی بربادی کچھ تو انہوں نے دیکھ لی ہے اور اگر ان کا یہی رویہ رہا تو وہ دن بھی دور نہیں جبکہ اسے فنا ہوتے اپنی نظروں سے دیکھینگے۔

ضروری گذارش

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ ہندوستان کی ممتاز دینی درسگاہوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ جو خدا کے فضل وکرم سے عرصہ پچیس سال سے ملک وملت کی اہم خدمات نہایت دیانتداری کے ساتھ انجام دے رہا ہے۔ اس درسگاہ میں نہ صرف تفسیر و حدیث اور دوسرے مذہبی علوم ہی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ بلکہ لڑکوں کی اخلاقی کمزوریوں کی اصلاح اور ان میں اسلامی کلچر پیدا کرنے کی بھی سعی بلیغ کی جاتی ہے۔ تا اسلامی شان اور مذہبی رنگ طلبہ کے ہر شعبہ حیات میں ممتاز اور نمایاں طور دکھائی دے۔

ہماری بھی کمزوری ہوگی۔ اگر ہم اس کے کارکنوں کا موقعہ بموقعہ ہاتھ بٹاتے نہ رہیں۔ لہذا ہمارا مذہبی فریضہ ہے کہ اس نیک کام میں اس کے کارکنوں کا ہاتھ بٹائیں اور عند اللہ ماجور ہوں۔

رمضان کا مبارک مہینہ آرہا ہے۔ اس میں اہل خیر حضرات خصوصیت کے ساتھ زکوٰۃ و صدقات تقسیم کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ وہ اس موقع پر اپنے دارالعلوم کو بھی فراموش نہ فرمائیں گے۔ بلکہ گذشتہ سالوں سے زیادہ فراخدلی سے اس کی امداد میں حصہ لیں گے۔

امتحان دارالعلوم

حسب دستور سابق امسال بھی دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کا سالانہ امتحان ۷ شعبان المعظم سے شروع ہو کر نہایت امن و اطمینان کے ساتھ ۲۲ شعبان کو ختم ہوگیا۔ امتحان کی تیاری کے لئے یکم شعبان المعظم سے اسباق بند کر دیئے گئے تھے۔ طلبہ نے اس قلیل مدت میں جس جانفشانی اور کوشش سے امتحان کی تیاری کی تھی۔ یقیناً قابل صد ستائش ہے۔ اور ان کی انہیں کاوشوں اور شب بیداریوں کا نتیجہ ہے کہ مجموعی حیثیت سے طلبہ کی کثیر تعداد نے اچھے نمبروں سے کامیابی حاصل کی ہے۔

عربی کی آخری جماعتوں کا امتحان لینے کے لئے یوپی سے جناب مولانا عبدالغفور صاحب بستوی تشریف لائے تھے۔ آپ نے آخری جماعتوں کے امتحانات کے جوابات کی کاپیاں دیکھ کر انتہائی مسرت کا اظہار فرمایا۔ اور ۱۲ شعبان المعظم کو یہاں سے نہایت شاداں و فرحاں تشریف لے گئے۔ مالک جل شانہ انہیں اس تکلیف کے برداشت کرنے کا بہتر ثمرہ دے۔

انتقال پر ملال

جناب مولوی محمد کلیم صاحب مرحوم رجوروی چمنستان عالم کے ان نونہالوں میں تھے۔ جنہوں نے اپنی عمر کے پچیس زینے بھی مشکلوں سے طے کئے ہونگے، مرحوم نے ابتدائی کتابیں اپنے مکان پر پڑھا۔ دارالعلوم ہذا کی فارسی جماعت میں داخل ہوئے تھے۔ اور تقریباً دس سال تک نہایت مستعدی اور کامیابی کے ساتھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد آج سے پانچ سال پہلے یہاں سند فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد آپ ہمیشہ مکان ہی پر رہے۔ اس عرصہ میں آپ اکثر کسی نہ کسی مرض کے شکار ہوتے رہے۔ اور آخرکار گذشتہ ۲۰ شعبان المعظم ۱۳۵۹ھ یوم دوشنبہ کو اس دار فانی سے دار البقا کو رحلت کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مجھے مرحوم کے والدین واعزہ سے بجد ہمدردی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں داخل کرے۔

رموزِ قرآنی

وَاعبدوا اللّٰہ ولا تشرکوا بہ شیئاً وبالوالدین احساناً وبذی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین والجار ذی القربیٰ والجار الجنب والصاحب بالجنب وابن السبیل وما ملکت ایمانکم ان اللّٰہ لا یحب من کان مختالاً فخوراً ۵۔

عبادت کرو تم لوگ اللہ کی اس کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ والدین کے ساتھ، قرابت مندوں کے ساتھ بھلائی کرو۔ یتیموں اور مسکینوں سے حسن سلوک کرو۔ قرابت مند پڑوسی اور غیر قرابت مند پڑوسی، بیوی اور مسافر لونڈی اور غلام ہر ایک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ متکبر اور فخر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ان گنتی کے چند کلمات میں اخلاق فاضلہ اور اعمال حسنہ کے بنیادی اور اہم اصولوں کو جس خوبی اور دلکش پیرائے میں بیان فرمایا گیا ہے۔ وہ قرآن مجید کا مخصوص طرز بیان اور معجزانہ انداز ہے۔ ایسے زمانہ میں جب کہ دنیا شرافت، انسانیت، اخلاق اور تہذیب سے نہ صرف بالکل عاری بلکہ اس کے بنیادی اصولوں تک سے ناآشنا تھی۔ ایک امی اور ان پڑھ انسان کا ایسی مکمل اخلاقی تعلیم دینا ایک کھلا ہوا معجزہ تھا۔ آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دس اخلاقی چیزوں کی تعلیم دی ہے۔ ان میں سے ہر ایک اپنی جگہ پر خاصی اہمیت رکھتی ہے

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے شرک سے منع کیا۔ اور اپنی عبادت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ تخلیق انسان اور اس کے نشو و نما کا حقیقی اور واحد سبب اللہ ہی ہے۔ اگر انسان بننے کی صلاحیت اس نے نطفہ میں نہ پیدا کی ہوتی تو سمجھ سکتے ہیں آج ایک انسان بھی موجود نہ ہوتا زمین میں اگانے اور پیداوار میں اگنے کی پوشیدہ طاقتیں اگر اس نے ودیعت نہ کی ہوتیں تو کسی جاندار کی زندگی دو چار دن سے متجاوز نہ ہو سکتی۔ پس جس ہستی نے ہمیں خاص صفت وجود بخشا اور ضروریات زندگی مہیا فرمائیں ہماری زندگی کی بقا کا سامان مہیا کر دیا ہے۔ اگر اس کی عبادت ہم نہ کریں یا اس کے ساتھ غیروں کو شریک کریں تو نہ صرف ناشکری ہوگی۔ بلکہ عقل و ادراک سے عاری ہونے پر ایک کھلی ہوئی دلیل بھی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ اچھے سلوک اور حسن ادب کی ہدایت فرمائی ہے۔ کیونکہ باپ اولاد کے وجود کا اور ان کی تربیت اور نشو و نما کا اگرچہ حقیقی سبب نہیں ہے، تاہم ان کے ظاہری سبب ہونے سے کس شخص کو انکار ہے۔ ان کے رحیمانہ اور مشفقانہ برتاؤ کا بدلہ احسن سلوک ہی ہو سکتا ہے۔ **ھل جزاء**

وبالوالدین احسانا ۔ شرک کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین کی اطاعت کا حکم دے کر ان کے درجہ اور مقام کو جس قدر بلند کر دیا ہے وہ ارباب نظر اور ذی فہم حضرات سے پوشیدہ نہیں ہے۔ عبادت الٰہی اور اطاعت والدین کا بیان ایک ہی آیت میں ساتھ ساتھ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد مقامات پر یہی اسلوب اختیار فرمایا ہے۔ سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا:

وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا إما يبلغن عندك الكبر أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أف ولا تنهرهما وقل لهما قولا كريما ۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ عبادت نہ کرو مگر اسی کی اور والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اگر دونوں یا ان میں سے کوئی ایک بڑھاپے کی حالت میں قدم رکھیں تو ان سے کسی حال میں بھی اف نہ کہو۔ نہ انہیں جھڑکو بلکہ شریفانہ کلام سے پیش آؤ۔ اس آیت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم بڑھاپے کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ کیونکہ بڑھاپے کی قید محض اس لئے لگائی گئی ہے کہ والدین اس دور میں حسن سلوک کے ہر طرح سے مستحق اور محتاج ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ أن اشكر لي ولوالديك إلي المصير ۔ میری اور والدین کی شکر گزاری کرو۔ اور یاد رکھو ہماری ہی طرف تمہیں لوٹنا ہے۔ اللہ کی شکر گزاری اس کی مخلصانہ عبادت ہے اور والدین کی شکر گزاری اچھا سلوک اور حسن ادب ہے۔ سورۂ عنکبوت میں ارشاد فرمایا۔ ووصينا الإنسان بوالديه حسنا ۔ ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ خوش معاملگی کی وصیت کی حتیٰ کہ اگر کسی مومن کے والدین کافر ہوں۔ ایسی صورت میں بھی شریعت ان کے ساتھ اچھے سلوک اور بہتر برتاؤ کی تعلیم دیتی ہے۔ ان کی اطاعت بھی جب تک قانون خداوندی سے متصادم نہ ہو ضروری ہے۔

وإن جاهداك على أن تشرك بي ما ليس لك به علم فلا تطعهما وصاحبهما في الدنيا معروفا ۔

اگر تمہارے والدین تمہیں شرک پر مجبور کریں۔ تو ان کی اطاعت نہ کرو۔ البتہ دنیا کے معاملات میں شائستگی کو ہر لمحہ اور ہر لحظہ مدنظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ خوش خلقی سے پیش آنے کی بار بار تاکید ہی نہیں کی بلکہ مختلف انداز میں ان کی نافرمانی پر تنبیہیں فرمائی ہیں۔ احادیث میں بھی اسی پیرایہ میں اس کی اہمیت کو بیان فرمایا گیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے والدین کی نافرمانی کو اکبر الکبائر قرار دیا ہے۔

عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال أكبر الكبائر الإشراك بالله وعقوق الوالدين واليمين الغموس ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا والدین کی نافرمانی کرنا۔ اور جھوٹی قسم کھانا کبیرہ گناہ ہے۔

جہاد کی شرکت کو والدین کی رضامندی اور اجازت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موقوف فرمایا ہے۔ جیسا کہ ابو سعید خدری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ایک شخص آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے جہاد میں شرکت کی اجازت چاہی۔ آپ نے پوچھا تمہارے قارب میں کوئی موجود ہے۔ اس نے جواب دیا میرے ماں باپ ہیں۔ آپ نے فرمایا ان دونوں نے تمہیں اجازت دی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور ان سے اجازت حاصل کرو۔ اگر وہ اجازت دیں تو جہاد میں جاؤ۔ ورنہ ان کی خدمت کرو۔

مستند حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کیساتھ حسن و سلوک عمر میں زیادتی کا سبب ہوتا ہے۔ عن ثوبان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یرد القضاء الا الدعاء ولا یزید فی العمر الا البر۔

یعنے تقدیر بجز دعا کے رد و بدل نہیں ہوتا۔ اگر دعا سے۔ اس طرح عمر میں اضافہ نہیں ہوتا۔ مگر والدین کیساتھ حسن سلوک سے۔ عبداللہ ابن عمر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی نافرمانی کرنے والا جنتی نہیں ہوگا۔ عن عبداللہ بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم لا یدخل الجنۃ منان ولا عاق ولا مدمن خمر۔ عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں احسان جتانے والا، والدین کی نافرمانی کرنے والا اور ہمیشہ شراب پینے والا داخل نہ ہوگا۔ رسول اللہ کا دستور مبارک تھا کہ جب آپ کی رضاعی ماں تشریف لاتیں۔ تو آپ چادر مبارک ان کے لئے بچھا دیتے اور اس ادب سے پیش آتے کہ صحابہ کو تعجب ہوتا۔ والدین کی خدمت نہ صرف تحصیل سعادت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ بلکہ حصول جنت کی ایک مخصوص راہ بھی ہے۔ جیسا کہ معاویہ ابن جاہمہ کی روایت کے۔ ان الفاظ سے معلوم ہوتا ہے۔ فالزمہا فان الجنۃ عند رجلہا ۔ ماں کی خدمت میں لگے رہو۔ جنت ان کے قدموں تلے ہے۔

محمد مصلح الدین مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

رباعیات

زندہ تو بہت ہیں، سوز ہستی ہی نہیں
مے کش تو بہت ہیں، جوش مستی نہیں
عالم ہیں بہت، مگر عمل ہے مفقود
حق بیں تو بہت ہیں، حق پرستی ہی نہیں

اثر صہبائی

آساں نہیں اس جہاں میں اظہار حیات
کمزوروں سے اٹھتا ہے کہیں بار حیات
ہے زندگی صرف سرفروشوں کے لئے
جاری ہے جہاں میں ایک پیکار حیات

شمس عظیم آبادی۔

تشریح حدیث

للصائم فرحتان فرحة عند فطرہ وفرحة عند لقاء ربہ

روزہ دار کے لئے دو وقت خوشی کے ہیں۔ ایک افطار کا وقت اور دوسرا وہ وقت جب وہ اپنے رب سے ملاقات کرے گا

روزے آغاز سے آج تک تمام انبیاء اور ان کی امتوں پر فرض رہے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے [illegible] روزوں کی تعلیم اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے بعد حضرت ابراہیم، اسماعیل، موسیٰ، عیسیٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دی۔ البتہ طریقہ جدا گانہ تھا۔ جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض ہوئی، دوسرے انبیاء پر بھی اس کی فرضیت اسی طرح تھی ہاں صورتیں بدلی ہوئی تھیں۔ اور روزہ اگر امت محمدیہ پر ضروری قرار دیا گیا تو پہلی قوموں پر بھی [illegible] جیسا کہ ارشاد ہے:۔

یا ایھا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون

اے ایمان والو۔ روزہ جس طرح امت سابقہ پر فرض تھا اسی طرح تم پر بھی فرض کیا جاتا ہے۔ تاکہ تم متقی ہو جاؤ۔

پس اس امر کو واضح کیا گیا ہے۔

کیا کسی کو اس امر میں شک ہو سکتا ہے کہ یہودیوں کے یہاں روزہ نہ تھا۔ چنانچہ حدیث شریف میں صاف مذکور ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں یہودیوں کو عاشورہ کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پھر خود بھی روزہ رکھا اور امت کو بھی اس کی ترغیب دی۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کے مذہب میں روزہ نہیں ہے۔ جبکہ ہم مشاہدہ کے طور پر دیکھ رہے ہیں کہ وہ اب بھی روزے رکھتے ہیں۔ کیا کوئی صنم پرستوں کے روزے کا انکار کر سکتا ہے جبکہ ہم آئے دن ان کو ہر تہوار کے موقع پر روزہ رکھتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اگر نہیں، ان مشاہدات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا، تو یہ بات اپنی جگہ پر درست ہے کہ ہر مذہب کے روزے کی کیفیت جداگانہ اور طریقہ مختلف رہی۔ امت سابقہ کا طریقہ یہ تھا کہ روزہ میں نہ صرف کھانا پینا ترک کرنا پڑتا تھا۔ بلکہ بحالت روزہ بات چیت کرنے کی بھی ممانعت تھی۔ جیسا کہ حضرت مریم کا قول:۔

انی نذرت للرحمن صوما فلن اکلم الیوم انسیا

میں نے خدائے رحمٰن کے لئے روزہ کی منت مانی ہے۔

اس لئے آج کسی آدمی سے بات نہیں کر سکتی۔ اس کی بین دلیل ہے۔

یہود ونصاریٰ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ سحری کھائے بغیر دن بھر فاقہ کیا کرتے تھے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اکلۃ السحر

(رواہ مسلم)

ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں فرق صرف اتنا ہے کہ وہ سحری نہیں کھاتے اور ہم کھاتے ہیں" الغرض یہ بات اپنی جگہ پر بالکل مسلم ہے کہ روزہ نہ صرف امت مسلمہ پر فرض کیا گیا ہے۔ بلکہ سابقہ امتوں پر بھی فرض کیا گیا تھا۔

رہی یہ بات کہ اس کی فرضیت کیوں اور کس لئے ہوئی۔ تو اس کی طرف خود اللہ جل شانہ نے نہایت مختصر مگر جامع لفظوں میں اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ لعلکم تتقون (اسلئے کہ تم متقی ہو جاؤ۔) کیا آپ نے کبھی اس پر بھی غور کیا ہے کہ متقی کسے کہتے ہیں۔ متقی کے معنے ہیں تمام گناہوں (خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے) سے باز رہنے والا۔ اور آدمی گناہوں کا مرتکب اکثر و بیشتر شہوت کی وجہ سے ہوتا ہے اور روزہ شہوتوں کو توڑتا اور زائل کرتا ہے۔ جو روزہ رکھے گا اس کے اندر شہوت نفسانی پیدا نہیں ہوگی جس کی وجہ سے وہ گناہوں سے باز رہ کر متقین کے زمرہ میں داخل ہو جائیگا۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے نوجوانو اگر تم نان ونفقہ دینے کی سکت رکھتے ہو تو تم پر شادی کرنا واجب ہے۔ اور اگر اس کی سکت نہیں ہے تو روزہ رکھو کیوں کہ روزہ شہوت کو توڑتا اور زائل کرتا ہے۔

روزہ درحقیقت ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ ہم اپنی شہوانی قوت کو دباتے اور روحانی قوت کو مضبوط کرتے ہیں جس طرح کپڑے کو ہفتہ بھر استعمال کرنے سے اس کی صفائی پر گندگی غالب آجاتی ہے جس طرح و بے کی بعض چیزوں کو ماہ دو ماہ استعمال کرنے کے بعد اس پر سان دینے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور جس طرح تلواروں و دیگر آلات پر سال میں ایک مرتبہ صیقل کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اسی طرح سال بھر غذا کے استعمال اور فاحشات ومنکرات کے ارتکاب سے مادی وشہوانی قوت زور پکڑ جاتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان صحیح معنی میں اللہ کی طرف توجہ کرنے سے باز رہ جاتا ہے۔ اسلئے سال میں ایک مہینہ روزہ فرض کیا گیا۔ تاکہ اس ماہ میں انسان کھانا پانی چھوڑ کر اور نفسانی خواہشات سے منہ موڑ کر پوری توجہ اور دھیان کے ساتھ اللہ تعالی کی عبادت وریاضت اور اس کے ذکر واذکار میں مشغول ہو جائے۔

روزہ کی فضیلت

یوں تو روزہ کی فضیلت سے حدیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ لیکن یہاں صرف ایک حدیث پر اکتفا کیا جاتا ہے جس پر صحیحین کا اتفاق ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل عمل ابن آدم یضاعف الحسنۃ بعشر امثالھا الی سبعمائۃ ضعف قال اللہ الا الصوم فانہ لی وانا اجزی بہ یدع شہوتہ وطعامہ من اجلی للصائم فرحتان فرحۃ عند فطرہ وفرحۃ عند لقاء ربہ ولخلوف فم الصائم اطیب عند اللہ من ریح المسک والصیام جنۃ واذا کان یوم صوم احدکم فلا یرفث ولا یصخب فان سابہ احد فلیقل انی امرء صائم۔ متفق علیہ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابن آدم کے تمام عملوں کا بدلہ دس گونہ سے سات سو گونہ تک دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ مگر روزہ چونکہ صرف میرے لئے رکھا جاتا ہے۔ اور بندہ صرف میری رضامندی کے لئے اپنی شہوات اور اپنے کھانے کو چھوڑتا ہے۔ لہذا اس کا بدلہ میں خود دونگا۔ روزہ داروں کے لئے دو وقت خوشی کے ہیں۔ ایک افطار کا وقت اور

دوسرا وہ وقت جب بندہ اپنے پروردگار سے ملاقات کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ داروں کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے زیادہ اچھی ہے۔ روزہ ڈھال ہے۔ جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو اس کو چاہیئے کہ فحش اور بیہودہ باتوں سے احتراز کرے۔ اور اگر کوئی اس کو گالی دے۔ تو گالی دینے والے سے کہہ دے کہ میں روزہ دار ہوں۔

روزہ کی حقیقت

روزہ کی حالت میں اور خصوصیت کے ساتھ رمضان کے زمانے میں انسان کو چاہیئے کہ ہر قسم کی برائیوں اور غلط کاریوں سے بچتا رہے۔ اپنے کو بالکل فرشتہ سیرت بنانے کی کوشش کرے۔ جیسے جس طرح ایک فرشتہ کھانے پینے، جھوٹ بولنے، گالی بکنے، برا کام کرنے اور فتنہ و فساد کرنے سے منزہ ہے۔ اسی طرح روزہ دار کو بھی چاہیئے کہ ان چیزوں سے اجتناب کرے۔ جس طرح ایک فرشتہ رات دن اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس اور عبادت میں لگا رہتا ہے اسی طرح روزہ دار بھی اپنا وقت انہیں چیزوں میں صرف کرے۔ اور جس طرح ایک فرشتہ شہوات نفسانی سے پاک ہوتا ہے۔ عورتوں کی اس کو ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح روزہ دار بھی اپنا وقت انہیں چیزوں میں صرف کرے اور جس طرح ایک فرشتہ شہوات نفسانی سے پاک ہوتا ہے۔ عورتوں کی اس کو ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی طرح روزہ دار بھی اپنی خواہشات کو روکے اور ایسے ظاہر کرے کہ اس کو بھی عورت کی ضرورت نہیں ہے۔ غرض اپنے اقوال و افعال عادات و اطوار اور تسبیح و تقدیس سے یہ ثابت کر دے کہ بحالت روزہ وہ فرشتوں سے کسی طرح کم حیثیت نہیں رکھتا۔ اور دنیا کی کوئی چیز اس کو اپنے پروردگار کی اطاعت و بندگی سے نہیں روکتی ہے۔

دعائے افطار

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب روزے سے افطار کیا کرتے، تو یہ کلمات آپ کی زبان فیض ترجمان سے صادر ہوا کرتے۔ ذهب الظمأ وابتلت العروق وثبت الاجر ان شاء اللہ۔

حضرت معاذ بن زہیر کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلعم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللهم لك صمت وعلى رزقك افطرت۔

لیلۃ القدر

ماہ رمضان کو قرآن پاک میں ماہ مبارک کہا گیا ہے اور واقعہ بھی ایسا ہی ہے کہ یہ مہینہ سرتاسر خیر و برکت کا مہینہ ہے۔ اس مہینہ کی اول ہی تاریخ کو فرشتہ رحمت بآواز بلند پکارتا اور کہتا ہے۔ یا باغی الخیر اقبل و یا باغی الشر اقصر۔ اے بھلائی کے چاہنے والے دوڑو اور اے برائیوں کی طرف قدم اٹھانے والے اپنے قدم روک لو۔

اس ماہ مبارک میں ایک شب امت محمدیہ کو ایسی دی گئی جس میں عبادت و ریاضت کرنے کا ثواب ہزار ماہ کی راتوں سے بڑھ کر بنایا گیا ہے۔ لیلة القدر خير من الف شهر ۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس رات میں اتنا کثیر اور بے شمار ثواب کیوں رکھا گیا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ امت محمدیہ کو اللہ جل شانہ نے تمام دوسری امتوں سے اشرف قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہے وكذلك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ۔

اور دوسری آیتوں سے یہ بھی ثابت ہے کہ اللہ کے نزدیک شریف وہی ہے جو متقی و پرہیزگار ہو۔ اور جس کے پاس عمل خیر کا ذخیرہ زیادہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ جن قوموں کو نو نو سو سال اور ہزار ہزار سال کی عمریں ملی تھیں۔ ان کے پاس نیکیوں کا ذخیرہ زیادہ ہوگا۔ اب امت محمدیہ کی نیکیوں کو بڑھانے کا

سوائے اس کے اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ کہ اس کو لیلۃ القدر جیسی کوئی رات دی جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ رات دیکر ہم کو اس لائق بنا دیا کہ اگر ہم اس سے صحیح مصرف لیں اور اس رات میں خدا کی عبادت و بندگی کریں تو ہمارا درجہ تمام امم سابقہ سے بلند اور ارفع ہوجائے۔

لہٰذا ہمارا یہ فرض اولین ہونا چاہئے۔ کہ ہم ایسی بابرکت شب کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ اور آنحضور صلعم کے قول: ۔ التمسوھا فی العشر الاواخر والتمسوھا فی کل وتر کے بموجب رمضان کے آخر عشرہ کی ہر طاق تاریخوں کو شب بیداری کرکے قرآن پاک کی تلاوت کریں۔ اللہ تعالیٰ کے نام کا وظیفہ پڑھیں اور خصوصیت کے ساتھ اس دعا کو ضرور وردِ زبان رکھیں۔ اللھم انک عفو تحب العفو۔ فاعف عنی۔ اے اللہ تیرا نام عفو ہے اور تو بخشش کو پسند کرتا ہے۔ پس میرے گناہ بخشدے۔

عبدالرحمٰن نشتر رحمپوری

پھول

(از محمودہ بیگم صاحبہ دختر نیک اختر جناب حکیم محمد حسن صاحب کھگول)

پھول!! اے موسم بہار کے خوشنما پھول! میں جب تمہیں اتنا جلد مرجھایا ہوا دیکھتا ہوں تو ایک آہ سرد نکل جاتی ہے۔ .... کائنات کی جس چیز کو دیکھو ناپائیدار نظر آتی ہے۔ آفتاب جس کی پہلی ہی شعاع دنیا میں ایک ہل چل پیدا کردیتی ہے۔ اور انسان گرم تقاضہ ہوجاتا ہے۔ پھر اس کے نصف النہار پر پہنچتے ہی اسے فنا کا پیغام مل جاتا ہے .... یہی حال ماہتاب کا بھی ہے۔

مسرت بخش پھولو! ذرا ٹھہر جاؤ۔ ماہتاب کے زوال تک تو مجھے اپنی بہار کا لطف اٹھالینے دو۔ کون جانے میری زندگی کا کھیل بھی شائد اس وقت تک ختم ہوجائے۔ اور ہم دونوں حیات جاوداں کا گیت گاتے ہوئے اکٹھے ہم سفر ہوں۔

پیارے خوبصورت پھولو! تمہاری بہار کی طرح اس دنیا میں میری زندگی کا قیام بھی بہت مختصر ہے۔ اور اسے بھی قلیل فرصت عطا ہوئی ہے جس طرح تم مرجھانے کے لئے کھلتے ہو۔ اسی طرح میں بھی فنا کا جام نوش کرنے کے لئے اس ہستی کے میدان میں اترا ہوں ....

ہم دونوں کے لئے فنا ہے۔ ہم دونوں کی زندگی مختصر ہے۔ بلبلوں جیسی مختصر اس دنیا میں ہماری زندگی کی مثال ٹھیک ویسی ہی ہے۔ جیسے شبنم کے مصفا موتی جو سنہری کرنوں والے آفتاب کی پہلی ہی شعاع میں نیست و نابود ہوکر ختم ہوجاتے ہیں۔

آہ! اے خوشنما پھول!!!

جواہرِ حدیث

چالیس حدیثوں کا با محاورہ ترجمہ اور مختصر تشریح

(۳)

(۱۴) الراجع فی ھبتہ کالراجع فی قیئہ

اپنے ہبہ میں پلٹنے والا ویسا ہی ہے جیسے اپنی قے کا کھانے والا

جس طرح قے کرکے پھر اس کو کوئی نہیں کھا سکتا ہے اور نہ کسی طرح ان کو طبیعت قبول کر سکتی ہے۔ اسی طرح ہبہ کرنے کے بعد پھر اس کو واپس نہیں لینا چاہئے۔ اور نہ اس پر حریصانہ نظر ڈالنی چاہئے۔

(۱۵) السعید من وعظ بغیرہٖ

نیک بخت وہ ہے جو دوسروں سے نصیحت پکڑے۔

یعنے جو شخص لوگوں کے مصائب و آلام کو دیکھ کر چونک پڑے اور اس سے عبرت حاصل کرے وہی نیک بخت اور صاحب نصیب ہے اور ایسا شخص جو چشم عبرت سے عاری ہے۔ یا وہ خود مصائب میں گرفتار ہے۔ اس کی مصیبت کو دیکھ کر نصیحت پکڑتے ہیں۔ وہ البتہ بد نصیب اور بد بخت ہے ؎

بند گزار مصائب دیگراں

تانگیرند دیگراں بتو پند

(۱۶) ان من الشعر لحکمۃ وان من البیان لسحرا

بیشک بعض شعر سراسر حکمت ہوتے ہیں۔ اور بعض تقریر جادو اثر ہوتی ہے۔

یعنے جو شعر توحید و نعت اور اخلاق حمیدہ پر مشتمل ہو وہ بہتر ہے اور جو ان کے علاوہ ہے۔ اس کی بڑی مذمت آئی ہے اس سے بچنا چاہئے۔

بعض بیان اور تقریر ایسی ہوتی ہے کہ انسان لوٹ پوٹ ہو جاتا ہے۔ انداز بیان کا گرویدہ اور اس کی تاثیر سے بے حد متاثر ہوتا ہے۔ حق و باطل کی تمیز جاتی رہتی ہے۔ اس لئے انسان کو فوراً جذبہ میں نہیں آنا چاہئے۔ بلکہ غور و فکر کرکے عمل کرنا چاہئے۔

(۱۷) عفو الملوک ابقاء للملک

بادشاہوں کا معاف کرنا ملک کو باقی رکھنا ہے۔

بادشاہوں اور حاکموں کو زیبا ہے کہ لوگوں کی لغزشوں اور خطاؤں سے درگذر اور معاف کریں۔ تاکہ رعایا کے دلوں پر قبضہ ہو۔ ان کے اندر اخلاص اور دلی ہمدردی پیدا ہو۔ اور آڑے وقت میں کام آئیں حقیقت میں ایسے ہی لوگ مخالف کے سامنے سینہ سپر ہو سکتے ہیں۔ ترقی اور بقا کے اسباب و ذرائع پیدا کرنے میں جد و جہد کر سکتے ہیں اور مشکل

وقت میں اپنی جانی و مالی قربانی کرنے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔

سخت گیری اور تجسس سے بددلی اور تنفر پیدا ہوتا ہے جس سے خواہ مخواہ مخالفت کی آگ بڑھتی اور وقت پر دھوکہ ہوتا ہے۔

(۱۸) المرء مع من احب

آدمی اپنے دوست کے ساتھ ہوتا ہے۔

یعنی انسان جس سے دوستی اور محبت کرتا ہے۔ اس کے لباس و پوشاک، نشست و برخواست اور تہذیب و تمدن کو پسند کرتا ہے۔ حقیقت میں ایسا شخص نہ صرف دنیا میں اس کا ساتھی ہے بلکہ اپنی آخرت کو بھی اسی پر قیاس کرے۔ اسلئے ہر شخص کو دیکھنا چاہئے کہ کس سے محبت کرتا ہے۔ اگر انبیاء و اولیاء صادقین و صالحین اور نیکو کاروں سے الفت و محبت رکھتا ہے۔ اور ان کی سیرت حاصل کرتا ہے تو حقیقت میں قیامت میں بھی وہ ان کے ساتھ ہوگا۔ اور اگر بروں سے محبت رکھتا ہے ان کی خصلتیں پسند کرتا ہے۔ تو قیامت کے دن بھی وہ انہیں کے ساتھ ہوگا۔ ومن یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاہ

(۱۹) ماھلک امرء عرف قدرہ

جس نے اپنی قدر آپ کی وہ ہلاک …

یعنی جو اپنی قدر آپ نہیں کرتا ہے۔ اس کی قدر و منزلت دوسرے بھی نہیں کرتے ہیں۔ اور جو آپ اپنی قدر کرتا ہے، ذلت و رسوائی کے کام سے پرہیز رکھتا ہے۔ تو لوگ اس کی قدر کرتے ہیں اور ذلیل و خوار نہیں سمجھتے ہیں۔

… اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ جس نے اپنی فطرت و خلقت اور پیدائش و بناوٹ پر غور و فکر کیا۔ یقیناً اس کو ہدایت نصیب ہوئی۔ وہ خالق کائنات کا مقرب ہو کر رہے گا۔ اور عذاب دوزخ سے نجات ہو جائیگی، ارشاد باری ہے۔ وفی انفسکم افلا تبصرون ہ

(۲۰) الولد للفراش وللعاھر الحجر

لڑکا بچھاون والے کے لئے ہے، اور زانی کے لئے پتھر۔

بیوی اور لونڈی کی اولاد سے جب تک مرد انکار نہ کرے وہ اسی شخص کی اولاد ہوگی، اگر عورت بے شوہر ہے تو اسی کی اولاد سمجھی جائیگی، وہ عورت اس بچے کی وارث ہوگی۔ اور بچہ اپنی ماں کا وارث ہوگا۔ زانی سے اور بچہ سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ زانی بچہ کا وارث اور نہ بچہ زانی کا بلکہ زانی صرف سنگسار کیا جائیگا۔

(۲۱) الید العلیا خیر من الید السفلیٰ

اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے۔

سوال کرنا دست نگر ہونا نہایت بری بات ہے۔ اس سے جہاں تک ممکن ہو بچنا چاہئے۔ سائل احسان کے بار سے نیچے دب جاتا ہے۔ ہمیشہ اس کی نظریں نیچی رہتی ہیں۔ لینے کے وقت ہاتھ بھی اس کا نیچے ہی رہتا ہے۔ اسلئے کوشش کرنی چاہئے کہ دوسرے کو دوسرے کو احسانمند بنائیں، اور خود دوسرے کا بار احسان نہ لیں۔ جو سوال سے پیٹ بھرنے کے عادی ہو جاتے ہیں۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ہونگے تو ان کے چہرہ میں گوشت نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر رحم کرے جو توانا و تندرست ہوتے ہوئے بھی اس ذلت کو گوارا کرتے ہیں۔

محمد عین الحق مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

تعلیم نبوی

جب پیغمبرِ اسلام نے تعمیرِ انسانیت کا کام شروع کیا۔ تو دنیا میں ہر طرف انتہا پسندی کا زور تھا۔ بعض فرقے درختوں اور پتھروں کو پوجتے تھے، اور بعض خود خدا بنے بیٹھے تھے۔ بعض شادی کرنے کو گناہ سمجھتے تھے۔ اور بعض کے حرم سراؤں میں بیگمات کے لشکر نظر آتے تھے۔ بعض فرقے اتنے نرم تھے کہ سانپوں اور بچھوؤں کو مارنے سے بھی منع کرتے تھے۔ اور بعض اتنے سنگ دل تھے کہ پتھر کے بتوں کو خوش کرنے کے لئے اپنی بہترین اولادوں کو ذبح اور قربان کر دیتے تھے، پیغمبرِ اسلام نے فرمایا۔ خیر الامور اوسطہا سیرتِ انسانی کا کمال یہ ہے کہ ہم ہدایتِ الٰہی کے مطابق اپنی فطری قوتوں اور خواہشوں کا توازن برابر رکھیں۔

حضورؐ نے بتایا۔ انسانِ کامل یعنے مسلمان وہ ہے۔ جو ضعف و کمزوری کے بغیر نرم ہو، اور کبر و نخوت کے بغیر قوی ہو، وہ سخی ہو، مگر فضول خرچ نہ ہو۔ وہ بہادر اور جانباز ہو، مگر فسادی اور شریر نہ ہو۔ وہ قانع اور درویش صفت ہو۔ مگر وہ سعی و جہاد کو بھی ہاتھ سے نہ جانے دے، وہ اللہ کے لئے حلیم اور بردبار ہو۔ اور اللہ ہی کے لئے غیظ و غضب میں آئے۔ اس کا ظاہر دنیا کے کاروبار میں مصروف ہو۔ مگر اس کا باطن محبتِ الٰہی سے سرشار ہو۔

آپؐ نے فرمایا مسلمان وہ ہے کہ اگر اس کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھے تو وہ جھک جائے۔ لیکن اگر لڑائی کا وقت آئے تو ڈٹ کر مر جائے۔ وہ عالم ہو۔ مگر متکبر نہ ہو۔ وہ زاہد ہو۔ مگر اپنے نفس کو تنگی اور تشدد میں نہ ڈالے، وہ پاکیزگی اور صفائی پر شیدا ہو۔ مگر توہم کو اپنے دل میں جگہ نہ دے، اس کا دل ایسا ہو، جو غیب پر پورا ایمان رکھے۔ مگر اس کا دل و دماغ ایسا ہو جو ہر چیز کو پرکھے اور کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دے۔

آپؐ نے بتایا، انسانِ کامل یعنے مسلمان وہ ہے کہ جب قدرتی اور ناگہانی مصیبتیں آپڑیں تو وہ راضی برضا ہو۔ مگر جب عمل و محنت کا وقت آ جائے۔ تو وہ اسبابِ عالم کے اشاروں کو سمجھے اور تدبیروں کے ذریعے نجات کا راستہ نکال لے۔ وہ رحیم ایسا ہو کہ دشمن بھی اس سے امید رکھیں۔ اور عدل پر وہ ایسا ہو کہ عزیز و قریب بھی اس کی ہیبت سے لرزہ براندام رہیں۔

آپؐ نے فرمایا مسلمان وہ ہے جو اعزاز و اقبال کی طرف اڑتا ہوا چلا جائے۔ مگر کسی پر حسد نہ کرے۔ وہ امرا کے ساتھ ان کی عزت کے مطابق سلوک کرے، مگر غربا کو بڑھائے۔ اس کی باتوں میں دل آزاری نہ ہو، مگر صداقت ضرور ہو۔ وہ ریا اور منافقت سے پاک ہو۔ مگر مصلحت سے بھی بے پروا نہ ہو۔ وہ عذر خواہوں کے عذرات قبول کرے۔ مگر ان کی فریب کاری اور بے وفائی کا شکار نہ ہو۔ وہ پختہ کار اور خوددار ہو۔

وہ قانون اور ضمیر کا احترام کرے۔ مگر خدا کی ہدایتوں کو ان دونوں سے بالاتر رکھے، وہ نوع انسان کی بھلائی چاہے۔ مگر نیکوکار ... مدام رکھے۔ وہ علم و ہنر کی اشاعت میں حصہ لے مگر اس دولت کو نااہلوں اور ناقدروں میں ضائع نہ کرے، وہ علم کے بغیر دعویٰ نہ کرے، اور دلیل کے بغیر رد نہ کرے، وہ تمام نوع انسان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھائے، مگر شریروں کے ساتھ نفرت و بغض رکھے، وہ بد باطن اور بد اعتقاد نہ ہو، مگر ہوشیار اور بیدار مغز رہے۔ وہ نیک اعمال پر رشک کرے وہ خدمت کرنے والوں کا قدردان ہو۔ اور بزرگوں کا احترام کرے وہ متعصب نہ ہو۔ مگر خود پرست مغرور ہو۔ وہ غیر متعصب ہو۔ مگر اس کے ساتھ مذہب و ملت کا خادم ہو۔

آپ نے بتایا، انسان کامل یعنی مسلمان وہ ہے۔ جو ایک ہی وقت میں مالدار بھی ہو اور زاہد بھی۔ وہ گردن کشوں کے لئے قوی ہو۔ اور ضعیفوں کے لئے رحیم ہو۔ وہ ہر کام کو اخلاص سے کرے، مگر از خود دلی نہ بن بیٹھے، وہ اچھائیوں پر فخر کرے، مگر کوتاہیوں کو بھی نظر میں رکھے وہ بخشش کرے، مگر احسان نہ جتلائے۔ وہ اطمینان رکھے، مگر دعویٰ نہ کرے، وہ تمام کائنات کو اپنا تابع سمجھے اور تمام جہان کو اپنی ملکیت سمجھے، لیکن ساتھ ہی یہ سمجھے کہ میں خود خدا و خلق کا خادم ہوں اور کسی سے بہتر نہیں ہوں۔ وہ آسانی کو پسند کرے، مگر آرام طلبی میں نہ ڈوب جائے۔

آپ نے بتایا، سچا مسلمان وہ ہے جو ایثار کرے۔ مگر ہلاکت میں نہ پڑے۔ بزرگوں کا احترام کرے، مگر سچائی کو زیادہ محترم سمجھے۔ وہ اپنے نفس پر اعتماد رکھے، مگر اعتراف خطا سے بھی قاصر نہ رہے۔ وہ غافل اور سادہ دل نہ ہو۔ مگر صاف دل اور صادق ضرور ہو۔ وہ عابد ہو مگر راہب نہ ہو۔ وہ دنیادار ہو، مگر دنیا پرست نہ ہو۔ وہ امن پسند ہو۔ مگر بزدل اور بے غیرت نہ ہو۔ وہ صلح کی مجالس میں آب حیات کی طرح بہتے۔ مگر جنگ کے میدان میں تیر کی طرح گرجے۔ وہ صدقہ و خیرات کرے مگر اپنے جسم کا بھی خیال رکھے۔ وہ خدا کے لئے گھر بار لٹا سکے مگر وہ آسائش پر ایک دمڑی بھی ضائع نہ کرے۔ وہ باطن کو بھی پاک رکھے اور ظاہر کو بھی۔ وہ روح اور مادہ دونوں سے کام لے، وہ قدیم اور جدید دونوں کو اختیار کرے، وہ منقول کا لحاظ کرے، مگر معقول کو بھی پیش نظر رکھے، وہ عزیمت کا ساتھی ہو۔ مگر رخصت سے بھی فائدہ اٹھائے یہ ہیں اخلاق محمدی

اللھم صل علی محمد و بارک و سلم۔

عبد المجید قریشی۔ سکریٹری سیرت کمیٹی ضلع لاہور

کنیز فارس کا گیت

[illegible] محمد محسن [illegible] اسکول [illegible]

نورالدین اور حسن افروز کی داستان الف لیلہ کے بہترین [illegible] یہ قصہ [illegible] ہے۔ وہ اس وقت کا تصور کرے جب نورالدین اپنے باپ کی وفات کے بعد [illegible] اپنی پارسی کنیز حسن افروز کے ساتھ بغداد آیا ہے اور دجلہ کے کنارے ایک شاہی باغ [illegible] ہے۔ شام کو بارہ دری کی سب قندیلیں روشن کر دی گئی ہیں۔ محفل [illegible] ساقی گری کی خدمت انجام دے رہا ہے [illegible] اور سرور خواب سراجی مائل ابروں کے [illegible] نہایت دلکش ہے اور ملکہ شعر آئی [illegible] [illegible]

محمد محسن

عیش باہم تو میسر نہیں گو بے [illegible]
[illegible] ہیں پیمان وفا ہے ازلی

گو [illegible] آنی و فانی ثمر و گل کا وجود
وائے وہ شاخ ثمر افراز کہ پھولی نہ پھلی

[illegible] میسر ی تجھ پہ خدا کی رحمت
کھل گئی تیری نوازش سے مرے دل کی کلی

عشق کی گود میں یاد آگیا بچپن مجھ کو
بھر گئی آنکھوں میں شیراز کی وہ تیرہ گلی

فکر فردا کو بھلا عشرت امروز کے ساتھ
جمع کس طرح کرے کوئی کہ ہے شرک جلی

شادمانی کریں ہم کیوں نہ تہی دستی میں
لوگ کہتے ہیں کہ مولا ہے غریبوں کا ولی

یہی سوچا ہے کہ قسمت پہ بھروسہ کیجیے
دوست احباب سبھی ٹل گئے قسمت نہ ٹلی

اے خدا جور حوادث سے بچا رکھ ہم کو
صدقہ سید مظلوم حسین ابن علی

مغالطہ

میں ایک معمولی طالب علم کی حیثیت سے کالج میں داخل ہوا چونکہ مجھے کتابوں سے بڑی دلچسپی تھی۔ اکثر اوقات لائبریری میں گزرتا تھا۔ اسلئے عام طور پر مجھے کتابوں کا کیڑا کہا جاتا تھا۔

مجھے کالج میں کوئی اہمیت نہ تھی۔ کیونکہ نہ تو میں نے کبھی ڈبیٹنگ سوسائٹی میں حصہ لیا اور نہ کسی سے میل جول رکھا۔ لڑکوں کو ایک گونہ مجھ سے نفرت سی تھی۔ امتیاز تھا تو ایک حیثیت سے وہ یہ کہ ان کی نظروں میں مالدار تھا۔ کیونکہ میرے نام اکثر بڑے بڑے رسالے آتے تھے، حالانکہ میں مالدار نہ تھا من آنم کہ من دانم، البتہ غریب بھی نہ تھا۔ اب رہا یہ کہ میں یہ رسالے کیوں منگاتا تھا۔ سو یہ پیسے میری جیب سے بالکل خرچ نہ ہوتے تھے۔

کمالی، ان دنوں صحافتی دنیا میں بہت مشہور اور ہر دلعزیز تھا۔ اسکے افسانے تڑپا دینے والے افسانے ہوتے تھے۔ اس کے مضمون کا ہر جملہ جچا تلا ہوتا۔ مگر دنیا اس بات سے ناواقف تھی کہ کمالی آخر ہے کون؟ کوئی ایسا پرچہ نہ تھا جس میں کمالی نظر نہ آتا ہو۔ کالج کی دنیا پر بھی اس کا سکہ بیٹھا تھا۔ وہ نیا صحافی جذبات میں مشہور تھا۔

وہ کمالی میں تھا۔ مگر میں نے اپنے کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی۔

"کیا وصال قاطع محبت ہے" یہ عنوان رسالہ نشاط کے ایڈیٹر نے شائع کیا تھا۔ اور اعلان کیا تھا جس کا مضمون سب سے اچھا ہوگا اسے انعام دیا جائے گا۔ میں لائبریری میں بیٹھا کتابیں دیکھ رہا تھا۔ کہ پرنسپل کی لڑکی فرخندہ داخل ہوئی۔ اور لائبریری سے اس نے فن محبت کی چند کتب مانگیں۔ اتفاق سے میرے ہاتھ میں اس وقت وہی کتاب تھی جس کی اسے سخت ضرورت تھی۔ آپ بھی ایسی کتابوں سے دلچسپی لیتے ہیں۔

فرخندہ مجھے مطالعہ میں غرق دیکھ کر بولی۔

میں آپ ہی سے بول رہی ہوں مسٹر شمیم؟ اس نے میری توجہ اپنی طرف مبذول کراتے ہوئے زور سے کہا۔ او! کیا میں آدمی نہیں ہوں" میں نے جواب دیا۔ اچھا تو کیا آپ بھی اس پر مضمون لکھیں گے" کس پر تجاہل عارفانہ سے میں نے کہا۔ اس نے جواب میں رسالہ نکال کر مضمون دکھلایا۔

اگر مجھے لکھنا آتا۔ میں نے مضمون دیکھ کر کہا۔ اچھا تو ایک بات پوچھوں میں نے متانت سے کہا۔ اس مضمون کے لکھنے میں میری مدد کیجئے۔ کیونکہ آپ اس فن پر مختلف کتابیں دیکھ چکے ہیں۔ اور اب اتنا وقت نہیں ہے کہ میں بھی اس سلسلہ کی تمام کتابیں دیکھ سکونگی" اس نے کہا۔ اس شرط سے کہ اگر انعام ملا تو میرا بھی حصہ ہوگا۔

اور ہاں! آپ کا کیا خیال ہے۔ وصال قاطع محبت ہے یا

[illegible] پڑھنا [illegible] توشیاید [illegible] دراصل ہے۔ دراصل میں [illegible] کے مطالعہ میں غرق ہوگیا

[illegible]

[illegible] کی

[illegible] ہوئی اور کہنے

[illegible] ہوگا میں

[illegible] دوسرا میں

نے میری طرف [illegible] کروں گا میں نے کہا [illegible]

دونوں ہنس پڑے [illegible] گئی۔

[illegible] آئی۔ سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ ایک پرچہ [illegible] ایک ہی جن لوگوں نے مشورے دیئے تھے۔ پہلے مضمون کمالی کا تھا۔ اسکے بعد فرخندہ کا۔

فرخندہ کے مضمون میں کمالی کی بھلائی موجود تھی۔ ایڈیٹر نے فرخندہ کی تعریف کی تھی۔ اور لکھا تھا کہ یہی دو مضامین ایسے تھے جنکو انعام دیا جائے گا۔ مگر کس کو دیا جائے یہ غور طلب ہے۔ اگلے مہینہ نتیجہ شائع کیا جائے گا۔ تاکہ لوگ اپنی رائے بھیج سکیں۔

لوگوں نے فیصلہ کر دیا کہ کمالی کے حق میں آخر کمالی بڑا لکھار تھا

——— فرخندہ آئی کہ غمگین اس نے کہا "کمال ہے کمالی بہن"۔ نہ معلوم اس کے قلم میں جادو بھرا ہے جو دل کو موہ لیتا ہے۔ انعام وہی پائے گا۔

"نہیں انعام فرخندہ کو ملے گا" میں نے کہا اور آدھا میرا ہوگا۔

یہ کیسے؟ فرخندہ بولی۔ کیونکہ میرے خیال میں اس کا مضمون قابل قدر ہے۔ میں نے کہا۔ کیا یہ ضروری ہے کہ آپ کا مشورہ قبول کیا جائے؟

وہ بولی "دیکھ لینا" میں نے کہا اچھا۔ اس نے کہا اور چلی گئی۔

ایڈیٹر کے پاس میرے حق میں زیادہ ووٹ آئے۔ اور وہ میرے پاس انعام بھیجنے پر مجبور ہوگیا۔ مگر یہ انعام فرخندہ کو ملنا چاہیئے وہ ایک عورت ہے۔ اس کی ہنسی کا مضمون قابل فراموش نہیں۔ کمالی [illegible] اپنے مضمون پر بہت رہے [illegible] کافی ہے۔ مضمون [illegible] کے خلاف بڑا [illegible] تھا۔

دوسرے مہینہ نتیجہ شائع ہو۔ فرخندہ کے نام انعام آیا لکھا تھا کہ زیادہ ووٹ کمالی کے حق میں آئے۔ اور یہ ابھی جو خیال تھا۔ مگر انہوں نے اپنی [illegible] خود سے مالی ہے اور اپنے کو اس کا اہل [illegible]۔ لہذا یہ رقم فرخندہ صاحبہ کے پاس جا رہی ہے۔

فرخندہ کی خوشی کا کیا کہنا وہ اس وجہ سے قطعاً متوجہ نہیں ہوئی جاتی تھی کہ [illegible] رہے ملے تھے۔ اسے اس بات کی خوشی تھی کہ کمالی نے میرے [illegible] خود سے ہار مان لی ہے۔ میں نے اسے مبارک باد پیش کی۔ اور اس نے خندہ پیشانی سے قبول کر لیا۔ اس نے کہا انعام آپکا حق ہے۔ میری محنت تو صرف اتنی تھی کہ مرتب کیا اور بھیج دیا۔ میں نے کہا۔ مگر تحریک آپ کی ہے۔ مجھے بالکل معلوم بھی نہ تھا۔ اگر آپ مجبور نہ کرتیں تو اتنا بھی نہ کرتا۔ وہ کہنے لگی۔ حق تو یہ ہے کہ آپ اگر لکھنا شروع کریں۔ تو کمالی کی ناک کاٹ دینگے۔ میں نے کہا۔ کمالی کمالی ہے اور میں میں ہوں۔ خاک کو فلک سے کیا نسبت۔ یہ آپ کا حسن ظن ہے۔" اچھا یہ تو بتایئے۔ مضمون کس کا اچھا تھا؟ کمالی کا۔ اس نے جواب دیا۔ اور انعام بھی اسی کا۔ وہ کہنے لگی مگر نہ معلوم کمالی نے ایسا کیوں کیا۔ بھلا اتنی بڑی رقم کیسے چھوڑ دی گئی۔ کوئی بڑا مالدار ہوگا۔ میں نے کہا۔ وہ ادیب ہے اس کو روپوں کی لالچ مطلق نہیں۔

"تو کیا آپ انہیں جانتے ہیں۔ ہاں" میں نے کہا وہ میرا دوست ہے ایک جان دو قالب، تو خدا کے لئے ان کا پتہ بتا دیجئے۔ کیوں؟ میں نے پوچھا "میں خط لکھوں گی" آخر کس لئے "میں چاہتی ہوں کہ ان سے خط و کتابت کروں۔ مگر وہ کسی کے خط کا جواب نہیں دیتا۔ تو وہ میرے خط کا جواب ضرور دینگے۔ اچھا بتائیے تو ان کی عمر کیا ہوگی۔" اس نے شوق [illegible] ہرگز [illegible] ۴۵ سال [illegible] رشتہ [illegible] کہ "[illegible]" میں نے پوچھا اس کا چہرہ اتر گیا۔ مگر [illegible] محبت ہے" میں نے بڑی خبر سنائی [illegible] بولی "اگر میں ان کی عمر بتاتی تو [illegible] آپ کی ان سے نا دیدہ محبت کو [illegible]" میں نے [illegible] کہا۔ اگر میں اظہار محبت کروں تو؟ وہ چونک پڑی، نفرت کے [illegible] اس کے رد سے [illegible] تھے۔ میں ڈرا کہ یہ میری تذلیل نہ کرے [illegible] کہ وہ اتنا ہی کہہ کر چلی گئی مسٹر شمیم! اس ضبط کو ضبط ہی رہنے دیجئے تو اچھا ہے۔ آئندہ سے کسی قسم کی گفتگو آپ نہ کریں، تو مہربانی ہوگی"

میں بھی بوکھلا گیا۔ میری یہ تذلیل، میں کسی قابل نہ ہوں، اچھا دیکھا جائیگا ——— ایک مہینہ گذر گیا۔ وہ مجھ سے بولی اور نہ میں نے اس سے بولنے کی کوشش کی حتیٰ کہ انعام کے روپئے آئے تو اس نے دوسرے کی معرفت میرے پاس بھجوا دیئے۔ مگر میں نے لینے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے میرے پاس نہیں بھیجا۔ ایک ہفتہ بعد میں نے اس کے نام ایک خط لکھا۔

فرخندہ!

معذور ہوں کہ کس القاب سے مخاطب کروں۔ مجھے وہ مضمون بیحد پسند آیا۔ طبیعت سیر ہوگئی۔ واقعی تم نے اعلیٰ تخیل پایا ہے۔ بلند تخیل، اتفاقیہ مجھے شمیم [illegible] کالج میں پڑھتے ہیں [illegible] اس [illegible] کہا اور [illegible] مجبور ہوں [illegible] شادی پچھلے سال [illegible]

[illegible]

[illegible] ہوئی [illegible] آخر [illegible] شادی [illegible] میری شادی کب ہوئی [illegible] یقیناً [illegible] غلطی [illegible] کہا۔ وہ [illegible] کی طرح کانپ رہی تھی۔ [illegible] غلطی سے ہوتی ہے۔ ان کی عمر حقیقت میں بھی نہیں جانتا۔ [illegible] پوچھا تو انہوں نے کہا تھا ۴۵ برس، اب یہ مذاق سے کہا یا حقیقت میں [illegible] اس کو آپ کے سامنے دہرایا تو برا کیا ہوا اور میرے متعلق وہ بولی آپ نے خود ہی فرمایا تھا میری شادی ہوگئی۔ [illegible] آپ سے [illegible] تھا [illegible] آپ مجھ سے مذاق کرتے ہیں۔ آپ کو مجھ سے گفتگو نہ کرنا چاہئے کیونکہ میں [illegible] ہوں۔ میں نے کہا [illegible] دیکھا کہ وہ چپ چاپ وہاں سے چلی گئی۔

اس واقعہ کو دو ماہ ہوگئے، وہ ہمیشہ مجھ سے کھنچی رہی اور نہ میں نے اس سے بولنے کی کوشش کی میرا مشغلہ دیکھتا رہا۔ مجھے لوگوں کو اسی طرح نفرت تھی۔

"نشاط" میں میرا مضمون شائع ہوا۔ وہ ایک مختصر افسانہ تھا مگر بڑا پاکیزہ ولولہ انگیز جذبات سے معمور، آپ بیتی کہانی، اس کی سرخی تھی۔ "میری قسمت"۔ فرخندہ سے متعلق وہ مضمون کس طرح میں اپنا رفیق بنانے کی فکر میں ہیں، جو میرے ہم مذاق ہیں۔ تلاش کرتا رہا۔ تلاش میں آخر کامیاب ہوا۔ نام کلفتیں سے کٹیں۔ مگر میرے دوست نے انکشاف کرتے کہ ہی سونے پر سہاگہ نہیں کر سکتے۔ وہ لڑکی ہے۔ میرے تمام منصوبے خاک میں ملا دیئے۔ میں اس نادیدہ محبوبہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں ... نہیں اس کے ... مجازی مالک کو اسی مفہوم کا تھا وہ مضمون!

فرخندہ کو میں نے دیکھا بڑی مغموم تھی۔ نہایت پریشان۔ ۔ ۔ وہ میرے پاس پھر آئی عہد کو توڑ کر اور ملتجیانہ کہنے لگی۔ میں تادم زیست آپ کی ممنون رہوں گی۔ اگر آپ مجھے ان کا پتہ بتا دیجئے۔ ۔ ۔ ۔

میں نے اسے پتہ بتا دیا۔ اپنے ایک خاص آدمی کے یہاں کا۔ اور اسی دن میں نے اسے بھی خط لکھ دیا کہ اگر اس نام کا کوئی خط ملے تو وصول کر لینا۔ اور بحفاظت میرے پاس روانہ کر دینا ـــــــ ایک ہفتہ بعد فرخندہ کا خط میرے ہاتھ میں تھا۔ آہ! کتنی تھی پاکیزہ تحریر۔ مجھے اب اس کی ہر ایک چیز سے الفت ہو گئی تھی۔ میں ابھی منظر عام پر آنا نہیں چاہتا تھا۔ اسلئے میں نے اپنی ذات اس سے پوشیدہ رکھی۔ اور اس کو چھیڑ کر لطف اندوز ہوتا رہا۔ لکھا تھا۔

ادیب شہیر کمالی!

آپکے دوست کی مہربانی سے آج مجھے آپ کا پتہ معلوم ہوا۔ نہ معلوم آپکے دوست نے کیسی غیر موزوں طبیعت پائی ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مجھے اپنی عمر دس سال بتائی۔ اور مجھے شادی شدہ بتا کر آپ کو مغالطہ میں رکھا۔ حالانکہ نہ میری شادی ہوئی ہے اور نہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔!

کیا میں آپ سے پوچھ سکتی ہوں کہ یہ افسانہ "میری قسمت" کہاں تک صداقت کا درجہ رکھتا ہے۔ کیا مجھے آپ جواب دینے کا شرف تو بخشیں گے!

فرخندہ

میں نے جواب لکھا۔ ۔

فرخندہ

[illegible] تمہارا خط موصول ہوا۔ میں تمہیں اتنا کب [illegible] سمجھے ہوئے تھا [illegible] وہ افسانہ اسی جذبہ کی منہ بولتی تصویر کی [illegible] بالکل صداقت معلوم ہوتی ہے۔ معلوم نہیں اس نے ایسا کیوں کیا!

"کمالی"

دوسرے ہفتہ پھر مجھے اس کا لفافہ موصول ہوا،

میرے کمالی ...!

تم کیا جانو، تمہاری محبت میرے رگ رگ میں بہاں ہے تمہارے افسانے تمہارے جذبات بنکر میرے کلیجہ میں اتر گئے۔ شمیم مجھے ایک آن نہیں بھاتا۔ یہ خبر کتنی دل آزار ہے۔ کہ ایک دن انہوں نے تنہائی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مجھ سے کہا ـــــــ "مجھے تم سے محبت ہے۔" وہ لاکھ حسین بھی مگر وہ جوہر تو نہیں جو تم میں ہے میں نے ان سے بولنا بھی ترک کر دیا ہے!

میں نے پھر جواب لکھا":۔

فرخندہ!

شمیم ایسا تو نہ تھا۔ مگر وہ میرا دوست ہے۔ اگر وہ تم سے محبت کرتا ہے تو میں حائل ہونا نہیں چاہتا۔ شاید وہ برا سمجھے۔ اگر پھر بھی تمہاری یاد ہے میں استعفا نہیں دے سکتا

کمالی

اس کا جواب جلد ہی آگیا لکھا تھا۔

کمالی:۔

کیا تم مجھے نامراد چھوڑ دو گے۔ بدلہ ساتھ نہ ہو تو میں نہ زندہ رہ سکوں گی۔ اور میری موت کا سبب تم بن جاؤ گے۔ ایسا ہی ہے تو میں مطلق شمیم کی نہیں ہو سکتی۔ تمہاری کمالی۔

تمہاری فرخندہ!

اب کی میں نے جواب نہ دیا۔ اور امتحان کی تیاریوں میں لگا رہا۔

میں یہاں اسی سال آیا تھا۔ اور یہی بی۔ اے کا آخری سال بھی تھا۔ اس سے پہلے میں دوسرے صوبہ میں تعلیم حاصل کرتا رہا۔ امتحان میں میرے بغل ہی میں اتفاق سے فرخندہ کی سیٹ پڑی تھی۔ امتحان کا آخری پرچہ تھا۔ سوالات کچھ سخت تھے۔ فرخندہ عالم یاس میں میری طرف دیکھ رہی تھی۔ میں لکھنے میں مصروف تھا۔ میں نے ہر سوال کے دو جواب بنائے میں نے اپنی کاپی فرخندہ کو دے دی۔ اور اس کی خود لے لی۔ پھر اسے درست کر کے میں بھی ہال سے چلا آیا۔ اور وہ بھی۔ مگر میں نے اس سے ملاقات نہ کی۔

دو ماہ بعد رزلٹ ہوا۔ جو کالج میں بڑے اچھے گنے جاتے تھے۔ ان کا نام پیپر میں نہ تھا جو نفرت سے دیکھا جاتا تھا۔ یعنی میں آنرز سے پاس ہوا تھا۔ اور فرخندہ بھی پاس تھی۔

پرنسپل نے مجھے بلایا، مبارکباد دی، اور پھر مجھ سے فرمایا اپنا سامان یہاں اٹھوا لاؤ۔ تمہارے والد آ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ ہی گھر جانا۔ اس سے پہلے ہی فرخندہ نے گزشتہ برتاؤ کی مجھ سے معافی مانگی تھی۔ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اور پھر میں نہیں جانتا ہوں فرخندہ کو یا۔ اس مرتبہ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور میں پرنسپل صاحب کے مکان پر اٹھ آیا۔

دوسرے روز میرے والد صاحب آ گئے۔ اسی روز میں شام کو بلایا گیا۔ نہ معلوم پہلے ہی سے کیا انتظام تھا ———— گھر سے پہنچتے ہی قاضی صاحب سامنے کھڑے ہوئے ... اور تھوڑی ہی دیر میں میں فرخندہ کا مالک مجازی بنا دیا گیا ————

فرخندہ مجھ سے ملی، مگر شرماتی اور لجاتی ہوئی۔ وہ میرے قدموں میں آ گئی اور کہنے لگی "سرتاج! میرے گزشتہ قصور معاف کر دیجئے!" مرتا کیا نہ کرتا مجھے معاف کرنا ہی پڑا۔ اب ہماری ازدواجی زندگی بڑے مزے سے گزرنے لگی۔ باتوں باتوں میں ایک دن میں نے فرخندہ سے پوچھا۔ کیوں فرخندہ کمالی کو بھول گئیں۔ "بھولنا ہی پڑے گا" وہ شوخی سے بولی۔ میں نے کہا تم نے ایک کمالی کو بھلا دیا۔ تو اس سے اچھا شمیم تمہیں مل گیا۔ کیا میں کمالی سے زیادہ قابل نہیں ہوں؟ ————

میں کہوں آپ بڑے اچھے ہیں۔ آپ کمالی کو نہیں پا سکتے۔ بیوی اور عورت دونوں کی حیثیت میں میں نے جواب دیا ہے۔ وہ مسکرا کر بولی۔ مگر آپ نے تو اپنا کوئی مضمون نہیں سنایا۔ اچھا سناتا ہوں کہہ کر میں نے میز کی دراز سے ایک کاپی نکالی اور اپنا نیا افسانہ سنانے لگا۔ اس کی سرخی تھی "میری جیت"! اور اس میں میں نے کمالی کے مقابلہ میں فرخندہ سے متعلق اپنی جیت لکھی تھی۔ صرف نام بدلے ہوئے تھے

مگر اور بہت دیگر فسانوں سے بڑھی ہوئی تھی۔ طرزِ بہتر یہی تھا۔ فقرے
چست تھے۔ افسانہ سن کر فرخندہ بھڑک اٹھی، اور بولی یقیناً آپ نے
آپ کو پرکھنے میں غلطی کی ہے۔ ورنہ آپ گدڑی کے لعل سے کم نہیں۔
اسی وجہ سے آپ نے کمالی کو محبت نامے لکھے تھے۔ میں نے مسکراتے
ہوئے کہا۔ مگر اس نے صاف جواب دیدیا۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔
ایسی توہین نہیں سن سکتی! بگڑ گئی، مگر مجھے دلیل جو ہاتھ آیا تھا۔۔۔۔۔
وہ آپ کا حماقت آمیز طرزِ جو تھا۔ آپ کو شرم نہیں آتی [illegible]
اڑا گیا ۔۔۔ اوہ! کمالی کی کیا حقیقت [illegible]
لاؤ بدلتے ہوئے اور قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ کچھ [illegible]
جانتی ہے۔ ابھی شہرت کس کو نصیب ہے؟ وہ بولی [illegible]
تم اس کمالی کے متعلق سننا نہیں چاہتا ہوں۔ تنہائی [illegible]
نہیں کرنا۔ میرے سامنے اس کا نام مت لو۔ میں نے بگڑ کر کہا۔ یہاں سے
ہٹ جاؤ۔ ۔۔۔ وہ چلی گئی۔ میں سوچ رہا تھا اگر خدا نخواستہ
اس کمالی نہ ہوتا تو میری بیوی ۔۔۔ کمالی ۔۔۔ [illegible]
میں نے ظاہر بھی نہ کیا۔ وہ غصہ ہو ہی چکی تھی ۔۔۔ ۔۔۔ [illegible]
دن میں وہاں سے بغیر کسی سے کچھ کہے اپنے دوست کے پاس چلا گیا۔ اور
میں نے ایک خط کمالی کی طرف سے لکھا۔

فرخندہ!

زمانے کے بعد تمہیں لکھ رہا ہوں۔ گو کہ سوسائٹی کی رو سے
ہم دوسرے کی بن چکیں۔ مگر عشق و محبت کی رو سے پہلے سے میری [illegible]
اور تمہیں رہنا پڑے گا۔ میں نے شادی کر لی تھی۔ مگر بیوی سے بہت
تنگ ہوں۔ تم تو شمیم سے خوش ہوگی۔

"کمالی"

فوراً ہی جواب آیا۔

کمالی!

آخر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ اور جس دور سے تم گذر رہے ہو
وہی سال میرا بھی ہے۔ شمیم صاحب سے آپکے ہی متعلق ان بن ہو گئی۔
اور وہ دوسری طرف [illegible] کئے ہیں۔ میں بہت پریشان ہوں۔ ان کے
مزاج سے میرا نبھاؤ بڑا مشکل ہے!

فرخندہ!

میں نے اسے یہ جواب لکھا۔

پیاری فرخندہ!

سب کی فطرت ایک قسم کی نہیں ہو سکتی۔ اس میں شک نہیں
کہ میری [illegible] حسین ہے۔ پڑھی لکھی ہے۔ مگر بڑی دلبر واقع ہوئی ہے۔ میرے
علمی خیالات سے اکثر اختلاف کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس سے
تنگ ہوں۔ وہ [illegible] ایسا برتاؤ کرتی ہے۔ جیسا تم شمیم سے۔
کیا اچھا ہو کہ ہم تم ایک نگری میں چلے چلتے۔ کہو تم راضی ہو
ہم [illegible] چلیں۔

تمہارا پیارا کمالی

اس کا جواب آیا، انوکھا جواب، متانت سے [illegible] کو ٹھیس لگی
اس نے لکھا تھا:۔

کمالی!

[illegible] بہت ہوئے کہ [illegible] کتنی بیہودہ طبیعت
پائی ہے [illegible] مجھے صبر دیا کر رہے ہو تعریف کرتے ہو اور
کہاں [illegible] ہو۔ کہ میرے ساتھ بھاگ چلو۔ بے شرم! تم سے ایسے
جواب کی متوقع نہ تھی۔ آئندہ میرے نام خط نہ لکھنا۔ فرخندہ

میں خوش ہو گیا کہ بیوی، بیوی بن چکی ہے۔ پھر میں نے آزمائش کے طور پر لکھا :۔

میری پیاری فرخندہ!

تم نے تو بڑی گالی دی، اچھی طرح سے۔ کیا تم نے کالج میں رہ کر صرف گالیاں ہی دینا سیکھی ہیں؟ اچھا لو آج سے میں نے تمہارا نام "گالیوں کی مشین رکھ دیا۔" مگر تم نے ہی تو محبت کی ابتدا کی تھی۔ اب یہ سرد مہری کیسی ہے۔ تمہارا شمیم طفل مکتب ہے۔ وہ تمہاری بیری تک پاؤں بھی نہیں پا سکتا۔ پھر کہتا ہوں چاہو۔ اگر تم نے ایسی حرکت کی تو وہ تمام محبت نامے شمیم کے پاس بھیج دوں گا۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔

قابل فخر کمالی۔

جلد ہی اس کا جواب بھی آگیا۔ لکھا تھا۔

کمالی!

قربان جاؤں تمہاری نسبت پر، کہاں جوتیاں چومنے کی خواہش تھی۔ اور کہاں اب مجھے ذلیل کرنے کی سوجھی ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ شمیم نے میری دنیا بنا دی۔ وہ برا ہی سہی، نا قابل سہی مگر تم جیسا چھچھورا پن اسمیں مطلق نہیں۔ آئندہ کے لئے ٹھنڈے پڑ جائیے میں دھمکی سے نہیں ڈرتی۔ اور نہ ہی میرا شمیم ایسا ہے جو بدگمانی کریگا۔ تم ہی لوگ وہ ہو جو مردوں کی پیشانی کا بدنما دھبہ بن جاتے ہو۔ شرم شرم!!!

فرخندہ۔

فرخندہ کی تحریر چوم لینے کے لائق تھی۔ اور میں نے چوما بھی اس کے تیسرے دن میں فرخندہ کے پاس تھا۔ اس مرتبہ وہ بڑی خوش تھی، بڑے پیارے ملی ہنسی۔ خوش رہنے لگی۔

ایک ہفتہ بعد میں نے پھر مذاق کیا۔ اور وہ تمام خطوط جو کمالی کے نام فرخندہ نے روانہ کئے تھے۔ میں نے ٹرنک سے نکالے، اور میز پر رکھ دئے۔ پھر فرخندہ کو بلایا ——— بناوٹی غصہ سے بگڑ کر میں نے پوچھا۔ یہ تم نے محبت نامے تو کمالی کو خوب لکھے تھے۔ وہ ذرا نہ گھبرائی، کہنے لگی۔ "اب تو تائب ہو چکی ہوں" مگر تم تو اس کے ساتھ بھاگ جانا چاہتی تھی۔ اس پر وہ گھبرا سی گئی اور رونے لگی، انتا روئی کہ ہچکیاں بندھ گئیں، اور میرے پاؤں پر گر پڑی ع

کون یہ دیکھ سکے کوئی حسین روتا ہے۔

کے مطابق مجھے بھی نہ رہا گیا۔ میں نے کہا ——— کمالی باہر بیٹھے ہیں، اور تم سے معافی چاہتے ہیں۔ وہ غصہ سے تن گئی۔ اور کہنے لگی۔ "اس بیہودے کو باہر نکال دیجئے۔ میں نے کہا اسکو معاف کردو۔ وہ میرا دوست ہے۔ میں اس سے قیامت تک نہ ملوں گی۔ وہ بگڑ کر بولی۔ اگر ایسی بات ہے تو مجھ سے ہاتھ دھو لو۔ میں جاتا ہوں" میں نے کہا اور اٹھ گیا۔ اس نے میرا دامن پکڑ لیا۔ اور یہ وعدہ کیا کہ میں اس سے ملونگی میں نے کہا تمہارے پاس جتنے اچھے کپڑے ہوں انہیں پہن آؤ وہ کہنے لگی میں جس طرح ہوں۔ اسی طرح۔ میں نے اصرار کیا۔ وہ مجبور ہو گئی۔ میں نے کہا ملاقات کے کمرے میں جاؤ۔

ادھر میں بھی الگ کمرے میں کپڑے پہننے میں مصروف ہوا۔ پھر جلدی جلدی میں ملاقات کے کمرے میں گیا۔ اور دروازہ کی طرف پشت کرکے بیٹھ گیا۔ پھر میں نے وہ رسالہ نکالا جسمیں میری تصویر بہت پہلے جب اتنا مشہور نہ تھا۔ شائع ہوئی تھی تصویر کے نیچے لکھا تھا۔

سناں سید بابت شمیم کمالی بن کے معاہدے صرف کمالی کے نام سے

نکلتے ہیں" اور اسے میز پر رکھ دیا ـــــ

فرخندہ داخل ہوئی۔ اور کمالی کو ادھر منہ کئے دیکھ کر آئی اور چپ چاپ کرسی پر بیٹھ گئی۔ سامنے ہی رسالہ کھلا ہوا رکھا تھا۔ فوراً مجھے پہچان گرامی نے مضمون کے نیچے کی تحریر دیکھنا شروع کیا۔ پھر اسکے ہاتھ کانپ گئے۔ رسالہ زمین پر آرہا حیرت سے اس کا منہ کھلا، اور بولی

"شمیم ـــــ کمالی یہ مغالطہ۔

اور پھر میری طرف بڑھی میں ادھر بڑھا۔ اب وہ میری گود میں فرط محبت سے نیم بیہوش تھی۔ اور میں مسکرا رہا تھا۔

ایم ہادی حسن سالم شکرپوری۔ دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

فضائلِ قرآن

لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ وتلک الامثال نضربھا للناس لعلھم یتفکرون ۞

قرآن وہ کتاب ہے جس کی فصاحت بے مثل اور بلاغت عدیم المثال ہے۔ اس کا اندازِ بیان پر شوکت اور طرزِ کلام پر عظمت ہے۔ الفاظ شستہ اور معانی دلکش ہیں۔ وہ استعارات بلیغہ سے پر اور بدائع غریبہ سے لبریز ہے۔ اس کا مقابلہ کرنا صرف قوت بشری سے بالاتر ہے۔ چنانچہ اس کی شان میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا لو انزلنا ھذا القرآن الخ یعنے انسان تو ایک ضعیف اور نحیف مخلوق ہے۔ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ جیسی عظیم الجثہ مخلوق پر اتارتے تو وہ بھی خدا کے خوف اس کی عظمت اور بزرگی سے پاش پاش ہو جاتا۔

معزز ناظرین جب پہاڑ جیسی مضبوط اور مستحکم چیز اس کا بار اٹھانے سے قاصر ہے تو انسان جس کی بابت اللہ تعالیٰ وخلق الانسان ضعیفا فرماتا ہے۔ مگر جب اپنی استعداد کا لحاظ کرتے ہوئے اس نے وعدہ کر لیا تو اس پر لازم ہے کہ اس کا اپنی قوت بھر عزت کرے۔ مگر قرآن کی عزت یہ نہیں ہے کہ اسے خوشنما جزدان میں بند کر کے کسی طاق پر رکھ دیا جائے۔ بلکہ اس کی حقیقی عزت اس کی اتباع اور پیروی میں مضمر اور پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جامع کتاب کے ذریعہ تمام اگلے ادیان منسوخ کر کے لوگوں کو محض اس کی پیروی کا حکم دیا۔ اور وہ تمام باتیں جو دنیا اور آخرت ان دونوں کی نشو و نما کے لئے ضروری تھیں۔ اسے اس کتاب کے اندر مختلف انداز میں بیان فرمایا۔ نیز پیغمبر اسلامؐ نے اس پر عمل کر کے لوگوں کو اس کی عملی تلقین فرمائی۔ جب رشد و ہدایت کے دونوں پہلو پایۂ تکمیل کو پہنچ گئے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا ۞

یعنے آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کو پورا کر دیا۔ اور اپنی نعمت اور فضل کا تم پر تمام کر دیا۔ اور میں نے تمہارے لئے اسلام ہی کو تمام ادیان میں پسند کیا۔

قرآن مجید کی ظاہری اور باطنی خوبیاں ان گنت اور بےشمار ہیں اور کیوں نہ ہوں۔ جب کہ خدائے ذوالجلال کا کلام بلاغت نظام ہے عرب کا مشہور مقولہ ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام یعنے بادشاہوں کا کلام کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن مجید کی صرف ظاہری خوبیاں احصار اور شمار کی دسترس سے باہر ہیں۔ اگر

بلاغت اور فصاحت کے لحاظ سے اس پر نظر ڈالی جائے تو کوئی کلام اس کے مثل چار دانگ عالم میں دستیاب نہ ہو سکے گا۔ اور اگر تاثیر اور قوت نفوذ کے اعتبار سے اسے دیکھا جائے تب بھی اس کی نظیر زمین اور آسمان کے کسی گوشہ میں نظر نہ آئیگی۔ یہ پاک کلام تیئیس[۲۳] سال کی مدت میں محمد رسول اللہ پر تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ انہی الفاظ میں دنیا میں موجود اور محفوظ ہے اور کروڑوں دلوں پر قابض اور زبانوں پر جاری ہے۔ جو محمد رسول اللہؐ کی زبان مبارک سے نکلے تھے۔ یہ پاک کلام دنیا کے ہر گوشہ پر نہ صرف موجود ہے۔ بلکہ دنیا کے ہر حصہ پر کروڑوں اشخاص ہر روز پانچ دفعہ اس کے مختلف حصوں کو ضرور پڑھتے ہیں۔ یہ جس زبان میں پہلے پہل جلوہ گر ہوا۔ اس میں اب تک نور گستر ہے۔ اور ایک عالم اس کی روشنی سے منور ہے۔ لیکن دنیا کی اور تمام مقدس کتابیں توراۃ ہو یا زبور انجیل ہو یا وید سب کی سب اس وصف محمود سے عاری ہیں جس زبان میں وہ اتری تھیں آج دنیا پر اس زبان کا اور اس کے بولنے والوں کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس وقت سرور کائنات نور قرآنی کو لے کر ظلمتکدہ عرب میں جلوہ افروز ہوئے۔ اس وقت اہل عرب خطابت و شاعری کے شہنشاہ شمار کئے جاتے تھے۔ خطباء عرب اپنی آتش بیانیوں سے بزم عیش و نشاط کو عرصہ کارزار بنا دیتے تھے۔ انہی کے چند کلمات کی بناء پر قبائل کے قبائل اپنے آتشیں اسلحہ لے کر میدان حرب میں۔ ھل من مبارز کے فلک شگاف نعرے لگاتے ہوئے اتر آتے تھے۔ اور شمشیر زنی میں خون کی ندیاں بہا دیتے تھے اسی طرح شعراء عرب اپنے سحر آفریں کلام سے قوموں میں انقلاب پیدا کر دیا کرتے تھے۔ ان کو اپنی خطابت اور شاعری پر ناز تھا۔ غیر عربوں کو عجم یعنی (گونگے) کہا کرتے۔ لیکن جس وقت یہ لایزال نورانی تجلیات بکھیرتا ہوا ارض مقدس میں نمودار ہوا۔ تو خرمن خطابت و شاعری پر بجلی کوند گئی۔ اور اہل عرب کے تمام بلند بانگ دعاوی دھرے کے دھرے رہ گئے۔ اور سب نے اس سرمدی صوت کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ کسی کو جرأت نہ ہوئی کہ ایک چھوٹی سی عبارت بھی مقابلہ میں لاکر قرآن کے چیلنج کا جواب دیتا۔ قرآن کی وہ ناقابل معارضہ فصاحت و بلاغت تھی کہ کسی کو اس کے چیلنج کے مقابلہ میں سر اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔

وعن معاذ الجھنی قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من قرء القرآن وعمل بما فیہ البس والدہ تاجا یوم القیمۃ ضوءہ احسن من ضوء الشمس فی بیوت الدنیا لو کانت فیکم فما ظنکم بالذی عمل بھذا۔

یعنی جو شخص کہ قرآن شریف پڑھے گا۔ اور اس کے احکام پر عمل کرے گا۔ قیامت کے دن اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیگا جس کی روشنی آفتاب سے زیادہ ہوگی۔

ناظرین آپ اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ قرآن مجید کی اس سے کتنی خوبیاں معلوم ہوتی ہیں۔ یہی وہ چیز ہے جو قیامت کے دن ذریعہ نجات ہوگی۔ اس سے بھی آگے بڑھئے اور دوا نعامات کی روشنی میں دیکھئے تو اس کے بہت سے فضائل آپ پر منکشف ہو جائیں گے۔ قرآن میں ایسی قوت تاثیر ہے۔ جس سے بڑے بڑے سرکشوں اور معاندین کے دل موم ہو گئے۔ بہت سے اکاسرہ و قیاصرہ۔ قرآن کے دلفریب انداز بیان اور دلکش اسلوب موعظت سے متاثر ہو کر داخل اسلام ہو گئے۔ حضرت عمرؓ جو زہر آلود شمشیر لے کر غراتے ہوئے

سرورِ کائنات کے قتل کے لئے روانہ ہوئے تھے۔ لیکن یہی قرآنی آیات کی کشش اور تاثیر تھی کہ وہ اپنے تمام عزائم مشئومہ سے تائب ہو کر ہمیشہ کے لئے فخرِ رسل کے تابع ہو گئے۔ عتبہ بن ربیعہ جو کہ عرب میں کہانت و جادوگیری اور شعر گوئی میں مشہور تھا۔ دربارِ نبوی میں آکر شرائط صلح پیش کرنے لگا۔ آنحضور اس کے جواب میں سورہ فصلت تلاوت فرمانے لگے عتبہ ابھی چند آیات ہی سننے پایا تھا کہ حواس باختہ ہو گیا۔ اور آنحضرت کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ قرابت کا واسطہ دیکر کہنے لگا بس کیجئے۔ پس واپس جا کر چند روز تک گھر سے باہر نہ نکلا۔ ابوجہل نے آکر طعنہ دیا کہ اے عتبہ تم پر بھی اس کا جادو چل گیا۔ عتبہ نے جواب میں کہا محمد نے جو کلام پیش کیا نہ وہ جادو تھا۔ اور نہ کہانت تھی۔ نہ شعر بلکہ وہ کلام تو سراسر حکمت و موعظت کا حامل ہے کہ آجتک میں نے کسی کی زبان سے ایسا کلام نہیں سنا۔ نجاشی کے دربار میں جب حضرت جعفر نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں تو آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ خود سرورِ رسل صلعم قرآن شریف سننے یا تلاوت فرماتے تو تبسم مبارک سے آنسوؤں کا دریا بہ نکلتا۔ اور آپ پر ایسی رقت طاری ہو جاتی جو بیان سے باہر ہے۔ ان تمام واقعات سے معلوم ہوا کہ قرآن کے بڑے فضائل ہیں (ہیں)۔ لہٰذا ہم لوگوں کو اس پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ ایسی کتاب ہے کہ انسان ونیز جاہل و عالم سب کے لئے یکساں مفید اور قابلِ عمل ہے۔

عبد الاحد سلفی متعلم دار العلوم احمدیہ سلفیہ

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

دینی اور مذہبی تعلیم سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنے والے حضرات دارالعلوم احمدیہ سلفیہ کی گرانقدر اور نمایاں [illegible] اور اسکی مرکزی حیثیت سے [illegible] ہونگے۔ شرقی ہندوستان کی یہ [illegible] کے لحاظ سے ایک اہم اور بلند پایہ علمی اور مذہبی درسگاہ ہے۔ جس نے مسلسل ۲۲ برس سے بنگال، بہار، یوپی، ملایا، دہلی، مدراس کے علاوہ دیگر دور دراز مقامات سے تشنگان علوم دینیہ کو اپنے چشمۂ فیض سے سیراب کر رہا ہے۔ یہاں دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی تعلیم کا بھی پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ یہاں کے فارغ التحصیل طلبا اگر ایک طرف قدیم علوم کے ماہر ہوتے ہیں تو دوسری طرف علوم جدیدہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے ہیں۔ انگریزی تعلیم کے لئے ایک قابل استاد مقرر کئے گئے ہیں۔ نیز ایک مڈل ٹریننگ پاس ٹیچر بھی موجود ہیں۔ جن سے طلباء جغرافیہ تاریخ اقلیدس اور حساب کی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ قدیم اور جدید تعلیم کے ساتھ ساتھ خطابت اور صحافت میں بھی لڑکوں کو کمال پیدا کرایا جاتا ہے۔ اور ان دونوں فنون کی بھی باقاعدہ تعلیم دیجاتی ہے۔ چنانچہ انجمن نادی الاصلاح اگر انہیں خطابت کا ماہر بناتی ہے۔ تو مدرسہ کا ماہانہ ارگن مجلہ سلفیان کی صحافت کی درستگی اور پختگی کا ذمہ دار ہے۔

اساتذہ کے تقرر میں بھی قابلیت اور استعداد کا پورا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ چنانچہ انہیں لوگوں کو یہاں درس و تدریس کی تکلیف دیجاتی ہے۔ جو [illegible] رکھتے ہوں۔ [illegible] وقت بھی ملک کے مشہور و معروف قابل ذکر [illegible] جیسے کہنہ مشق اور ذی استعداد [illegible] سے طلباء [illegible] ہیں۔ لیکن [illegible] کام [illegible] اور خصوصیت [illegible] ہے۔

مدرسہ اگرچہ [illegible] اہم اور قابل معارف پر کام کر رہا ہے۔ لیکن [illegible] کے باوجود مدرسہ کافی مقروض ہے۔ رمضان ۱۳۵۹ھ تک [illegible] فاضل رقم [illegible] ۱۳۵۹ھ جمادی الثانی [illegible] ہوئی۔ اور خرچ [illegible] اس طرح گویا امسال فاضل رقم [illegible] ہوئی۔ اور جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ تک فاضل رقم کا کل مجموعہ [illegible] ہوتا ہے۔ اس سے آپ کو کافی اندازہ ہوگیا ہوگا۔ کہ ہماری خدمتوں اور محنتوں کا قوم نے حوصلہ افزا خیال نہیں کیا۔ بلکہ ہمیں نہایت تنگی اور پریشان کن حالات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ لہذا میری اُن لوگوں سے جو دینی اور مذہبی تعلیم اور کلام مجید و حدیث شریف سے محبت اور شغف رکھنے والے ہیں۔ پرزور اپیل ہے کہ وہ جلد از جلد اس اسلامی

مرکز اور دینی قلعہ کی بقا کی طرف متوجہ ہوں، اور نہ محض وقتی اور ہنگامی طور پر اس کی اعانت فرمائیں۔ بلکہ اس کے مستقل ہمدرد بنیں۔ تاکہ مسلمانوں کی بہ فوزی اور [illegible] درسگاہ انکی بہم [illegible] خدمت ہمیشہ دستور کرتی رہے۔ [illegible] قوم کی [illegible] اداروں کی امداد چند مخصوص افراد ہی کا کام نہیں ہے۔ بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے کہ اس میں کافی حصہ [illegible] جاری [illegible] جاری ہے۔ والباقیات الصالحات خیر عند ربک ثوابا وخیر املا یعنی [illegible] باقی رہنے والے پروردگار کے نزدیک ثواب اور آئندہ توقع کے اعتبار سے بہتر ہے

مدرسہ کی روداد ہر سال [illegible] شائع ہوا کرتی ہے۔ رمضان ۱۳۵۸ھ تک کی روداد قوم کی نذر ہے۔ گذشتہ [illegible] کا [illegible] ۱۳۴۷ھ کی [illegible] اس وقت تک [illegible] رمضان [illegible] کی روداد انشاء اللہ [illegible] کے بعد شائع ہوگی۔ شوال ۱۳۵۸ھ [illegible] جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ [illegible] مالی [illegible] ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ آپ کے لئے مزید معلومات اور [illegible] کا موجب ہو۔

آمد و خرچ سالِ تمام ابتدائے شوال ۱۳۵۷ھ لغایت رمضان ۱۳۵۸ھ

آمد

چندہ وغیرہ زکوٰۃ وغیرہ	آمدنی جائداد	امداد [illegible]	داخلہ فیس	متفرقات	جلسہ	میزان
۵۰۱۶	۳۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]	۴۲۱	۶۳۹۲

خرچ

تنخواہ	مطبخ	سفر	میٹنگ	روشنی	کتب خانہ	طباعت	[illegible]	دیگر متفرقات ڈاک [illegible] وغیرہ	[illegible]	چاہ	میزان	سابق فاضل	میزان کل
۲۵۹۴	۸۸۹	۳۱۰	[illegible]	۱۷	۲۲۰	۹۲	۲۲	۱۳۹	۱۱۲	۴۹	۴۳۱۱	۲۶۷۰	۸۶۸۴

باقی ندارد — فاضل (۲۳۸۹)

آمد و خرچ نو ماہہ ابتدائے شوال ۱۳۵۸ھ لغایت جمادی الآخری ۱۳۵۹ھ

آمد

چندہ وغیرہ زکوٰۃ وغیرہ عشر وغیرہ	آمدنی جائداد	داخلہ فیس	متفرقات	میزان
[illegible]	۲	۳۱	[illegible]	۲۱۳۸

خرچ

تنخواہ	مطبخ	سفر	کمیشن	روشنی	کتب خانہ	طباعت	دیگر متفرقات ڈاک ٹکٹ [illegible] وغیرہ	[illegible] گذاری وغیرہ	میزان
۷۸۳	۹۳۵	۵۱	۱	۲۱	۱۳	۶	۱۶۹	۳	۲۰۶۸

باقی ندارد — فاضل نو ماہیں ۹۳۹

سابق فاضل تا رمضان ۱۳۵۸ھ ۲۳۸۹ — میزان کل فاضل تا جمادی الآخری ۱۳۵۹ھ ۳۳۲۹

راقم ڈاکٹر سید محمد فرید عفی عنہ مہتمم دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

فتاوے

(۱) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کسی مردہ یا زندہ کے نام سے بغرض ایصال ثواب قرآن خوانی جائز ہے یا نہیں اور جواز کی صورت میں کسی مخصوص جگہ پر بیٹھ کر پڑھنا کیسا ہے بینوا توجروا

الجواب

قرأت قرآن کا ثواب میت کو پہنچتا ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی اور اکثر اصحاب شافعیہ وصول ثواب کے منکر ہیں۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور دوسری جماعت علماء و شوافع کے نزدیک ثواب پہنچتا ہے۔ کذا ذکرہ النووی فی الاذکار (نیل الاوطار) ابن النحوی کہتے ہیں قرأت قرآن کے ثواب کو پہنچانے کی درخواست کرتی رہا ہے۔ اور دعا کا میت کے لئے نافع ہونا بالاتفاق صحیح ہے۔ اسی طرح انفرادی طور ہونا احادیث سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ قرآن کا ثواب پہنچتا ہے۔

(۲) کیا حکم ہے شریعت حقہ کا اس بارے میں کہ بخاری شریف کو دفع بلیات کی غرض سے حرفاً حرفاً یا طرفاً طرفاً پڑھنا یا پڑھوانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

دفع بلیات کے لئے ختم بخاری وغیرہ پڑھنا یا پڑھوانا جائز ہے۔ جیسے قرأت سورۃ بقرہ یا آیۃ الکرسی کی تاثیر سے شیطان وغیرہ سے محفوظ رہنا۔ ختم بخاری سے قصد و تحصیل ثواب یا ایصال ثواب یا انقلاب آخرت سے بچنا نہیں ہے۔ اور جائز امور کی تاثیرات سے فائدہ اٹھانا جائز ہے۔ اس لئے انفراداً یا اجتماعاً ممنوع ہونے کی وجہ کوئی شرعی معلوم نہیں ہوتی۔ واللہ اعلم بالصواب

(۳) کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ شعبان کی پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنا کیسا ہے۔ نیز پندرہ کی شب کو عبادت وغیرہ کی کرنی کیسی ہے۔

محمد عثمان ہوڑہ

الجواب

شعبان کی ۱۵ کو روزہ رکھنے کی روایت ایک دم ضعیف ہے جس سے استحباب ثابت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اس میں ایک راوی ابن ابی سبرہ ہیں جو متہم بالوضع ہیں۔ محدثین فرماتے ہیں کہ اگر حدیث ضعیف کے خلاف دوسری صورت نہ ہو۔ ترغیب وترہیب مواعظ و فضائل میں اس وقت قابل عمل ہوگی جب ضعیف شدید نہ ہو۔ (بحوالہ اصلاح ظفر الامانی)

زیارت قبور و قیام لیل کے بارے میں بھی ضعیف ہی روایت ہے۔ مگر ان کا ضعف شدید نہیں بیہقی نے مرسل جید لکھا ہے بالخصوص اس رات کو بغرض ایصال ثواب قرأت کی کوئی روایت میری نظر سے نہیں گذری۔ اس کو ضروری سمجھنا بدعت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

محمد اسحٰق صدر مدرس دار العلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ۔

حالات

ہندوستان

ناگپور۔ ڈاکٹر مونجے نے ایک جلسے میں جس کے صدر بھائی پرمانند تھے۔ تقریر کرتے ہوئے کانگریس سے اپیل کی کہ وہ کانگریسی صوبوں میں عہدے قبول کرلے اور وائسرائے کی مجوزہ کونسل میں شریک ہو جائے۔ کیونکہ اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کی یہ سخت غلطی ہوگی۔ نیز انہوں نے فرمایا کہ اس وقت برطانیہ کی غیر مشروط مدد برطانیہ اور ہندوستانی باشندوں کے لئے یکساں مفید ہو۔

بمبئی۔ معلوم ہوا ہے کہ محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ وائسرائے سے ۲۷ ستمبر کو ملاقات کریں گے۔ اس غرض سے ۲۲ ستمبر کو وہ بمبئی سے شملہ روانہ ہو جائیں گے۔ راستے میں وہ دہلی میں قیام کرینگے جہاں آل انڈیا مسلم لیگ مجلس عاملہ اور آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کا اجلاس ۲۸-۲۹ ستمبر کو منعقد ہوگا۔

شملہ۔ مسٹر شام داس صدر ہندو سبھا کراچی نے مسٹر ساورکر کو ایک طویل تار ارسال کیا ہے جس میں ان سے اپیل کی گئی ہے کہ اگر وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں ہندوؤں کو ان کی آبادی کے تناسب سے جگہیں نہ دیجائیں تو ان امیدواروں کے نام واپس لے لئے جائیں جن کی فہرست وائسرائے کو بھیجدی گئی ہے۔ مسٹر شام داس کے لئے یہ ناقابل برداشت امر ہے کہ مسلم لیگ کی نمائندگی ہندو مہاسبھا کے برابر ہو۔ نیز ہندو سبھا کے ذہنی ممبر نامزد کئے جائیں جنہیں مسلم لیگ تسلیم کرے۔

شملہ۔ امرت بازار پتریکا کا خاص نمائندہ لکھتا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر گاندھی بھی ستمبر کے آخری ہفتہ میں وائسرائے سے ملاقات کرینگے۔ سیاسی مبصروں کا خیال ہے کہ ان کی ملاقات سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ ایگزیکٹو کونسل کی توسیع کے اعلان میں تاخیر ہو جائے گی۔

بمبئی۔ مسٹر گاندھی سے سوال کیا گیا تھا کہ اگر سول نافرمانی شروع ہوئی تو طلباء اس میں شریک ہوں یا نہیں۔ اس کا جواب لکھتے ہوئے مسٹر گاندھی فرماتے ہیں کہ اگر ستیاگرہ کا آغاز ہوا تو میں نہ طلبہ کو اس کے لئے مدعو کروں گا اور نہ ان کی ہمت افزائی کرونگا۔

لاہور۔ ماسٹر تارا سنگھ اکالی لیڈر کے استعفیٰ دینے کی وجہ سے بہت سے سکھوں نے استعفا دیدیا ہے

بمبئی۔ صدر کانگریس نے اعلان کیا ہے کہ انڈین نیشنل کانگریس کی رہنمائی کے لئے ایکبار پھر مسٹر گاندھی تیار ہو گئے ہیں۔

نئی دہلی۔ مولانا احسن مارہروی اردو کے مشہور شاعر اور علیگڑھ یونیورسٹی کے اردو پروفیسر ۳۰ اگست ۱۹۴۰ء کو انتقال فرما گئے۔

ممالک غیر

یروشلم۔ معلوم ہوا ہے کہ اگر مصر پر اطالوی حملہ ہوا تو تمام اسلامی سلطنتیں جنگ میں حصہ لینے پر مجبور ہو جائینگی۔

شملہ۔ معلوم ہوا ہے کہ عراق کی کونسل کی دعوت پر ایک برطانوی فوجی مشن عنقریب عراق جائے گا۔ اس دعوت کا مقصد سڑکوں کی تعمیر میں کچھ مفید مشورہ حاصل کرنا ہے۔

... معلوم ہوا ہے کہ عراق نے مصر کے فوجی مرکزوں اور قلعوں کے معائنے کے لئے نیز رسل و رسائل و دیگر انتظامات کی نگرانی کے لئے ایک فوجی وفد روانہ ہو گیا ہے۔

لندن۔ منگولیا کے چینی حلقوں سے یہ خبر آئی ہے انڈو چائنا کی سرحدوں کو مضبوط کیا جا رہا ہے۔ ظن غالب ہے کہ جاپان کے مطالبات انڈو چائنا ہرگز نہیں قبول کرے گا۔

لندن۔ جرمن ہوائی جہازوں نے چار مرتبہ دن بھر میں شدید حملہ کیا۔ حملہ آور طیاروں کی تعداد چار سو تھی۔ ویسٹ منسٹر کی کھڑکی کا شیشہ چور چور ہو گیا۔ لیکن شاہی ہوائی طاقت نے کامیاب مدافعت کی۔

لندن۔ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے۔ جرمنی کے ۲۱۱۳ طیارے گرائے گئے ہیں۔

قاہرہ۔ سلوم کے علاقہ پر اگرچہ اٹلی نے قبضہ کر لیا ہے لیکن اسے کوئی فوجی اہمیت نہیں دی جا رہی ہے۔

لندن۔ فرانس کے تین سابق وزیر۔ ایم رینا۔ ایم ڈلاڈیر۔ اور ایم بلوم گرفتار کر لئے گئے۔ ان کی گرفتاری جنگ کی ذمہ داری کے الزام میں ہوئی۔

لندن۔ برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن نے اعلان کیا ہے کہ جب سے جنگ شروع ہوئی ہے پہلی مرتبہ برلن پر گذشتہ رات ... مرتبہ کئے گئے۔

لندن۔ جرمن طیاروں نے ملک کے دوران میں قصر بکنگھم شاہی محل پر بم گرائے جس سے محل کا ایک ستون اور ریلنگ کا ایک بڑا حصہ تباہ ہو گیا۔ وہ تالاب بھی تباہ ہو گیا جس کا اضافہ شاہی محل میں ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں ہوا تھا۔

لندن۔ جرمن جہازوں نے پھر تین مرتبہ لندن پر حملہ کیا آج تیسری بار شاہی محل پر بمباری کی گئی۔ متعدد چھوٹے آگ لگانے والے بم گرائے۔ ملک معظم اور ملکہ محل میں نہیں تھے۔

لندن۔ وزارت فضا نے اعلان کیا ہے کہ شاہی ہوائی طاقت کے ہوا بازوں کے ایک مضبوط دستے نے چینل میں جرمنی کے جہازوں، بندرگاہوں، مال کشتیوں، رسدگاہوں اور رسل و رسائل پر شدید حملہ کیا جس سے جرمنی کو کافی نقصان ہوا۔

لندن۔ اس خبر کی تصدیق ہو گئی ہے کہ اطالوی فوجیں مصر کے حلقہ میں ساٹھ میل تک گھس گئیں۔ اب سلوم اور سدی برانی میں انہیں قبضہ کر لینے دیا گیا۔ کیونکہ ان کا ٹھہرنا وہاں مشکل ہے۔

لندن۔ دارالامرا میں لارڈ گلڈیکوٹ نے ایک بیان دیتے ہوئے اعلان کیا کہ جرمن حملوں سے ۵ ستمبر تک دو ہزار آدمی ہلاک اور آٹھ ہزار زخمی ہو چکے ہیں۔

(۲۱۱۵)

RED. PN. 347 رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے

سلفی پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

۶۸۶

مجلہ سلفیہ

6(4)

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

قیمت سالانہ عہر
ششماہی ۱۲

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

بابت ماہ شوال المکرم ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۴۰ء

نمبر ۴ شمارہ

عید مبارک

شذرات

جبین

رمضان کا مبارک مہینہ اپنی مکمل برکتوں اور سعادتوں کے ساتھ تمام ہو رہا ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس مہینہ میں روزے رکھے۔ عبادات کیں۔ اور اپنے مالک کی ان گنت نعمتوں سے مالا مال ہوئے۔ اس مبارک مہینہ کے اختتام پر کائنات عالم کا ذرہ ذرہ آج مسرت وشادمانی کے اس دن کا منتظر ہے۔ جسے ہم "عید" کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ جن لوگوں نے اس مہینہ میں اپنے پروردگار کے احکام کا خیال رکھا، اور اس کے فرمان کے مطابق اپنے اعمال کی اصلاح کی انہیں حق ہے کہ [illegible] خوشی منائیں۔ عید کے جشن میں حصہ لیں۔ اور اپنے دلوں کو اس کی مسرتوں سے لطف اندوز ہونے کا موقع دیں۔ حدیث شریف [illegible]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب لوگوں کی عید کا دن ہوتا ہے۔ یعنی جس دن روزے پورے کر کے افطار کرتے ہیں۔ تو اللہ تعالےٰ ان کے ساتھ فرشتوں سے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے۔ "اے میرے فرشتو! اس مزدور کی کیا جزا ہے۔ جس نے اپنا کام تمام کر دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں "اے ہمارے رب! اس کی جزا یہ ہے کہ اس کو پورا پورا اجر دیا جائے۔" اللہ تعالےٰ فرماتا ہے، اے ہمارے فرشتو!

میرے بندے اور باندیوں نے جو میں نے ان پر فرض کیا تھا پورا کردیا ہے پھر باہر میدان میں نکلے ہیں۔ دعا کے ساتھ آواز بلند کرتے ہیں۔ مجھے اپنے عزت اور جلال کی قسم ہے اور اپنی بزرگی، علو شان اور بلندی مکان کی قسم ہے کہ میں ان کی دعا کو قبول کروں گا۔ میرے بندو! جاؤ اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تم کو بخش دیا۔ اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں کے ساتھ بدل دیا۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ عید کے دن عیدگاہ سے لوگ ایسے لوٹتے ہیں۔ جیسے اس دن تھے جس دن ان کی ماؤں نے انہیں جنا تھا۔ یعنی جیسے پیدا ہونے کے دن بے گناہ تھے۔ اسی طرح عیدگاہ سے لوٹتے وقت بے گناہ ہوتے ہیں۔

مذکورہ بالا احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عید کی خوشیاں انہیں کے لئے ہیں جن لوگوں نے اپنے کام کو پورا کیا۔ اور رمضان کے مبارک مہینہ کو خدا اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق نیک کاموں میں گذارا۔ لیکن مسلمانو! آج ہم میں کتنے ایسے بھی بدبخت اور بدنصیب ہیں جنہوں نے رمضان مبارک میں روزے نہیں رکھے۔ نمازیں نہیں پڑھیں اور اپنے مالک کے حکم سے روگردانی کی اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی بشارت سے محروم رہے۔

عید کا مقصد

اس میں شک نہیں کہ ہم عید کے دن نئے کپڑے پہن لیتے ہیں عطر لگا لیتے ہیں۔ اور دو رکعت نماز ادا کر لیتے ہیں۔ لیکن ہم عید کی حقیقتوں سے کوسوں دور ہیں۔ ہماری عید میں آج نہ وہ مسرت ہے نہ انبساط جو قرون اولی کے عیدوں میں تھی۔ ہماری عید اصل سے محروم ہو چکی ہے۔ عید کا حقیقی منشا تو یہ تھا کہ مسلمان ظاہری صفائی کے ساتھ ساتھ اپنے قلوب کو باطنی کدورتوں سے پاک صاف کریں۔ زبانوں پر نعرہ تکبیر ہو۔ اور دلوں میں خدا کی وحدانیت کا اس طرح اقرار ہو کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور اس کی عظمت کا اس طرح یقین ہو کہ تمام مسلمان اس واحد مالک الملک کے غلام ہیں۔ عید کا مقصد تو یہ تھا کہ تمام مسلمان اپنے کو ایک اجتماع کا رکن خیال کریں۔ ایک جگہ جمع ہوں اور ایک ساتھ نکلیں۔ تاکہ دشمنان اسلام پر ان کا رعب و دبدبہ قائم ہو۔

مسلمانو! آج ہم بھی عیدیں مناتے ہیں۔ لیکن کس طرح؟ اس طرح کہ ہمارے سینے روحانی حقیقتوں سے خالی، ہمارے دماغ حکومت الٰہی کے حلقہ سے باہر۔ ہمارے دل محبتوں سے آزاد اور ہمارے قلوب ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔

مسائل عید

(۱) عید کے دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ مسواک کرتے، غسل فرماتے، عمدہ لباس جو آپ کے پاس ہوتا زیب جسم فرماتے، خوشبو لگاتے اور عیدگاہ تشریف لیجاتے۔

(۲) حضرت انس سے مروی ہے کہ عیدگاہ جانے سے پہلے آپ طاق کھجوریں نوش فرماتے۔

(۳) حضرت ام عطیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالغہ، غیر شادی شدہ، اور قریب البلوغ لڑکیوں اور پردہ نشین اور حائضہ عورتوں کو بھی عیدگاہ لیجایا کرتے، حائضہ نماز سے الگ رہتی تھیں۔ یعنی نمازیں نہیں پڑھتی تھیں۔ صرف دعا میں شریک ہوتی تھیں۔

(۴) آپ راستہ میں تکبیر پڑھتے ہوئے جایا کرتے تھے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔

(۵) عید کی نماز میں بارہ تکبیریں ہیں۔ پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں سجدہ سے اٹھنے کے بعد سات تکبیریں۔

(۶) عید کی نماز میں امام کو پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ اعلیٰ اور دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ یا قمر پڑھنی چاہئے۔ مقتدی کے لئے صرف سورہ فاتحہ کا پڑھنا ضروری ہے۔

(۷) نماز سے فارغ ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے سامنے کھڑے ہو کر ایک جامع و نافع خطبہ دیا کرتے تھے۔

(۸) خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ دوسرے راستہ سے مکان تشریف لے جایا کرتے تھے۔

(۹) صدقہ فطر ہر شخص پر واجب ہے۔ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا۔ گھر کے بڑے کو چاہئے کہ ان کے متعلقین جو استطاعت نہیں رکھتے ہیں، ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صدقہ اس لئے فرض کیا گیا ہے کہ روزہ میں جو لغزشیں ہوئی ہیں ان کا کفارہ ہو جائے۔ اور اس کے ذریعہ غریبوں اور مسکینوں کی امداد ہو جائے۔

(۱۰) صدقہ عید الفطر کی نماز سے قبل ادا کر دینا چاہئے۔ مقدار صدقہ جو، کھجور سے ایک صاع، اور گیہوں سے نصف صاع بھی جائز ہے۔ لیکن پورا ایک صاع نکالنا بہتر ہے۔ ایک صاع کا ٹھیک وزن کچھ کم پونے تین سیر ہوتا ہے۔

ہدیہ تہنیت

قارئین کی خدمت میں ادارہ مجلہ سلفیہ کی طرف سے عید سعید کی تقریب میں ہدیہ تبریک پیش ہے [illegible] اور زمانہ [illegible] ہوں اور دعا کہ اور اس کی تلافی [illegible] ہوں۔

نیاز کی فتنہ نگاری

بعض احباب نے میری توجہ نیاز فتح پوری کے اس رسوائے عالم مضمون کی طرف مبذول کرائی، جو نگار جون ۱۹۶۲ء کی اشاعت میں چھپا ہے۔ جس میں نیاز صاحب نے نہایت رکیک اور کمزور وجوہ کی بنا پر قرآن مجید کو کلام الٰہی تسلیم کرنے سے انکار کیا ہے۔

میرا مقصد اس مضمون میں قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر دلائل اور شواہد بیان کرنا نہیں ہے۔ چونکہ اس مضمون پر چند مضامین ہی نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں ضخیم مجلدات لکھی جا چکی ہیں۔ اور وہ عالم کے گوشہ گوشہ میں گہر افشانی کر رہی ہیں۔ نیز ہر سال ملک کے مختلف مقامات میں ہزاروں علماء و فضلاء اسی حقیقت کا پرچار مسلمانوں اور غیر مسلموں کے مجالس عمومی اور خصوصی میں کیا کرتے ہیں بیشک دنیا والے وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ کا کھلا ہوا چیلنج قبول کرنے سے قاصر ہیں؟ اس وقت تک آدم کی اولاد میں وہ کون شخص ہے جو صحیح معنوں میں اس کے کلام الٰہی ہونے کا انکار کر سکے۔ یہ اور بات ہے کہ مقابلے سے بھاگ کر حجروں میں بیٹھ کر کوئی شخص خود میاں مٹھو بننے کی ناکام کوشش کا مرتکب ہے۔ کیا یہ ایک بدیہی اور کھلی ہوئی حقیقت نہیں ہے؟ کہ خالق کی بنائی ہوئی چیز کا مقابلہ مخلوق نہیں کر سکتی ہے۔ اگرچہ امداد باہمی کے اصول پر ہر شخص سرفروشانہ جدوجہد پر پوری طرح کمربستہ ہو جائے۔ تو کیا کوئی ذی عقل یہ تصور کر سکتا ہے کہ ساری کائنات ارض و سما مل کر گلاب کا ایک پھول نہیں، جو یا گندم یا رائی کا ایک دانہ بنا سکتی ہے۔ اگر رائی کا ایسا دانہ ساری مخلوق نہیں بنا سکتی کہ جو خدا کا بنایا ہوا ہے۔ اور خدائی مصنوعات کا مثل بندہ نہیں پیش کر سکتا۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ چودہ سو برس تک دنیا کی سینکڑوں اقوام اور کروڑوں انسان انتھک کوششوں کے باوجود جس کلام کی نظیر نہیں لا سکے۔ اور تا قیامت نہیں لا سکتے۔ اسے کلام الٰہی تسلیم نہ کیا جائے۔ اگر کسی انسان کا کلام ہوتا تو یقیناً عالم انسانیت اس کی مثل لانے سے عاجز اور درماندہ نہ رہ جاتا۔ اگر کسی صاحب نے کسی زمانہ میں مقابلے کی ناکام کوشش کا فریضہ انجام دینے کا ارادہ کیا۔ تو بجائے اس کے کہ ان کی یہ سعی مشکور ہوتی نامشکور ہو گئی۔ اور قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے پر مزید اذعان اور ایقان کا باعث ہوئی۔ کیونکہ آج تک جو قرآن مجید سے مقابلہ یا جوابی کلام پیش کیا گیا وہ صرف فصاحت و بلاغت کے معیار سے گرا ہوا تھا بلکہ محض مہمل، لغو اور بے معنی تھا۔

کسی نے والسماء ذات البروج کے مقابلے میں والسماء ذات الفروج فرمایا۔ کوئی صاحب اٹھے اور انہوں نے القارعۃ ما القارعۃ کے جواب میں الفیل وما الفیل

وہاں اور دریلٹ سا الفیل کا اردو ترجمہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ ایک صاحب جنھیں پیدائشی بیاؤ کا ملکہ اس میں کمال کا دعویٰ تھا۔ انہوں نے قرآن مجید کے مقابلہ پر سورۃ الفاتحۃ کلکتبۃ سورۃ المنفر لا بعدیل صیا الالام باغت ملام پیش کر کے عام ادب اور ادب الوزان اور غیر کا مرخزینہ الکہ محیا دیا۔ ہر وہ شخص جسے عربیت سے ذرا بھی مس ہو۔ اور جو اپنے دماغ میں فہم و فراست کا ایک حقیر چیز بھی رکھتا ہے وہ قرآن کریم کی آیات کے مقابلہ میں سخیف عبارتوں کو دیکھ کر یقینا بے ساختہ پکار اٹھے گا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

اس وقت قرآن مجید کے الہامی کتاب ہونے کے اثبات پر خامہ فرسائی کرنا میرا مطمح نظر نہیں ہے۔ مجھے ان دلائل کی طرف اشارہ کرنا ہے۔ جن کی بنا پر نیاز صاحب نے کلام مجید کے الہامی ہونے کا انکار کیا ہے۔

مرادآباد میں کوئی صاحب سید محمد صالح ہیں۔ انہوں نے نیاز صاحب کی محققانہ اور مجتہدانہ شہرت سنکر آتش نمرود کے متعلق استفسار کیا تھا جس کا ماحصل یہ ہے کہ کلام مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم آگ میں پھینکے گئے تھے۔ لیکن آگ نے کچھ اثر نہیں کیا۔ نیاز صاحب نے سوچا کہ اگر اس واقعہ کو تسلیم کر لیا جائے تو علت و معلول اور سبب و مسبب کا سلسلہ ٹوٹ جائے گا۔ اور انکار کر دیا جائے تو وحی و الہام کا سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔ بعثت ثانی کالجوں اور اسکولوں کے روشن دماغ طلبہ اور مہذب ... مہ مجدد ... پیش کیا ہے۔ اور بصورت اول ندامت اور رد قبیا زمت کا بے مزہ خطاب ہاتھ آئے گا۔ پس فوراً نفس مسئلہ پر بغیر نگاہ ڈالے ہوئے نیاز صاحب نے قرآن کے کلام الہی ہونے سے انکار کر دیا اور ایک سچے واقعے کی سچائی کو اپنی جھوٹی مجددیت کی دیوی پر بے چون و چرا قربان کر دیا۔ یہ جو کچھ میں نے لکھا کسی عداوت یا ذاتی عناد کی وجہ سے نہیں لکھا ہے۔ بلکہ اگر آپ ان کے مضمون کو شروع سے آخیر تک پڑھ جائیں گے تو یقیناً آپ کو کوئی سنجیدہ اور وضیع دلیل قرآن کے کلام الہی نہ ہونے پر ہرگز نہیں ملیگی بلکہ ان کا پورا مضمون متضاد اور متعارض باتوں کا ایک مجموعہ نظر آئے گا۔ نیاز صاحب اپنے مضمون میں خدا کی نہ مخلوق خدائی کا اقرار کرتے ہیں۔ بلکہ اس کی صفات کی محدودیت تک گوارا نہیں فرماتے جیسا کہ ان کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں :-

"الہام خداوندی کو کسی ایک یا ایک سے زائد زبانوں میں مخصوص کر دینا۔ خدا کی صفت کو محدود کر دینا ہے"۔ جون سنہ ۱۹۳۰ء نگار۔

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب نگار کو خدا کے متکلم ہونے سے انکار نہیں ہے۔ بلکہ کسی ایک زبان میں اس کا کلام کرنا ان کے نزدیک محل نظر ہے۔ لیکن اسی مضمون کی ایک دوسری عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ کے سرے سے متکلم ہونے کے منکر ہیں۔ جیسا کہ آپ کی اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے

"کلام ... صفت ... ہیں ...

... لعنی ...

... عبارت ... اس سے اگر ہم

"خدا سے کسی کلام کو منسوب کریں گے تو اس کے
معنی یہ ہیں کہ خدا کے لئے نطق ہے جس کا تعلق
بکسر مادیات سے ہے" نگار جون سنہ ۱۹۴۳ء۔

معتقدین نیاز کو چاہئے کہ وہ دونوں عبارتوں کو بار بار پڑھیں اور سوچیں کہ ان کے مجدد اعظم کا کون سا ارشاد گرامایہ قابل تسلیم ہے۔ نیز نیاز صاحب جب [illegible] اللہ کی صفات کا اقرار کرتے ہیں، تو یقیناً وہ اسے علیم سمیع، جاننے والا، سننے والا، زندہ اور دیکھنے والا بھی تسلیم کرتے ہوں گے۔ تو کیا کوئی نگار کا پڑھنے والا اگر ان سے یہ پوچھ بیٹھے کہ جس طرح آپ کے نزدیک کلام کرنے کے لئے مخصوص عضلات کی حرکت ضروری ہے۔ اور خدا میں عضلات نہیں ہیں اس لئے متکلم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اس سے اس کا مادی ہونا لازم آتا ہے۔ اسی طرح سننے کے لئے کان، دیکھنے کے لئے نگاہ، زندگی کے لئے مخصوص رگوں کا ہونا ضروری ہے۔ جن کا تعلق سراسر مادیات سے ہے۔ لہذا آپ کے نزدیک اللہ کو نہ سمیع ہونا چاہئے نہ حی اور نہ علیم۔ پھر وہ کون سی صفتیں خدا کی رہ جاتی ہیں۔ جن کے متعلق آپ کا یہ ارشاد والا شان ہے۔

"چونکہ صفات ربانی عین ذات ربانی ہیں، ذات
ربانی ہے۔ اس لئے اس طرح خدا کو محدود
کر دینا ہوگا" جون سنہ ۱۹۴۳ء نگار

اگر اس کے جواب میں صاحب نگار یہ فرمائیں کہ خدا کے سننے اور دیکھنے زندہ رہنے اور علم کے لئے ان مادی آلات کی ضرورت نہیں ہے جس کی ہمیں اور تمہیں ہے۔ تو کیا ایک شخص کو ان سے یہ کہنے کا جائز حق حاصل نہیں ہے کہ ٹھیک اسی طرح اسے اپنے تکلم میں عضلات کی مخصوص حرکت کی بھی احتیاج نہیں ہے۔ مریدین نیاز کو چاہئے کہ اپنے امام اعظم کی باتوں کو غور سے پڑھ پڑھ کر اپنا سر دھنیں۔ اور خوش ہوں کہ وہ ان کے یگانہ ارشادات ایک دوسرے سے ٹکرا کر خود بخود پاش پاش ہو گئے ہیں۔ اور اس طرح ایک ایماندار شخص کے ایمان بالقرآن کے عقیدے کے لئے مزید اذعان اور استحکام کا سبب بن رہے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ کلام الہی کی اہانت میں جب کبھی بھی کسی گستاخ شخص نے قلم اٹھایا ہے عقل و خرد اور فہم و ادراک کا سرمایہ قدرت نے اس سے سلب کر لیا ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو کیا وجہ کہ نیاز فتحپوری کا جیسا انشاء پرداز زیرک اور نکتہ سنج انسان بالکل غلط اور باتیں کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اسی قسم کا ایک اعتراض آپ اور کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے ملاحظہ کریں۔

"گویا خدا صرف عربی اور عبرانی زبانوں میں نطق
کر سکتا تھا۔ اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ
وہ تمام زبانیں جانتا تھا تو مناسب یہ تھا کہ
مختلف قوموں کی مختلف زبانوں میں وہ وحی
بھیجتا" جون سنہ ۱۹۴۳ء نگار

نیاز صاحب کا یہ اعتراض نہ صرف غلط بلکہ احمقانہ بھی ہے کیونکہ مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ ہر قوم میں انبیاء و رسل آتے رہے ہیں۔ اور ان کو انہیں زبانوں میں کتابیں دی گئی ہیں۔ ولکل قوم ھاد وما ارسلنا من الرسول الا بلسان قومہ سے اسی حقیقت کی تشریح مقصود ہے۔ نیاز صاحب کے

اس اعتراض سے معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] علماء اور فقہا غور و فکر کا رٹ اور ہزاروں کی تعداد سب ہی کے مہمل تعریف [illegible] کی ساری عمر ضائع ہوگئی۔ اور کلام الٰہی کے مطالعہ کا ان سب کو بالکل موقع نہیں ملا۔ کیونکہ اگر ان لوگوں نے قرآن مجید کا [illegible] مطالعہ کیا ہوتا تو یقیناً انہیں اس قسم کے اعتراض کرنے کی [illegible] نہ ہوتی۔ لیکن سچ یہ سوال لوگوں کی تسکین کا باعث [illegible] کہ کلام الٰہی کے نزول کے بعد دوسری زبانوں میں الہامی کتابوں کا نزول کیوں نہیں ہوا۔ سو اس کا جواب بالکل کھلا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلغوا عنی ولو آیۃ فرما کر [illegible] کہ تمام اقوام تک خدائی احکام کی تبلیغ کا بار امت مسلمہ کے کندھوں پر رکھ دیا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں [illegible] تمام [illegible] پیغام انہیں کی زبانوں میں مسلمانوں نے پہنچا دیا۔ اور آج تک خدا کا یہ آخری پیغام جملہ اقوام کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کی شکل میں پھیلا ہوا ہے اور روز [illegible] ہے۔ اس کے بعد آپ خود غور فرمائیں۔ کہ اور زبانوں میں الہامی کتابوں کے نزول کی اب کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ عہد قدیم میں دنیا کا ایک حصہ دوسرے حصے سے مربوط نہ تھا۔ اسلئے ہر قوم کے لئے علیحدہ نبی اور کتاب کی ضرورت تھی۔ لیکن اب جب کہ پوری دنیا ایک خاندان کے افراد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی مطلق کوئی ضرورت باقی نہیں رہی۔ باقی رہا یہ سوال کہ تمام زبانوں میں عربی کا انتخاب کیوں کیا گیا۔ تو بجائے خود یہ ایک مستقل مضمون ہے جس پر انشاء اللہ کسی دوسرے موقع پر قلم اٹھاؤں گا۔ آگے چل کر نیاز صاحب ایک حقیقت سے اور پردہ اٹھاتے ہیں۔ جسے ان کے کمال ہمہ دانی سے تعبیر کیا جائے۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں۔

"میں رسول اللہ صلعم کو بڑے بلند اخلاق کا
انسان سمجھتا ہوں۔ اور یقین رکھتا ہوں کہ وہ
کبھی جھوٹ نہیں بول سکتے" نگار نومبر ۱۹۴۰ء

لیکن ہم نہیں سمجھ سکتے کہ نیاز صاحب کے نزدیک تئیس برس تک رسول اللہ کا قرآن کو کلام الٰہی کہتے رہنا اور اسے اپنا کلام تسلیم کرنے سے انکار کرنا جھوٹ ہے۔ یا سچ اگر نعوذ باللہ نیاز صاحب اسے جھوٹ سمجھتے ہیں تو پھر انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹے نہ ہونے کا یقین کیوں ہے۔ اور اگر سچ سمجھتے ہیں تو قرآن کے کلام الٰہی ہونے سے انکار کیوں ہے۔

مصلح الدین مدرسہ دار العلوم احمدیہ سلفیہ

تشریحِ حدیث

(۴)

گزشتہ تین اشاعتوں میں بعض ایسی چیزوں پر روشنی ڈالی جا چکی ہے جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریحاً گناہ کبیرہ بتایا ہے۔ اور اس کے متعلق وعید فرمائی ہے۔ آج بھی انہیں میں سے بعض چیزیں پیش کی جاتی ہیں۔ اور ناظرین سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ انہیں عبرت کی آنکھوں سے پڑھیں گے۔

عقوق والدین۔ عقوق کے معنی ہیں نافرمانی اور سرکشی کے یوں تو انسان کا فرض ہے کہ اپنے سے ہر بڑے اور بزرگ کا احترام کرے اس کی عزت اور اس کے وقار کا لحاظ رکھے اس کی ہر بھلی بات کو مانے۔ اور حتی المقدور اس کا عدول حکمی اور نافرمانی سے باز رہے۔ مگر والدین کا احترام کرنا اس کی تابعداری کرنا اور ہر بھلی باتوں کو ماننا نہ صرف ضروری ہے۔ بلکہ اس کے خلاف کرنے والا گناہ کبیرہ اور عذاب شدید کا مستحق ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک اور حدیثوں میں سینکڑوں جگہ مختلف عنوان سے مسلمانوں کو اس فعل مذموم کے ارتکاب سے باز رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

اس سلسلہ میں قرآن پاک نے نہایت مؤثر تعلیم دی ہے۔ ارشاد ہے:-

وقضی ربک الا تعبدوا الا ایاہ وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندک الکبر احدھما او کلاھما فلا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما ۵ واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ وقل رب ارحمھما کما ربیانی صغیرا ۵۔

"اور تمہارے پروردگار کا یہ فیصلہ ہے کہ تم سوائے اسکے کسی دوسرے کی عبادت نہ کرو۔ اور اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ اور اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھے ہو جائیں۔ تو ان کے سامنے ہوں تک نہ کہو اور نہ ان کو جھڑکو۔ اور ان سے جو کچھ کہنا ہو۔ نہایت نرمی سے کہو۔ نیز ان کے سامنے محبت سے خاکساری کا پہلو جھکائے رکھو اور دعا کرتے رہو کہ اے میرے پروردگار جس طرح انہوں نے مجھے بچپنے سے پالا پوسا ہے۔ اسی طرح تو بھی ان پر اپنا رحم کیجیو۔ سورہ احقاف میں فرمایا۔

ووصینا الانسان بوالدیہ احسانا۔

ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کی تاکید کی ہے یا یوں یاد دہانی کی ہے۔

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
اِحْسَانًا۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کی پرستش میں کسی
کو شریک نہ کرو۔ اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کیا
کرو۔ حدیث شریف میں ہے۔ ایک شخص نے آنحضرت سے دریافت
کیا۔ ما حق الوالدین علی ولدھما۔ بچے پر ماں باپ کا
کیا حق ہے۔ فرمایا۔ ھما جنتک ونارک۔ وہی دونوں
تمہارے بہشت اور دوزخ ہیں [illegible]
[illegible] دونوں کے قدموں کے نیچے ہے۔ ایک روایت
میں ہے کہ ایک شخص نے آپ سے جہاد میں جانے کی اجازت [illegible]
فرمایا تم اپنے ماں باپ کی خدمت کرو۔ یہی تمہارا جہاد ہے۔

[illegible]
[illegible] اسی میں ایک عورت
[illegible] آپ سے [illegible] لوگوں
پوچھا کہ یہ کون ہے۔ تو لوگوں نے کہا [illegible]
ہم آپ [illegible] ہیں۔

والدین کی نافرمانی کرنے والوں کے بارے میں خداوند
عالم ارشاد فرماتا ہے۔

والذی قال لوالدیہ اف لکما اتعداننی ان
اخرج وقد خلت القرون من قبلی۔ الی قولہ انھم
کانوا خاسرین۔

جن لوگوں نے والدین کے ساتھ سخت کلامی کی اور
کہا کہ تم مجھ کو دھوکا دیتے ہو کہ میں مرنے کے بعد قبر سے نکالا
جاؤں گا۔ حالانکہ ہم سے پہلے بہت سی قومیں گذر چکی ہیں۔ اور
کسی کو مر کر جیتے نہ دیکھا۔ ایسے لوگوں کے بارے میں قرآن کریم
میں انھم کانوا خاسرین آیا ہے یعنی یہ لوگ گھاٹا پانے
والے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ رضی الرب فی رضی الوالد
وسخط الرب فی سخط الوالد۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی
حاصل کرنا باپ کی خوشنودی پر موقوف ہے۔ اور اللہ تعالیٰ
[illegible] دوسری روایت میں
ہے کہ [illegible] داخل نہیں ہو سکتے۔ ایک وہ شخص
جو کسی پر احسان کر کے احسان جتاتا ہے۔ دوسرا وہ جو والدین
کی نافرمانی کرتا ہے۔ تیسرا وہ جو ہمیشہ شراب پیا کرتا ہے
[illegible] کرتا ہے۔

حضرت ابو بکرہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلعم نے
فرمایا۔

کل الذنوب یغفر اللہ منھا ما شاء الا عقوق
الوالدین فانہ یعجل لصاحبہ فی الحیوۃ قبل الممات
تمام گناہوں میں سے اللہ تعالیٰ جس کو چاہے گا بخش
دیگا۔ مگر والدین کی نافرمانی کا گناہ نہیں بخشا جائیگا۔ اور اس گناہ
کا بدلہ مرنے سے پہلے دنیا میں ہی اس کو مل جاتا ہے۔ اس قدیم
کا ایک واقعہ بنی اسرائیل کا مشہور ہے

ایک شخص ستر برس تک عبادت و ریاضت کرتا رہا۔
اور بڑا زاہد ہو گیا۔ اتفاقاً ایک روز حسب عادت نماز پڑھ رہا
تھا۔ اس کی والدہ نے اس کو پکارا اور بار بار پکارتی رہی

اس نے سوچا کہ نماز کے بعد جواب دوں گا۔ اور والدہ کا جو حکم ہوگا بجا لاؤں گا۔ ادھر اس کی ماں کو صبر نہ ہو سکا۔ اور جب وہ پکارتے پکارتے عاجز ہوگئی۔ اور جواب نہیں ملا تو اس نے بد دعا کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ ہی دنوں بعد ایک زانیہ کے گھر جب بچہ تولد ہوا۔ تو اس نے اس کو اسی زاہد کی طرف منسوب کر دیا۔ سب [illegible] انہوں نے اس زاہد کی عبادت گاہ کو خاک میں ملا دیا۔ زاہد کے [illegible] اس کے منہ میں سیاہی لگائی [illegible] [illegible] کوئی تعلق نہ تھا۔ اور اس کو یہ سزا اس کی والدہ کی بد دعا سے ملی تھی یہاں پر دو امور قابل لحاظ ہیں۔

ایک یہ کہ [illegible] کہ والدین کو [illegible] کی رنجش کا باعث ہو۔ دوسرے یہ کہ خود والدین ایسے موقع پر ضبط سے کام لیں۔ جلدی میں آکر بیٹے کے حق میں کبھی بد دعا نہ کریں [illegible] جو بعد خود ان کے لئے تکلیف دہ ہو۔ کیونکہ کوئی باپ اپنے بیٹے کی برائی نہیں چاہتا اس کی تکلیف اور پریشانی نہیں دیکھ سکتا۔ یہ چیز بھی اس کے لئے [illegible] سے کہیں زیادہ دلشکن ہوا کرتی ہیں۔ جو اس کو بیٹے کی ذات سے پہنچ چکی ہیں۔

والدین کو گالی دینا منجملہ دوسرے گناہوں کے یہ بھی ایک کبیرہ گناہ ہے۔ یوں تو نفس گالی بولنا ہی نہایت مذموم اور ناپسندیدہ حرکت ہے اور نہ صرف مذموم بلکہ فسق و فجور کی پہنچا دینے والی چیز ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ سباب المسلم فسوق وقتاله كفر۔ کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے۔ اور اس کا قتل کرنا کفر ہے۔ لیکن خود اپنے والدین کو گالی دینا فسق سے کہیں بڑھ کر ہے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ذکر کیا کہ خود اپنے والدین کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے۔ سیدھے سادے لوگ تھے۔ انہیں یہ سن کر تعجب ہوا کہ بھلا انسان اور اپنے والدین کو کیسے گالی دے سکتا ہے۔ تو پوچھ بیٹھے یا رسول اللہ ھل یشتم الرجل والدیہ کیا آدمی بھی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نعم یسب ابا الرجل فیسب اباہ ویسب امه فیسب امه

ایک شخص کسی دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ بھی اس شخص کے باپ کو گالی دیتا ہے اور وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ بھی اس کی ماں کو گالی دیتا ہے

موجودہ دنیا میں فحش گوئی اتنی عام ہوگئی ہے کہ چھوٹے گھرانوں کا ذکر ہی چھوڑیے۔ اچھے اچھے اور شریف گھرانوں میں اس مذموم اور قبیح فعل نے اپنی جگہ بنا لی ہے۔ اور نہایت [illegible] کے ساتھ لوگوں نے فحشیات کا استعمال شروع کر دیا ہے۔ اس بارے میں بعض لوگ اس خیال کے بھی حامل ہو رہے ہیں۔ کہ فحشیات کا استعمال مزدوروں اور نوکروں کے مقابلہ میں کرنا گناہ و مکروہ کیسا جائز اور روا ہے۔ بھلا ان شرافت کے دعویداروں اور اپنی اعلیٰ نسبی پر بیجا فخر کرنے والوں سے ذرا کوئی پوچھے کہ سباب المسلم فسوق

کی آواز کبھی ان کے کانوں کے پردے سے ٹکرائی ہے یا نہیں وہ بھی عن الفحشاء والمنکر کی صدائے بازگشت ان کے کانوں میں گونجتی ہے یا نہیں؟ لیس المومن بالطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی سے ان کے کان آشنا ہیں یا نہیں۔ اگر جواب اثبات میں ہے تو پھر وہ اسے کیوں بھول بیٹھے ہیں۔ کیا وہ ان قرآنی آیات و احادیث کو اپنا لائحہ عمل بنانا نہیں چاہتے۔ حیف اور صد حیف اس دن اذان بھی بولا اور یہ بچوں کی آواز خواب غفلت سے بیدار کرنے کی انتھک کوشش کرتی ہے۔ مگر ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہی لوگ غلاموں اور نوکروں کو گالی دیتے دیتے جب جری ہو جاتے ہیں تو بالآخر اپنے ماں باپ کو بھی محفوظ نہیں چھوڑتے۔ اور اس طرح وہ بقول نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کبیرہ گناہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں۔ جن سے بچنا ہر مسلمان کا اولین فرض ہے۔

اللھم جنبنا الفواحش ما ظہر منہا

وما بطن ؕ

عبدالرحمٰن نشتر رجوروی متعلم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

اسلام اور معاش

آج دنیا میں ہر چہار طرف مسلمانوں کی زبوں حالی کا رونا رویا جا رہا ہے۔ حالانکہ ایک وہ زمانہ بھی تھا کہ پورے عالم میں مسلمانوں ہی کا دور دورہ تھا۔ اس وقت یہ صاحب نشست تھے تو یہ حاکم وقت تھے تو یہ ع

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

آخر کونسی وجہ ہے کہ مسلمان اس دور ترقی کے میدان میں پسپا اور پیچھے نظر آرہے ہیں۔

قرآن مجید کے تدبر و مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے دنیاوی حالت کی اصلاح کے لئے جس چیز کا ہمیں حکم دیا تھا ہم نے اس سے روگردانی کی ہے۔ اور صنعت و حرفت اور تجارت جیسی عظیم الشان چیز کو پس پشت ڈال دیا ہے

یہ امر مسلم ہے کہ کوئی قوم صرف ملازمت کے ذریعہ مرفہ الحال اور ترقی یافتہ نہیں ہو سکتی۔ اور یہی چیز مسلمانوں میں بدرجہ اتم دکھائی دیتی ہے عام اور تعلیم یافتہ ہو یا جاہل سبھوں کے پیش نظر یہی ہے کہ معمولی سی نوکری مل جائے تاکہ پیٹ بھر کھانا اور پردہ پوشی کو کپڑا مل سکے۔ حالانکہ اقتصادی و اجتماعی نظریات بہت بلند اور بہت بلند ہونے چاہئیں۔ [illegible] بلند ہو سکتی ہے۔ جس کے افرادی و جماعتی خیالات اعلیٰ ہوں اور حصول مقصد میں کوشش بھی کی جاتی ہو۔

مذہب اسلام نے صنعت، حرفت اور تجارت کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ ترقی کا سرچشمہ یہیں سے پھوٹتا ہے۔ ورنہ جائیے اس جماعت کو دیکھئے جس کی سلطنت میں کبھی آفتاب غروب نہیں ہوتا۔ کیونکہ اتنی بڑی سلطنت حاصل کی محض تجارت کے ذریعہ اس جماعت نے تمام دنیا میں اپنا قدم جما لیا ہے۔ ہندوستان میں اس کی حکومت کی بھی محض تجارت ہی کے ذریعہ قائم ہوئی۔

اب آئیے۔ مذہبی نقطہ نگاہ سے دیکھئے مذہب اسلام نے طلب معاش کا حکم دیا۔ اور بڑے زور دار لفظوں میں دیا ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد جگہ اس طرف اشارہ کیا گیا۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ واذکروا اللہ کثیرا لعلکم تفلحون ۞

ترجمہ: جب نماز جمعہ ختم ہو جائے، تو اطراف زمین میں پھیل جاؤ اور خدا کے فضل و انعام کو تلاش کرو۔ ساتھ ہی یاد الٰہی بہت زیادہ کرو تاکہ کامیاب و فلاح یافتہ ہو سکو—

تفسیر خازن میں فانتشروا فی الارض کی تفسیر یوں ہے
فانتشروا فی الارض للتجارة والتصرف فی حوائجکم
یعنی تم زمین میں بغرض تجارت اور تصرف حاجات کے لئے منتشر ہو جاؤ
وابتغوا من فضل الله یعنی اور خدا کے فضل رزق کو
تلاش کرو۔ ان آیات سے تجارت کی اہمیت بخوبی واضح
ہو گئی۔ حدیث شریف میں ہے [illegible] طلب رزق
نے فرمایا:۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

دوسرے مسلمانوں کی [illegible] خدا ناسکے [illegible]

اور [illegible] مسلمانوں ہی کی کثرت و بہتات ہے۔
اگر آپ گہری نظر کرینگے تو اس میں بھی مسلمان دوسری قوموں سے
پیچھے نظر آئینگے۔

حضور نے [illegible] فرمایا ہے جو شخص دست سوال دراز کریگا
قیامت کے دن اس کے چہرہ پر گوشت نہیں ہوگا بلکہ نچا ہوا
ہوگا آپ نے اسی مفہوم کو بتکرار مختلف الفاظ میں بیان فرمایا
ہو کہ تاکہ بہت بڑی اہمیت اور عظمت کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ
امت میں سے کسی کو اس طرح کرنے کی ہمت نہ ہو۔ مگر وائے بدقسمتی مسلمانوں
نے اس فرمان کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

دوسری جگہ حدیث شریف میں ہے۔ رسول اللہ نے
فرمایا اطلبوا الرزق فی خبایا الارض ترجمہ زمین کے چھپے مقامات
میں روزی تلاش کرو یعنی زمین میں جو خزانے سونے، چاندی، ہیرے
جواہرات اور [illegible] کے ہیں۔ انہیں نکالو اور انکو
ہر طرح [illegible] کا شغل کرو۔ اور راج پیدا کرو قرآن نے
بحری تجارت کی طرف [illegible] شارہ بار بار کیا ہے۔ وھو
الذی سخر البحر [illegible] الفلک فیہ بامرہ ولتبتغوا
من فضلہ [illegible] پاک پروردگار ہے
[illegible] کیا

[illegible]

[illegible]

[illegible]

اس لئے [illegible] فضل رزق تلاش کرو اور شکر گزار
بندے ہو جاؤ۔

مسلمانو! شارع علیہ السلام نے تجارت کی ترغیب [illegible]
بلکہ خود حضور اور بڑے بڑے انبیاء علیہم السلام بزرگان دین اور
خدا کے پیارے بندے گزرے قریب قریب سب نے تجارت
وصنعت کو ذریعہ معاش بنایا۔ چنانچہ حضور پر نور صلعم نے نبوت سے
پیشتر دو مرتبہ بغرض تجارت اور طلب معاش شام کا سفر کیا۔ ابو نا حضرت
آدم کاشتکاری کرتے تھے حضرت نوح نجاری (بڑھئی) کا کام کیا کرتے
تھے۔ اور حضرت ابراہیم نبینا علیہ الصلوة والتسلیم بزازی کرتے تھے۔
اسی طرح حضرت داؤد زرہ بکتر بناتے تھے۔ حضرت سلیمان باوجودیکہ
بہت زبردست جلیل القدر بادشاہ تھے۔ جن وانس چرند وپرند

حیوانات آبی وخشکی حتیٰ کہ شیاطین تک کے بادشاہ تھے۔ لیکن دنیاوی زندگی اس طرح گذارتے تھے کہ زنبیل بنا کر معاش طیب حاصل کرتے۔ صحابہ کرام اہل بیت عظام کسب معاش بذریعہ تجارت کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کا ایک عظیم الشان کارخانہ بمقام سنح قائم تھا جہاں نفیس اور عمدہ کپڑے تیار ہوا کرتے تھے۔ خلافت کے زمانہ میں بازاروں میں بیٹھ کر کپڑے فروخت کیا کرتے۔ امام نخعی سے روایت ہے کہ کان عمر یتجر وهو خلیفة حضرت عمرؓ فاتح روم وعجم بحالت خلافت تجارت کرتے تھے اور آپ کی تجارت اتنی وسعت پاگئی کہ شام عراق ایران و تورات تک پھیل گئی تھی۔ حضرت عثمان ذوالنورین غلہ و پارچہ اور کھجور وغیرہ کی تجارت کرتے تھے۔ اسی طرح فاتح خیبر حضرت علیؓ باغبانی وفلاحت کرتے تھے، غرضکہ مہاجرین کرام سبھوں کا ذریعہ معاش تجارت ہی تھا۔ اور انصار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین بذریعہ کاشتکاری روزی حاصل کرتے تھے۔ امام شعرانیؒ نے فرمایا۔ لقد حث الله ... اخذ علینا علی عمل الید تبعا للقرآن العظیم والسنة المحمدیة حسب اتباع کتاب وسنت سلف نے کسب پیشہ کی تحریص دلائی ... لائق ہے سے بدست آنکہ تفنگ ... سے پرچیہ ... امیر

لقی عمر بن الخطاب ... ناسا من اهل الیمن فقال من انتم فقالوا نحن المتوکلون قال کذبتم بل انتم متواکلون انما المتوکل رجل القی حبه فی الارض وتوکل علی الله ... یمن کے ... سے حضرت عمرؓ کی ملاقات ہوئی۔ آپ نے دریافت فرمایا تم لوگ کون ہو۔ جواب دیا ہم متوکلین اللہ پر بھروسہ کرنے والے۔ آپ نے فرمایا جھوٹے ہو متوکل تو وہ ہے جو زمین میں دانہ ڈال دے اور اللہ پر اس کی پیداوار کا تکیہ کرے۔ حدیث قدسی ہے۔ **یا عبدی حرک یدک انزل علیک الرزق** ترجمہ اے پیارے بندے ہاتھ پاؤں ہلاؤ تمہاری روزی کے دروازے وسیع ہو جائینگے آنحضرت سید المرسلین فرماتے ہیں۔ **اسعوا فان اللہ کتب علیکم السعی** ترجمہ مسلمانوں کوشش کرو۔ اللہ نے تم پر طلب معاش میں کوشش فرض کر دی ہے۔ دوسری جگہ حدیث شریف میں ہے۔ **ان اللہ یحب ان یری العبد محترفاً** ترجمہ خدائے بزرگ وبرتر اپنے بندے کو بحالت کسب پیشہ دیکھنے کو عنایت درجہ محبوب رکھتا ہے۔ ایک اور جگہ حضور اکرم نے فرمایا **العبادة سبعون بابا افضلها طلب الحلال** ترجمہ عبادت کے ستر طریقے ہیں۔ لیکن طلب معاش کیلئے حلال سب سے افضل و برتر ہے۔ غرض کہ حلال طور پر طلب معاش عبادت ہی نہیں بلکہ افضل عبادت ہے مسلمانوں نے آج اسی چیز کو چھوڑ دیا۔ جس کی بدولت آج یہ دن دیکھنا نصیب ہے۔

متذکرہ بالا آیات واحادیث سے ہماری رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ان پر عمل کرکے دنیا میں عزت ومرتبہ حاصل کریں۔

اللہ تعالےٰ ہم مسلمانوں کی اس تنگ حالی کو دور فرمائے اور اپنے احکام پر عمل کی توفیق مرحمت فرمائے۔

ایم۔ شمیم

غزل

[illegible] مسلم ہائی اسکول [illegible]

کیا کہوں آپ سے کہ کیا ہوں میں [illegible] | آپ [illegible] جیتا ہوں میں
ہوں گراں بار [illegible] | [illegible] ہوں میں
صیدِ رم خوردہ ہوں [illegible] | [illegible] کا پھرتا ہوں میں
ہے مری کوشش [illegible] | [illegible] رسوا ہوں میں
اک نئے دن کی خبر دیتا ہوں | صبحِ فردا کا سویرا ہوں میں
کتنے دلکش ہیں نقوشِ امید | وسعتِ ایام سے ڈرتا ہوں میں
میں ہوں اور شوق کی تصویر گری | اس مرقع میں اکیلا ہوں میں
میرے بس کا نہیں گو یہ اسلوب | ق | سخن [illegible] کا شیدا ہوں میں

پاسِ نوابِ سعادت [illegible] کی غزل
"دلِ عاشق کی تمنا ہوں میں"

سلہ نواب سعادت علیخاں مرحوم

خواتینِ تیموریہ کی ایک قابل فخر ہستی

تاریخ ولادت ۱۰ شوال المکرم ۱۰۴۸ھ ہے۔ اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کی سب سے بڑی لڑکی تھی۔ ذہانت و ذکاوت میں یکتائے [illegible] میں وہ [illegible] تھی۔ شاہجہاں کا دور دورہ تھا۔ اس کی ولادت پر انتہائی خوشیاں منائی گئیں کہ اعلیٰ حضرت [illegible] عمر کی [illegible] منزل طے کرنے پائی تھی کہ اس کی تعلیم کے لئے ایک لائق حافظہ مقرر کی گئی اور وہ ابھی آٹھ سال کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ پورا قرآن حفظ کر لیا۔ عالمگیر اس سے خوشی کے پھولے نہیں سماتے تھے۔ تقریب ختم قرآن کے موقعہ پر پوری فوج اور ارکان سلطنت کو دعوت دی گئی۔ اور اس کی لائق معلمہ کو ہزار اشرفیاں انعام دی گئیں۔

اورنگ زیب نے جب دیکھا کہ شاہزادی نہایت ذہین اور ہوشیار ہے۔ تو [illegible] اور ملا [illegible] جیسے [illegible] شرف تلمذ کا خصوصی درجہ رکھتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم دلانا شروع کی۔ پوری اٹھارہ برس کی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ وہ ایک نادرۂ روزگار اور مشہور آفاق خاتون بن گئی۔ عربی، فارسی، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، ہیئت، تاریخ اور فلسفہ میں وہ مہارت حاصل کی کہ بڑے بڑے استاد متحیر اور انگشت بدنداں رہ گئے۔ خصوصاً فن ہیئت میں تو اس درجہ کمال حاصل کیا کہ وہ اکثر اجرام فلکیہ کا مشاہدہ کرتی، اور ان کی ماہیت و حقیقت پر مدلل بحث کر کے [illegible] کو ساکت و صامت کر دیتی۔

جہاں اس نے ان تمام چیزوں میں کمال حاصل کیا تھا وہیں [illegible] میں بھی انتہائی شہرت حاصل کی تھی۔ اور بڑے بڑے شاعروں کو اس کی کمال شاعری کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا پڑا۔ اول اول اس نے عربی میں [illegible] ایک عرب صاحب نے [illegible] مگر [illegible] بتا دئے۔ اس اصلاح سے وہ اس قدر بددل ہوئی کہ پھر عربی شاعری کا نام تک نہ لیا۔

چونکہ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ ایک پختہ اور متشرع شہنشاہ تھے۔ انہیں ایک گونہ شاعروں سے نفرت تھی۔ اسلئے انہوں نے تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی ملک الشعراء کا عہدہ موقوف کر دیا۔ اور دربار کا شاعروں کی [illegible] شاہزادی [illegible] نے ہمیشہ انہیں شاعروں کی عزت کرنے [illegible] اور وہ [illegible] موقعہ بموقعہ [illegible] رہتی [illegible] شاعر [illegible] شعراء نظم ہی [illegible] ہدیتے۔ نعمت خاں عالی نے ایک رباعی پیش کی جس کو زیب النساء پڑھ کر پھڑک اٹھی اور پانچسو روپے انعام دیئے۔

شکل و صورت:- یہ شاہزادی سردرجہ کی حسین اور صاحب جمال تھی۔ عرب و ایران تک اس کے حسن دل افروز کا شہرہ پہنچا ہوا تھا۔ قدرت نے

[illegible] تھی۔ جسم نازک اور [illegible] آنکھیں
غزالاں [illegible] جیسی نشیلی [illegible] [illegible]
[illegible] تشبیہ رخساروں [illegible] [illegible]
ایسے معلوم ہوتے تھے [illegible] [illegible]
[illegible] برے بڑے [illegible] [illegible]
جان سے منتمنی تھے۔ مگر ان کے [illegible] [illegible]
پشیمنم پڑگئی۔

طرز معاشرت ۔ [illegible]
تھی۔ وہ جاتی تو بیا جواہرات میں [illegible] [illegible]
پہنتی، ہر طرح کی آرائش سے [illegible] کر سنورتی۔ مگر فوراً [illegible]
شاہزادی کر [illegible] سادگی [illegible] سفید [illegible]
استعمال [illegible] کمخواب اور زربفت جیسے [illegible]
[illegible] کوئی [illegible]

[illegible] موتیوں کا [illegible] [illegible]
جس [illegible] چار چوڑیاں [illegible] دو نوں [illegible] [illegible]
بس یہی چیزیں اس کی [illegible] [illegible]

[illegible] سادگی [illegible] [illegible]
اس شاہجہاں کی پوتی تھی۔ جس نے کروڑوں روپئے اور [illegible]
کے بیش قیمت جواہرات کی تخت طاؤس بنوایا ہو۔ تاج محل جیسی عمدہ اور
نقید المثال ولاثانی عمارت تیار کرائی ہو۔ دہلی کی عدیم المثال جامع
مسجد اور لال قلعہ جیسی پر شکوہ اور رفیع الشان محل کی تعمیر کرائی ہو۔
دہلی جیسا بارونق شہر بسایا ہو۔ غیر ممکن ہے کہ پوتی پر اس کے مذاق کا اثر
نہ پڑتا۔ اور وہ ان ایام کے مقتضیات سے بالکل بیگانہ رہتی۔ اسلئے

اس کی سہیلیاں ذوق البحر [illegible] اور حریر کے کپڑے پہنتی
اور [illegible] دیکھ دیکھ کر مسرور ہوتی۔ اس کا دربار بھی شاہجہانی
[illegible] تھا اور اس دربار میں وہ۔ وہ نفاست
[illegible] دربار [illegible] ناظر دیکھنے میں آتے کہ بڑے بڑے
[illegible] دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔

اس کا [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible]
[illegible] حیرت انگیز کارناموں سے لوگوں
کے [illegible] [illegible] انسان کس حالت
[illegible] "[illegible]"
[illegible] [illegible]
[illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible]
[illegible] [illegible] حلیم الطبع
غلیظ و غضب سے مجتنب، غرور و تکبر سے یک لخت مبرا۔ غرض کون سی
صفات حسنہ ہیں، جن سے وہ عاری تھی۔ تا حین حیات کسی کو نہ ڈانٹا
نہ جھڑکا اور نہ کسی پر ناراض ہوئی۔ ہمیشہ اور اکثر متبسم رہا کرتی۔ سب سے
محبت کے ساتھ پیش آتی۔ اسی کے ساتھ وہ نہایت ہی خدا دوست
عورت تھی۔ زہد و اتقا کا درجہ بہت بڑھا ہوا تھا۔ قرآن کی تلاوت

لئے بہت محبوب تھی۔ ایسے دلسوز اور پر اثر آواز میں کلام اللہ تلاوت کرتی کہ سامعین اس کی آواز پر پروانہ وار تڑپنے لگتے اور سننے والوں کے قلوب اس کی طرف بالکل کھنچ جاتے۔ وہ اکثر عالم کی سی شان سے اپنی سہیلیوں میں ایک پرمغز اور باثر نصیحت کرتی جس کی وجہ سے عورتیں رو دیتیں اور اپنے اعمال قبیحہ سے تائب ہو جاتیں۔

شہنشاہ کی محلات میں ہندو رانیوں اور عورتوں کے دخول کی وجہ سے بہت سی مشرکانہ اور بری رسمیں جڑ پکڑ گئی تھیں۔ چونکہ شاہزادی ایک ولیہ کاملہ کی حیثیت رکھتی تھی۔ اسلئے ان رسوم قبیحہ کے انسداد کی کوشش میں حتی الامکان بہت زور لگایا۔ اور بالآخر ان تمام کو اکھاڑ کر پھینک ہی چھوڑا۔

باغات وچمن:۔ شاہزادی گو خشک مزاج تھی مگر تھی شاعرہ اور زبردست شاعرہ اسلئے اس نے بھی مناظر قدرت سے لطف اندوز ہونے کے لئے اور شاعرانہ تخیلات کے حصول کے لئے کشمیر میں ایک پر فضا اور پر تفریح مقام منتخب کرایا۔ اس کے چاروں طرف پرشکوہ اور عالیشان عمارتیں بنوائیں، جنہیں شاعروں کا اجتماع ہوتا۔ دلچسپ مشاعرے ہوتے غزلخوانیاں ہوتیں، اور شاعرانہ تخیلات کے ماتحت زمین و آسمان کے قلابے ملائے جاتے۔ اسی طرح اس نے لاہور میں بھی ایک دلکش اور سبزہ زار خطہ لے کر ایک خوشنما باغ لگوایا جس میں وہ اکثر سیر کرتی اور مناظر فطرت سے لطف اندوز اور بہرہ ور ہوتی رہتی۔ اس کے نشانات، گرچہ حوادثات زمانہ نے متغیر اللون کر دیئے۔ اب بھی پائے جاتے ہیں۔

دارالتصنیف:۔ زیب النساء خود ایک فاضلہ وکاملہ روزگار خاتون تھی اور اسی کے ساتھ علم دوست اور اول درجہ کی علم پرور تھی۔

اسی کا نتیجہ ہے کہ اس نے دور دور سے بڑے بڑے علماء، حکماء اور فاضلان زمانہ کو اپنے یہاں بلوایا۔ ان کی توقیر کی۔ گراں قدر مشاہرے دیئے اور بڑی بڑی کتابیں تصنیف ہوئیں۔ اس دارالتصنیف نے بہت شہرت حاصل کی۔ کشمیر سے کا غذ منگایا تا اس پر کتابیں لکھی جاتیں۔ اور فارسی میں ترجمے ہوتے۔ تفسیر کبیر کا فارسی ترجمہ اسی دارالتصنیف میں ہوا۔ زیب التفاسیر بھی یہیں لکھی گئی۔ غرضکہ یہ ماموں کا ایک چرچا ہوتا گیا۔ بالآخر اس نے غیرفانی تاریخی شہرت حاصل کر لی۔

مآثر عالمگیری میں ہے کہ اسی دارالتصنیف سے ملحق ایک بیش بہا اور وسیع کتب خانہ بھی تھا جس میں بہت سی نادر و نایاب کتابیں تھیں۔ اور یہ دارالکتب اپنی نوعیت کے اعتبار سے واحد اور تنہا تھا۔ شاہزادی کو چار لاکھ روپئے سالانہ وظیفہ اور وقتاً فوقتاً بادشاہ کی جانب سے گرانقدر انعامات ملتے تھے۔ وہ ہمیشہ ان روپیوں کو انہیں دارالتصنیف اور کتب خانہ میں خرچ کرتی تھی۔

عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ تو ہمیشہ جنگی اور ملکی فتوحات میں مصروف رہے۔ اور زیب النساء ہمیشہ علوم وفنون کی ترقی واحیاء میں منہمک رہی اسلئے آپ کو عہد مغلیہ میں جہاں علمی سرپرستی کا تذکرہ ملے گا۔ وہاں شاہزادی مذکور کا اسم نامی حروف زریں سے جلی حرفوں میں لکھا ہوا نظر آئے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا دربار تمام یگانہ عصر ہستیوں سے پر تھا۔ اور دور دور کے نامی گرامی فضلاء آ کر مجتمع ہو گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کام زیب النساء کر گئی۔ خواتین تیموریہ سے کسی کو اس کی توفیق نہ ہوئی۔ اسی سبب سے تاریخ میں شاہزادی کو ایک غیرفانی شہرت دوام حاصل ہو گئی ہے۔ اور جہاں اس کا اسم گرامی آتا ہے، اہل علم

اس لئے نام کی [illegible] اور [illegible] کرتے ہیں۔

عالمگیر نے [illegible] کو [illegible] کر دیا جس کی

وجہ سے [illegible] [illegible] لوگوں کے دلوں

میں باقی نہ رہی۔ [illegible] جس میں بھی [illegible]

[illegible] زیب النساء [illegible]

[illegible] اس نے ان [illegible] کو [illegible] سلطنت میں داخل کر کے

[illegible] اپنی زیب النساء سے [illegible]

اور گو عالمگیر کو ان [illegible] کوئی [illegible] نہ تھا تاہم

انہوں نے بھی [illegible] کو [illegible] دیکھا اور

کبھی [illegible] نہیں [illegible]۔

تجرد سے دلبستگی: اورنگزیب بادشاہ کی کوشش تھی کہ شاہزادی کی شادی کہیں کر دے۔ مگر اس نے [illegible] کا پختہ وعدہ کر لیا۔ اور وہ آخر عمر تک اس عہد کی پابند رہی۔ بادشاہ نے لونڈی کو بھیجا کہ وہ شاہزادی کے دل کو ٹٹولے اور دریافت کرے۔ چنانچہ جب جب انہوں نے کہا تو اس نے یہی جواب دیا۔ دنیا سرائے فانی ہے۔ میں اس کشمکش میں پڑکر اپنے خدائے ذوالجلال کو نہیں فراموش کر سکتی ہوں۔ میں ہمیشہ آزاد رہ کر اللہ تبارک و تعالیٰ کی عبادت کروں گی"۔ چنانچہ اس معقول جواب پر عالمگیر بھی خاموش ہو گئے اور اسے مجبور نہیں کرنا چاہا۔

بعض کم ظرف افسانہ نویس، ناول نگار مصنفین نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ شاہزادی عاقل خاں کے دام محبت میں گرفتار تھی اور اس کی آمد و رفت بھی محل میں ہونے لگی تھی۔ چنانچہ بادشاہ کو اس کی خبر ہو گئی۔ اور شاہزادی نے اسے حمام میں ایک بڑے دیگ میں چھپا دیا۔ اور [illegible] بادشاہ [illegible] جل کر خاک سیاہ ہو گیا۔ حالانکہ یہ واقعہ من گھڑت قصہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ کیونکہ جو لوگ تیموری سلطنت کے [illegible] اور سلطنت [illegible] سے واقف ہیں۔ اور جو عالمگیر کی بیدار مغزی [illegible] اور جلالت سے باخبر ہیں۔ وہ کبھی ایسی لایعنی باتوں پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اگر ہم اسے صحیح مان بھی لیں تو کیا وجہ ہے کہ صرف عاقل خاں ہی پر عتاب شاہی کا نزول ہوتا۔ بلکہ اس کی ایسٹ [illegible] خادمان، لونڈیاں، پہرہ دار اور [illegible] بھی آ جاتیں اور شاہزادی کا بھی [illegible] بہت برا حشر ہوتا۔ [illegible] عاقل خاں کا ہوا۔ کیونکہ اورنگزیب دینی اور [illegible] صرف [illegible] شک پر سیاسی معاملات میں شاہزادی کو قلعہ [illegible] ایک برس کے لئے نظر بند کر دیا تھا [illegible] نہیں بلکہ اس کے سالانہ چار لاکھ وظیفے اور جاگیر مقررہ کو بھی ضبط کر لیا تھا۔ وہ تو خدا نے زیب النساء پر رحم کیا کہ ایک سال بعد بادشاہ کو اس کی برأت کے ثبوت مل گئے اور وہ رہا ہو گئی۔ ورنہ [illegible] تا مرگ خلاصی غیر ممکن تھی۔

بہرحال جب کہ بادشاہ دینی معاملات میں بہت سخت اور متشرع تھے تو غیر ممکن ہے کہ انہوں نے اس پر خطر، غیر شریفانہ اور اخلاق سوز واقعہ پر شاہزادی کو کچھ نہ کہا ہو۔ اور اپنے غصہ و عتاب کا اظہار صرف عاقل خاں ہی پر کیا ہو۔ علاوہ ازیں عاقل خاں ایک بہت مشہور و معروف اور امیر کبیر شخص تھا۔ لاہور کی نظامت یا موجودہ ترجمہ میں گورنری اسی کے ہاتھ تھی۔ یہ تبصرہ۔ مآثر عالمگیری، خزانۂ عامرہ، عالمگیر نامہ۔ [illegible] اور [illegible] آزاد سب کتابیں صحیح اور مستند ہیں۔ جنہیں عاقل خاں کے تفصیلی حالات مندرج ہیں اور ان سبھوں میں اس کی تاریخ وفات ۱۱۰۸ھ لکھی ہوئی ہے۔ لیکن

واقعہ مذکورہ کا کہیں تذکرہ تک نہیں ہے۔ بلکہ یہ غیر مسلم مورخین کی اختراع پردازیاں ہیں۔ اور ناول نگار مسلم کی ایک من گھڑت بے حقیقت افسانہ ہے۔ یہاں تک کہ گزشتہ سال ایک ہندو مضمون نگار نے یہ بھی لکھ مارا کہ (نعوذ باللہ منھا) شاہزادی سیوا جی پر (علیہ اللعنة واللعنتہ) عاشق ہوگئی تھی۔ اور اسی لئے وہ اس کے عشق میں ہمیشہ بیقرار رہی اور مجرد رہ کر اس کی یاد دلوں میں کرتی رہی۔

غرضکہ یہ سب اتہامات ہیں۔ جن کی کوئی اصلیت نہیں۔ اور غیر ممکن ہی نہیں بلکہ محال ہوتا ہے کہ شاہزادی جیسی زاہدہ پرہیزگار متقی اور خدا ترس ہو کر ایسی اخلاق سوز اور بیہودہ حرکات کی مرتکب ہوتی۔

شاعری میں کمال: ۔ شاہزادی نے جا بجا علوم وفنون میں خاص مہارت رکھتے ہوئے شاعری میں وہ دستگاہ اور قدرت حاصل کی کہ بڑے بڑے باکمال شعراء متحیر اور دنگ رہ گئے۔ اس کی شاعری میں درد تھا۔ سوز تھا۔ جدت اور شائستگی تھی۔ بعض اشعار شوخی و لطافت کے مرکز تھے۔ کلام میں شستگی اور ندرت تھی۔ اور موقعہ بموقعہ ایسے ایسے سحر آلود اشعار کہتی کہ سننے والے مسحور اور بیخود ہو کر رہ جاتے۔

اس کے اشعار میں بوئے دل سوختہ کی بو آتی ہے جس کی دو ہی وجہیں ہو سکتی ہیں۔ یا تو اس کے قلب میں عشق الہی موجزن تھا یا اس کا قلب شکستہ اور چور چور ہو رہا تھا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ والد نے اسے مقید کر دیا تھا۔ اور وہ فرط غم سے ایسے جگر خراش اشعار کہہ کہہ کر دل کو تسکین دینے کی کوشش کرتی تھی۔ اور یہ خیال ہوتا تھا کہ افسوس ہمارا بھی کوئی رفیق حیات ہوتا۔ اور ہماری اس جگر دوز مصیبت میں ساتھ دیتا۔

اس کے بلند و بالا مکانات پر اکثر مشاعرے ہوتے جس میں نامی گرامی شاعروں کا جمگھٹا ہوتا۔ اور ہر شاعر اپنے مافی الضمیر کو دلچسپ پیرائے میں ادا کرنے کی کوشش کرتا ایک دفعہ مصرعہ طرح یہ مقرر ہوا۔

"اگر اندر شبے ماند شبے دیگر نمی ماند"

فاضل روزگار شاعروں نے اس پر مصرعے لگانا شروع کئے۔ کسی نے ؎

مسافر در سرائے کاروانی گر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کہا۔ ایک شاعر نے اس طرح مصرعہ لگایا ؎

چوں میوہ پختہ شد بر شاخہائے تر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کسی نے ؎

ہلال عید چوں ابروے آں دلبر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

مصرعہ لگایا۔ اور کسی شاعر نے ؎

دلم از قہر آن آئینہ او در بر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کہا۔ مگر زیب النساء کے مصرعہ نے تو وہ کمال کر دکھایا کہ سارے شاعر تڑپ اٹھے۔ شاہزادی نے اس پر دو مصرعے کہے۔ اوّل ؎

مرغ عشق او سہ بار بستہ نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

کہا جاتا ہے بنایا تھا کہ معشوق و محبوب کی ادا کچھ ایسی دلکش اور نرالی ہوتی ہے اور اس کا حسن و جمال اس قدر فتنہ خیز اور خونریز واقع ہوا ہے کہ اس کا عاشق مشکل سے ایک رات بستر پر زندہ رہ سکتا ہے۔ دوسرا مصرعہ یہ ہے

جواب زاہد ... نمی ماند
اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمی ماند

لکھا ہوا تھا ... یہ شعر مشہور ہوا کہ اس نے ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر لی

ایک دن وہ دریچہ بالا خانے پر موجود تھی۔ کسی نے دیکھ کر ۔

کنگرہ بر شدہ بر لب بام نظر می آید

کہا شاہزادی نے فوراً اپنی حاضر جوابی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے۔

"نہ بزور و نہ بزاری نہ بزر می آید"

جواب دیا۔ غور کیجئے کتنا معقول اور دلچسپ جواب ہے۔

ایک مرتبہ وہ مصروف سیر چمن تھی۔ بہار کا زمانہ تھا۔ ہوائیں اس کے نرم و نازک گالوں کے بوسے لے رہی تھیں۔ یہ وقت اسے بہت سہانا اور اچھا معلوم ہوا۔ اور بالآخر وہ سرشار اور مناظر قدرت سے خود رفتہ ہو کر یہ شعر جھوم جھوم کر پڑھنے لگی ؎

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار
شراب و سبزہ و آب رواں و روئے نگار

اتفاقاً اورنگزیبؒ بھی پہنچ گئے۔ اور یہ شعر سن لیا۔ نزدیک جاکر لاڈلی بیٹی سے پوچھا۔ کیا پڑھ رہی تھیں؟ مجھے بھی سنائیں وہ ذرا سٹپٹائی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ والد اس قسم کے اشعار پسند نہیں فرماتے۔ مگر فوراً ہی اس کی تیز طبعی نے شعر کے الفاظ معانی اور مطالب سب بدل دیئے اور یوں گویا ہوئی ؎

چہار چیز ز دل غم برد کدام چہار
نماز و روزہ و تسبیح و توبہ و استغفار

شہنشاہ لڑکی کی اس برجستہ گوئی پر بہت متحیر اور خوش ہوئے۔

ایک دفعہ دربار میں بڑے بڑے نامی گرامی باز گیر کرتب دکھانے آئے۔ جب سب اپنے اپنے کمالات سے فارغ ہوئے تو ایک نہایت ہی خوبرو حسین اور جوانی سے بھری ہوئی عورت نکلی۔ ایک لانبے بانس پر چڑھ کر قلابازیاں کھانے لگی اور بالکل الٹی پیٹ کے بل اس پر لیٹ گئی۔ بیگمات پردہ سے دیکھ رہی تھیں۔ اس کرتب سے حاضرین بہت محظوظ اور بیگمات لوٹ پوٹ ہو گئیں۔ کسی شوخ طبع شاعر نے اس حسینہ کی تعریف میں ارتجالاً یہ شعر پڑھا ؎

ایں لعبت بوالعجب چہ اہے پیداست
یا تازہ گلے بر سر شاخ رعنا ست

زیب النساء نے اسے سنکر جھٹ برجستہ کاغذ پر جواب لکھ کر ایک لونڈی کی معرفت بھجوا دیا ؎

نے نے غلط است کہ آفتاب محشر
بر نیزہ برآمد و قیامت برپا ست

حاضرین اس شعر پر عش عش کر گئے۔ اور پھر شوخ ... بیاد کرکے منہ سے دے کر پڑھنے لگا۔ غور کیجئے کتنی اچھی تشبیہ ہے اس حسینہ کا بالش پر چڑھ کر کرتب دکھانا اور اپنے کمال سے لوگوں کو لطف اندوز ہونے دینا۔ گویا ایسی ہی ہے کہ قیامت برپا ہے۔ اور لوگ اس کے حسن فتنہ خیز سے از خود رفتہ و دیوانہ ہو رہے ہیں۔ اور آفتاب، عالمتاب، احادیث نبویہ کے مطابق پورے ایک نیزہ پر آگیا ہے۔ کہاں اس حسینہ کا بالش پر ہونا اور کہاں آفتاب محشر کا قریب ہو جانا دونوں میں کیسی اچھی تشبیہ ہے۔ جسے سنکر دل بیقرار اور زبان اس کی تعریف میں رطب اللسان ہو جاتی ہے۔

شاہزادی کا قید ہونا: - ریاست کے راجپوتوں نے اعلان بغاوت کر دیا۔ اور مہاراجہ ادے پور نے تو کھلم کھلا فرمان شاہی کے خلاف کیا جس پر اورنگزیب نے شاہزادہ اکبر کو ان کی تادیب و تنبیہ کے لئے ایک جرار لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ مہارانا کے ہوش و حواس اڑ گئے۔ دیکھا کہ تباہی سامنے کھڑی ہے۔ مغلیہ افواج اور خصوصاً عالمگیری فوج کا مقابلہ کوئی آسان امر نہ تھا۔ اسلئے اس نے اپنی قدیم شاطرانہ چالوں سے کام لے کر شاہزادہ اکبر کو شہنشاہ کے خلاف ورغلایا۔ مہارانا نے اسے یہ چاپلوسی دی کہ تمہارے سر برآرا ہونے کی کوئی امید نہیں۔ اوّل تو آپ کے پدر بزرگوار راہ آخرت لیتے نظر نہیں آتے۔ دوم اگر ان کا انتقال ہو بھی گیا تو ولی عہد موجود ہے۔ ایسی صورت میں آپ کو یہ مشورہ دیتا ہوں کہ ہم اور آپ دونوں متحد ہو کر ایک تباہ کن اور جرار لشکر کی معیت سے دہلی پر حملہ کریں۔ اور آپ بزور شمشیر حکومت حاصل کر لیں۔ اور تخت پر قبضہ کر لیں۔ میں آپ کو بادشاہ تسلیم کرنے کے لئے تیار ہوں" حریص اور بیوقوف شاہزادہ اس تملق کا زبردست شکار ہوا۔ فوراً ہی ساٹھ ہزار کی جمعیت اور مہلک فوج ساتھ لے کر بایں دہلی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اتفاق کی بات ہے کہ دہلی میں بھی کوئی فوج نہ تھی۔ ملک کے دوسرے دوسرے گوشوں میں منتشر تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خود اکبر مہارانا۔ حتی کہ اہل دہلی کو اس امر کا یقین ہو گیا کہ اب شہر فتح ہوا چاہتا ہے۔ اور اکبر ملک پر قابض ہونے کو ہے۔

یہ وقت بہت نازک تھا۔ اورنگزیب کی پریشانی اور حالت کا مظاہرہ قابل دید تھا۔ آنکھیں جلاوت سے سرخ، دل کچھ کچھ مضطرب و پریشانی پر پریشانی کے نشانات عیاں تھے۔ مشکل سے ایک ہزار کی جمعیت اس کے علم کے نیچے تھی۔ مگر پھر بھی حتی الامکان اسے کامیابی پر تو ... یقین تھا۔ چنانچہ عالمگیر نے وہ شجاعت، دلیری بسالت اور جوانمردی کے جوہر دکھائے کہ راجپوتوں اور اکبر کے چھکے چھوٹ گئے۔ اور حضرت شہنشاہ کی ذاتی شجاعت و دلیری نے مہارانا اور اکبر دونوں کی بے تعداد فوج کو صاف شکست دی ... بالآخر انہیں پیٹھ دکھاتے ہی بنی۔ شاہزادہ ... خود ... کر بھاگ نکلا۔ تب دلی والوں کی جان میں جان آئی اور ... شکر ادا کیا۔

شاہزادہ کی فراری پر اس کے خیمے کی تلاشی لی گئی جن میں بیشمار خطوط برآمد ہوئے۔ زیب النساء کو چونکہ اپنے بھائی اکبر کے ساتھ خاص محبت و الفت تھی۔ اسلئے دونوں میں ہمیشہ خط وکتابت کا سلسلہ قائم رہتا تھا۔ چنانچہ اس کے بھی کئی خطوط نکلے مگر یہ

[illegible] ان کے مقابلہ میں سیاسیات سے عاری تھے۔ مگر [illegible] ان پہنچنے نئے حواشی جڑ کر شہنشاہ کو اکبر [illegible] شہزادی ہی با قیود [illegible] (اکبر اور عبداللہ) کی حالت سے مطلع کرتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ [illegible] حالت میں جبکہ یہاں کوئی فوج نہ تھی۔ دشمنوں نے حملے کر کے تخت پر قبضہ کرنے کی بے فائدہ کوششیں کیں۔ ورنہ [illegible] ہوتی کہ دہلی میں کوئی فوج نہیں۔ اور حملہ [illegible]

[illegible] اسے نظر بند کر دیا۔ عالمگیر نے اشتباہ کو [illegible] بھی تقویت پہنچائی کہ زیب النساء اکبر کے [illegible] اس کے پاس رقعے اور خطوط لکھتی ہے۔

شاہزادی قلعہ سلیم گڈھ میں ایک سال [illegible] بالآخر جب بادشاہ کو اس کی برأت کے ثبوت مل گئے تو اسے رہا کر دیا۔ اور پھر وہی ضبط شدہ چار لاکھ سالانہ وظیفہ [illegible] مقررہ واپس دیدیئے۔ جس کی وجہ سے شاہزادی کو دربار [illegible] اقتدار، شان و شوکت، دبدبہ اور عزت [illegible]

شاہزادی اپنے زمانہ قید میں ہمیشہ روتی اور [illegible] کی یاد میں آنسو بہاتی رہتی تھی۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ [illegible] قید سے رہائی غیر ممکن ہے۔ اسی میں مرنا اور مدفون ہونا ہے اس لئے جہانتک ہو خدا کی یاد کرو۔ یہی وجہ ہے کہ وہ خلاصی پانے کے بعد بھی کبھی شگفتہ اور ہشاش بشاش نظر نہ آتی تھی۔ ہمیشہ زمانہ قید کا خیال اس کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتا رہا اور اس نے اسی غم واندوہ میں گھل گھل کر جان دیدی۔ عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ فتوحات [illegible] معمولی بخار آیا۔ اور وہ [illegible] کو مدہاری۔ اس [illegible] بادشاہ کو اس کے انتقال [illegible] کی وصیت کے مطابق [illegible] باغ میں مدفون [illegible] اور جیرہ [illegible] حسرت بجھ گئی۔

[illegible]

[illegible] ایک نے اپنی [illegible] مگر [illegible] معترض نہ ہوا۔

[illegible] ایک معتبر [illegible] ہے۔ جیسے [illegible] ہو جاتا ہے اور غیر ممکن ہے کہ آنسو [illegible] واپس آجائے۔

[illegible] دیوان کے متعلق بہت اختلاف ہے موجودہ دیوان [illegible] لوگوں کے ہاتھ میں ہے اسے ایک غیر معروف شاعر کا بنایا جاتا ہے اور سند میں کتب تواریخ کے یہ الفاظ پیش کئے جاتے ہیں لیکن یہ تحقیق ثابت ہے کہ دیوان مخفی کا ایک نسخہ پنجاب کے کتب خانہ میں۔ ایک نسخہ مسٹر مور کے کتب خانہ میں اب بھی پایا جاتا ہے۔

محمد فاروق سلفی۔

ظلم کا ثمرہ

جن دنوں میں طبیہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔ وہ میرا آخری سال تھا۔ طب کے جزو کل پر پوری نظر ہو چکی تھی۔ کالج میں جتنا اور جیسا تجربہ ہوتا ہے۔ مجھ کو بھی تمام و کمال حاصل کرنے کی دیر تھی۔ گرمی کی تعطیل ہو چکی تھی۔ میں دانا پور آیا۔ میرے والد دانا پور کے اچھے حکیموں سے تھے۔ چند دنوں کے لئے انہیں باہر جانا تھا۔ اس لئے وہ مطب میرے حوالہ کر کے تشریف لے گئے۔

جون کا مہینہ تھا گرمی شدت کی پڑ رہی تھی۔ بدن پسینہ سے تر بتر ہو رہا تھا۔ میں مطب میں بیٹھا ہوا تھا۔ گرمی برداشت نہ ہو سکی تو قمیص کے دامن سے بدن کو ہوا دیتے ہوئے مطب سے باہر نکلا۔ نوکر حسب معمول کرشن کے درختوں پر پانی سے سیراب کر کے بیٹھک کی خس کی ٹٹیوں کو بھی تر کر چکا تھا۔ جن سے بھینی بھینی خوشبو آ رہی تھی۔ میں کرسی کھینچ کر ٹٹی کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ اور نوکر پنکھا کھینچنے لگا۔ پھر بھی گرمی کی شدت اس قدر تیز تھی کہ دماغ جھلس رہا تھا۔ کتابیں کیا دیکھتا! مرزا غالب کا دیوان الٹ پلٹ کرنے لگا۔ اس میں بھی طبیعت نہ لگی۔ دیوان سامنے میز پر رکھ دیا۔ اور اپنے جی میں "ابھی تک ڈاکیہ نہیں آیا!" کہتے ہوئے خس کی ٹٹی سے سر نکالا۔ دیکھا کہ تپتی ہوئی سڑک پر ایک نوجوان شخص خاکی رنگ کا کوٹ اور پاجامہ پہنے چہرے میرے مکان کی طرف آ رہا ہے۔ ایک چمڑے کا بیگ اس کی کمر پر لٹک رہا تھا۔ لیکن مجھے اس کے ڈاکیہ ہونے کا مطلق گمان نہ ہوا۔ کیونکہ جب سے مجھے ہوش ہے۔ اور اس وقت سے چہرہ دیکھ کر پہچان ایک بوڑھا شخص ڈاکیہ تھا۔ وہ انداز سے خوبصورت اور سنجیدہ شخص معلوم ہوتا تھا۔ کیونکہ جس طرح چاند پر ہلکے ابر چھا جاتے ہیں اور اس کی روشنی پھیکی پڑ جاتی ہے۔ اسی طرح اس کے چہرہ پر اداسی کی تاریکی اور گرد و غبار سے اس کے اصلی خد و خال کو چھپا رکھا تھا۔ ترکی ٹوپی اوڑھے ہوئے تھا جس پر پیچھے سے تقریباً دو انگل بیل بھی جڑی تھی۔ اس کا تیل سے ناآشنا انگریزی بال اس کے اندر چھپا ہوا تھا۔ مجھے آتے ہی دیکھ! پہلے تو وہ بہت کچھ جھجکا۔ پھر نہایت ہی ادب اور شائستگی سے والد محترم کا نام لے کر پوچھا۔

"کیا وہ مطب میں تشریف رکھتے ہیں"! میں نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ کیا ہے؟ اس نے ایک لفافہ اپنے بیگ سے نکال کر کہا۔ اس کو ان کے گھر پہنچا دیجئے، ان کے کسی عزیز کا معلوم ہوتا ہے۔

لفافہ لیکر دیکھا تو میرے نام کا تھا۔ اس کو چاک کر کے پڑھنے لگا "السلام علیکم" تک پڑھنے پایا تھا کہ کسی نامعلوم

[illegible] مجھے آتے [illegible] سکتا ہو [illegible] نظر دیکھا [illegible] تم کی [illegible] پاؤں پھیلائے ہوئے بیٹھا تھا نہایت غور سے [illegible] تھا۔ [illegible] ذرا غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ جب [illegible] چلنے کی وجہ سے تیز تیز سانسیں لے رہا ہے گردن کی [illegible] ابھری ہوئی ہیں [illegible] اور پانی سے [illegible] ہوا ہے [illegible] اعضا کی [illegible] [illegible] شدت [illegible] اس کا دل [illegible] والی اس [illegible] [illegible] کا وہ خود بھی احساس [illegible] تھا۔

[illegible] ایک [illegible] بڑی نوا [illegible] کی نگاہیں [illegible] کر کے اٹھ کھڑا ہوا۔ دیکھو دھوپ [illegible] کوئی [illegible] جس کے خوف سے جہنم کے داروغہ کا [illegible] بھی پانا تھا۔ [illegible] پاؤں [illegible] وہ آئے [illegible] بیٹھنے ہوئے [illegible] تو [illegible] سے [illegible] اجازت ہو تو [illegible] بیٹھ جاؤں [illegible] چلا جاؤں گا۔

چونکہ اس کی قابل رحم حالت پر مجھے اس کے ساتھ ایک قسم کی ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ میں نے کہا شوق سے بیٹھ سکتے ہیں [illegible] اندرونی اثر سے اس کی آنکھیں جو آنسو سے ڈبڈبائی تھیں میرے ہمدردانہ جملے پر ضبط کی حتی الامکان کوشش کرنے کے باوجود بھی آنسو بہانے سے نہ رک سکیں۔ اس کے دل

[illegible] آنکھوں کے راستہ سے زمین پر ٹپ ٹپ [illegible] اس کو دیکھ کر تاب نہ لا سکی۔ میں نے [illegible] عرصہ سے صدمات کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں۔ اور غالباً اب بھی مبتلائے الم ہیں اگر ناگوار نہ معلوم ہو تو اپنی حالت سے مطلع کیجئے۔ ممکن ہے کہ میرے لئے کچھ عبرت کا [illegible]

[illegible] اصرار کرنے پر اس کی آنکھیں جھک گئیں اور [illegible] قطرے گر کر [illegible] پھر اس نے ٹھنڈی سانس لی [illegible] شروع کیا۔

[illegible] قسم کے مکانوں میں حوادثات سے بے نیاز عیش کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اس کی آواز اتنی دردناک تھی کہ بغیر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے کہا۔ جناب عالی دنیا اپنے مطلب [illegible] ہے۔ جب تک میرے والد زندہ رہے میں سب کی نظروں میں ایک پھول کی طرح رہا [illegible] بہت ہی خوشنما [illegible] جس سے کبھی طبیعت سیر نہ ہوتی تھی۔ لیکن والد مرحوم کے انتقال کے بعد تمام کی نظروں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا۔

جس وقت میرے والد کا انتقال ہوا۔ اس وقت [illegible] عمر تقریباً بارہ سال کی رہی ہو گی۔ والد نے اپنے مرتے وقت چچا کا دامن میرے ہاتھ میں پکڑاتے ہوئے کہا۔ بیٹا اب سے تمہارے ابا یہی ہیں۔" پھر محبت کا ایک آخری پیار لیا اور چچا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ جو زبان حال سے کہہ رہی تھیں میں اپنی تمناؤں کے اثاثہ کو تمہارے حوالہ کرتا ہوں۔ ان

چہرہ پر آنسو کے دو قطرے ڈھلک گئے۔ اور میں ہمیشہ کے لئے شفقت پدری سے محروم ہوگیا۔

مجھے اس وقت دنیا کے مکر وفریب کی کوئی خبر نہ تھی والد کی ساری جائداد آہستہ آہستہ چچا کے قبضہ میں آگئی اور میں حسب معمول پڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ دو سال گزر گئے۔ اور میں دسویں جماعت پہنچ گیا۔ ڈیڑھ سال تک چچا کا برتاؤ میرے ساتھ اچھا تھا تعلیم میں کسی قسم کی کمی واقع نہیں ہوئی۔ لیکن اس کے بعد چچا کی نظر بدلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ مگر میں نے کبھی اس کا خیال نہ کیا۔

ایک دن ان کے لڑکے نے مجھے چھیڑا۔ اور لڑائی ہوگئی باوجودیکہ میرا کوئی قصور نہ تھا۔ اس کے علاوہ میں یتیم تھا۔ پھر بھی چچا خوب بگڑے اور گھر سے نکال دینے کی دھمکی دی۔ اماں جان چونکہ اس معاملہ کو اچھی طرح سمجھتی تھیں اسلئے ان کو چچا کے رویہ پر بہت قلق ہوا۔ دن بھر روتی رہیں۔ چچا شام کو کارخانہ سے آئے اور معلوم ہوا کہ اماں رو رہی ہیں۔ تو بجائے دلاسہ دینے چپ کرنے کے بجائے اور بگڑے معلوم ہوتا تھا کہ بھوکے شیر کی طرح ابھی کھا جائینگے۔ ان کی نیت تو پہلے ہی بگڑ چکی تھی۔ یہ حیلہ اچھا ہاتھ آیا۔ چند ہی دنوں بعد صاف کہہ دیا کہ میرے پاس تمہارا کچھ نہیں ہے۔

مجھے اس وقت پڑھنے لکھنے کے سوا تمام معاملوں سے کیا واسطہ تھا! اماں جان کو جب چچا کی بے ایمانی کا پورا یقین ہوگیا۔ تو گھر چھوڑ کر دوسرے مکان میں چلی گئیں اور عہد کیا کہ اس شخص کا منہ عمر بھر نہ دیکھوں گی۔

ہم دونوں ماں بیٹا بہزار مصیبت اپنے دوسرے مکان میں رہنے لگے۔ اور ایک سال کا عرصہ گزر گیا۔ لیکن میں اس وقت کو نہیں بھول سکتا! جبکہ اماں کا زیور ایک ایک کرکے ختم ہوگیا تھا۔ ایک رات سو کر اٹھا دیکھا تو صبح ہونے سے قبل ہی اماں جان کہیں ضرورت سے چلی گئی ہیں۔ بہت دیر تک انتظار کرنے کے بعد جب وہ نہیں آئیں تو مایوس ہوکر چارپائی پر لیٹ رہا۔ رہ رہ کر خیال آتا تھا کہ اگر اماں نہیں آئیں تو کیا کھا کر پڑھنے جاؤں گا۔ آج ہی اسکول فیس داخل کرنے کا آخری دن بھی ہے۔ بہرکیف انہیں خیالات میں غرق تھا کہ دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ میں اٹھ بیٹھا۔ دیکھا کہ اماں جان آرہی ہیں۔ آنسو سے آنچل تر ہے۔ وہ کسی دھن میں بیخبر آرہی تھیں۔ ورنہ اس حالت میں میرے سامنے کبھی نہیں آتیں کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھیں کہ میرے دل میں کبھی صدمہ کا احساس ہو۔ اسلئے انہوں نے بڑی بڑی تکلیفیں جھیلیں۔ لیکن مجھے غریبی کا احساس نہ ہونے دیا۔

اب میں کوئی نادان بچہ نہ تھا۔ میں نے سوچا کہ اماں جان کا رونا اور اشارہ نالہ آنچل، تر ہو جائے!! ایسے سبب نہیں گزشتہ دھندلے واقعات میرے دماغ میں اس طرح آنے لگے جس طرح سینما کی تصویریں۔ سلسلۂ خیال موجودہ حالت تک پہنچا تو دل بھر آیا۔ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

یتیم ار بگرید کہ نازش برد
وگر خشم گیرد کہ بارش برد

مجھے روتا دیکھ کر اماں کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ انہوں نے

فوراً بیٹے آنسو پونچھے۔ دوپٹہ اتار کر علاحدہ رکھے اور کہنے لگیں کہ کیا میرا بیٹا کیوں ... میری جان رو رہا ہے تم اپنے کو پریشان نہ کرو

غرضیکہ میرا ارادہ ... جب ہوا تو میں نے پوچھا امّاں یہ بتاؤ تمہاری آنکھیں آنسوؤں کے بالکل ... پر ساری تھیں ... آئیں کیوں ... تھا ... میرے ... اصرار کرنے پر ایک بار ان کی آنکھوں میں آنسو ... آئے ... بیٹا ... تم نے اسکول فیس مانگی تھی جس کے لئے میں ایک کرایہ دار کے پاس گئی تھی۔ وہاں پہنچی تو کرایہ دار نے تمہارے چچا کا نام لے کر کہا کہ انہوں نے کہا ہے کہ مکان میرا ہے اگر ... مجھے ... مکان سے نکال دوں گا اس لئے میں آپ کو ... نہیں دے سکتا۔ میں ... تمہارے چچا کے پاس گئی ... دیکھا اور نوکر کے ذریعہ کہلا بھیجا کہ میرے پاس ... کی ضرورت نہیں ... اس کا میرے دل پر بہت ... ہاتھ میں غرق۔ تمہارے پاس ... تمہارے ننھے اور نازک دل کو صدمہ پہنچا" اتنا کہہ کر وہ زار و قطار رونے لگیں ... تو ... کر نہایت ہی ... ضرورت ... کی باقی نہیں ... آئیں، کہتا ... گویا ... آواز آرہی تھی کہ

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے
بادلو ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے

اس کے بعد میں ... نہیں کیا چند دنوں بعد میرا امام بھی کٹ گیا میٹرک پاس کرنے میں صرف چند ماہ باقی تھے کاش کم از کم میٹرک ہی پاس کر لیتا۔ تو کسی ملازمت کے ذریعہ گزران اوقات کرتا۔

تعلیم چھوڑنے کے بعد ایک سال تک ملازمت کی تلاش میں مارا مارا پھرا۔ لیکن ہندوستان کی ... کی یہ حالت ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی ملازمت کے لئے پچاس بی۔ اے اور ایم اے کی درخواستیں پہنچتی ہیں۔ اس لئے جو سال بھی میں نے درخواست پیش کی۔ ایم اے اور بی اے کی درخواستیں موجود تھیں۔ بھلا ان کے مقابلہ میں مجھ غریب کو کون پوچھتا ہے ناکام واپس ہو جاتا۔ اسی طرح دو سال گزر گئے میں نہیں کہہ سکتا کہ اس زمانہ میں ہم دونوں ماں بیٹا پر کیا گزری غرض بڑی مشکل کے بعد ڈاکخانہ کی نوکری ملی خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اپنے بہانا ہوں۔ اور محنت و مشقت سے حلال روزی کما کر کھاتا ہوں۔ لیکن آہ! میرے ستانے والے میری تعلیم کو برباد کر دینے والے مجھے اپنے مال سے بے مال اور گھر سے بے گھر کر دینے والے چچا... !

ڈاکیہ سرگزشت ختم کر چکا تھا، دن ڈھل رہا تھا، ہلکی ہلکی ... ہوا ... جھاڑیوں سے آنے لگی تھی، ... کمر پر ڈاک ... کہا وقت بہت ہو چکا ہے ... ڈاکخانہ ... ہے

"لیکن آپ ... حالت ... دیکھ کر پوچھا۔ میرے اس سوال پر اس کا گرد آلود

چہرہ تمتما اٹھا اور اس پر غیرت کی سرخی دوڑ گئی۔ پہلے تو اس نے ٹال لینے کی کوشش کی لیکن بہت اصرار اور مجبور کرنے پر کہنے لگا، آپ کو معلوم ہوگا کہ کسی دل جلے نے کیا خوب کہا ہے ؎

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال می آید

اماں نے کچھ ایسے وقت میں دعا کی تھی کہ فوراً شرف قبولیت سے ممتاز ہوئی۔ یعنے ادہر میں پیٹ کی فکر میں دربدر کی خاک چھانتا پھرتا تھا۔ ادہر چچا کچہری اور وکیلوں کے در کی خاک چھانتے پھرتے تھے۔ وجہ یہ ہوئی کہ گاؤں کے ایک رئیس سے مقدمہ ہوگیا۔ پیسہ پیسہ کرکے سارا روپیہ اسی میں ختم ہوگیا۔ یہاں تک کہ رہنے کے لئے گھر بھی نہ رہا بیٹے سب نالائق ہوگئے۔ چند دنوں قبل ان کا وہ گھر جس میں وہ رہتے تھے۔ قرض داروں نے ضبط کرالیا مجھے ان کی پریشان حالی دیکھی نہیں گئی۔ اور ابا مرحوم کی آخری وصیت کہ بیٹا اب سے تمہارے ابا یہی ہیں۔ یاد آگئی میں نے اماں سے ذکر کیا کہ چچا کی حالت ابتر ہے۔ فاقہ پر فاقہ کر رہے ہیں۔ چند دنوں کی زندگی رہگئی ہے وہ اپنے کئے کا ثمرہ پاچکے اگر آپ اجازت دیجئے تو میں ان کو اپنے گھر لے آؤں، اماں جان نے بہت ہی خندہ پیشانی سے جواب دیا۔ "بہت بہتر ضرور بلا لاؤ" میں چچا کی خدمت میں حاضر ہوا پہلے تو انہوں نے مجھے پہچانا نہیں اور جب پہچانا تو ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ میں نے اپنے آنے کی غرض بیان کی کہ ملنے میں ہر طرح آپ کی خدمت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس پر پہلے تو وہ انکار کرتے رہے مگر بہت اصرار کرنے پر راضی ہوئے اور میں اسی وقت اپنے گھر لے آیا۔ اماں کا سامنا ہوا تو چچا کی آنکھوں سے بے اختیار اشک ندامت ٹپک پڑے اور زبان حال سے کہہ رہے تھے ؎

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

محمد ایوب نرائن پوری

نصاب تعلیم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

جماعت اولیٰ: - شرح ماۃ، ہدایۃ النحو، ترجمہ پارہ عم، اخلاق محسنی، زبدہ، کبریٰ، قراۃ رشیدیہ، انشاء، حساب اقلیدس، انگریزی۔

جماعت ثانیہ: - کافیہ، ترجمہ از یسین تا حجرات، فصول اکبری، مرقاۃ، بلوغ المرام، انشاء، انگریزی۔ حساب، اقلیدس، جغرافیہ، تاریخ

جماعت ثالثہ: - اوضح المسالک، دیوان حافظ، مختارات منفلوطی، مقامات بدیع، ازہار العرب، رقعات عالمگیری، ترجمہ قرآن مجید از ق تا مرسلات، تاریخ اسلام، قدوری، تہذیب، مشکوۃ، نخبہ، انگریزی۔ حساب، اقلیدس، جغرافیہ، تاریخ

جماعت رابعہ: - اوضح المسالک، دیوان حافظ، مختارات منفلوطی، مقامات بدیع، ازہار العرب، رقعات عالمگیری، آثار السنن، ہدایۃ الحکمت، متن فقہ اکبر، مشکوۃ، انگریزی۔ حساب، اقلیدس، جغرافیہ، تاریخ

جماعت خامسہ: - ترجمہ منزل اول، ایف، اے، فارسی کورس، شرح وقایہ، سراجی، موطا، قطبی، تلخیص، عروض قافیہ، دیوان متنبی۔ تاریخ اسلام، انگریزی۔

جماعت سادسہ: - اصول شاشی، شرح فقہ اکبر، ہدایۃ ثانی، ابوداؤد، قطبی، ہدیہ سعیدیہ، مقامات حریری، دیوان حماسہ، انگریزی۔

جماعت سابعہ: - تفسیر جلالین، ترمذی شریف، ہدایہ اخیرین، حماسہ، نورالانوار، فارسی بی اے کورس، معاشیات، ذاکر ذاکر، انگریزی۔

جماعت ثامنہ: - بیضاوی، رسالہ قوشجی، بخاری نصف، مسلم شریف نصف، ہدایہ اخیرین، سبعہ معلقہ، مقدمہ ابن خلدون۔ نہایۃ الایجاز سلم، معالم اصول دین، رازی، شرح ہدایۃ الحکمت خیرآبادی، انگریزی۔

جماعت تاسعہ: - بخاری نصف — مسلم نصف — صدرا، مسلم الثبوت، شرح مواقف، مقدمہ ابن صلاح، مختصر المعانی، حمداللہ، حجۃ اللہ البالغہ، کامل، انگریزی۔

ڈاکٹر سید محمد فرید مہتمم دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ

حالات —

برما کی ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ جاپانیوں کی سینکڑوں بڑی بڑی لاریاں برما روڈ پر سامان حرب سے لدی پھندی اور بھری کھڑی ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ اس سڑک کے کھلتے ہی جاپان ان تمام سامانوں کو چین لے جائے گا۔

بعض اخبارات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ برما روڈ کا کھلنا حکومت برطانیہ و جاپان حکومت کے مابین ایک اعلان جنگ کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا جاپان کا مقصد برما پر حملے کرنا اور اسے اپنی مملکت میں شامل کرنا ہے۔ ابھی تک اس کے متعلق کسی قسم کی اطلاع موصول نہیں ہوئی ہے۔

حیدرآباد کے خلاف متعصب کانگریسی لیڈروں نے طویل زمانہ تک ستیہ گرہ کا سلسلہ جاری رکھا جس کو مسٹر گاندھی نے اپنے ایماء سے موقوف کرایا۔ اب دوبارہ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ گاندھی جی پھر حیدرآباد کے خلاف ستیہ گرہ کی تحریک شروع کر رہے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ اس کام کے لئے چار اشخاص منتخب کئے گئے ہیں۔ جو پہلے پہل اورنگ آباد جائیں گے۔ اور وہیں اس ستیہ گرہ کی ابتدا کریں گے۔

بمبئی ۱۷ اکتوبر کی خبر ہے کہ یہاں صبح کے وقت ایک قیامت خیز طوفان و آندھی آئی۔ جس کی وجہ سے سلسلہ اخبار و رسائل بند ہو گئے ہیں۔ بڑے بڑے مضبوط اور تناور درخت بیخ و بن سے اکھڑ گئے۔ حتیٰ کہ ٹیلیفون کے مضبوط کھمبے بھی صحیح و سلامت اپنی جگہ پر قائم نہ رہے۔ کتنی کشتیاں ڈوب گئیں اور بہت سے ملاح لاپتہ ہیں۔ سینکڑوں انسان مجروح اور موت کی نذر ہو گئے۔ جنہیں اسپتال پہنچا دیا گیا ہے

کانگریس کے لیڈروں نے اقتضائے حالات کی بنا پر اور طویل زمانہ کی بے نتیجہ گفتگوؤں سے تنگ آکر آخر کار سول نافرمانی کی پرخطر تحریک پاس کر ہی دی۔ اور معمولی طور پر اس کا افتتاح بھی ہو گیا ہے۔ گاندھی جی اس تحریک کو اپنی زندگی کی آخری تحریک خیال کرتے ہیں اور اسے نہایت سرسبز کامیاب اور بارآور دیکھنا چاہتے ہیں۔

۱۹ اکتوبر کو مہاراجہ دربھنگہ کی بیوی کا انتقال ہو گیا جس کی وجہ سے اہل دربھنگہ نے اپنی اپنی دکانیں بند کر دیں اور مادر باشندگان شہر نے ہمدردی کا کافی ثبوت دیا اور ان کے غم و اندوہ، حزن و ملال میں کافی حصہ لیا۔

لندن کی بعض اطلاعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہنوز جنگ اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ جاری و ساری ہے۔ جرمن نوجیں ہوائی جہازوں سے بم گراتی ہیں۔ اور غائب ہو جاتی ہیں۔ جس کی وجہ سے دو چار اشخاص مجروح یا موت کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اور بعض عمارتیں تک منہدم ہو کر پیوند خاک ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی بتایا جاتا ہے کہ ان حملوں سے زیادہ نقصان جرمنوں ہی کا ہوا کرتا ہے۔ اور یہ کہ انہوں نے ابتک کوئی خاطر خواہ کامیابی نہیں کی ہے۔

رومانیہ پر جرمن قبضہ ہو جانے کے بعد خیال کیا جاتا ہے کہ اب وہ موصل کی جانب اپنی توجہ مبذول کرے گا۔ گرچہ جرمنوں کو پٹرول نہ ملنے کی شکایات رفع ہو گئیں پھر بھی وہ موصل کو اپنے زیر نگیں لانا چاہتے ہیں۔ جہاں پٹرول کی کئی کانیں ہیں۔ اور حکومت برطانیہ متنبع ہو رہی ہے کیونکہ اگر موصل پر ہمارا قبضہ ہو جانے سے برطانیہ کو پٹرول کے حصول کے تمام ذرائع یک لخت بند ہو جائیں گے۔ کیونکہ جنگ کے قائم اور زندہ رکھنے کے لئے پٹرول کی اتنی ہی ضرورت ہے۔ جتنا کہ کسی انسان کو زندہ رکھنے کے لئے خون کی ضرورت۔

نیویارک کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حال ہی میں جرمنی نے روس کو دھمکی دی ہے۔ اور خبردار کیا ہے کہ وہ اپنا اثر مصر پر نہ پھیلائے۔ ساتھ ہی آگاہ کیا ہے کہ ہالینڈ، بلجیم اور شمالی فرانس والوں کو جو غلوں کی ضرورت ہے ان کے واسطے اپنے سامان خورد و نوش کو سپلائی کرے، ورنہ اس کے حق میں برا ہوگا۔

لندن کی مجلس دارالعوام میں مسٹر ملکم میکڈانلڈ نے تقریر کرتے ہوئے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ موجودہ جنگ کی وجہ سے روزانہ سات ہزار بچے اور طالب علم لندن سے باہر نکالے جاتے ہیں۔ ابتک خارج شدہ بچوں کی تعداد پانچ لاکھ تک پہنچ چکی ہے۔

لندن کی ایک خبر مظہر ہے کہ وزیر خزانہ سر کنگسلے وڈ نے دارالعوام میں موجودہ جنگ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ ہماری حکومت برطانیہ ۹۰ لاکھ پونڈ یعنی تیرہ کروڑ روپئے کے حساب سے روزانہ جنگ میں صرف کر رہی ہے۔

جرمنی کی ایک اطلاع سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے ڈیڑھ ماہ کے قلیل عرصہ میں صرف انگلستان پر ساڑھے چھ لاکھ بم گرائے ہیں۔ اسی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ان کے پاس سامان حرب بارود وغیرہ کی کس قدر کثرت اور زیادتی ہے۔

کابل کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ ۱۶ اکتوبر کو اعلیحضرت ظاہر شاہ کی ستائیسویں سالگرہ نہایت تزک و احتشام سے منائی گئی۔ تمام دنیائے اسلام سے اعلیحضرت کے پاس مبارک بادی کے خطوط اور تہنیت نامے موصول ہوئے۔ اور اکثر حکومتوں نے ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم رکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ خدا آپ کے جاہ و جلال کو دوبالا کرے اور موجودہ مصیبتوں سے آپ کی حکومت کو نجات دلائے آمین۔

(ادارہ)

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر

سلفی پریس لہریاسرائے دربھنگہ

لہریاسرائے دربھنگہ سے شائع کیا

جنوری ۱۱ء

۷۸۶

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ

مجلہ سلفیہ

6(6)

مرتبہ

سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

مجلہ سلفیہ (دربھنگہ)

بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۹ھ مطابق ماہ جنوری ۱۹۴۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

عید قربان

آج سے کئی ہزار سال پیشتر کا واقعہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی تھی۔ رب ھب لی من الصالحین اے رب مجھکو ایک نیک بیٹا عطا فرما۔ اور جب وہ لڑکا حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اس عمر کو پہنچے کہ بیٹے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ کام کاج کرنے لگا تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے، حضرت اسمٰعیل نے جواب دیا، ابا جان! آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے کیجئے انشاء اللہ آپ مجھے صابروں میں پائیں گے غرض جب دونوں باپ بیٹے راضی ہو گئے، اور باپ نے بیٹے کو کروٹ کے بل لٹا دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو آواز دی اے ابراہیم! تم نے خواب کو سچا کر دکھایا ہم مخلصوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔

• حضرت ابراہیم و حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کی یہ ایسی قربانی تھی کہ جس کی نظیر دنیا میں نہیں مل سکتی — اور یہ واقعہ کوئی ایسا معمولی واقعہ نہ تھا جسے فراموش کر دیا جاتا۔ اس کی یادگار قائم رکھنی تھی، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وترکنا علیہ فی الآخرین" ہم نے پیچھے آنے والوں میں ان کے لئے یہ بات رہنے دی۔ زید بن ارقم رضہ سے روایت ہے

کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ یا رسول اللہ قربانی کیا چیز ہے تو آپ نے فرمایا سنۃ ابیکم ابراھیم قالوا فما لنا فیہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال بکل شعرۃ حسنۃ قالوا فالصوف یا رسول اللہ قال بکل شعرۃ من الصوف حسنۃ" یعنی قربانی تمہارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ صحابہ کرامؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو اس میں کیا ثواب ملے گا۔ آپ نے فرمایا ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی صحابہ کرامؓ نے کہا اور اون میں یا رسول اللہ تو آپ نے فرمایا اون کے بھی ہر بال کے عوض ایک نیکی ملے گی۔

آج دنیا کا کوئی ایسا گوشہ نہیں ہے جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار یعنی قربانی کے دن نہ منائی جاتی ہو، لیکن ضرورت ہے کہ ہم اس مبارک سنت کی اصلی روح کو سمجھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جس ایثار و قربانی کا درس دیا ہے وہ یہ ہے کہ ہم حق کے ہو جائیں اور حق کی خاطر [illegible] اپنی [illegible] اپنی خوشیوں کو اپنی عزیز ترین چیزوں کو دل سے قربان کرنے کے لئے [illegible] آمادہ ہو جائیں، جس طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ آمادہ ہوگئے تھے، حقیقت تو یہ ہے کہ حضرت خلیل اللہ کا یہ واقعہ [illegible] اللہ [illegible] کے سامنے اپنی تمناؤں کے شگفتہ پھول، ناز و نعم کے پالے ہوئے [illegible] قربان کرنے کے لئے [illegible] تیار ہوگئے، بیٹا بھی ہو تو ایسا حلیم و بردبار کہ جس [illegible] ایک لمحہ کے لئے بھی [illegible] پیش نہیں کیا ہے [illegible] ہم بھی اس [illegible] کا [illegible] پیدا کرنے

مسائل قربانی [illegible] قربانی [illegible] دن انسان کا کوئی عمل [illegible] اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی [illegible] جانور روز [illegible] کو سینگوں، بالوں اور کھروں [illegible] لایا جائے گا۔ قربانی کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے یہاں درجہ قبولیت حاصل کرتا ہے۔

(۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قربانی میں [illegible] والا جانور ذبح کیا کرو۔ اگر وہ تم کو دستیاب نہ ہو تو بھیڑ کا چھ مہینے کا بچہ جس [illegible] ذبح کر دیا کرو۔

(۳) براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ قربانی میں کن جانوروں سے پرہیز کیا جائے، آپ نے انگلیوں سے اشارہ فرماتے ہوئے بتلایا [illegible]

۱۔ ایک تو لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔

۲۔ [illegible] کا [illegible] اس کا [illegible] ہے۔

۳۔ [illegible] کا [illegible] اس کا [illegible] ہو۔

۴۔ [illegible]

[illegible] کر لی جاتے ہیں سکتے [illegible] کان [illegible]

(۴) [illegible] کہ [illegible] کی طرف سے [illegible] ہے۔

(۵) [illegible] کی قربانی [illegible] [illegible] [illegible] کر دیا جائے تو [illegible]

(۶) [illegible] صاحب نصاب ہو جاتا ہے۔

(۷) [illegible] پہلے [illegible]

(۸) [illegible] جا سکتا ہے لیکن [illegible] قربانی [illegible] تاریخ [illegible]

(۹) [illegible] کہ [illegible] کر قربانی [illegible] کیا جائے۔

(۱۰) [illegible] کی نماز [illegible] تکبیر تحریمہ کے بعد [illegible] سورۃ [illegible] پانچ [illegible] شروع کی جائے۔

(۱۱) [illegible]

[illegible]

[illegible] کی طرف [illegible] اس کا نام لے کر کیا جائے۔

رموز قرآنی

وابتغوا من فضل اللہ

ترجمہ: اور تلاش کرو اللہ کے فضل کو۔

دنیا کے مذاہب میں اسلام کی ایک نمایاں اور مابہ الامتیاز خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس نے نہ صرف زہد کی تعلیم نہیں دی، بلکہ اس نے اس کی کوئی طریقہ [illegible] نہیں کیا۔ اسلام ایک طرف اپنے متبعین کو خدا کی وحدانیت، عبادت، تقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیم دیتا ہے، تو دوسری طرف تجارت، زراعت اور دیگر تحصیل رزق کے اسباب و ذرائع سے بھی بے توجہی نہیں برتتا۔ اگر آپ کو اسلامی لٹریچر میں وضو، نماز، اور روزے کے اصول اور فروع ملیں گے، تو بیع و شراء کا دامن تجارت، لین دین اور کاروباری معاملات کے قواعد و ضوابط سے خالی نظر نہیں آئے گا۔ آج ہندوستان کی مختلف مسلم جماعتیں مسلمانوں کا شکوہ کرتی ہیں، اور ان کے زوال پر ملال اور افسوس کا اظہار کرتی ہیں، کیونکہ آج وہ زندگی کے ہر میدان میں اپنی ہمسایہ اقوام سے پیچھے نظر آ رہے ہیں۔ تجارت پر ہندوؤں کا، زمینداریوں پر [illegible] تسلط [illegible] غرض زندگی کے تمام شعبوں میں ہندو ہی ہندو نظر آتے ہیں [illegible] مناسب [illegible] زیادہ [illegible] ہمدردوں کی اقتصادی [illegible]

مسلمانوں سے بدرجہا بہتر ہوگئی ہے [illegible] مسلم ہوں [illegible] مسلمانوں کی کثرت آبادی کے باوجود ہندوؤں کے اقتصادی [illegible] غلام بنے ہوئے ہیں۔

غرض ہر طرف ان کی حالت بری ہے

جہاں تک تقریروں اور تجویزوں کا تعلق ہے۔ ماشاء اللہ تمام مسلم جماعتوں نے نہایت شاندار اور نمایاں خدمات انجام دی ہیں، کسی انجمن کا دفتر ایسا نہ ہوگا، جہاں اس قسم کی سینکڑوں تجویزیں اور مسلمانوں کی معاشی مشکلات کے ہزارہا حل [illegible] نہ ہوں۔ حالانکہ اس قسم کی تمام کوششیں میرے نزدیک بے سود ہیں، وہ قوم جس کے جاہل رہنما افلاس، غربت، مسکینی [illegible] کی زندگی کو شریعت اور دین سمجھتے ہوں، نہ صرف سمجھتے ہوں، بلکہ وعظ اور تقریر کے ذریعہ اپنے متبعین میں اس کا پرچار کرتے ہوں، وہ قوم جن کے علماء بال بچوں کو [illegible] دوسروں کی خیروں پر ڈال کر نوافل اور وظائف تسبیح و تہلیل [illegible] کو توکل کا ایک زبردست مظہر مانتے ہوں، [illegible] وہ قوم [illegible] معاشی پیچیدگیوں [illegible] کی طرف متوجہ [illegible] کر سکتی ہے [illegible] قوم [illegible] کا احساس [illegible] ورثہ اور [illegible] کا جذبہ [illegible]

کہ ہستی سے پہلے ہی اللہ اور اطاعت [illegible] اور [illegible]

کے دماغ [illegible] خیالات سے پاک کریں اور انہیں تعین

[illegible] علاوہ اہلِ علم [illegible] اور [illegible]

[illegible] نہیں کہ [illegible] حرکت [illegible]

خلاف کی تعلیم دینا ہے ۔ اہلِ اسلام [illegible]

جد و جہد کو ضرور مذموم تصور کرتا ہے جو [illegible] اور قانون

شریعت کے قاعدے سے خارج ہو [illegible] لیکن وہ جد و

جہد جس کام کو دین اور شریعت [illegible] اسلام

جائز سمجھا ہو بلکہ [illegible] اور تقرب

الٰہی کا بہترین ذریعہ [illegible] مسائل میں [illegible]

[illegible] اسلامی جماعتیں مسلمانوں [illegible] کرنا [illegible]

[illegible] نتیجہ خیز کامیابی حاصل ہو سکتی ہے ۔

اس آیت کا انتخاب [illegible] مقصد [illegible] نظر رکھنے [illegible]

[illegible] کیا ہے [illegible] کہ ملک [illegible] اعتبارات

[illegible] اس طرف توجہ کریں [illegible]

ملک میں منتشر [illegible]

[illegible] جذبہ نہیں پیدا ہوتا کوئی

عملی فکر [illegible] اس وقت تک نتیجہ خیز [illegible] نہیں [illegible] کلام

مجید میں دولت ثروت ، عزت و حشمت حاصل کرنے کی [illegible]

[illegible] معاملات پر [illegible] ہے مثلاً اگر غائر نظر

[illegible] کلام مجید اس حقیقت کو [illegible]

[illegible] تحصیل زر کا حکم ہے [illegible]

اس کی طرف [illegible] ایک جگہ اللہ تعالےٰ اپنے

[illegible] نوردنوں میں تقسیم کرتے ہوئے ارشاد

فرماتا ہے ۔

یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ

ترجمہ :- بعض بندے اللہ کے فضل یعنی دولت

کی تلاش میں سفر کے مصائب برداشت کرتے ہیں ۔

. . . .

یہاں روزی کمانے والوں کا مجاہدین کیساتھ

تذکرہ فرماکر اللہ تعالےٰ نے معاش کی تحصیل اور روزی کی

تلاش کا درجہ [illegible] بلند کر دیا ہے ۔ ارباب بصیرت سے

پوشیدہ نہیں ۔ ایک آیت میں فرمایا کہ دن ہم نے مخصوص کمانے

ہی کے لئے بنایا ہے ۔

وجعلنا النہار معاشا ۔ ہم نے دن کو روزی کمانے

کے لئے مخصوص کر دیا ۔ دوسری جگہ تلاش معاش کے لئے دنیا

کے گوشہ گوشہ کی جادہ پیمائی کا حکم نازل فرمایا ۔

فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ

[illegible] دولت [illegible] اللہ کا فضل

[illegible] یہ چند آیتیں مشتے نمونہ از خروارے ہیں ۔

[illegible] تحصیل رزق کا حکم دیا گیا ہے ، لیکن اگر غائر

[illegible] قربانی غریبوں کیساتھ سلوک یتیموں کی سر

[illegible] کے دوسرے احکامات اور ان کے فضائل

[illegible] ڈالی جائے ، جن کا تذکرہ کلام مجید میں جا بجا

بکثرت موجود ہے ، تو یقیناً یہ حقیقت الم نشرح ہو جائے گی کہ

اسلام [illegible] دولت کی تحصیل کا مخالف نہیں ، بلکہ زبردست

حامی اور مؤید ہے، ایک مفلس اور قلاش انسان زکوٰۃ حج اور قربانی جیسے کار ہائے ثواب سے کس قدر منتفع ہو سکتا ہے اس کے لئے بس دو ہی راہیں ہیں، یا تو ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھا رہے اور ان اعمال کے ثواب سے محرومیت کو ہمیشہ پسند کرے، یا اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے کسب و اکتساب کے مختلف شعبوں میں گھس کر خون پسینہ ایک کرکے اتنا سرمایہ پیدا کرے کہ وہ بھی ان فضائل سے بہرہ ور ہونے کے قابل ہو سکے۔ احادیث نبویہ بھی اس قسم کی تعلیمات سے پر ہیں، صحیح حدیث میں آیا ہے۔

التاجر الصدوق یحشر یوم القیامۃ مع الصدیقین والشہداء۔ سچے تاجر کا حشر شہیدوں اور صدیقوں کے ساتھ ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے۔

من طلب الدنیا حلالاً تعففاً عن المسألۃ وسعیاً علی عیالہ وتعطفاً علی جارہ لقی اللہ ووجہہ کالقمر لیلۃ البدر۔

جس شخص نے سوال سے بچنے، اہل و عیال کی پرورش کرنے اور پڑوسی کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا ارادہ کر کے حلال طریقے سے دنیا طلب کی، اس کا چہرہ قیامت کے دن چودھویں رات کے چاند کے مانند چمکے گا۔ اس قسم کی بعض حدیثیں اور صحابہ، متقدمین کے اقوال انشاءاللہ آئندہ اشاعت میں پیش کئے جائیں گے۔

مولوی مصلح الدین مدرس مدرسہ احمدیہ سلفیہ

تفسیر سورۂ تحریم

یا ایہا النبی [illegible] واللہ غفور رحیم۔ قد فرض اللہ [illegible]

[illegible] فلما نبأت به [illegible]

[illegible] العلیم الخبیر۔ [illegible]

[illegible] وصالح المومنین والملٰئکة [illegible]

[illegible] قانتٰت تٰئبٰت [illegible]

[illegible]

[illegible] نے آپ کے لئے حلال کر دیا ہے (اس سے [illegible]

[illegible] مسلمانوں کے لئے قسموں کا [illegible]

[illegible] کسی سے چھپا کر بات [illegible]

[illegible] اللہ تعالیٰ نے [illegible] اس بات کو ظاہر کر دیا [illegible] نہیں

[illegible] جب آپ نے [illegible] [illegible]

[illegible] میں توبہ کر دو [illegible] تم دونوں کے دل [illegible] اگر [illegible] کے خلاف) سازش

[illegible] صالح مومن (بھی) [illegible] اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں۔ اگر پیغمبر تم عورتوں کو

طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ ان کا پروردگار ان کے لئے تمہارے بدلے تم سے بہتر [illegible] فرمانبردار [illegible]

نمازی، توبہ کرنے والیاں، عبادت گزار، روزہ رکھنے والیاں، [illegible]

[illegible] روایت ہے کہ [illegible]

یہ سورہ [illegible] نازل ہوئی [illegible] سورۂ تحریم بھی کہتے ہیں،

اور اس [illegible] دوسرا نام [illegible] طلاق اور

سورہ تحریم کی مناسبت یہ ہے کہ دونوں کی ابتدا میں

رسول اللہ صلعم [illegible] خطاب

ہے کہ [illegible] بیبیوں کی عورتوں

کے لئے [illegible] ہے، اور دوسری سورۃ میں صرف [illegible]

ہیں جو امہات المومنین [illegible]

سورۃ میں ہے (اذا طلقتم النساء) اور اس سورۃ میں (عسیٰ ربہ ان طلقکن) فرمایا، ہر دو سورتوں کے اختتام کی رغبت دلاتے ہوئے اس کے عمل پر توجہ دلائی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک سورۃ میں تمام چیزیں اسلئے نہیں بیان فرمائی کہ اس سے امہات المومنین کی شان مقصود تھی، اور اس سے ان کی فضیلت و کرامت کا جتانا مقصود تھا، یہی ایک خاص وجہ ہے جو ان کے لئے ایک خاص سورۃ نازل فرمائی اور یہی ہے مناسبت دونوں سورتوں میں، لیکن اس سورۃ کی آیتوں کا شروع سے (والملائکۃ بعد ذالک ظہیر) تک کے نزول کا سبب یہ ہے کہ رسول اپنی بیویوں کے درمیان باریاں انصاف سے تقسیم فرماتے تھے، اور آپ کی شان ہی تمام امور میں عدل تھی۔

ایک روز حضرت حفصہؓ کے ہاں آپ تشریف فرما تھے اور باری بھی ان کی ہی تھی، جب حضرت حفصہؓ نے اپنے باپ سے ملنے کی اجازت طلب کی تو آپ نے دیدی اور وہ چلی گئیں۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ماریہ ام ابراہیم کو بلایا اور وہ آ بھی گئیں اور رسولؐ کے ساتھ حضرت حفصہؓ کے گھر میں رہیں، جب حضرت حفصہ اپنے والد سے مل کر واپس ہوئیں تو پہلے موجود پا نہ دروازہ کو کھٹکھٹایا، آواز سنتے ہی حضرت ماریہ نکلیں اور چلی گئیں جب رسولؐ حضرت حفصہ کی جانب بڑھے تو آپ نے ان کے چہرے پر غصہ کے آثار دیکھے، جو حضرت ماریہ کے آنے کی وجہ سے ہویدا تھا۔ تو اس صورت حال کو دیکھ کر آپ نے قسم کھائی کہ میں ماریہ کے پاس اب نہ جاؤں گا، پھر انہیں خوش کرنے کے لئے فرمانے لگے کہ ابوبکرؓ اور عمرؓ یہ دونوں عنقریب امت کے سردار ہونگے، اور یہ بھی فرمایا کہ اس کی رازداری کرو۔ مگر حضرت حفصہؓ نے فرط مسرت وانبساط میں اس راز کو افشا کردیا، اور حضرت عائشہ کو جنہیں ان کی خاص دوستی تھی۔ بتاکر تمام صورت حال سے واقف کر دیا، اسی بناء پر رسولؐ حضرت حفصہؓ سے الگ ہوگئے، اور ۲۹ رات علیحدہ رہے، اسی وجہ سے حضرت جبرئیل تشریف لائے، اور کہا کہ آپ رجعت فرمالیں، یہ آپ کی جنت میں رہنے والیاں عصمت وعفت مآب بیویاں ہیں، اور یہی آیتیں نازل ہوئیں۔ (یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک) سے لے کر (والملائکۃ بعد ذالک ظہیر) تک۔

ابن سعد اور ابن مردویہ نے ابن عباسؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ عائشہؓ اور حفصہؓ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی دوست تھیں، جب حضرت حفصہؓ اپنے والد سے ملنے گئیں تو رسولؐ نے ایک لونڈی کو بلایا اور اس کے ساتھ ان کے گھر میں رہے اور یہ وہ دن تھا جس میں عائشہؓ آتی تھیں (واپسی پر) ان دونوں نے ماریہ کو اپنے گھر میں پایا مارے غصے کے ان کے نکلنے کا انتظار کرنے لگیں، جو آپ کے پاس تھیں، میں نے دیکھ لیا۔ واللہ آپ نے میرے حق میں بہت برا کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا۔ واللہ میں تمہیں خوش کروں گا۔ تمہیں ایک مسئلہ بتاتا ہوں، بشرطیکہ تم اس کا

راز داری کرنا حضرت حفصہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ تو آپ نے انہیں راز بتا دیا۔

حضرت حفصہؓ اس راز کو اپنے دل میں نہ رکھ سکیں اور فرط مسرت میں جا کر حضرت عائشہؓ سے کہہ دیا کہ آپ نے اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا ہے، اسی پر یہ آیت نازل ہوئی۔

(یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک)

قتادہؒ اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں کہ آپ نے ام ابراہیم کو حفصہؓ کی باری کے دن اپنے اوپر حرام کیا اور اسی راز کو حضرت حفصہؓ سے فرمایا تھا، جسے حضرت عائشہ سے بتا گئیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو حلال کر دیا جسے آپؐ نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا، اور فرمایا کہ اپنی قسم کا کفارہ ادا کر دیں، (قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم) یہی وہ سبب ہے جسے اکثر مفسرین نے بتلایا ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ آپ نے اپنے اوپر شہد حرام کر لیا تھا، چنانچہ ابن سعد، عبد بن حمید، بخاری اور ابن منذر وابن مردویہ نے حضرت عائشہؓ سے اس طرح روایت کی ہے کہ حضرت الرسولؐ زینب بنت جحشؓ کے پاس ٹھہرتے اور ان کے ہاں آپ نے شہد کھایا تھا، حضرت عائشہؓ وحفصہؓ نے آپس میں یہ طے کر لیا تھا کہ آپؐ جب ہمارے پاس آئیں تو ہم کہیں کہ آپ کے دہان مبارک سے مغافیر کی بو آ رہی ہے۔ چنانچہ جب آپؐ ان میں سے ایک کے پاس تشریف لائے تو آپ سے وہی کہا گیا جو طے شدہ بات تھی، اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں نے زینب بنت جحش کے پاس شہد کھایا تھا، اور پھر کبھی نہ کھاؤں گا، تو یہ آیت نازل ہوئی۔

(یا ایہا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک) سے لے کر (ان تتوبا الی اللہ) تک، امام نوویؒ کا بھی یہی خیال ہے کہ یہ شہد ہی کے بارے میں ہے۔

رسول اللہ صلعم خوشبو کو بہت پسند کرتے تھے، اتنا ہی پرہیز کرتے بو سے تھا یہی وجہ ہے یہ شاق گذرنے کی کہ حضرت عائشہ اور حفصہؓ نے کہا کہ آپ کے منہ سے مغافیر کی بو آ رہی ہے، اسی بناء پر آپ نے شہد نہ پینے کی قسم کھالی۔

اب ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ آخر اس حرکت سے مقصود کیا تھا، امہات المؤمنین نے ایسا کیوں کیا، اس کا جواب سوا اس کے اور کوئی نہیں ہو سکتا ہے کہ یہ حرکت محض محبت کی وجہ سے تھی۔ کہ کس طرح قربت میں زیادتی ہو۔ اور وہ آپ کے رخ منور [illegible] چہرہ کا مطالعہ کرتی رہیں۔ خدمت کرنے کا زیادہ موقع مل سکے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کی دوسری ازواج مطہرات ان سے ان باتوں میں بڑھ جائیں، یہ مقصد ان کا بالکل ہی شریف تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں چونکا دیا اور توبہ طلب کیا، کیونکہ یہ ایسی حرکت تھی کہ رسولؐ ایک ایک محبوب اور حلال چیز سے محض ان پر احسان وشفقت رحمت ومحبت اور ان کی خاطر رک گئے اور اپنے اوپر اسے ممنوع کر دیا، جب رسولؐ نے شہد کھانے یا ماریہؓ سے رک جانے پر قسم کھالی، حالانکہ یہ دونوں ان پاک اشیا میں سے تھیں، جنہیں مالک کائنات نے حلال کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے محبت کا لہجہ اختیار کرتے ہوئے آپ کو مخاطب فرمایا (یا ایہا النبی) اے نبی کریم خلق عظیم،

یہ واضح ہو گیا کہ [illegible] خطابات اللہ تعالیٰ نے سوائے محمد رسول
صلعم کے اور کسی کے لئے استعمال نہیں فرمایا ہے اس سے
آپ کی شرافت و عصمت کا پتہ چلتا ہے، گویا خدا فرماتا ہے
نبی معصوم اے حبیب محبوب (لم تحرم) تم نے کیوں حرام
کر لیا، جو چیز [illegible] تم نے [illegible] کیوں لیا، ایسا نہ کرو (ما احل
اللہ لک) جسے خدا نے تمہارے لئے حلال کر دیا ہے، فقط
[illegible] (تبتغی مرضات ازواجک) تم تلاش کرتے ہو اس کام سے تمہارا
مقصد اپنی بیویوں کی خوشنودی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان لم تحرم یہ نبی پر [illegible]
اور شفقت والا ہے کیونکہ آپ تو منتخب حبیب اور [illegible]
ہیں [illegible] یہ سوال کسی [illegible] کی وجہ سے نہیں ہے گویا
[illegible] آپ [illegible] نفس کو [illegible] کیوں [illegible]
جس [illegible] آپ [illegible] لیا ہے
وہ آپ کے لئے [illegible] غرض آپ [illegible]
[illegible] آپ اپنے نفس [illegible] کا [illegible]
اپنے [illegible] تو ان کے [illegible] چیزیں [illegible]
آپ کی [illegible] [illegible] کریں، وہ آپ [illegible]
لئے خدا کی حلال کردہ [illegible] سے امتناع کا سبب نہیں [illegible]
(دو طرح سے)

(۱) آپ نبی ہیں اپنے نبی جس کی رضا کی کوشش کرنا
ہر مسلم مرد اور عورت پر لازم و ضروری ہے، ما کان لمومن
ولا مومنۃ اذا قضی اللہ امراً ان یکون لھم الخیرۃ
من امرھم۔

(۲) اسلئے کہ آپ رحیم شوہر ہیں، خدائے برتر نے آپ
کو ان پر حاکم بنایا ہے، آپ کو ان پر حاکم بنایا ہے، آپ کی
اطاعت ان پر لازم ہے، [illegible] انہوں نے آپ سے ایسی حرکت
کی جو ان [illegible] غیر ضروری تھا، اگر وہ اس پر توبہ کر لیں، تو (واللہ
غفور) [illegible] ان کے گناہ بخش دیگا۔
آپ [illegible] کریں [illegible] پسند کریں جو آپ کو پسند ہیں
[illegible] سے پرہیز کریں (رحیم) وہ رحیم ہے، خدا اسے
پسند نہیں فرماتا ہے کہ آپ ناپسند کریں، ان عورتوں پر رحم
[illegible] آپ جیسے برگزیدہ پیغمبر اور [illegible] مخلوق کی ان
کو بیوی بنا دیا، بلا شبہ [illegible] احسان عظیم، نعمت عظمیٰ اور
[illegible] کبریٰ سے کسی طرح کم نہیں۔

نبی کریم سے شہد یا ماریہ کا جو امتناع صادر ہوا تو
[illegible] جائز اور مباح ہے [illegible] کہ اگر وہ کوئی مصلحت
دیکھے تو حلال اشیاء سے امتناع کر سکتا ہے، جیسے کوئی
اپنی بیوی کو [illegible] کے لئے چھوڑ دیتا ہے یا لہسن وغیرہ کھانے
[illegible]

تحریم یعنی [illegible] آیا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
وحرمنا علیہ المراضع من قبل یہاں بھی تحریم سے امتناع
ہی مراد ہے نہ کہ تحریم
اور انبیاء سے بھی صادر ہوا ہے ملاحظہ ہو (کل الطعام
کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی
نفسہ) یہاں بھی تحریم سے امتناع ہی مراد ہے نہ کہ اعتقاد
تحریم جو حلال کے مقابل ہے کیونکہ وہ تو کفر ہے جو کسی مومن سے

بات نہیں ہو سکتا، واسطے بہرحال آپ صلعم بلکہ آپ سے تو
جا رہے لئے اپنی دسوں بیویوں سے ایک مثال اور ایک ناقابل
[illegible] ہوئی تھی کہ آپ نے ان کی رضا کی خاطر اپنی حلال
[illegible] کو ممنوع قرار دے دیا اور انہیں محض [illegible] سے [illegible]
[illegible] تھیں [illegible] قابل بیان زیادتی اور [illegible]
[illegible] ہو۔

[illegible] ازواج مطہرات نے [illegible] پہلے
[illegible] حضرت [illegible] کے پاس نہ جائیں گے، یا [illegible] شہد
[illegible] اگرچہ یہ باتیں امت کی تعلیم کے لئے نہیں، [illegible]
[illegible] قد فرض اللہ لکم تحلۃ ایمانکم [illegible]
[illegible] اللہ تعالیٰ نے تم سب پر قسم کا کھولنا لازم کر دیا ہے
[illegible] جب قسم کھاؤ تو اسے کفارہ دے کر [illegible] معلوف علیہ
[illegible] لیکن کفارہ
[illegible] طریقہ [illegible] باب [illegible]
[illegible] اللغو فی ایمانکم ولکن یؤاخذکم بما [illegible]
[illegible] الایمان [illegible] اطعام عشرۃ مساکین [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
کہ وہ مسکینوں کو اس طرح کھلا دو کہ ان کے صبح و شام کو کافی ہو
اور مسکینوں کو کپڑے [illegible] دو، مردوں کو الفی اور عورتوں کو
علیحدہ [illegible] کہ [illegible] ان ہیں کافی ہو سکیں مثلاً مرد کے لئے
ایک [illegible] کافی ہے اور [illegible] کے لئے ایک قمیص اور ایک چادر

حضرات احناف کے نزدیک ان کی قیمتیں بھی دی جا سکتی ہیں،
بشرطیکہ مساکین کے لئے وہی مفید ہوں۔ یا لونڈی آزاد کی جائے
یا تین دن پے در پے روزے رکھے جائیں پر اس صورت میں
جب متذکرہ بالا کی سکت قسم کھانے والا اپنے اندر نہ پائے۔
نبی صلعم نے لونڈی آزاد فرمائی تھی۔ کفارہ کے ادائگی
کی صورت میں آزادی بہت اچھی اور افضل قسم ہے، نبی صلعم نے فرحت
خداوندی کی خاطر ایسا کیا تھا، ہمیں بھی مومنین کو بھی رضائے
خداوندی کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا ہی کرنا چاہئے۔ چونکہ اس
زمانہ خصوصاً ہندوستان میں ایسی بات نہیں ہے کہ غلام یا
لونڈی آزاد کریں، اسلئے کھانا کھلانا اور یا کپڑہ دینا ہی اچھا اور
مستحسن ہے
کفارہ تحلیل قسم کے لئے قبل وقوع مشروع کیا گیا جبکہ
نبی کریم صلعم نے اس حادثہ میں کیا تاکہ مومنین کو حنث کی عادت
نہ پڑ جائے کیونکہ آپ صلعم نے قسم حلال کیا اور حانث نہ ہوئے
اور حانث [illegible] آپ حانث ہو سکتے ہیں؟ جبکہ آپ اشرف اور افضل
المخلوق تھے، کیونکہ حانث جب حانث ہو جاتا ہے تو گناہ کی حد میں
پہنچ جاتا ہے، انہیں وجوہات کی بنا پر آپ نے اپنے لئے پہلے حنث
ہی قسم حلال کر لیا تاکہ مومنین کی عادت نہ پڑ جائے۔
لہذا نتیجہ نکلا ہے کہ کسی چیز پر کوئی قسم کھائے اور غور و
فکر کے بعد اسے معلوم ہو جائے کہ جس پر اس نے قسم کھائی ہے بہتر
نہیں ہے تو فوراً ہی کفارہ دیدے، ورنہ یہ دوسری بڑی
حماقت ہوگی!!!

ایم ہادی حسن سلفی سالم شکر پوری

باہمی زندگی

ابتدائے آفرینش سے لے کر اس وقت تک جتنے مذاہب عالم کا ظہور ہوا ہے، اگر ان تمام کی تعلیمات اور مذہبی روایات کا بغور عمیق مطالعہ کرو، تو ہر جگہ یہی عنصر نمایاں نظر آئے گا کہ دنیا کا ایک انسان خواہ وہ کسی خطۂ ارض کا باشندہ کیوں نہ ہو اس کا رنگ بجائے سفید کے سیاہ کیوں نہ ہو، اور وہ بجائے خوش پوشی لباس کے کمبلوں اور بوریوں میں زندگی بسر کرنے والا کیوں نہ ہو، وہ نفس انسانیت میں دوسرے انسان سے کسی طرح کم نہیں، وہ ایک حبشی و زنگی انسان اسی ہمدردی، اسی اخوت اور اسی مواسات کا مستحق ہے جس کا مستحق ایک تعلیم یافتہ مہذب امیر و کبیر ہو سکتا ہے، اور ایک شخص کو تکلیف دینا اور ایذا پہنچانا ویسا ہی برا ہے جیسا دوسرے کو اگرچہ پہلا غریب و نادار، اور دوسرا دولت مند و مالدار ہی کیوں نہ ہو، اس میں عرب و عجم کا فرق ہے نہ یورپ و امریکہ کا امتیاز، رنگ و روپ کا لحاظ ہے نہ قوم و نسل کی رعایت، یہ ایک عام اخلاقی تعلیم اور معاشرتی اصول ہے،

پس ہر شخص کا فرض ہے کہ ہرگز کسی دوسرے کو تکلیف اور ایذا پہنچانے کی کوشش نہ کرے، کیونکہ ایذا رسانی تعلیم تہذیب اور شائستگی کے سراسر خلاف ہے، انسان کو ہر کس و ناکس کے ساتھ وہی سلوک کرنا چاہئے، جسے وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے، یہ امر مسلم ہے کہ کوئی شخص یہ نہیں چاہتا کہ دوسرے اس کو تحقیر و حقارت کی نظر سے دیکھیں، کوئی یہ پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس سے نفرت کریں، کوئی اس کا خواہشمند نہیں ہوتا کہ احباب کی نظر میں ذلیل و حقیر سمجھا جائے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے دل کو بغض و حسد اور کینہ و کپٹ سے پُر رکھنا پسند کرتا ہے،

جملہ مذاہب عالم نے عقائد کی اصلاح اور درستگی کے بعد انسان کو مکارم اخلاق سے مزین ہونے کی تعلیم دی ہے اور ان کی باہمی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لئے ان کو اصول تمدن سکھائے ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی بعثت کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے صراحۃً یہی فرمایا ہے۔ انما بعثت لاتمم مکارم الاخلاق و محاسن الاعمال، "میں دنیا میں صرف اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ لوگوں کو بہترین اخلاق اور عمدہ ترین اعمال کی تعلیم دوں، اور ان کو اخلاق کریمہ کے انتہائی زینہ تک پہنچا دوں"

جہاں قرآن پاک میں۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا

ولا تفرقوا ... الخ۔ یاایها الذین آمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ... الخ۔ اجتنبوا قول الزور الخ ... لعنة اللہ علی الکاذبین ... الخ اور ان کے علاوہ سینکڑوں ایسی آیتیں موجود ہیں، جن میں اخلاقیات کی تعلیم دی گئی ہے، وہاں حدیث پاک میں بھی ترغیب لا تباغضوا ولا تحاسدوا ولا تدابروا وکونوا عباد اللہ اخوانا ... لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه ... الکبریاء ردائی ... لا فخر للعربی علی العجمی ولا للابیض علی الاسود اور ان کے علاوہ سینکڑوں ایسی حدیثیں موجود ہیں، جن میں باہمی زندگی کو خوشگوار اور پرامن بنانے کے لئے بہا اصول بنائے گئے ہیں، جن پر عمل پیرا ہونے کے بعد انسان تمام اخلاقی کمزوریوں سے دور رہ کر کمال اخلاق اور اعلیٰ تہذیب کا پیکر بن سکتا ہے۔

یہ معلوم کر لینے کے بعد کہ تہذیب و تمدن کا تقاضا اتفاق و اتحاد اور مواخات و مواسات سے زندگی بسر کرنا ہے، اگر اسلام کے بنیادی اصول پر نگاہ ڈالی جائے، تو معلوم ہوگا، کہ اس نے اپنی تمام تعلیمات میں اس حقیقت کو پورے طور پر ملحوظ رکھا ہے، اور ہر جگہ اس کی پوری رعایت کی گئی ہے، چنانچہ نماز جیسے عظیم الشان رکن میں ان کو باتوں کی زبردست تعلیم موجود ہے، جس کو پچھلے پرچہ میں بہ تفصیل بتایا جا چکا ہے، اب اگر باقی ارکان پر نظر ڈالی تو یہ خصوصیت بھی ان کے ساتھ جلوہ گر نظر آ جائے گی، کہ یہاں بھی مندرجہ بالا مقصد کو ہرگز پس پشت نہیں ڈالا گیا ہے۔ چنانچہ زکوۃ میں علاوہ دوسرے فلسفوں کے ایک فلسفہ یہ بھی ملحوظ ہے، کہ اس قسم سے غرباء مساکین یتامیٰ اور بیوگان کی پرورش و پرداخت ہو سکے گی، جو اصول معاشرت کی ایک منزل اگر یہی ہے۔ اسی طرح روزہ کے حکم میں بھی یہ راز مضمر ہے، کہ اس کے ذریعہ سے امیر لوگ اور زرداران غرباء کی حالت سے آگاہ ہو جائے، جو نان شبینہ کے محتاج در بدر مارے پھرتے ہیں، اور ان کو ایک لقمہ میسر نہیں ہوتا، اور ٹھیک ایسا ہی حج سے توانگروں اور دولتمندوں کو یہ معلوم کرانا مقصود ہے کہ جب ایک شخص روپوں کے تھیلے اپنے پاس رکھنے کے باوجود سفر کی تکلیف سے اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا، تو وہ غریب جو کھانے کو چند کھجور اور پہننے کو ایک گز کپڑے کا محتاج ہے۔ اپنے آپ کو گرمی کی لپٹ اور جاڑے کے اثرات سے کیونکر محفوظ رکھ سکتا ہے۔

علاوہ ازیں اگر دیگر منہیات مثلاً جھوٹ، فریب، زنا، چوری، شراب، غیبت، چغلخوری وغیرہ وغیرہ کے اسباب پر بھی غور کرو، تو یہی نتیجہ نکلے گا، کہ ان میں سے ہر ایک چیز ایسی ہے، جو اصول تمدن کے خلاف ہے اور باہمی زندگی کے لئے درجہ خطرناک اور اس کی مخرب ہے، اور ان تمام کی ممانعت میں یہی راز پوشیدہ ہے کہ اس طرح انسان امن، سکون اور عزت و اطمینان کی زندگی بسر کر سکے۔

یہ تو ہوئے وہ مقاصد جن کے پیش نظر واضع شریعت نے

نے اوامر و نواہی کے احکام جاری کئے، لیکن ہم موجودہ دور میں ان اوامر و نواہی کا بالکل غلط مفہوم پیدا کر لیا ہے اور ہماری عبادتیں اس حقیقت سے بہت دور بھٹک چکی ہیں، کہ یہ خدا کا حکم ہے، اور اس کی بجا آوری سے مقصود خود ہماری دنیوی و اخروی ترقی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج جب ہم اپنی حالت پر غور کرتے ہیں تو نناوے فیصدی ایسے لوگ نظر آتے ہیں، جو باوجود پنجوقتہ نماز ادا کرنے کے منکرات و فاحشات سے بچنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ اس کا تعلیم انسان فائدہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر ہی بتایا گیا ہے، وہ روزہ تو پورے رمضان کے علاوہ عشرہ محرم کا بھی ضرور رکھتے ہیں، لیکن لعلکم تتقون کی صورت میں جو اس کا اثر مترتب ہونا چاہئے تھا، اس کا شمہ تک ان میں پیدا نہیں ہوتا، آخر کیوں.. ؟ وجہ ظاہر ہے کہ ہم نے صرف ظاہرداری کو دین و ایمان سمجھ رکھا ہے، خلوص ہم سے رخصت ہو ہی چکا تھا، اب اصل مقصد کو بھی ہم نے بھلا دیا، نتیجہ جو ہونا تھا ہو کر رہا یعنی ہماری نمازیں اور ہمارے روزے صرف مخصوص حرکت و سکون اور جوع و عطش کا ہم معنی بنکر رہ گئے۔

عبدالرحمٰن لشتر رجوروی جامعہ سلفیہ

سہیل کا افسانہ نمبر

فن افسانہ نگاری سے متعلق مقالوں ۲۰ انتہائی دلچسپ رومان پرور افسانوں ۱۵ وجد آفریں نظموں، ہم عکس (فوٹو بلاکس) تصاویر کے ساتھ اکتوبر سنہ۱۹۴۰ء میں تقریباً ۲۰۰ صفحات پر شائع ہوگیا، اردو کے مایہ ناز ادباء و شعراء پروفیسر اختراورینوی، ایم، اے، مفتی گوہر شادانی، بہارے لال فنا کرمیرٹھی، جمیل احمد کندھائی پوری، ہدف اجتہادی لکھنوی، ایم اسلم لاہوری، عطاء اللہ پالوی، پروفیسر محمد مسلم ایم، اے، مانپوری، مرزا ادیب بی، اے، آسی رام نگری سہیل عظیم آبادی، مرزا فدا علی خنجر لکھنوی، ش منظفر پوری، اختر قادری، ایم، اے، قیس شیخپوری، شفق رضوی، نوح ناروی سرور کاہرفی، ادیب مالیگانوی، سعید احمد اعجاز، حاجی نبی احمد بریلوی، رسا ہمدانی وافسانہ نمبر میں یکجا ہیں، قیمت افسانہ نمبر ۱۱ لیکن مستقل خریداروں کی خدمت میں مفت

چندہ سالانہ تین روپیہ (۳) چندہ ششماہی ایکروپیہ بارہ آنہ (عہ)

مینیجر رسالہ سہیل گیا

اُردو

از جناب ماہر القادری

موج کوثر کی طرح نرم و رواں ہے اُردو
طبع دشمن پہ مگر پھر بھی گراں ہے اُردو

ہند والوں پہ ضروری ہے تحفظ اس کا
باہمی ربط و محبت کا نشاں ہے اُردو

اس میں ملتی ہے خریدار کو ہر دل کی چیز
علم و آداب کی کیا خوب دکاں ہے اُردو

غالب و مومن و نصیر ہوں کہ تسلیم و کبیر
سب کی کوشش سے زمانہ میں عیاں ہے اُردو

اس کو چھیڑا تو بکھر جائے گا شیرازۂ دل
ہند ہے جسم تو اس جسم کی جاں ہے اردو

جس نشیمن کی ہو تعمیر باندازِ فنا
اس نشیمن کے لئے برق تپاں ہے اردو

کیا مٹائے گا کوئی اس کو مٹانے والا
دل میں آنکھوں میں خیالوں میں نہاں ہے اردو

اس کو قوموں کے تمدن نے کیا ہے پیدا
کون کہتا ہے کہ لشکر کی زبان ہے اردو

جو دیا جاتا ہے ہر ملک کو ذوقِ فطری
بس اسی ذوق کی تفسیر و بیاں ہے اردو

اہلِ محفل! تمہیں ماہر کا سخن یاد رہے
ہمتیں اپنی جواں ہیں تو جواں ہے اردو

پریم پربھات

بتا اے ہمنشیں تعبیر اس خواب پریشاں کی

بھولن ختم ہو چکا تھا، رات کافی آچکی تھی، مجھ پر نیند کا غلبہ ہو رہا تھا، میں نے اپنا مفلر درست کیا اور بگھی میں آ بیٹھا ابھی بگھی اپنی جگہ سے ہلنے بھی نہ پائی تھی کہ ـــــ "حضور! ـ آپکو معلوم ہے ـ اگر ـ" مالک مکان کا چپراسی اپنا سانس درست کرتے ہوئے بولا "خیریت تو ہے؟" میں نے گھبرا کر پوچھا ـــــ اور پھر اپنے خیالات کی رو میں بہتا ہوا اس کے ساتھ چلنے لگا۔

میں سوچ رہا تھا کہ اس طرح مالک مکان جو اپنی لڑکی کو سبھوں کے سامنے ہونے دیتا ہے، تو کیوں ـــــ کیا وہ دنیا کے اونچ نیچ سے واقف نہیں، کیا اسے نہیں معلوم کہ دنیا میں کس قدر پاپ ہو رہا ہے، پھر ایسا کیوں کرتا ہے، اور پھر لڑکی بھی بھگوان کی دیا سے کتنی سندر صورت پائی ہے کیا وہ کلنک کا بدنما ٹیکہ لینا چاہتا ہے اور لڑکیوں کا تو خیر، بڑی لڑکی تو اب جو دہ پندرہ برس کی اک اتم درجہ کی سندر ناری ہے، کتنے ہی کی نظر بد اس پر لگی ہوگی، اس کا اسے ذرا بھر بھی احساس نہیں؟ "آپ کو تکلیف تو ضرور ہوئی ہوگی ـــ بابو جی! کرے کیا کریں گے۔ ایک وجہ سے آپ کو تکلیف دی ہے" مالک مکان کے ان باتوں نے مجھے چونکا دیا، اور میرے تخیلات کا سلسلہ یکسر ٹوٹ گیا، "نہیں نہیں ـ کوئی بات نہیں ہے، اچھا فرمائے کیا آگیان ہے، پالن کرنے کی حتی الامکان کوشش کرونگا!" میں نے کہا "بابو جی! اک بات پوچھوں، اگرچہ میرا پرسن بہت ٹیڑھا ہے ـ ناراض تو نہ ہونگے" انہوں نے پوچھا۔ "بصد شوق" میں نے جواب دیا۔

"ہاں بابو جی ـــ وہ یہ کہ آپ کی شادی ہو ـــــ؟" انہوں نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔ سوال تو واقعی بہت بے ڈھب تھا، اور اگرچہ میری شادی ہو چکی تھی، پھر بھی میں نے ذرا بنکر جواب نفی میں دیا تاکہ دیکھوں اس پرسن سے کیا مطلب ہے۔

اسی اثناء میں ہم لوگ چلتے چلتے زنانخانہ پہنچ گئے۔ وہاں عورتیں وغیرہ دکھیں، میں ایک دم گھبرا گیا، کہ کیا ماجرا ہے۔ میں محض بھولن دیکھنے کی غرض سے آیا تھا، ورنہ میں ایک غیر جگہ کا ایک غیر شخص، اتنا ہی سوچنے پایا تھا کہ عورتوں میں سے کسی کے بولنے کی آواز آئی۔ "اف بالک، تو اتم درجہ کا سندر ہے معلوم پڑتا ہے جیسے کامدیو، اسی کی قسمت جاگ اٹھی، بر تو بڑا ہی اچھا ہے، بھگوان کرے کر" "ہاں بہن میرا بھی خیال ہے، دل تو چاہتا ہے ـــ کہ بس ابھی دونوں کا ـــ" غرض جتنی منہ اتنی

پاس پہنچ کر بھگوان کی کرپا ہے یہ کہہ کر کمرے میں لا کر بٹھایا گیا تھا۔ ایک بہت ہی دلفریب کمرہ تھا ایک ہال جس کے وسط میں ترکی گول میز جس پر ... طرف قرینے سے کرسیاں ... جس پر چند متبرک الفاظ کی دستکاری ... اور اس پر ہلکے سبز رنگ کے گلدستے ... رنگ برنگ کے خوبصورت و خوشبودار پھول اور گلدستے ... چھوٹی سرخ سبز اور نیلے رنگ کی بجلیاں، ہال کی دیوار پر ... تصاویر ہال میں چاروں طرف ... روانے جس پر رنگ برنگ کے خوشنما پھولدار پردے ... مالک مکان کے شوقین مزاج ہونے کی دلیل تھی، یکایک ایک ... اور ... وسط کی ... کمرے میں داخل ہوئی جس کے ... معلوم ہوتا تھا کہ ابھی ابھی زینۂ شباب کو طے کر کے باغ خزاں میں قدم رکھا تھا اس کی سراپا اس بات کی شاہد تھی ... کی ... حسن تھی، جو بادِ خزاں کے جھونکوں سے ... بے ... ہو رہی تھی، اس کا بھی اک زمانہ ... ہو گا جب پر ہزاروں جانیں قربان ہونے کو تیار رہتی ہونگی، وہ حسن دلفریب کی ایک پیکر مجسم، اور ... کی تپلی، جس کو دیکھ کر ... بھی عرقِ ندامت سے سرنگوں ہو جاتی اس کی لانبی اور پتلی گردن، بڑی اور سیاہ آنکھیں، طویل کالے ناگ کی طرح خم کھاتے ہوئے سیاہ اور چمکدار بال، پتلے یاقوتی لب زبانِ حال سے کہہ رہی تھیں۔

میرا رنگ روپ بدل گیا میرا حسن مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اُجڑ گیا میں اسی کی فصلِ بہار ہوں

بابو جی —— کیا مجھے کچھ پوچھنے کی اجازت مل سکتی ہے۔ ترنم آلود آواز میں انہوں نے کہا۔

ماتا جی —— میں اس لائق کہاں جو آپ سے گفتگو کرنے کی جرأت کروں، یہ میری خوش قسمتی ہے جو آپ مجھ سے کچھ پوچھیں اور میں حتی الوسع کوشش کر کے صحیح اور معقول جواب دے کر سعادتمندی حاصل کروں" میں نیچی نظر کئے بولا۔

آہ بھگوان —— میری ... کتنا بھولا اور ... بانکا ہے اور کتنا مہذب ہے، اچھا تو یہ بتا سکتے ہو —— کہ تم کون ہو، کہاں تمہارا مکان ہے۔ تمہارا کیا نام ہے اور کیا کرتے ہو؟" انہوں نے پوچھا۔

"میں دربھنگہ کا رہنے والا ہوں۔ میرا نام جگندر پرشاد ڈاکٹری پڑھتا ہوں، یہ میرا آخری سال ہے" میں نے مختصراً جواب دیا۔ —— "اچھا اور کچھ پوچھ لوں۔ تمہارے پتا جی کہاں ہیں، تم بھائی میں اکیلے ہو یا اور بھی ہیں۔ اور تمہاری شادی ہو چکی ہے —— ؟" انہوں نے پوچھا "میرے پتا جی کو ایک عرصہ گذرا کہ سورگ باشی ہو گئے —— صرف میرے ایک اور بھائی ہیں، جن کی مہر و کرم کا میں بھکاری ہوں، انہی کے دیا پر میرے جیون کا دارومدار ہے، اور میری شادی —— یہ جملہ ادا کرتے ہوئے مجھے شرم آ گئی۔

"اچھا اچھا —— میں سمجھ گئی —— ہاں ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہوئی ہے —— ہاں تو ایک بات کہوں، اگر برا نہ مانو —— سرلا! —— سرلا!! ارے کوئی ہے ذرا سرلا کو خبر دو" انہوں نے سرلا کو پکارتے ہوئے کہا ——

"ہاں اگر برا نہ مانو" میری طرف مخاطب ہوتی ہوئی بولیں "کیا
کہا ہے ماما جی؟ - [illegible] لڑکی سے پردہ [illegible] بیٹھی ہوئی تھی
آتے ہوئے کہا "بیٹھو" انہوں نے سرلا کو جواب دیتے ہوئے
کہا — "ہاں — اگر برا نہ مانو تو ایک بات کہوں، وہ یہ
ہے کہ میں [illegible] تلاش میں تھی، ہزاروں جتن کئے، مگر ناکام
[illegible] کی طرح پیچھے لگی رہی۔ مگر مجھے آج معلوم ہو گیا کہ کسی کی
محنت [illegible] نہیں جاتی، بھگوان نے میری کوششوں کا معاوضہ
آج بخشا ہے اور وہ یہ ہے کہ تم جیسے لائق ہونہار بزرگ آج
[illegible] — اور [illegible] بات مجھے [illegible] حاصل
[illegible] تم — [illegible] لڑکی سے شادی کر کے میری
[illegible] سکتے ہو [illegible] وہ [illegible]
[illegible] کیا تھا۔ خوشی سے [illegible]
[illegible] نظر آ رہی تھی، میرا [illegible] مجھ پر [illegible]
[illegible] نے اپنی آنکھوں کو [illegible]
[illegible] کیا [illegible] کہ [illegible] ہوتا — [illegible]
نکلا پھر بھی میں نے اپنے آپ کو سنبھالا تاکہ لوگ تاڑ نہ جائیں۔
میری حالت بالکل غیر ہو رہی تھی۔

"ماتا جی! — آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں، ایسے بھاگ
ہمارے کہاں، میں تو ایک بھکاری [illegible] آپ ایک" اتنا ہی بولا
تھا کہ "نہیں نہیں — تم ماتا کی آڑ میں میرا اپمان کرتے ہو۔ اور مجھ کو
ذلیل کرتے ہو۔ جلدی سوچ کر ہمیں جواب دو — دیکھو سرلا
تمہیں کوئی تکلیف نہ ہو۔ میں ابھی آتی ہوں" کہہ کر وہ چلی گئیں
میں اور وہ تنہا رہ گئے۔

"تم سے کچھ پوچھنے کی کوشش کر سکتا ہوں — سرلا" [illegible]
[illegible] خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔ "بصد شوق" سرلا جھکتے
ہوئے دوسری طرف منہ پھیر کر ایک ادائے خاص کے ساتھ بولی۔
[illegible] پہلے منہ اپنا میری طرف کرو — اور پھر بتاؤ سرلا کہ میں تمہارے
[illegible] یا نہیں [illegible] لیکن منہ میری
[illegible] غور [illegible] ہوئے کہا یہ مجھے
کیا معلوم کہ آپ اپنے دل [illegible] مسکراتے ہوئے
[illegible] انداز سے کہا "اچھا تو یہ [illegible] آپ کو کیا [illegible] کروں۔
[illegible] میں نے [illegible] کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں [illegible]
ہوئے کہا — "اور میں —؟" انہوں نے شرارت آمیز لہجہ میں کہا۔
[illegible] میں آپ نے کونسا عیب پایا [illegible] میرے ماتا جی کا کہنا [illegible]
مانتے۔ مجھ میں کوئی [illegible] الفاظ [illegible]
[illegible]
کہا [illegible] جیسے ایک عرصہ
[illegible] میری حالت ہی عجیب تھی —
[illegible] ابتک کوئی فیصلہ
نہیں کیا — [illegible] پوچھا۔ اچھا مجھے فرصت دیجائے
[illegible] ہوں گا۔ میں نے کہا۔ اچھا تو آپ اپنے [illegible]
[illegible] انہوں نے کہا میں نے بتا دیا۔ اور —

[illegible] بابو جی — کہیں سیر کو بھی جائیے گے
مالک مکان کے ڈرائیور نے پوچھا۔ گرچہ صبح کا سہانا وقت
[illegible] کی دلکش بہار، نسیم سحر کی مستانی چال، گلوں کی
بھینی بھینی خوشبو۔ اپنی طرف مجھے کھینچنے کی کوشش [illegible]

پھر بھی میں نے کہا۔ "ہرگز نہیں کہیں نہ جاؤں گا۔" ڈاکٹر چلا گیا۔ میں پھر دریائے تفکرات میں بہنے لگا۔ یہی ہے۔ سوچتا تھا کہ میں کتنا ہی خوش رہوں۔ ۔۔۔ کہاں یہ مالک مکان کروڑوں کا مالک ۔۔۔ ٹھیکوں سے بھی زیادہ اہمیت نہیں۔ ۔۔۔ کے پاس مال اسباب اور دکانیں اور کمپنیاں ۔۔۔ کتنے نوکر چاکر ۔۔۔ زندگی بسر کرتا ہے۔ ۔۔۔ ایک اوسط درجہ کا انسان۔ میری ان کی برابری۔ زمین و آسمان کا فرق۔ ۔۔۔ ان کی اکلوتی لڑکی۔ ان کے بعد ان جائداد کا واحد مالک میں ہو سکتا۔ کبھی سوچتا تھا کہ ۔۔۔ دولت پر جس کا اعتبار نہیں۔ آج ہے کل نہیں۔ پریم اور آنند جو آتما کو بیوی کے پاس ملتے ہیں۔ میری بیوی شرم و حیا کی پتلی مجھ پر اپنی جان تک قربان کر دینے کو تیار رہتی ہے۔ تاپاک دولت کے لالچ میں کیوں کھو دوں۔ اف وہ مجھ کو کیا کہے گی، جب وہ سنے گی کہ میں نے دوسری شادی کر لی ہے۔ گرچہ وہ کچھ نہ بولے گی میری خوشی میں اس کی خوشی ہے۔ پھر بھی کیا وہ اسے گوارا کرے گی۔ وہ جو مجھے اپنے پیارے ہاتھوں سے بھوجن بنا کر اور اپنے ہاتھوں سے کھلاتی، منہ دھلاتی، میڈیکل یا باہر جاتے ہوئے اپنے پیارے ہاتھوں سے میرے بال میں کنگھی کرتی، مجھے کپڑے پہناتی۔ اور سچ دھج کر کتنی پیاری اور رسیلی آواز میں کہتی۔ "تم! ۔۔۔ جلد آنے کی کوشش کیجیو۔ تمہارے بغیر میری طبیعت اُچاٹ رہے گی۔" اس کے پریم کا کیا یہی صلہ ہے کہ میں ایک سوت لا کر اس کی طبیعت کڑھاؤں، اس کو تکلیف و رنج کا شکار بناؤں۔ نہیں! ہرگز نہیں، یہ مجھ سے کبھی نہیں ہو سکتا ہے۔

"بابو جی! آپ کے بھیا آگئے ہیں۔" نوکر نے آکر خبر دی یکایک میری دنیائے خیالات میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ شرم و ندامت سے عرق عرق ہو گیا۔ اف بھیا کیا کہیں گے، دنیا کیا کہے گی۔ یہی سوچ رہا تھا کہ بھیا کمرے میں داخل ہوئے۔ میں نے ان کے چرنوں کو پرنام کیا۔ انہوں نے خاک پا کو اپنی آنکھوں سے لگایا۔ اور ادھر ادھر کی باتیں دریافت کرنے لگا۔

سرلا! ۔۔۔ خون ایکزامن ہو کر آگیا۔ معلوم ہوا کہ تمہارا خون بہت ہی اچھا اور بہادر ہے۔ میں کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔ سرلا کمرے میں بیٹھی کرشیدہ کاڑھنے میں مشغول تھی۔ میری شادی ہو چکی تھی۔ اور یہی مکان ہم لوگوں کے لئے مخصوص کیا گیا تھا۔ مکان کیا ایک اچھا خاصہ محل تھا۔ اب میں مکان پانا چاہتا تھا اور ساتھ ہی اپنی پہلی شادی کا راز اپنی نئی بیوی پر عیاں کرنا چاہتا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ میری پہلی بیوی اور نئی بیوی میں میل ملاپ ہو جائے۔ جس کے لئے میں نے ایک ترکیب سوچی۔ وہ یہ کہ میں نے اس سے کہا کہ ڈاکٹر نے مجھے ایک باؤنڈ خون مہیا کرنے کو کہا تاکہ وہ مجھے اندرونی زہریلے دھلک مرض سے نجات دلا سکے۔ جس پر میری نئی بیوی ۔۔۔ ہو گئی۔ تو میں نے کہا پر نہیں، پہلے تھوڑا خون اگر ۔۔۔ ہونے کو بھیجا جائیگا۔ جو سب کچھ ہو چکا تھا۔ اور جس کے لئے آج جعلی کاغذ پر خون ٹھیک ہونے کا سرٹیفکٹ بنا کر باہر سے لایا تھا۔

"تو پھر جلدی کیا کرو۔ کہیں تمہاری بیماری آگے کام نکر جائے

اس نے میرے پاس آتے ہوئے خوشی کے لہجہ میں کہا "جلدی کرو"
اس نے مجھے جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔
"ایک بات کہوں، اف تم کتنی اچھی اور بھولی ہو سرلا!
میں کس طرح تمہارے اس پریم کا بدلہ چکاؤں، معاوضہ ادا کرنا میرے امکان سے بعید ہے۔ لیکن اگر تم اس خون کے بدلہ مجھے اور دیتی تو آج میری جیون بچ جاتی۔ اور میں اس کے لئے ممنون ہوجاتا اور نہ اسی کی فکر میرے لئے وبال جان بن رہا ہے جو کسی طرح ٹالے ٹل نہیں سکتا، بلکہ بجائے اس خون کے مجھے کچھ اور دو، میں سرلا کا چہرہ غور سے دیکھتے ہوئے کہا، سرلا رو رہی تھی "آہ تم نے ابتک مجھے سمجھا نہیں، آہ تم کو میرا اعتبار نہیں" وہ رو رہی تھی۔
سرلا! — میں اپنی رانی نہیں دیکھ سکتا، مجھے تیری ذات سے ہمدردی ہے، اگر یہی بات ہے تو کان کھول کر سن لو، میں مجرم ہوں، سب سے بڑا مجرم — تم لوگوں کو دھوکا دیا، صرف تیری دولت کے لالچ میں پڑ کر، میری شادی ہو چکی تھی، اف میں نے بہت برا کیا، تم کو دغا دیا، کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو۔ مجھے تم سے پریم نہیں اور نہ اب تمہارے دولت کو رہا۔ میری پہلی بیوی کی یاد رہ رہ کر میرے دل کے ٹکڑے کئے دیتی ہے۔ اور پھر تمہارا خیال زخم پر نمک پاشی کرتا ہے، خواہ تم مجھے کوسو، اور برا بھلا کہو، لیکن میں نے تہیہ کرلیا ہے، اب میں اپنے گھر جاؤں گا اور اپنی بیوی —"
"آہ ناتھ! — تمہاری آنند میں میری آنند ہے پہلے ہی تم کو مجھ سے پریم نہ ہو، میری بلا سے، لیکن مجھے تو سے

جہاں تم جاؤ گے میں بھی جاؤں گی، اب نہ کہو، ہم چاہئے، مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں، میں تمہاری بیوی کی داسی بن کر رہوں گی۔ یہ اس کی قسمت ہے جو آپ کے دل میں جگہ رکھتی ہے، اور یہ میری قسمت کتنا اچھا ہوتا اگر ہم دونوں آپس میں بہن بنکر رہتے۔
بولو ناتھ — تمہاری کیا رائے ہے۔ سرلا روتے ہوئے بولی۔ میرا نشانہ کام کر چکا تھا۔ میں اپنے مقصد میں کامیاب نکلا، اور میں کر کہا کہ ہاں تمہاری رائے سے اتفاق ہے، چلو اب ہم لوگ چلنے کی تیاری کریں
ہم اور سرلا گھر پہنچ گئے، ہم دونوں کو دیکھتے ہی بندو ہکا بکا رہ گئی، پھر یہ خیال کرکے شاید یہ سرلا کی ساتھی ہوں — ایک ہی ساتھ پڑھتی ہوں، چپ رہی، اور بڑے ادب سے بٹھایا، اور مجھے اشارے سے اندر آنے کو کہا۔ میں اندر پہنچا، اور بیٹھا ہی تھا کہ وہ جھم سے میرے پیر پر گر پڑی، اور رونا شروع کیا، لاکھ منایا، لیکن کاہے کو وہ کسی کی سنتی، ایک دن تھا اب تو میں گھبرایا۔ اور وہی ہوا جس کا خدشہ تھا۔ اسے معلوم ہوچکا تھا "آہ پرتھو مجھے اب اٹھاؤ۔ میں اپنے ارمانوں کا خاک ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی" اس نے روتے ہوئے کہا، سرلا آچکی تھی۔
ہم دونوں چپ کرانے میں لگے ہوئے تھے، لیکن سیل غم رکنے کا نام نہیں لیتا۔ تم کتنی بھاگوان ہو بہن، جو تمہاری جگہ میرے پتی کے دل میں ہے، مجھے نہیں معلوم کہ مجھ سے کون سا اپرادھ ہوا۔ جو میرے بدقسمتی کا باعث بنا" اور پھر رونے لگی۔
بندو رانی اب وہ بندو نہ تھی، بلکہ غم ورنج کی ایک زندہ تصویر، تفکرات کی دنیا میں کھوئی ہوئی بحر غم میں ڈوبی ہوئی

[illegible] کی ایک [illegible] تھی [illegible] وقم بارش کی جھڑی تھی —
جو [illegible] کا نام [illegible] وہ ایک [illegible] تھی، ہوا اپنے بے بسی پر
آٹھ آٹھ آنسو بہا رہی [illegible] وہ اٹھی [illegible] سو رہی تھی [illegible] رہی ہوئی
غرض کہ یہ قطرات [illegible] جاری [illegible] اس طرح رونا ہے
لئے غمسم جانکا [illegible] مجھے اس کا احساس ہو رہا
تھا کہ [illegible] موت کا پیغام لے کر
آئی ہو [illegible] حالت میں ایک رات
[illegible] تھا یا تھا، پر نہ اپنے
[illegible] —
[illegible] دنیا [illegible] اور
[illegible] تھے [illegible]
[illegible] ہم دونوں کے
[illegible] تھا
[illegible] کو [illegible]
کو [illegible] دوڑا تو —

آنکھ جو کھلی تو امی پنکھا ہلا رہی تھیں، میری پیاری
طاہرہ میرا پیر سہلا رہی تھیں، پاس ہی میری تمی [illegible] مالش
کر رہی تھیں، سر پر بوجھ سا معلوم ہوا، جو کر دیکھا تو پٹی
بندھی محسوس ہوئی، معلوم ہوا کہ رات نیند کی حالت میں اپنی
طاہرہ کی ساڑی کے آنچل میں الجھ کر [illegible] منہ کے بل گرا —
اور میرے منہ سے طاہرہ کے نام کے ساتھ ایک ہلکی سی چیخ
پیدا ہوئی تھی، جس کو سنکر لوگ دوڑ پڑے، اور مجھے اٹھایا —
[illegible] گزشتہ خیالات [illegible] میرے دماغ میں چکر
کرنے لگے، جس [illegible] طاہرہ کو [illegible]
چاہتا ہوں، اور اس خواب کے ساتھ ہی میرے لئے ایک نئے
[illegible] کا آغاز ہوا، اور وہ — جس کو دوسرے [illegible]
[illegible] ہیں — — "پریم پربھات" کہتے ہیں۔

راشد سلیم اختر شمیم آبادی، میڈیکل سٹوڈنٹ دربھنگہ

ایک سچا خواب

ابو الانبیا حضرت ابراہیم کے باغِ جوانی میں، خزاں آچکی تھی، مشیت ہے کہ پھول مرجھا چکا تھا، زندگی کے بہار سبزہ زاروں کو پامال کرکے بڑھاپے کی خشک وادی میں قدم رکھ چکے تھے۔ تمنائیں سرزد ہو چکی تھیں۔ امیدیں ایک ایک کرکے منقطع ہو گئی تھیں، عصائے پیری کے دیدار کی آس خزاں رسیدہ بنی ہوئی تھی، جبکہ آپ کی عمر اسّی بہاریں دیکھ چکی تھی ——— اس وقت میں نئی روح آتی ہوئی معلوم ہوئی! شجر آرزو میں کونپل پھوٹتی ہوئی نظر آئی!! یاس کی تاریکی میں ستارہ چمکتا دکھائی دیا ——— ایک آواز آئی ابراہیم! ——— میں تمہیں آنکھوں کے نور اور دل کے سرور!! فرزند کی خوشخبری دیتا ہوں ——— انتظار کی گھڑیاں گزرنے ۲
کے بعد ماں باپ کی مرکزِ توجہ ننھی سی جان! اسماعیل منصّۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی، اس خوشی اور محبت کا اندازہ جو حضرت ابراہیم کو اپنی زندگی کے اثاثہ کو دیکھ کر ہوئی، وہی لوگ لگا سکتے ہیں، جنہیں بڑی تمناؤں کے بعد اولاد کی نعمت عطا ہوئی ہو۔ یقین جانئے کہ حضرت ابراہیم کی یہی خواہش رہی کہ پیارے اسماعیل کو ہر وقت سینے سے لگائے رہوں، آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دوں، مگر ابھی شیر خواری کے دن بھی نہیں گزرے تھے

باپ نے جی بھر کر دیکھا بھی نہ تھا، پیار کرکے جی کی بھڑاس بھی نکالنے نہ پائے تھے ——— حکم ہوا! بیوی اور بچے کو بستی سے دور ایک ایسے سنسان میدان میں چھوڑ آؤ، جہاں مدتوں سے کسی انسان کا قدم نہ پہنچا ہو! ——— جہاں پانی کا تصور بھی محال ہو۔

اس وقت جہاں کعبۃ اللہ ہے، اس کے چند قدم کے فاصلہ پر چٹیل میدان میں حضرت ابراہیم دونوں ماں بیٹے کو چھوڑ جاتے ہیں، لوٹتے وقت حسرت بھری نگاہوں سے بچے کی طرف دیکھتے ہیں! ——— دل تڑپ اٹھتا ہے!! آنکھیں نم ہو جاتی ہیں!!! دونوں ہاتھ خود بخود اوپر کی جانب کو اُٹھ جاتے ہیں۔ اور بے ساختہ زبان پر یہ کلمات جاری ہو جاتے ہیں ——— میرے مولیٰ یہ میرے گلزارِ تمنا کی نوشگفتہ کلی ہے! اے باغبانِ حقیقی!! میں اسے تیرے سپرد کرتا ہوں . . . . . . !!

رفتارِ زمانہ کے ساتھ ساتھ ہونہار بچہ اپنے حقیقی مربی کے حفظ و امان میں پل کر اس لائق ہو گیا کہ اپنے بوڑھے باپ کا ہاتھ بٹا سکے

رات کا وقت تھا، سارى دنیا محوِ خواب تھی، ایک ہوکا

[illegible] طاری تھا، خاموشی نہایت ہی ہلکی ہلکی سردی میں سکون کا نغمہ [illegible] رہی تھی، کائنات پر محویت چھائی ہوئی تھی، اسی سکوت کے عالم میں خلیل اللہ بھی اپنے مولیٰ کی طرف دھیان لگائے لیٹ کر سو گئے۔ خواب میں [illegible] کا الہی آتا ہے اور پیام [illegible] آ گیا ہے [illegible] ابراہیم تم اپنی زندگی [illegible] اسمٰعیل [illegible] قربان گاہ پر ہمیشہ [illegible]

[illegible] یاد پر دل میں جنبش ہوتی ہے۔ [illegible] خوابی آنکھیں [illegible] سر کالی [illegible] خلیل اللہ [illegible] سوچ رہے ہیں، کیا مولیٰ کی یہی مرضی ہے [illegible] پریشانی تھا۔ ......

[illegible] ختم ہو چکے [illegible] شب [illegible]

[illegible] سو گئے۔

خلیل [illegible] ——— [illegible]

[illegible] ابراہیم [illegible] ...... گی

... [illegible] عالم [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] اسمٰعیل [illegible]

[illegible] ...

ایک شریف صورت شخص حضرت ہاجرہ (حضرت اسمٰعیل کی ماں) کے پاس آتا ہے، اس کی آنکھیں آنسوؤں سے ڈبڈبائی ہیں، چہرہ پر ہمدردی کے آثار نمایاں ہیں، درد بھری آواز میں کہتا ہے،

شخص ——— ہاجرہ! کیا تو جانتی ہے کہ ابراہیم تیرے جگر گوشہ کو لے کر کہاں گئے ہیں ——— ؟!

ہاجرہ ——— پہاڑی کی طرف لکڑی لانے کے لئے۔!

شخص - آہ تجھے کیا معلوم وہ تو تیرے چہیتے (ابراہیم کو ...... ذ .... ب .... ح ...... !

ہاجرہ ——— یہ کیسے ہو سکتا ہے! بھلا کوئی شخص اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر سکتا ہے؟ ایسا تو بڑے سے بڑا ظالم، سنگ دل، بے رحم بھی نہیں کر سکتا ——— اور وہ تو بڑے رحم دل ہیں، اسماعیل تو ان کے دل کی راحت آنکھوں کا نور ہے، جب اس کی جانب دیکھتے ہیں تو آنکھوں سے محبت کا طوفان بہ جاتا ہے اور اسماعیل انہیں غرق ہو جاتا ہے۔

شخص - ہاجرہ! میں سچ کہتا ہوں، اگر تجھے یقین نہیں آتا ہے تو لے!! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ تیرے بچے کو .... ذ .... ب ...... ح ......

خلیل اللہ کا خیال ہے کہ ان کا خدا اسماعیل کی بھینٹ...

ہاجرہ - حضرت ہاجرہ کا دل جذبہ ایمانی سے لبریز ہو جاتا ہے۔ نہایت ہی مسرور ہو کر اس نامعلوم شخص کی طرف مخاطب ہو کر کہتی ہیں، اگر یہ سچ ہے تو نہایت

بڑی مسرت کی بات ہے کہ میرے بچہ کو ہی میرے آقا نے اپنی قربانی کے لئے انتخاب کیا ہے۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے شفیق باپ کے ساتھ پہاڑی کی طرف جا رہے ہیں، ایک ہاتھ میں رسی ہے اور دوسرے میں چھری، ابھی راستہ میں ہی ہیں کہ وہی نامعلوم شخص آتا ہے، اور کان میں آہستہ سے کہتا ہے۔

شخص۔ میاں صاحبزادے! تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے ابا تمہیں کہاں لئے جا رہے ہیں! — ؟

اسمٰعیل۔ سامنے کی پہاڑی پر لکڑی لانے کے لئے! —

شخص۔ تم کس بھول میں پڑے ہوئے ہو وہ تو تمہیں خدا کے لئے قربان کر کے اپنے لئے ملت ابراہیمی کی نہ مٹنے والی یادگار قائم کرنا چاہتے ہیں، ابھی وقت ہے چپکے سے میرے ساتھ نکل چلو، مثل مشہور ہے "جان ہے تو جہان ہے"

اسمٰعیل۔ اگر ایسا ہے تو یقیناً میرے لئے مولیٰ کا حکم ہوگا۔ اور یہ نہایت باعث افتخار ہوگا کہ میرے آقا نے مجھے اپنی قربانی میں پسند فرمایا، اور اپنے مولیٰ کے لئے قربان ہو جانا میرے لئے سعادت ابدی ہوگی۔

نامعلوم شخص بیٹے سے مایوس ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آتا ہے، اور کہتا ہے۔

شخص۔ آپ کہاں تشریف لے جا رہے ہیں، بڑے صاحب!

ابراہیم۔ پہاڑی تک کچھ ضرورت سے جا رہا ہوں!

شخص۔ اجی حضرت! بہانہ کیوں کرتے ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں، جس نے آپ کو اپنے بچے کی جان لینے پر آمادہ کیا ہے۔

حضرت ابراہیم، اس نامعلوم شخص کو پہچان کر بولے، او خبیث شیطان! خبردار! پھر چند کنکریاں اٹھا کر اس کو مارتے ہوئے کہا، اب جو کبھی تو نے پروردگار کے حکم کی تعمیل میں خلل اندازی کی — !!

شیطان مایوسی کی دنیا لئے الٹے پاؤں خائب و خاسر بھاگا، دونوں باپ بیٹے چلتے ہی رہے، اور اس مخصوص گھاٹی کے پاس پہنچے، جس کا قصد کر کے روانہ ہوئے تھے، دونوں کی آنکھیں لڑیں، محبت کا تیر حضرت ابراہیم کے دل میں پیوست ہو گیا، جس کا نکلنا محال نہیں تو ممکن بھی نہ تھا۔ لیکن مرضی مولیٰ کے آگے کس کو دم مارنے کا یارا ہے؟ چہ جائے کہ خلیل اللہ

حضرت اسمٰعیل کو مخاطب کرتے ہوئے بولے — بیٹا-! ایک امر میں تمہارا مشورہ چاہتا ہوں — فرمانبردار بیٹے نے جواب دیا، آبا- ارشاد — جان من میں نے ایک خواب ...... نہیں! نہیں! پیغام الہٰی ہے، اس کی مرضی ہے کہ تمہیں بھینٹ چڑھا دوں — بتا! تمہاری کیا رائے ہے؟

ابا! مالک کی مرضی ہے تو توقف کی کیا بات ہے!! انشاء اللہ صبر کا دامن نہ چھوڑوں گا۔

سارے میدان میں ایک ہو کا عالم تھا، اشجار و احجار

[illegible] تھا [illegible] کر [illegible]

[illegible] اللہ [illegible]

[illegible] بیٹھ [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کا پیمانہ صبر لبریز ہو جائے گا [illegible]

[illegible] گی ، اباجان چھری ابھی [illegible] تیز کر لیجئے تاکہ [illegible]

رکھتے ہیں [illegible] تمام کر [illegible]

[illegible]

[illegible] سلام پہنچا دیں [illegible] اگر آپ مناسب سمجھیں [illegible]

[illegible] لیتے جائیں [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] مجبور ہو کر [illegible]

[illegible] چھری [illegible]

[illegible] ہوئی تھی ، کاٹنے کاٹنے رک گئی ، حضرت [illegible] چھری کی طرف دیکھا ، پھر جلدی سے تیز [illegible] حلق پر پھیرا ، لیکن چھری اب بھی نہ [illegible] آپ پر شفقت و محبت غالب آجاتی [illegible] جاتے ہیں ۔ اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ [illegible] کے اور حکم خداوندی کے امتثال [illegible] جائے ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام چھری کو تیز رکھتے ہیں اور [illegible] پٹی باندھ کر پوری طاقت سے چلاتے ہیں ۔ [illegible] ابراہیم تو نے خواب کو سچ کر دکھایا [illegible] مقبول ہوئی ۔ پٹی کھول کر دیکھا تو حضرت اسماعیل [illegible] خوبصورت دنبہ خاک و خون میں لتھڑا [illegible] ۔

یہ ابراہیمی ادا ایسی پیاری معلوم ہوئی کہ آنے والی [illegible] قیامت کے لئے حصول سعادت کا باعث [illegible] ۔

محمد ایوب نرائن پوری متعلم معہد السلفیہ

ناکام سازش

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ذات پر
الزام تہمت! بعثت رسالت مآب صلعم کے دس سال کے بعد
اسلام کی تاریخ میں [illegible] آپ [illegible]
[illegible] پر [illegible] کی طرف [illegible]
مسائل ہیں جن کا حل [illegible] ہی [illegible]
[illegible] کا [illegible] لگا [illegible]
کہ منافقین [illegible] کا [illegible]
[illegible] کا ایک [illegible]
[illegible] انھوں نے [illegible]

ثم [illegible]

[illegible]
[illegible] حضور صلعم [illegible]
[illegible] مصطلق سے [illegible] ہو رہے تھے۔

منافقوں نے اس جنگ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا۔
چونکہ ان کا خیال تھا کہ یہ [illegible] اور جنگ کے اہمیت
نہیں رکھتی ہے، اسلئے غیر مخلصانہ طور پر وہ جوق در جوق شریک
ہو گئے تھے، چنانچہ ابن سعد کی روایت ہے۔
خرج معہ بشر کثیر من المنافقین لم یخرجوا
فی غزاة قط مثلہا۔

اس غزوہ میں منافقین کا کثیر التعداد جماعت [illegible]
آپ صلعم کا ساتھ دیا، اتنی تعداد [illegible] دوسرے غزوات
میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔

جناب رسالتمآب صلعم کا قاعدہ تھا کہ جب کسی
[illegible] ازواج مطہرات کے درمیان
قرعہ اندازی فرماتے [illegible] جس کا نام قرعہ میں نکلتا اسی
کو [illegible] اس مرتبہ حسن اتفاق سے
ام المومنین حضرت عائشہ کا نام نکلا، آپ [illegible]
[illegible] لوگوں کو رخصت سفر
باندھنے کا حکم دیا اور کوچ کا حکم فرمایا۔

اس [illegible] روانہ ہو گیا [illegible] جہاں
[illegible] لوگوں کو [illegible]
[illegible] ایک [illegible]
پڑاؤ ڈال دیا، حضرت عائشہ پڑاؤ سے دور قضائے حاجت کے
لئے تشریف لے گئیں، ہار کا دھاگہ کمزور تھا، اسلئے ہار ٹوٹ کر
منتشر ہو گیا، پڑاؤ میں تشریف لانے کے بعد انھیں [illegible]
اتنے [illegible] مفقود پاتے ہی پاؤں تلے زمین نکل گئی [illegible]

لوزیور کی نسبت اور طرفہ یہ کہ وہ بھی عاریت کا، چنانچہ بلا کسی کو اطلاع کئے ہوئے جائے وقوع کی طرف چل پڑیں اور متوقع تھیں کہ ڈھونڈھ کر قافلہ کی روانگی تک پہنچ جاؤں گی، گمشدہ ہار تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئیں، لیکن پڑاؤ تک آنے میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی، اس اثنا میں قافلہ نے کوچ کر دیا چونکہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نہایت ہلکی پھلکی تھیں، اسلئے ساربانوں کو ان کی عدم موجودگی کا پتہ نہ چل سکا۔

ام المومنینؓ ہار ڈھونڈ کر پڑاؤ واپس آئیں تو دیکھا قافلہ روانہ ہو چکا ہے، بہت پریشان خاطر ہوئیں، ساقہ (ریر گارڈ) کے خیال سے ڈھارس بندھی — عرب کا قاعدہ تھا کہ عسکری قافلوں کے پیچھے اس امر کے لئے ایک شخص متعین ہوتا، تاکہ قافلہ کے کوچ کر جانے کے بعد اس جگہ کا جائزہ لیکر آوے، اس قافلہ کے ساقہ (ریر گارڈ) صفوان بن معطل تھے چنانچہ وہ صبح کو آئے اور ام المومنینؓ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ (چونکہ یہ ان کو آیت حجاب کے نزول سے پہلے دیکھ چکے تھے) ان کے منہ سے بیساختہ انا للہ نکل پڑا، اس آواز سے ام المومنین خواب سے چونک پڑیں، انہوں نے اونٹ کو بٹھلایا اور ان کو محمل میں سوار کر لیا صفوان بن معطل دوپہر تک اس منزل تک پہنچ گئے، جہاں قافلہ نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں بالخصوص منافقین کو مسلمانوں کے ذلیل کرنے کے لئے ایک غیر معمولی حربہ ہاتھ لگ گیا۔ ... بھی اس قسم کے واقعات کثرت سے پیش آتے ہیں، ہندو دل میں سیتا اور بنو اسرائیل میں مریم پر جو گذری وہ تاریخ بیں طبقہ پر مخفی نہیں، اب اسلام میں بھی ایک ناخوشگوار بدظنی پیدا کرنے کی کوششوں کا آغاز ہوگیا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے حلقہ اثر میں پروپیگنڈا کرنے لگا کہ (نعوذ باللہ) ام المومنینؓ اور حضرت صفوان بن معطلؓ کے درمیان غیر شرعی تعلقات پیدا ہوگئے اور ام المومنینؓ پاک دامن نہ رہیں، مخلص مسلمان یہ سنکر کانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سبحان اللہ ھذا بھتان عظیم پکار اٹھے، منافقین کے ساتھ مدینہ کی تین معزز ہستیاں بھی اس سازش میں شریک ہوگئیں، حسان بن ثابت، حمنہ بنت جحشؓ اور مسطح بن اثاثہؓ، دونوں اوّل الذکر مذکورہ معرکہ (بنی مصطلق) میں شریک نہ تھے، حسانؓ کو واقعہ کی صحت و عدم صحت سے بحث نہیں تھی، وہ صرف صفوانؓ کی ذلت سے خوش تھے، چونکہ یہ انصاری تھے اور ان کی قدر و منزلت دربار نبوی میں بہت تھی، چنانچہ حسان بن ثابتؓ اپنے ایک قصیدہ میں کہتے ہیں۔

امسی الجلابیب قد عزوا و ذلم کثروا

ابن الفریعہ امسی بیضہ البلد

(... ان) اس قدر معزز ہوگئے اور اتنے بڑھ گئے۔ اور فریعہ کا بیٹا (حسان) اتنا ... ہوگیا،

اور حمنہؓ اپنی بہن زینبؓ کی سوکن کی بدنامی سے خوش تھیں، (بخاری و مسلم حدیث افک) لیکن مسطح کی شرکت پر اصحاب کو تعجب ہو رہا تھا، چونکہ ان کی شرکت کی ظاہری وجہ نہیں

معلوم ہوتی تھی، اور اس پر طرہ یہ کہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کے عزیز بھی تھے۔

یہ خبر بجلی کی طرح مدینہ میں پھیل گئی، لیکن ام المومنینؓ اس سے بے خبر تھیں، اتفاقاً ایک دن ام مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئیں، ام مسطح کو ٹھوکر لگی اور پاؤں میں سخت چوٹ آئی، انہوں نے جل کر اپنے بیٹے (مسطح) پر بد دعا کی، ام المومنین نے کہا کہ یہ اسلامیوں کا شیوہ نہیں ہے، کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو بد دعا دے، بد دعا کی وجہ بیان کرتے ہوئے ام مسطح نے اس سازش کا پورا واقعہ ان کے سامنے بیان کر دیا، اس بے سر و پا افواہ کو سنتے ہی وہ الٹے پاؤں واپس ہوئیں اور اضطرابی کیفیت میں گرتے پڑتے میکہ جا کر دریافت حال کیا، وہاں اس مذموم افواہ کی تصدیق ہو گئی، اس مجسمۂ عفت و عصمت میں صبر کی تاب نہ رہی، بے ہوش ہو کر زمین پر آ رہیں، اور غش پر غش آنے لگے، لوگ اٹھا کر لے گئے اور بستر پر لٹا دیا، جوں جوں دن گذر رہے تھے حالت بد سے بدتر ہو رہی تھی، غم سے اس قدر نڈھال ہو گئیں تھیں، کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا تھا، اضطراب و بے چینی کا یہ عالم کہ آنکھیں بالکل نہیں بند ہوتی تھیں، اور آنکھوں میں نیند کا سرمہ بھی نہ لگتا تھا،

جناب رسالت مآب صلعم تحقیقات میں مصروف تھے کبار صحابہ سے دریافت حال فرمایا اور محلہ کی عورتوں سے بیانات سے حالات کا جائزہ لیا۔ جب اس عفت مآبؓ کے چال و چلن اور کیرکٹر پر پورا بھروسہ ہو گیا، تو اب وحی کے منتظر رہنے لگے اور ہمیشہ آسمان کی طرف ٹکٹکی بندھی رہتی تھی، وحی کی تاخیر سے پتہ چلتا ہے کہ خدا مسلمانوں کے ایمان کو جانچ رہا تھا، اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے صبر و استقلال کی آزمائش کر رہا تھا۔

تحقیقات کے بعد آنحضرت صلعم ام المومنین کے پاس تشریف لے گئے، وہ بستر علالت پر پڑی تھیں، آنکھیں غم کے آنسو بہا رہی تھیں، اور مشفق والدین دائیں بائیں تیمارداری میں مصروف تھے، آپؐ قریب آ کر بیٹھ گئے، اور حضرت عائشہ رضؓ سے خطاب کر کے فرمایا، عائشہ اگر مجرم ہو تو، توبہ کر لو، خدا قبول کر لے گا، ورنہ خدا تمہاری طہارت و پاکی کی گواہی دیگا، یہ سنکر حضرت عائشہؓ نے والدین کو اشارہ کیا کہ جواب دیں، لیکن ان سے کچھ کہتے نہ بن پڑا، آخر شکلاً خود ہی نحیف آواز میں گویا ہوئیں، اور کہا کہ اگر میں اقرار کر لوں (حالانکہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں)، تو لوگوں کو اس غلط واقعہ کے صحیح ہونے میں کیا شبہ رہ جائے گا۔ اور اگر اپنی برات ظاہر کروں تو کیا لوگ باور کریں گے۔ میرا حال اس وقت یوسفؑ کے باپ کی طرح (بیان کرتی ہیں کہ میرا دماغ اس قدر معطل ہو چکا تھا کہ زور دینے پر یعقوب علیہ السلام کا نام یاد نہیں آیا) ہے جنہوں نے کہا تھا۔ فصبر جمیل واللہ المستعان علیٰ ما تصفون، اس سازش سے منافقین کی غرض یہ تھی کہ مسلمانوں میں نا اتفاقی پیدا ہو جائے اور آپس میں تشتت و افتراق کی خلیج حائل ہو جائے۔

اس سوال و جواب کے بعد اسی وقت آپؐ پر وحی کی

کیفیت طاری ہوئی اور اس سراپائے معصوم کی برأت میں ان آیات کا نزول ہوا اور منافقین کی سازش کا تانا بانا بکھر گیا۔ خوالمت کی وجہ سے آیات کے ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں۔

ان الذین جاؤا بالافک عصبۃ منکم

الیٰ قولہ ۔ واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۵

جن لوگوں نے یہ بہتان طرازی کی ہے، وہ تمہیں میں سے کچھ لوگ ہیں، تم اس کو برا نہ سمجھو، اس میں تمہاری بہتری ہی ہے، مومنین و منافقین کی تمیز ہو گئی۔ ہر شخص کو جتنے کے مطابق گناہ ہوگا، اور جس کا اس میں بڑا حصہ تھا، اس کو عذاب عظیم سے دوچار ہونا پڑے گا۔ جب تم نے یہ سنا تو مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے بھائی بہنوں کے متعلق نیک گمان کیوں نہیں کیا؟ اور یہ کیوں نہیں کہا کہ یہ صریح تہمت ہے، اور کیوں نہیں ان افترا پردازوں نے چار گواہ پیش کئے، اور جب گواہ نہیں پیش کر سکے تو خدا کے نزدیک جھوٹے ٹھہرے، اگر خدا کی عنایت و مہربانی تمہارے شامل نہ ہوتی تو جس بات میں تم نے حصہ لیا تھی اسمیں تمکو سخت عذاب پہنچتا۔ جب تم اپنی زبان سے اس کو پھیلاتے تھے، اور منہ سے وہ باتیں نکال رہے تھے جن کا تم کو علم نہ تھا، اور جب تم اس کو معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ خدا کے نزدیک وہ بہت بڑی بات تھی، سنتے ہی تم نے کیوں نہیں کہا کہ ہم کو ایسی ناروا بات زبان سے نہیں نکالنا چاہئے، خدا پاک ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے۔ خدا نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو پھر ایسی بات نہ کرو، خدا اپنے احکام بیان کرتا ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے، جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں برائی پھیلائی جائے، ان کیلئے دین و دنیا دونوں میں بڑی دردناک سزا ہے۔ خدا سب جانتا ہے اور تم کچھ نہیں جانتے (کلام پاک سیپارہ ۱۸ رکوع ۲ سورہ نور) ان الذین یرمون المحصنٰت الیٰ قولہ بما کانوا یعملون، اور جو لوگ مسلمان بھولی بھالی پاک دامن خاتونوں پر تہمت رکھتے ہیں وہ دنیا اور عقبیٰ دونوں میں ملعون ہوں گے، اس دن جب خود ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے کرتوتوں پر گواہی دیں گے۔ (سیپارہ ۱۸ رکوع ۲ سورہ نور)

ماں نے بیٹی کو مبارکباد دی اور شوہر کے قدم چومنے کی ہدایت کی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے مردانہ غرور و نازسے جواب دیا۔ میں صرف اپنے خدا کی شکر گزار ہوں کسی اور کی ممنون نہیں۔ اس کے بعد قذف (تہمت) کی حیثیت سے منافقین مجرمین کو اسی کوڑے کی سزا دی گئی، اور اس طرح منافقین کی منظم سازش ناکام ہو گئی۔

ہمیں اس واقعہ سے اچھا سبق ملتا ہے۔ ہمارا ملک اور ملت بہتان بازی سے بھر رہی ہے۔ آجکل ایسے واقعات بڑی کثرت سے رونما ہوتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ ہم بے سوچے سمجھے عن قریب حصہ لے کر اپنی زبان اور اعمال خراب کر لیتے ہیں، اسلامی نظام حکومت نہ ہونے کی وجہ سے عدم اثبات جرم کی صورت میں کوئی خاص تنبیہ بھی نہیں ہوتی، خدا وہ دن جلد لائے کہ ہم قرآنی اصول کے مطابق دنیا سے برائیوں کا خاتمہ کرنے کے لائق ہو سکیں۔

این دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد۔ عبد المتین مظفر پوری

حالات

ہندوستان

بھرواڑہ اسکول ۲۲ دسمبر ۱۹۴۰ء سے علاقہ بھرواڑہ کے مسلمانوں نے دربھنگہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے اردو اور روئیہ سے مجبور ہوکر ستیہ گرہ شروع کردی ہے، ستیہ گرہ کا پہلا جتھہ ۱۵ آدمیوں پر مشتمل تھا جس کے ڈکٹیٹر مولوی محمد ہادی حسن صاحب سلفی تھے، یہ لوگ اپنے حقوق کی بازیابی کے لئے ۲۲ دسمبر کو ۹ بجے اسکول پہنچے اور ہر ایک کلاس کے گیٹ پر بیٹھ گئے تاکہ کوئی اسکول میں داخل نہ ہوسکے، ستیہ گرہ ۲۵ دسمبر تک شبانہ یوم جاری رہا، مگر اس وقت تک کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی، نتیجہ کے طور پر اسکول کا سالانہ امتحان نہ ہوسکا، ستیہ گرہ بالکل پرامن رہی، معتبر خبر ہے کہ ۲ جنوری ۱۹۴۱ء سے ستیہ گرہ پھر شروع ہوجائیگی، رضاکار بڑی سرعت سے بھرتی ہورہے ہیں۔

لکھنؤ۔ ڈاکٹر سید ظہیر نے ستیہ گرہ کرنے کے سلسلہ میں لکھنؤ یونیورسٹی سے طویل رخصت لی تھی، لیکن رخصت کی تنسیخ کے خلاف احتجاج کے طریقہ پر آج لکھنؤ یونیورسٹی کے طلباء نے ہڑتال کی، اور جلسہ کرکے ایک ریزولیوشن پاس کرکے یونیورسٹی کے فیصلہ کے خلاف احتجاج کیا گیا۔

سر سکندر حیات خاں وزیر اعظم پنجاب مصر کے محاذ جنگ پر ہندوستانی فوجوں کا معائنہ کرنے کے لئے ہوائی جہاز کے ذریعہ مصر تشریف لے گئے ہیں، اس محاذ پر مختلف نوآبادیات کے وزراء اپنی اپنی فوج کا معائنہ کرچکے ہیں۔

انجمن شبان المسلمین بھواڑہ مدھوبنی کا دوسرا سالانہ جلسہ ۳،۴ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۴،۵ ذی الحجہ کو منعقد ہوگا جس میں ہندوستان کے مختلف جگہ کے علماء کرام تشریف لائینگے، دارالعلوم احمدیہ سلفیہ سے مولانا اسحق صاحب شیخ الحدیث و مولانا حافظ مصلح الدین صاحب وغیرہ تشریف لے جائیں گے۔ طعام کا انتظام ہوٹلوں کے ذریعہ ہوگا۔

ٹرکی کا فوجی مشن کابل ہوتے ہوئے صوبہ سرحد آیا۔ جہاں ان لوگوں کا عظیم الشان استقبال کیا گیا، اور ایڈریس پیش کئے گئے۔

مسٹر ام، ان، رائے کی تجویز ہے کہ ۳۰، ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء کو کلکتہ میں ہندوستان کے ممتاز لوگوں کی ایک کانفرنس منعقد کی جائے تاکہ اس نازک وقت میں ملک کی صحیح رہنمائی کی جائے اس سلسلہ میں آٹھ لیڈروں کو دعوت نامہ مسٹر ام، ان، رائے نے بھیجا ہے۔

ممالک غیر

قاہرہ۔ عازمین حج کا پہلا دستہ مصر سے روانہ ہو چکا ہے، اس کے علاوہ پندرہ سو عازمین حج داسم ادا کرنے کے لئے انتظامات مکمل کر چکے ہیں۔ عازمین حج کی تعداد میں یہ اضافہ اسلئے ہوا ہے کہ برطانیہ کی مصری جنگ کی نئی کامیابیوں کی وجہ سے لوگوں کو اطمینان ہو گیا ہے۔

القدس یہودی ایجنسی کے محکمہ سیاسیات کے صدر مسٹر شیر توک نے اعلان کیا ہے کہ ۲۶ دسمبر کو متفرق برطانوی فوجی دستوں میں اب تک ساڑھے چھ ہزار یہودیوں نے اپنا نام لکھوایا ہے۔

چنگ کنگ۔ ایک چینی فوجی نمائندے نے اعلان اخبار کے ذریعہ کیا ہے کہ سنہ ۱۹۴۱ء کا سال چین کے جوابی حملہ اور فتح کا سال ہے، مارشل چیانگ کائی شیک کی فوج تیس لاکھ سے زیادہ ہو گئی ہے، اور دس لاکھ سے زیادہ منظم ہیں، اور کثیر تعداد میں نئے لوگ ٹریننگ پا رہے ہیں۔ صنعت و حرفت میں بہت تیزی کیساتھ ترقی ہو رہی ہے۔ جس کے باعث فوجوں کو مسلح ہونے میں بہت آسانی پیدا ہو گئی ہے۔

ٹوکیو۔ جاپان کا پہلا فوجی مشن جو کہ ۱۹۱۸ء کے بعد اپنی قسم کا پہلا مشن تھا، آج جرمنی اور اٹلی کی طرف لفٹنٹ جنرل باشا ڈائرکٹر جنرل ہوائی محکمہ کی زیر سرکردگی سائبیریا کے راستہ سے روانہ ہو گیا ہے۔

لندن۔ سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے کہ آنجہانی لارڈ لوتھین کی جو جگہ خالی ہو گئی تھی، اس جگہ کو پر کرنے کے لئے لارڈ ہیلی فیکس موجودہ وزیر خارجہ کو ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں برطانوی سفیر مقرر کیا گیا ہے، وزیر جنگ مسٹر ایڈن کو لارڈ ہیلی فیکس کی جگہ وزیر خارجہ مقرر کیا گیا اور مسٹر ایڈن کی جگہ کیپٹن ڈیو مارگیسن کو وزیر جنگ مقرر کیا گیا ہے۔

حکومت ترکی کے پاس جنگ سے پہلے ایک ہزار کے قریب طیارے تھے، لیکن اس وقت ان کی تعداد چار ہزار کے قریب ہے، اور ہوابازوں کا کچھ شمار نہیں، اسلئے کہ حکومت نے تمام تعلیمی درسگاہوں میں ہوا بازی کی ٹریننگ کا انتظام کر دیا ہے۔ اور کم و بیش پندرہ ہزار نوجوان یہ ٹریننگ پا چکے ہیں۔ جنہیں تقریباً ڈیڑھ ہزار لڑکیاں بھی شامل ہیں، پانچ لاکھ فوج جدید ترین اسلحہ و سامان حرب سے مسلح موجود ہے۔ اور بوقت ضرورت کے وقت تیس لاکھ ترک فوج بھرتی کئے جا سکتے ہیں۔

اس وقت ترکی کی آبادی ایک کروڑ ۸۰ لاکھ پر مشتمل ہے۔ ترکی میں پھر تباہ کن سیلاب آ گیا ہے جسمیں بہت سا میدانی علاقہ زیر آب ہو گیا۔

(ادارہ)

REGD. P.N. 347 رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبد الحفیظ سلفی پرنٹر و پبلشر

[illegible]

... دفتر مجلہ سلفیہ ... سے ... شائع کیا

مجلہ سلفیہ

مرتبہ
سید عبدالحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

مجلہ اسلامیہ
(دربھنگہ)

نمبر ۸ | بابت ماہ صفر المظفر مطابق ماہ مارچ | نمبر ۶

بسم الله الرحمن الرحيم

شذرات

حالاتِ جنگ

[illegible] وقت تک جتنی بھی خبریں موصول ہو چکی ہیں، ان سے صاف ظاہر ہے کہ مستقبل قریب جرمنی اپنی شاطرانہ چالوں سے بالکل جدید طرز پر جنگ کرنے کا تہیہ کر چکا ہے [illegible] پر [illegible] اور فیصلہ کن حملہ کرنے کے لئے اپنی تیاریاں بالکل مکمل کر لی ہیں نیز اس نے [illegible] کی وجہ کہ [illegible] کی [illegible] مزید اضافہ پیدا کرنے کی بھی اسکیم مرتب کر لی ہے اس نے احتیاطی تدابیر کے [illegible] میں [illegible] کا انتظام [illegible] جوتوں و کپڑوں کے استعمال پر پابندیاں عائد کرنے کے علاوہ وہاں کے سامان رسد [illegible] پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔

ایک حالیہ تقریر میں ہٹلر نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا ہے کہ [illegible] مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے کہ ہمارے جنگی جہازوں اور [illegible] دشمن کے دو لاکھ [illegible] ہزار ٹن جہاز ڈبو دیئے ہیں لیکن مارچ اور اپریل میں ایک ایسی جنگ شروع ہو گی [illegible] کیا [illegible]"

ادھر جاپان [illegible] کا [illegible] انگریز کو ایک وقت خطرے میں ڈال دیا ہے، اگر [illegible] لیکن وہ اس وقت

[illegible] جاپان کو [illegible] جاپان کو [illegible] کی مخالفت کرنے [illegible]

[illegible]

[illegible] کی مخالفت [illegible] توان کی جڑوں سے [illegible] ایک بھاری [illegible] کو [illegible] اس نے [illegible] اور [illegible] جاپان کے ہر اقدام [illegible]

جاپانی سلولائیڈ [illegible] جاپان اس وقت تجارتی نقطۂ نگاہ سے تمام ملکوں پر [illegible] استعمال کی جاتی ہیں۔ اس کی وجہ [illegible] کنگھیاں، کھلونے، بالوں کے پن [illegible] آئینوں اور تصویروں کے چوکھٹے [illegible] جاپان اس کو اتنی کم لاگت پر تیار کرتا ہے کہ دوسرے ممالک اتنی کم لاگت [illegible] انہیں عام اشیاء کو بنظر تحقیق دیکھا جائے جن سے سلولائیڈ حاصل کی جاتی ہے [illegible] ہے کہ جاپان کی بہ نسبت یہاں سلولائیڈ حاصل کرنے میں ۱۵ فی صدی کم لاگت [illegible] کہ اگر ہندوستان میں وسیع طور پر سلولائیڈ کی تیاری شروع کر دی جائے، اور یہاں کی فیکٹریاں اسی کو استعمال کریں، تو ہندوستان نہ صرف اپنی ضروریات پوری کر سکتا ہے، بلکہ دوسرے ممالک کی ضرورتوں کا بھی بڑی حد تک کفیل ہو سکتا ہے۔

بلاشبہ ہمارے یہاں کی چند فیکٹریوں نے ہلکی چیزوں کے بنانے کی طرف توجہ کی ہے، اور انہوں نے کسی قدر یہاں کی تیار کردہ سلولائیڈ کا استعمال بھی شروع کر دیا ہے، لیکن زیادہ تر وہ دوسرے ممالک اور خصوصاً جاپان سے تختے یا بلین کی شکل میں سلولائیڈ منگا کر کام میں لاتی ہیں۔ ضرورت ہے کہ یہاں کے سرمایہ دار اس کی طرف توجہ کریں، اور متعدد کارخانے اور فیکٹریاں قائم کر کے خام اشیاء سے سلولائیڈ کی تیاری اور اس کا عام استعمال شروع کر دیں، تاکہ ملک کی صنعتی ترقی زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔ اور ملک

[illegible] اپنے پاؤں پر کھڑا ہو سکے۔

[illegible]

موت العالم موت العالم [illegible] محمد صاحب [illegible] کا انتقال پرملال کس قدر حیرت انگیز تھا [illegible] صاحب مرحوم کے انتقال پرملال کی خبر ہم لوگوں تک پہنچی [illegible] مدرسہ میں [illegible] موت نے ان کے [illegible] جماعت اہل حدیث کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی [illegible] مشکل ہی نہیں [illegible] خدا [illegible] مرحوم [illegible] پاس لکھا تھا [illegible] اپنی نیز دعا بیت [illegible] انا للّٰہ وانا الیہ راجعون [illegible] مرحوم [illegible]

[illegible] قریب ایک سال [illegible] ۱۳۴۰ [illegible] کی طرف رحلت فرمائی۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم جماعت اہل حدیث کے سرگرم کارکن تھے۔ انہوں نے [illegible] خدمات سے [illegible] آپ کے تدین کا یہ حال تھا کہ سخت سے سخت مرض کی حالت میں بھی نماز باجماعت کا خیال [illegible] موافق و مخالف [illegible] بہت [illegible] بہا بہت [illegible] خدا بخشے [illegible] مرنے والے میں [illegible] آمین!

[illegible] محرم الحرام [illegible] انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم اپنے اطراف میں شمع ہدایت تھے۔ آپکے تدین [illegible] شریک ہوئے تھے۔

ناظرین کرام مرحومین [illegible] مغفرت [illegible] کو صبر جمیل کا [illegible] آمین

رموز قرآنی

یا ایہا الذین آمنوا کلوا من الطیبات
واعملوا صالحاً

مومنو! پاک مال کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔ یہ آیت صاف طور سے اعمال کی مقبولیت کی وابستگی رزق حلال کو بتا رہی ہے۔ عبداللہ ابن مسعود سے ایک حدیث مروی ہے جو در حقیقت اس آیت کی بہترین تشریح ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حلال مال کمانا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ حلال کی طلب سے گریز ایمان کی پہچان اور اس کی ایک نمایاں خصوصیت ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے

یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وذروا ما بقی
من الربوا ان کنتم مومنین

ایمان دارو اللہ سے ڈرو۔ کفر کے زمانہ میں سود کا جو روپیہ دوسروں کے سر رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو۔ اگر تم مومن ہو جو لوگ اپنے کو مسلمان اور متبع قرآن و سنت کہتے ہیں۔ انہیں اس آیت کو پیش نظر رکھ کر غور کرنا چاہئیے کہ اگر وہ بھی سود کی کاروبار کر رہے ہیں۔ تو ان کا دعویٰ اسلامیت کہاں تک درست ہے۔ یہ ایک انتہائی گروہ شرمناک دو رخی ذہنیت ہے کہ انسان ایک قانون کی اطاعت کا محض زبانی اقرار کرے اور عملاً اس سے گریز کرے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود سود کا لین دین کرتے ہیں۔ بلاشبہ وہ اسی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ صحیح حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ حلال روزی حاصل کرنے میں زحمت و مشقت کا اٹھانا جہاد کے برابر ہے

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکاد علی عیالہ من حلہ فهو کالمجاہد فی سبیل اللہ۔ جس شخص نے حلال کی کمائی اپنی اولاد کی پرورش کرنے میں تکلیفیں اٹھائیں۔ وہ جہاد کرنے والوں کے مانند ہے۔ یہی نہیں بلکہ جو لوگ حرام سے بچتے ہیں۔ اللہ ان کی پارسائی کا بدلہ دیتا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول فرماتا ہے ایک روایت میں ہے کہ حضرت سعد نے رسول اللہ صلعم سے درخواست کی کہ آپ میرے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ میری دعاؤں کو قبول کر لے۔ آپ نے ارشاد فرمایا اطب مطعمك تستجب دعوتك اپنی غذا پاک کرو۔ تمہاری دعا قبول ہوگی۔ ناجائز چیزوں کے استعمال سے دل سیاہ اور مردہ ہو جاتا ہے۔ اللہ کا خوف دنیا کی محبت بلکہ انسانیت تک اس سے رخصت ہو جاتی ہے۔ ہوا و ہوس اور بہیمیت کا پورا تسلط ہو جاتا ہے۔ اور کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان بندگان نفس اور خبیث روحوں کے لئے جہنم کے سوا کہیں ٹھکانا نہیں ہے۔ من غذی بالحرام فالنار اولیٰ بہ جس شخص کی پرورش حرام سے ہوئی۔ آگ اس کے لئے مناسب ہے

[illegible] صحابہ کرام اور بزرگان دین [illegible]

[illegible]

[illegible] طرح الطنان [illegible]

[illegible] کہاں سے [illegible]

[illegible] حاصل کیا [illegible]

[illegible] مقبول ہے اور طالب علی [illegible]

[illegible] کے اسلامی قانون کے احترام [illegible]

[illegible] قبول کر [illegible]

[illegible] پورا کروں گا۔ اگر [illegible]

[illegible] صلاحیت [illegible] کام [illegible]

[illegible] مصائب [illegible] کے سخت [illegible]

[illegible] سیلاب کی [illegible] حکومت کے پاس کیا علاج ہے؟

حافظ مولوی محمد مصلح الدین مدرس جامعہ سلفیہ

عدل

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المقسطین عند اللہ علی منابر من نور عن یمین الرحمن وکلتا یدیہ یمین الذین یعدلون فی حکمھم واھلیھم وما ولوا۔ رواہ مسلم۔

ترجمہ:۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ انصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب نور کے منبر پر ہونگے، اور وہاں پر انہیں لوگوں کو جگہ ملے گی جو اپنے فیصلوں میں اپنے اہل وعیال کے معاملات میں اور دوسرے امور میں عدل وانصاف کا دامن مضبوطی سے تھامے رہتے ہیں۔

عدل وانصاف ایک ایسا جوہر بے بہا ہے کہ از آدم تا ایندم دنیا میں جتنے انبیاء، رسل، اولیاء، علماء، پاک اور برگزیدہ نفوس تشریف لائے، جنھوں نے صراط مستقیم اور حق کی دعوت دی، اور تمام زندگی اپنے متبعین کو اسی کو برتنے رہے۔

جب ہم اسلامی تعلیمات کا بنظر عمیق مطالعہ کرتے ہیں تو اس کے متعلق ہر جگہ کچھ نہ کچھ ضرور نظر آتا ہے، کہیں اس کا حکم ہے تو کہیں اس کی تعریف وتوصیف، کہیں اس کی تاکید وتائید ہے تو کہیں اس کے متعلق عبرت انگیز واقعات۔

غرض اسلامی تعلیم کا دامن اس درمکنا کی خوبیوں اور محاسن سے پُر اور لبریز ہے، اس سلسلہ میں صحیح یہ ہے کہ قرآن کریم میں یہ الفاظ ملتے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا کونوا قوامین للہ شہداء بالقسط ولا یجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقویٰ

مسلمانو! خدا کے لئے انصاف کے ساتھ گواہی دینے تیار رہو اور لوگوں کی عداوت تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ معاملات میں انصاف نہ کرو بلکہ ہر حال میں انصاف کرو کیونکہ یہ وہ چیز ہے جو انسان کو تقویٰ سے بہت قریب تر کر دیتی ہے۔

ایک حدیث میں عدل کی خوبیاں بیان کرتے ہوئے عادلوں کو محبوب خدا بتلایا گیا ہے، مفہوم حدیث یہ ہے کہ جو لوگ انصاف کا دامن اپنے ہاتھوں سے نہیں چھوڑتے وہ اللہ کے پیارے اور محبوب بندے ہیں۔ اور ایسا ہونا بھی چاہئے کیونکہ عدل انسان کو متقی بنا دیتا ہے اور متقی اللہ کے محبوب ہوتے ہیں۔ ان اللہ یحب المتقین

مسلم شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے جو آپ نے اپنے زیر حکومت لوگوں کے فرماتے ہیں:

[illegible] من ولی من امر امتی شیئا فشق [illegible]

ومن ولی من امر امتی شیئا فرفق بهم فارفق به

[illegible] جو شخص میری امت [illegible]

تکلیف دالے [illegible]

کرے اور لوگوں کے ساتھ نرمی کا سلوک کرے تو بھی اس پر [illegible]

[illegible] فرما

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی نعمان بن بشیر کے والد تشریف لائے اور نعمان بن بشیر کی بابت اطلاع دی کہ میں نے اپنے لڑکے کو ایک غلام دے دیا ہے [illegible] کے شاہد بنیں [illegible] کیا [illegible] ایک ایک غلام دیا ہے [illegible] فرمایا انصاف کے خلاف [illegible] ویسا ہی کیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ [illegible] ایک [illegible] تھا۔

ورثت [illegible] النعمان [illegible] بالمعروف [illegible] عن [illegible] وعن [illegible] له [illegible] انه

[illegible] مع الحق فاذا ترك الحق [illegible]

[illegible] کہ جب کوئی [illegible] تو اس کے دائیں بائیں دو فرشتے ہوتے ہیں جو اس کو اس وقت تک حق کے ساتھ فیصلہ کرنے کی ترغیب دیتے رہتے ہیں جب تک وہ حق کے دامن کو مضبوطی سے پکڑے رہتا ہے اور جب وہ حق کا دامن [illegible] ہاتھ سے چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اس کو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔

اسی طرح [illegible] عدل وانصاف سے ہٹ [illegible] قرآن پاک کی نظر میں وہ نہایت مذموم [illegible] سورہ جن میں ہے واما القاسطون فکانوا لجهنم حطبا ظالم قیامت کے روز جہنم کے ایندھن [illegible] ہے۔ ان الله يحب المقسطين [illegible] کرنے والے کو ہی پسند کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے [illegible] الحطمة بدترین حاکم [illegible] آیات واحادیث کے پیش نظر ہمیں بھی چاہئے کہ عدل وانصاف کے پیکر بنیں اور ہر کس وناکس کے ساتھ یکساں برتاؤ کریں [illegible] اسلامی رواج کا سچا مظاہرہ کریں [illegible] اور اس طرح اغیار کو اسلامی تعلیمات کا مداح اور شیفتہ بنا دیں۔

محمد ثناء اللہ بھاگلپوری فاضل ثانی جامعہ سلفیہ

بہادر سپہ سالار

موجودہ دور سائنس کی ترقی کا دور ہے۔ آپ جنگوں کے محیر العقول حالات سن کر انتہائی تعجب کرتے ہیں۔ حالانکہ موجودہ زمانہ [illegible] صرف بموں، مشین گنوں، توپوں اور اس قسم کے دیگر آلات حرب کے ذریعہ لڑی جاتی ہیں اور آپ فاتح کو بہادر اور شکست خوردہ کو بزدل سمجھتے ہیں، لیکن آپ ذرا نظر کو وسیع کریں اگر تواریخ اسلام کا مطالعہ فرمائیں گے تو [illegible] کو اسلامی غزوات کے سامنے بے حقیقت پائیں گے۔ دور حاضر میں درحقیقت انسان کی لڑائی انسان سے نہیں بلکہ آلات کی لڑائی آلات سے ہوتی ہے، جس حکومت کے پاس آلات زیادہ ہیں اس کی طاقت مسلمہ ہے، جس کے پاس لڑائی کے سامان کم ہیں اسے کمزور شمار کیا جاتا ہے اور جو کہ بالکل نہتا ہو وہ بلا چون و چرا بڑی حکومتوں کے سامنے سرنگوں ہو کر غلامی کا پٹہ سر پر باندھ لیتا ہے۔ بخلاف اس کے اسلام کی لڑائیاں دست بدست ہوئیں اور نہایت شاندار کامیابیوں پر منتج ہوئیں۔

اسی سلسلہ کی ایک کڑی جنگ موتہ بھی ہے، جس کی بنیاد جمادی الاول ۸ھ میں شرجیل غسانی (ہرقل کے سپاہی) نے حارث بن عمرو (دربار نبوی کے قاصد) کو شہید کر کے ڈالی تھی، حارث کا قصاص لینے کی غرض سے رسالت مآب صلعم نے عساکر اسلام کو تیار ہو جانے کا حکم فرمایا، چنانچہ جاں نثاران اسلام حکم پاتے ہی تمام اسلحہ سے مسلح ہو گئے جن کی مجموعی تعداد تین ہزار تھی۔ اس جاں باز لشکر کے سپہ سالار زید بن حارثہ مقرر کئے گئے اور تاجدار مدینہ صلعم نے وصیت فرمایا کہ اگر یہ کام آجائیں تو جعفر بن ابو طالب امیر لشکر ہوں، اور ان کے جام شہادت نوش کرنے کے بعد عبداللہ بن رواحہ اس فرض کو انجام دیں [illegible] کے ساتھ ساتھ آپ نے چند اور زریں وصیتیں فرمائیں۔ تم ان لوگوں کو جو گرجوں میں عبادت گزار ہوں نہ چھیڑنا، جبر و اکراہ سے عورتوں، بچوں اور بوڑھوں پر ہرگز ہاتھ نہ اٹھانا، اور درختوں کو کاٹ کر نقصان پہنچانے کی بھی کوشش نہ کرنا۔

مغربی تہذیب و تمدن کا دعوی ہے کہ ہم متمدن اور مہذب ہیں وہ امن پسند [illegible] ہیں کہ امن قائم کرنے اور انصاف کے پرچار کے مقاصد [illegible] جنگیں لڑی جاتی ہیں، وہ اس کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ [illegible] بموں کی بارش اور توپوں کی بوچھاڑ کرتے ہیں اور اس کی مطلق پرواہ نہیں کرتے کہ اس کی زد میں عبادت خانے، معصوم بچے اور [illegible] عورتیں بلا وجہ آجاتی ہیں، جن کی جانیں ضائع کرنے سے کوئی [illegible] پیدا نہیں ہوتا۔

اسلامی فوج [illegible] کرتی ہوئی شام کی طرف روانہ ہوئی، [illegible] مقام معان پہنچ کر [illegible] قیام کیا، وہاں سے یہ معلوم کر کے کہ ہرقل [illegible] کے ساتھ موتہ کی طرف [illegible] رہا ہے اس کی

[illegible] بالکل محجوب نہیں ہوتے

[illegible] ہو کی ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] الانسانیۃ

[illegible] کے نقصان

[illegible] بھی

[illegible]

[illegible] قوم

[illegible] چاہیے ...

مقام [illegible] کی ... [illegible] ... کسان کی

[illegible] اسلام کے ... [illegible]

[illegible] شہادت ... [illegible] فوج

[illegible]

[illegible]

[illegible]

بہادری کا اور اطاعت رسولؐ کی خاطر قدم پیچھے نہیں کھینچا، بلکہ بائیں
ہاتھ میں جھنڈا سنبھال کر مردانہ وار آگے بڑھے، اور بے شمار دشمنان اسلام
کا کام تمام کرتے گئے، یہاں تک کہ ان کا دوسرا ہاتھ بھی کام آگیا، اس
[illegible] اولوالعزم طبیعت نے پرچم اسلام کو سرنگوں نہ
ہونے دیا اور اتباع رسولؐ پر مضبوطی سے قائم رہے۔ فوراً پرچم کو سینہ میں
لگا کر جان نثاری کا جوہر دکھاتے رہے، بالآخر شہید کر ڈالے گئے
آخر میں عبداللہ بن رواحہ سپہ سالاری کے فرائض انجام دینے لگے،
اور وہ بھی قتل کئے گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جنگ برابر جاری رہی، خالد بن ولیدؓ نے فوج کی قیادت [illegible]
ہاتھ میں لی، دشمنوں کے بہتیرے آدمیوں کو موت کے گھاٹ اتارا،
بالآخر دشمن کے قدم میدان سے اکھڑ گئے، اور انہوں نے فوراً راہ
فرار اختیار کر لی اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

مسلمانو! اپنے اسلاف کی اولوالعزمیوں سے سبق لو، صحابہؓ
کی زندگی حاصل کرو، اور دنیا کی امامت کی باگ ڈور سنبھالو، اقبال
مرحوم نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے

سبق پھر پڑھ شجاعت کا، صداقت کا، عدالت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

عبداللہ بن [illegible] پوری متعلم جامعہ سلفیہ

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح

آپ کا اسم گرامی عامر اور [illegible] ابو عبیدہ [illegible]
[illegible] بن الجراح کہلاتے [illegible]
[illegible] حضرت ابوبکر [illegible]
[illegible] کے ہاتھ پر [illegible]
[illegible] کی طرف ہجرت کی [illegible]
[illegible] کے [illegible]
[illegible] کے [illegible]
[illegible] اسلام کی [illegible] آپ [illegible]
[illegible] اسلام کے [illegible]
[illegible]
[illegible] کی گردن [illegible]
[illegible] یہ آیت نازل فرمائی۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا آباءھم او ابناءھم او اخوانھم او عشیرتھم اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ۔

جو قوم خدا اور روز آخر پر ایمان لے آئی ہے اسے تم خدا و رسول کے دشمنوں سے محبت رکھتے ہوئے ہرگز نہ دیکھو گے۔ خواہ وہ ان کے

[illegible] کے [illegible]
[illegible] کے ساتھ ہے۔

[illegible] کہ [illegible]
[illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر جنگ
[illegible]
[illegible] آپ کی
[illegible] مبارک [illegible] حضرت ابو عبیدہ
[illegible] ابن الجراح کی نظر [illegible] تو حضرت ابو عبیدہ
[illegible] دونوں [illegible] کو اپنے دانتوں سے
[illegible] کی وجہ سے آپ کے دو دانت بھی ٹوٹ گئے۔ غزوۂ
خندق اور [illegible] کے [illegible] میدان کارزار میں لڑے
[illegible] رسول اللہ [illegible] بھی شرکت کی۔
اس کے علاوہ [illegible] فرمایا آپ نہایت
[illegible] انسان تھے۔ ایک دفعہ آپ دو سو
[illegible] العاص کی امداد کو گئے۔ وہاں جا کر آپ کے
درمیان اور حضرت عمرو بن العاص کے درمیان [illegible] سپہ سالاری
[illegible] سے لوگ آگ
طرف [illegible] گئے مگر آپ [illegible]

ہاشمی تو ابھی [illegible] اور آپ نے ہجرت فرمائی [illegible]
[illegible]
[illegible]
کے بعد آپ [illegible]
[illegible] لوگوں کے حالات
معلوم [illegible] رومیوں کے
[illegible] فرمایا
[illegible]
[illegible]
نہیں کر [illegible]
[illegible] مقام [illegible]
[illegible] اپنی رسالت [illegible]
نہایت ہی شجاعانہ طریقہ سے انجام دیا، اور اس [illegible]
کامیاب کوششیں [illegible] آپ نجران میں تمام لوگوں کے جھگڑے
چکانے کے لئے مقرر ہوئے، جب نبی کریم صلعم کا انتقال ہو گیا اور
حضرت ابو بکر خلیفہ مقرر ہوئے تو انہوں نے [illegible] لوگوں کو
[illegible] کرنے اور [illegible] لشکر کشی کرنے کا حکم صادر فرمایا اور تمام [illegible]
[illegible] یہ بھی کہہ دیا تھا کہ جب تک تم لوگ ایک جگہ اکٹھے نہ ہو
اس وقت تک حضرت ابو عبیدہ بن جراح تم لوگوں کے سپہ سالار
مقرر نہیں گے، آپ کو [illegible] کی جانب فوج کشی کرنے کا حکم [illegible]
فرمایا، آپ وہاں جا کر نہایت ہی بہادری اور [illegible] سے
لڑے اور رومیوں کی زبردست فوج کو مار بھگایا، خود وہاں کی سلطنت
پر قبضہ کیا، اور اسلامی پرچم کو نہایت ہی جوش و خروش سے [illegible]

لہرایا، آپ حمص کے فتح کرنے کے بعد مقام لاذقیہ میں پہنچے، وہاں
جا کر پہلے ایک سرنگ قلعہ کے سامنے بنائی، اور اس میں چھپ کر
اس کے بعد سارے شہر کا محاصرہ کر لیا، آخر کار وہاں کے باشندے
جب مجبور ہو گئے تو آپ نے قلعہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کی کامیاب
فتح، رومیوں پر بہت شاق گذری، اور مقام یرموک کے تمام لوگوں
نے قبائل سے امداد و معاونت حاصل کرنی شروع کی، قریب قریب سب
پہنچ گئے، اور مسلمانوں کے خلاف شعلے بھڑکانے لگے، جہاں تک
یہ خبر پہنچی، سب لوگ تیار ہو گئے، اور یرموک والوں نے آگے کا
کرنے کا عزم کر دیا، جب حضرت ابو عبیدہ کو اس سازش کی اطلاع
ملی تو انہوں نے دور اندیشی کو مد نظر رکھتے ہوئے لڑائی کا ارادہ ترک
کر دیا، اور وہاں سے واپس ہو کر مقام حمص پہنچے، اور آہستہ آہستہ
اپنی فوج دمشق میں جمع کرنی شروع کی، اور مقام یرموک میں مورچہ
بندی ہونے لگی، مگر یرموک کے لوگوں نے اندر اتنی ہمت باقی
نہ رہی تھی کہ وہ ایسے بہادر اور جرار لشکر سے مقابلہ کریں، یرموک کے
سپہ سالار ماہان نے ایک بہادر شجاع قاصد جارج کو صلحنامہ لے کر
بھیجا، جس وقت جارج مسلمانوں کے پاس آیا، تمام مجاہدین اس وقت
نماز میں مشغول تھے، اور خداوند قدوس کی یاد کر رہے تھے، جارج
ان کی اس عبادت کو دیکھ کر تھرا اٹھا اور حضرت ابو عبیدہ سے کچھ سوالات
کئے، اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا، مگر حضرت ابو عبیدہ نے یہ اچھا
نہیں سمجھا، کہ اس کو یہاں روک لیا جائے، چنانچہ آپ نے ہدایت
کی کہ وہ واپس جائیں اور پھر مسلمانوں کے ساتھ واپس آئیں، یہ خبر پا کر
اہل یرموک لڑائی کے لئے تیار ہو گئے، اور مسلمانوں کو جنگ کرنی پڑی
لڑائی نہایت زور شور سے ہوئی، اور بہادران اسلام میدان

کارنامے انجام دیئے۔ مثنیٰ بن حارثہ کے ساتھ دو دشمنوں ... جا مسلمان ... لڑائی کے میدان میں جا پہنچے چنانچہ میدان ... مورخین لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار کے قریب تھی اور دشمنوں کی تعداد تقریباً ڈھائی لاکھ تھی ... مسلمانوں کے تین ہزار اور دشمنوں کے ستر ہزار کام آئے حضرت ہشام بن العاص، ابان بن سعید، ضرار بن الازور وغیرہم مشہور صحابہ اس جنگ میں شہید ہوئے، غرضکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی زندگی بہادری و شجاعت کے کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ ۱۸ھ میں ہیضہ کی بیماری پھیل گئی، اور اسلام کے اس بہادر جانثار نے اسی بیماری میں فرشتہ اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

شرف الدین شرف مونگیری جامعہ سلفیہ

کام کی باتیں

۱۔ ایمان کے لحاظ سے وہی شخص پکا مومن ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں، اور تم میں بہتر وہ شخص ہے جس کا برتاؤ اپنے متعلقین سے اچھا ہو۔

۲۔ لوگوں سے خوش خلقی سے پیش آیا کرو۔ قیامت کے دن مومن کے لئے کوئی چیز خوش خلقی سے زیادہ وزنی نہیں ہوگی اور اللہ تعالیٰ بدگو اور بدزبان کو بہت برا سمجھتا ہے۔

۳۔ جو شخص انسانوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ اس پر رحم نہیں کرتا۔ رحم کرنے والوں پر اللہ رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا (اللہ) تم پر رحم کرے گا۔

۴۔ دنیا کی محبت سب گناہوں کی سردار ہے، اللہ تعالیٰ اس بندہ سے بہت خوش ہوتا ہے جو کھائے تو خدا کا شکر کرے اور پیئے تو خدا کا شکر کرے۔

۵۔ جس شخص کی اللہ بہتری چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔

۶۔ جو شخص علم کی تلاش میں نکلا وہ اپنی واپسی تک گویا اللہ کی راہ میں چلتا رہا۔

۷۔ نرمی جس میں ہو اسے زینت دیتی ہے، اور جس میں نہ ہو اس کی شان گھٹاتی ہے۔ جو نرمی سے محروم ہوا وہ نیکی سے محروم ہوا۔ (ماسٹر اسعد جانی یوسف)

پپیہا

[illegible] ہی جگہ [illegible] پیچھے [illegible]
[illegible] بال [illegible] ہوئے [illegible]
[illegible] سب [illegible] دیکھ [illegible]
کیا [illegible] ہے [illegible]
دریا [illegible]

[illegible] قطرے [illegible]
موسم [illegible] جانب
پھول کھلے ہوئے تھے۔ ٹھنڈی [illegible] آرتی ہوئی
[illegible] رہی تھی اور [illegible] نیلے آسمان پر [illegible] یاقوت
کے [illegible] ہوئے تھے [illegible] طرف کو [illegible] رنگ میں [illegible]
رہی تھی، تو دوسری جانب پی کی [illegible] پپیہا سرگرداں و پریشان
تھا، دریا کے جاگیر [illegible] سے جند [illegible] کی ملا رہی [illegible]
دھیمے سُر [illegible] میں [illegible] دریا میں تلاطم تھا [illegible] چٹانوں سے
ٹکراتی اور گرجتی ہوئی [illegible] کنارے [illegible] کی [illegible]
میں اوشا [illegible] ساغرِ الفت [illegible] محبت و جامِ وحدت کے [illegible]
اک طرف اوشا [illegible] سہیلیوں کے ساتھ [illegible]
لینے دریا پر آئی تھی، آج وہ [illegible] منظر آ رہی تھی، وہ [illegible]
پر نہ ٹھہری، [illegible] سکھیوں کو چھوڑ کر اس نے گھر کی راہ لی۔

[illegible] اوشا [illegible] ہوتا [illegible] مرد [illegible] بھی [illegible]
کیا تھا [illegible] باپا کا [illegible] مجھے [illegible] نہیں دیتا کہ ان کے
[illegible] کوئی [illegible] طرف [illegible] دینے کو کہتا ہے۔
تمہاری [illegible] بھالی [illegible] تم سے [illegible]
کے [illegible] آسان ہے [illegible] کر [illegible]
[illegible] کیا [illegible] پر ہو گیا ہے [illegible]
بات پر راضی نہیں کہ ان کے [illegible] کوئی کام کر [illegible] میری
اچھی اوشا [illegible] مجھے [illegible] کر [illegible] کوشش کرنا [illegible]
سے [illegible] کرو کہ میں تمہیں بھول جاؤں [illegible] مجھے تیری [illegible] پریم
نہیں، بلکہ تیری آتما کو [illegible] ہے۔

سنسار [illegible] ایک سرائے ہے [illegible] رات [illegible]
صبح ہوتے ہی اپنی راہ لی [illegible] طرح میری اوشا [illegible]
ہم لوگ بھی اس پاپ سے بھری دنیا کو تیاگ دیں گے۔ پھر ہم تم [illegible]
نئے اور [illegible] سنسار میں ہوں گے۔

"پریم [illegible] کا سنسار"
[illegible] جیون سے جو مرنے [illegible] امر ہو جائے؟ اس لئے میں تمہیں
بھگوان کی [illegible] میں [illegible] ہوں۔

تمہارا بدنصیب پریمی ۔ کرن

خط پڑھ کر اوشا طفل مکتب کی طرح بلکنے لگی، دریائے اشک رواں ہوگئے، ساون کی جھڑی کی طرح تھمنے کا نام نہ لیتا، پھر بے زار ہوگئے، ذرا طبیعت سنبھلی پھر خط کو دہرانا شروع کر دیا ۔۔۔

کرن ڈاکٹر دیس کمار کا اکلوتا چشم و چراغ تھا، پریکٹس کے علاوہ اچھی خاصی زمینداری بھی تھی، دینی معاملات میں نہایت سخت تھے، کرن بچپن ہی سے اوشا کے ساتھ کھیلتا آیا تھا۔

اوشا ایک معمولی لیکن شریف گھرانے کی نور چشم تھی، منشی پریم جنہیں ڈاکٹر دیس کمار کے یہاں قلیل تنخواہ پر منشی تھے، بغل میں گھر ہونے کی وجہ سے دونوں ایک ہی ساتھ کھیلا کرتے تھے، بچپن کا زمانہ بادشاہت کا زمانہ تھا، کوئی روک ٹوک کرنے والا نہ تھا۔ دونوں میں اس قدر محبت تھی کہ ایک دوسرے کے بغیر کھانا، دوسرے کے بغیر سونا حرام، اسی طرح لمحہ بہ لمحہ دن، ہفتے، مہینے اور مہینے سے سال گزرتا گیا، ساتھ ہی دونوں بچپن سے جوانی میں قدم رکھا، دونوں ایک ہی استاد سے پڑھتے رہے، ایک ہی ساتھ کھیلے، دونوں کی عمر کے ساتھ ان کی محبت میں بھی ترقی ہوئی، یہی محبت اور یہی فطری رشتہ دونوں کا ایک ہو گیا جاتا ہے۔ شعور ان کی آنکھوں سے پردہ اٹھا اور خمار ٹوٹا، وہ اپنے نیچے ہوتا کے ساتھ اس قدر شیر و شکر ہوتے دیکھ کر چونکے اور رفتہ رفتہ احتیاط برتنا شروع کیا، یہاں تک کہ جب کرتے کرتے کرن پر پوری پابندی عائد کر دی گئی، جب اس پر بھی بس نہ چلا تو دونوں ہی کے پر تو ڑنے کو کرن کو کلکتہ بھیج دیا گیا، جہاں اعلیٰ تعلیم کرن پایہ تکمیل تک پہنچا چکا تھا، اور آج اس انداز کا خط اوشا کے نام بھیجا تاکہ اس کے سکون پہنچے، اوشا سے دیکھنے کو تڑپتے جو اس کے والدین کی ناراضگی کا باعث ہو ۔۔۔!!

"سرکار! چٹھی آئی ہے" کرن کا نوکر بولا۔

"کہاں سے آئی ہے؟" کرن نے دریافت کیا۔

"بابو جی کے یہاں سے آئی ہوگی!" نوکر نے خط دیتے ہوئے جواب دیا۔

لال باغ۔ بنارس

پیارے بیٹے! بھگوان کی کرپا سے جو کچھ بھی تمہارے بھاگ میں اور جہاں تک ہم سے ہو سکا تعلیم تم پا چکے، اب میری خواہش ہے کہ جس طرح تمہارے سارے کام پورے کئے، اسی طرح اس آخری کام کو بھی پورا کر دوں، جیون کا کیا بھروسہ، منش ابھی ہے ابھی نہیں، اور پھر یہ کہ میرے جیون کا انتم (آخری) سمے ہے۔ جیون بھر پھسلا، جیون نہ ورتھ، اسی لئے تمہارا بیاہ پورنیما کے دن ٹھیک ہوا ہے۔ جلد چلے آؤ، کیونکہ تم اعلیٰ درجہ کی سند ملی ہے، جمنا پرشاد کی لڑکی ہے، اس سال اپنے ودیالیہ کے امتحان میں فرسٹ ہوئی ہے، تمہاری پرتیکشا کر رہی ہے۔

تمہارا پتا

خط پڑھ کر نہ معلوم کن سوچ میں کرن غرق ہو گیا، ایک طرف تو والدین کی محبت، ان کی اطاعت و فرمانبرداری اس پر ہمیشہ کرتی تھی کہ وہ آج ہی بلکہ ابھی اسی وقت چلا جائے، اور ان کے مقصد کو کامیاب بنائے، ان کی تمنا پوری کرے، بیگم کی پوری مل جائے، لیکن دوسری جانب اوشا کا بھولا بھالا معصوم چہرہ بار بار دیوار سے نظر آ رہا تھا، وہ اپنی مرضی کے نازک گھیرے میں ہے کہ کس قدر تنہا ہے، اب کس سہارے پر جی سکوں گی، اور بیچاری غم و فکر سے جلتے جلتے ہی زندگی کا ۔۔۔

سے رہا ہے۔ امیر کی غریب ماں۔ وہ چند لمحوں کی مہمان ہے

پھر وہ اسے [illegible] میرا کوئی [illegible]

کرن مکان پہنچا۔ ہر طرف خوشی ہوئی۔ سب لوگ ملنے آئے

خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے۔ ہر ایک [illegible] ماتا اور اوشا بھی

بچی چند روز کی مہمان [illegible] خاطر و تواضع [illegible] کی صورت

میں کر رہی تھی، نہ جا سکی، اور جاتی کیسے۔ مگر وقت تو [illegible] تھی

مگر کرن کو معلوم ہوا کہ [illegible] میں مبتلا ہو کر [illegible]

[illegible]

میں [illegible] ہو سکتی۔ یہ میرا آخری اور اٹل فیصلہ ہے۔ اگر تمہیں منظور

ہے تو ٹھیک ہے ورنہ میرے گھر میں تجھ جیسے پوت کے لئے [illegible]

میں تمہیں ڈرتا [illegible] میں تمہیں [illegible] زیادہ

[illegible] دینے کا [illegible] خرچ کیا۔ ان کے

فیشن میں خرچ کرتا ہی ہوں، اب ان کی ہی مرضی کے مطابق شادی

بھی کر دوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کا داس ہوں، جا دور ہو جا سامنے

سے، سر پکڑ کر بیٹھے ہوئے تھے ذرا بھی رات نہ آئی۔ ان کا باپ بولا۔

تو [illegible] چلا جاتا ہوں۔ یہ کہتا ہوا وہ گھر سے نکل

گیا۔ کہاں؟ میرے لال۔ ہم بھی [illegible] ساتھ [illegible] کی ماں

روتی ہوئی دوڑی، لیکن کرن جا چکا تھا۔

اوشا کو اپنے کمرے میں [illegible] کرن گھبرایا [illegible] دبے پاؤں [illegible]

[illegible] کے کمرے میں گیا۔ مگر جوں ہی کمرے کے اندر آہستہ قدم رکھا [illegible]

کی ماں جو اوشا اپنی بیٹی کے مستقبل کے فکر میں [illegible] تھی [illegible]

[illegible] کی روح کو قلب سے نکلتے [illegible] وقت [illegible]

[illegible] کو پا کر اس کے قلب کو سکون و اطمینان حاصل ہوا اور قفس

[illegible]

[illegible] دہلی جانے کو گاڑی [illegible]

آئی [illegible] کہ نو بجے تک دہلی پہنچ جائیں گے۔ کرن

نے اس کی آنکھوں کے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔

دہلی میں کیا کرو گے؟ اوشا نے خاموشی توڑتے ہوئے

کہا۔

بھگوان کی کرپا۔ اور جو بھاگ میں ہے، کرن نے ایک

غمگین اور پژمردہ لہجہ میں کہا

ساڑھے گیارہ بجے کا وقت، سردی کا موسم، گاڑی اپنی پوری

رفتار سے فراٹے بھرتی جا رہی تھی، ریل کے باہر ساری دنیا تاریک

کبھی کبھی کسی روشنی کی جھلک دور دراز میدان میں ... تختے پر چوسر کے مہرے کی طرح نظر آجاتے تھے اور یہ دانے ... ہوئے جگنوؤں سے راکھشش کے ہونے کا شبہ ہوتا تھا۔ ہر سو سناٹا چھایا تھا، صرف شائیں شائیں اور گھڑ گھڑ کی آواز کانوں تک آ رہی تھی۔ کرن نے ... شام سے قانونی طور پر عدالت میں جا کر اوشا کو ... تھی، اور وہ دونوں اب دائمی زندگی میں بندھ چکے تھے۔ ... سردی معلوم ہوتی تھی، اور اسی سبب ... سو رہے تھے ... ہم لوگ دہلی پہنچیں گے ... کرن نے چادر تانتے ہوئے کہا ساری فکریں ... پر دراز ہو گیا۔ مگر کرن کی آنکھوں میں نیند کہاں، گھر چھوڑتے وقت اتفاق سے اس کے پاس دو تین سو روپے نوٹ کی ایک گڈی تھی۔ اور ساتھ سفر کے قریب ... کاری، جس سے اسے قدرے اطمینان حاصل تھا۔ کہ جب تک کوئی ذریعہ روزی کا نہ نکلے گا تب تک ان روپیوں سے کام چلے گا۔ پھر بھگوان پر بھروسہ۔ کیا آٹھ دس مہینے تک بھگوان کی کرپا سے بیکار رہتا رہوں گا۔ ہرگز نہیں اس کی دیا۔ اس کی دیا سے کوئی نہ کوئی ذریعہ پیدا ہو کر رہے گا۔

کرن اس طرف یہ سوچ رہا تھا۔ اور ادھر اوشا بھی اپنے غم و فکر کے عمیق سمندر میں ہچکولے کھا رہی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اف یہ سنسار بھی کتنا دکھ بھرا ہے۔ آہ اس سنسار میں کوئی کسی کا نہیں کہاں گئی وہ ممتا کی ماری ماں۔ اور کیا ہوا باپ کا وہ محبت سے لبریز دل۔ جو اپنے لخت جگر نور نظر کو بے سر و سامان گھر سے نکال دیا۔ اف دہلی میں کیسے دن گذریں گے۔ ایشور ہی بھلا کرے۔

"ارے! ارے!! یہ کیا اوشا۔ اتنا جلدی گھبرا گئی۔ سچ مچ تاریاں ... ہوا ... ہیں۔ بھگوان تو ہم لوگوں کی پرکھ کیا کرتے رہا ہے۔ یہ سنسار دکھ سے بھری ایک ندی ہے جس میں ہم لوگوں کا جیون تیرتی ہوئی کشتیاں ہیں۔ اکثر کشتیاں ڈگمگا ہی جاتی ہیں۔ پھر گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ بھگوان پر بھروسہ رکھو۔ وہی ہماری ڈگمگاتی ناؤ کو پار لگانے والا ہے۔ ... آج ... میں ملاح بنتی ہے"۔ کرن نے ... اوشا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"... دو ... ہو گئے۔ مگر ابھی تک تمہیں کہیں ... معلوم ہوتا ہے کہ بھگوان بھی مجھ ابھاگن سے ناراض ہیں۔ ... مصیبت میں ہی دیا۔ اف آپ کو بھی اپنی قسمت کا ساتھی بنا کر تباہ و برباد کر رہی ہوں۔ اچھا ہوتا کہ بھگوان ... " پھر اوشا رونے لگی۔ اوشا نے کرن بھی بھرائی ہوئی آواز میں بولا "تم میری جیون دیوتا ہو، تم سے میری جیون نیا جگمگ کر رہی ہے اور میرا سنسار ہرا بھرا نظر آتا ہے جب تم ہی مٹھانے لگو گی۔ تو میری کیا حالت ہوگی ابھی بھی دکھ اور درد ... ہوا آنسو کی ہچکیاں لے کر سرا کے لئے گل ہو جاؤں گا اف تم نہیں جانتی کہ تمہیں پا کر ہمیں کتنا سکھ اور آنند حاصل ہوا۔ ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ سورگ میں پریم ہنڈولے پر پڑا ہوں اور اندر ... جھولا جھول رہی ہیں۔ اف تم کتنی سندر، فرمانبردار اور ... ہو، اور تمہارے "ان متوالے نینوں میں جادو ہے۔" وہ جادو ... دکھ اور درد کو دور کر دیتا ہے" کہتا ہوا ... کرن اوشا کو جوش محبت میں اپنی جانب کھینچ لیتا ہے۔ "اس کے علاوہ کل میں سیٹھ ... پرشاد کے ہاں گیا تھا۔ انہوں نے وعدہ کیا ہے اور ہمیں امید ہے کہ وہ ضرور نوکر رکھ لیں گے۔ ابھی نکلی" اوشا کی ٹھنڈی اور پر ...

[illegible] غصے ... [illegible] واقعی ... [illegible]

وہ ... معلوم ... [illegible]

... [illegible]

ختم ... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible] ... ختم ہو چکا تھا ... باقی ...

... گھر کا کرایہ بھی ادا نہیں کیا تھا، مالک مکان

بیزاری ... تقاضہ کرتا اور ... سے منہ کر چلا جاتا۔

... بہت پریشان تھا۔ اسی مکاری کے عالم میں پندرہ ...

گزر گئے ... کو مکان چھوڑنا پڑا ...

... ساتھ چھوڑ دی ہے۔ ... طرح ... تھی ...

کہاں جائے کیا کرے کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا۔ بیچاری ... بھوک

سے نڈھال ہو رہی تھی، اس کا گول چہرہ بالکل اتر گیا تھا، ...

... سا چہرہ زرد پڑ گیا ... گھڑی جو ... ساتھ ...

[illegible] ... اور

... [illegible]

... [illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

... کوئی چھوٹی ... ایک مسکل

ہر جا ... اسے حل ہو جائے ... کرن کو خاموش

... نے کہا ... بغیر ... کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کرن نے

سوچا کہ ... سیٹھ کا پیر پکڑ لے ... منت سماجت کرے اور درد

کے ... کہانی سنائے، مگر اس کا خاندانی وقار اس

کی غیرت نے ... اس بات کی اجازت نہ دی ... سیٹھ جی! اب یہاں

بالکل اجنبی ہوں، کسی کو نہیں جانتا ہوں، ورنہ میرے پاس کافی نقدی

ہے ... ضمانت پر رکھ سکوں ... کرتے ہوئے اس

کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ سیٹھ جی ... تھے، صرف

ایک ہی لور سنٹر لمنٹ جگر پر آیا تھی، دہلی کے بڑے بڑے لوگوں میں شمار کئے جاتے تھے، کروڑوں روپیہ سالانہ کی آمدنی تھی۔ اس کے علاوہ لاکھوں بیگھہ جائداد کے مالک تھے، بڑی بڑی فرم و کمپنیاں تھیں، بڑے بڑے مکان کرایہ پر لگے ہوئے تھے [illegible] سیٹھ جی اپنی اکلوتی لڑکی پرتیما کو بہت عزیز رکھتے تھے جو وہ کہتی کیا جاتا تھا، آج تک اس کی کوئی فرمائش رد نہ کی گئی تھی، وہ اتفاقات سے [illegible] کی آڑ سے دیکھ رہی تھی، کرن کے [illegible] دیکھ کر اس کے حسن و جمال میں [illegible] ہو گئی، کرن ایک بھولا بھالا اٹھارہ انیس سال کا خوشرو نوجوان تھا، حسن و جمال میں یکتا [illegible] رنگ گورا تھا، [illegible] جسم [illegible] بھگوان نے بھرا رکھا تھا [illegible] پرتیما کے پتا اس بانکے نوجوان کی درخواست منظور کر لیں، مگر جب اس نے دیکھا کہ اس کے اتنا دل ہر بات پر [illegible] آ کر اور اس کی تمنا [illegible] کا [illegible] ہو رہا ہے تو شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر [illegible] اپنے پتا کے پہلو میں بیٹھ گئی، وہ مالا کی طرح [illegible] لوگوں کے دلوں پر چھاپہ مارنے والی حسینہ تھی، وہ شباب و شعر کا ایک حسین امتزاج، پیکر تھی، [illegible] شاعر کے تخیل سے زیادہ [illegible] اور نغمہ کی کیفیت سے زیادہ دلچسپ اور رنگین [illegible] زیادہ [illegible] منظر تھی، برحسن حیات کی [illegible] رہی تھیں اس کے [illegible] رخسار کی گہرائیوں میں خدائے عشق ایک پرخمار انگڑائی لے کر بیدار ہو رہا تھا، اس کے پیارے پیارے چہرہ کی ساخت میں یونانی مصور کی شوکت پنہاں تھی، مدھ بھری [illegible] آنکھیں [illegible] میں مدہوشی کن [illegible] اس کی آنکھیں نہ تھیں، بلکہ تیر خدنگ مجسم تھی، بدن سڈول جسم بھرا ہوا مرمریں، لانبے لانبے گھونگھریلے بال مثل ناگن کے کچھ پشت پر کچھ ابھرے ہوئے سینے پر ایک عجب شان سے بکھرے پڑے تھے، گویا وہ مجسمہ [illegible] تھی [illegible] سال ایف اے کے فرسٹ ایر میں تعلیم حاصل کر رہی تھی [illegible] فضا میں پلی [illegible] پڑھی [illegible] کالج کے علاوہ گھوڑوں کی سواری [illegible] سینما کا بھی [illegible] بند نہ [illegible]

"[illegible]" انجان ہو کر اس نے دریافت کیا [illegible] پتا نے جواب [illegible] انہوں نے کہاں تک تعلیم حاصل کی [illegible] دریافت کیا، میں نہیں جانتا، انہیں سے پوچھو [illegible]

"کیا میں آپ کا [illegible] (تعارف) پوچھ سکتی ہوں؟" پرتیما نے دریافت کیا "اور کہاں تک تعلیم پائی ہے؟" بصد شوق [illegible] بی اے کی ڈگری بنارس سے [illegible] ایم اے کی [illegible] سے حاصل کی ہے، چند وجوہ کی بناء پر چاکری کی تلاش ہے [illegible] بنارس [illegible] دنوں سے تلاش چاکری میں پریشان ہوں، [illegible] ناکامی سے چولی دامن کا رشتہ ہے آپ [illegible] کر یا ہو [illegible] فرمانے کا ہے ... پر اس اجنبی کا کون ضامن ہو سکتا ہے، اور نہ [illegible] پاس کافی نقدی ہے ...!!

کرن نے [illegible] مگر [illegible] جذبات کو روا [illegible] کیا [illegible] رنگ [illegible] رسیدہ [illegible] اور بھی

خوابوں کی دنیا گم ہو گئی [illegible] ایک دم [illegible]

[illegible] تھے [illegible] خواب [illegible]

ایک اپنے خواب کی دنیا سے [illegible] پیدا ہو [illegible]

[illegible] کرن نے [illegible]

[illegible]

کرن نے چلے [illegible]

ان کی [illegible]

[illegible]

کرنا [illegible]

[illegible] کیوں [illegible]

[illegible] اپنے [illegible]

[illegible] تھی اور [illegible]

[illegible] تھی [illegible] کیوں [illegible]

[illegible] تھی، اچھا [illegible]

[illegible] تمہاری خواہش کے مطابق [illegible] درخواست

[illegible] لوں گا ——— [illegible]

کرن اپنا ہوائی قلعہ [illegible]

[illegible] اپنی [illegible] کہ [illegible]

ہوئی تو کیوں؟ آج [illegible]

ہوگا [illegible] مرجھانے [illegible]

کر [illegible] اس [illegible]

[illegible] کہا۔

[illegible]

کسی [illegible] جیسے کسی گمشدہ [illegible] کے

[illegible] سوچ [illegible] لگی " اف یہ درد

[illegible] آنکھوں کے سامنے اچھی

[illegible] کی [illegible] خوبرو نوجوان کی ہے

[illegible] کتنا بھولا

[illegible] کرن [illegible] کارن [illegible] میں ملازمت کے لئے آیا

[illegible] کو [illegible] کی ضرورت

[illegible] ہوا [illegible] اپنے [illegible] کا [illegible]

[illegible] کر لیا۔ اف

[illegible] کتنا حسین ہے۔ اس کی بڑی بڑی [illegible] آنکھیں گول چہرہ [illegible]

[illegible] چھوٹے چھوٹے گھونگھر والے بال [illegible] کس انداز سے

[illegible] کے ساتھ [illegible] فراخدلی

کا اظہار کر رہا تھا [illegible]

[illegible] درخواست کر رہا تھا۔

[illegible] کی یاد [illegible] کے دل میں میٹھا میٹھا [illegible] پیدا کر رہی ہے

[illegible] نہیں ہو گیا [illegible] ہوگا۔ ورنہ آدھی

[illegible] کسی کی یاد میں [illegible] ——— [illegible]

[illegible] ——— !!

صبح ہی صبح کرن نے [illegible] صاف شفاف

[illegible] اور [illegible] کیفیات

[illegible] خیالات کے دریا میں بہتا ہوا [illegible] پہنچا پریا قبل

[illegible] کے انتظار میں تھی [illegible] تھی۔ پھر

[illegible] ہو جاتی تھی لیکن [illegible] وہ بے خود ہو گئی۔

حربہ ہاتھوں سے گر پڑا اور بے اختیار ہو کر [illegible] کے ساتھ پڑا رہ گیا۔ ادھر بیت طلبہ کی، جس سے کرن کمار پریشان ہو گیا۔ ملازمت کی خوشی پر خاک اڑ گئی، اور بالکل گھبرا گیا، قریب تھا کہ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ لاکھ ضبط کرنے پر بھی پریشانی ظاہر ہو کر رہی، اور دو قطرے پسینہ اس کی پیشانی پر دو جواہرات کی طرح دمکنے لگے۔ جس کو دیکھ کر پربھا بالکل بیتاب ہو گئی اور چاہتی تھی کہ اسے کسی خاص سے پوچھے مگر وہ اپنی نازک و مرمریں ہاتھوں سے اپنی ساڑی کے آنچل سے خشک کرتے اور اس کی پریشانی دور کرتے ہوئے اپنی پریم کہانی سنا سکے، مگر وہ اپنے ارادے میں ناکام رہی اور اپنے آپ کو سنبھالا، اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر فوراً لے گئی، وہاں اسے سرد سرد [illegible] سوا پرواز آئندہ ترقی کے وعدے پر مامور کیا اور اسے اپنے ساتھ واپس بنگلہ پر لائی جہاں کرن پربھا کے سامنے دو زانو ہو کر دونوں ہاتھ جوڑے اس انداز سے دیکھ رہا تھا کہ اس کی آنکھیں اظہار شکر کر رہی تھیں، جس کو دیکھ کر پربھا بالکل بے قابو ہو گئی اور کرن کو اس سے لپٹ کر اپنی ساری پریم کتھا سنائی، جس کو سن کر کرن کمار زیادہ پریشان ہوا، وہ [illegible] کشمکش میں پڑ گیا، جس پرانی [illegible] کو چھڑانے دوسری ناگن پہنچی، ایک [illegible] گلے پڑ گئی نا [illegible] اگر آپ شادی کر چکے ہیں تو کیا [illegible] شادی کر لیں، ہم دونوں میں [illegible] کبھی نہ جھگڑیں گے، میری درخواست منظور کر لو ورنہ تڑپ تڑپ کر جینے سے بہتر [illegible] ہم خود کشی کر لیں گے! پربھا نے [illegible] اپنی ساری رام کہانی سنائی۔ [illegible] کہا: ذرا بھی تم دلوں میں نا چاقی پیدا ہوئی [illegible] تم کیوں خودکشی کی دھمکی دیتے ہو [illegible] کی داستانیں دیکھ [illegible] کرن کے دل کو [illegible] دیا گیا۔ اور [illegible] پربھا اور کرن اوشا کو لینے گئے ——————

کار دروازے سے چند قدم آگے جا کر رک گئی، پربھا کار ہی پر انتظار کرنے لگی اور کرن کمار اندر گئے، دیکھتے کیا ہیں اوشا باہر کے سہانے منظر سے لطف اندوز ہو رہی تھی، [illegible] اوشا کے پہلو میں ننھا کشن ہمک رہا ہے۔ اوشا بہلا رہی ہے، کرن کمار کو دیکھ کر ایک دم سے چونک گئی، اور پوچھا "کیا بھگوان نے پھل ولا دیا؟" "ہاں اوشا تمہاری [illegible] اور ایشور کی کرپا سے" کرن نے ننھے کشن کے رخسار چومتے ہوئے کہا "ہاں آج جانتی ہو اوشا کہ آج پربھا ہے! پربھا بھی ان لوگوں کی باتوں کو کار کے اندر سے سن رہی ہے اور پریم سے بھرا ہوا سمندر اس کے ہردے میں بھی موجزن ہے،

اور کیا آپ جانتے ہیں [illegible] دو چندر [illegible] آکاش پھول سے نکلے ہیں۔ ایک آکاش میں روشن ہے، دوسرا [illegible] و سب سے نرالا چندر [illegible] دھرتی [illegible] بن کر چمک رہا ہے —————— اور جس وجہ سے آج پورنیما ہے۔

ایم نسیم اختر منعم آبادی
میڈیکل اسٹوڈنٹ دربھنگہ

جذباتِ دل

(از جناب [illegible] صاحب)

[illegible] فغاں ہو کر — یہ ہے اللہ کی دولت رہے [illegible] نہاں ہو کر
مصیبت [illegible] سے نہ گھبراؤ — [illegible] ملتا ہے مولا سے [illegible] امتحاں ہو کر
تمہاری [illegible] — [illegible] چند رہتے تھے ہزاروں پہ گراں ہو کر
تمہارا عزم [illegible] — [illegible] منزل سے پہلے تم نہ رکتے تھے رواں ہو کر
تمہارا کام [illegible] — [illegible] میں تم آئے تھے خدا کے رازداں ہو کر
تمہارے [illegible] — ہمیشہ کوندتی تھی دشمنوں پر بجلیاں ہو کر
تمہارے [illegible] ایک ہی [illegible] — [illegible] باطل کے گلشن میں چلو بادِ خزاں ہو کر
مگر تم میں [illegible] — خدا کے واسطے [illegible] آتش فشاں ہو کر
نمونہ بن کے دکھلا دو عمل کا [illegible] — [illegible] زمانے کے لئے نقشِ قرآں ہو کر
[illegible] شوقِ عمل تم میں [illegible] — [illegible] بارِ گراں ہو کر
رہِ پرخارِ دنیا کے مسافر [illegible] — [illegible] نگہباں بہاں ہو کر
اگر قرآں پہ عامل ہو [illegible] — [illegible] دشمن پر ہمیشہ تم گراں ہو کر
تمہارے سامنے [illegible] — [illegible] کیا بگاڑے گا کوئی بھی بدگماں ہو کر

[illegible] عمل سب ہیں
[illegible] فغاں ہو کر

پیشین گوئی اور ...

1 امیہ نے ... کسی نفیہ راستہ سے ... شہر کے ...
کے لئے ... سعد ... امیہ ... کہا۔
مثلیہ ۔ دوپہر کا وقت تھا ... آپ کی ...
آپ وتاب کے ساتھ ... زمین پر ... تھی ...
تھی ۔ ہر ایک شخص اپنے اپنے گھر ... سے
دروازہ بند کئے محفوظ طریقہ پر بیٹھا ہوا ... حضرت ...
دوست ... لوگوں سے نظر بچا کے ... شہر کے ...
لئے ... تھے ... خود ... کا ... تھا ... ل
کا ... پوچھا ... اس نے کہا
... نے جواب دیا۔
... میں آ کر ... ممکن
2 ... سعد ... کا طواف کر کے ... اور میں تو
سچ کہتا ہوں کہ اگر اس وقت سعد تمہاری ذمہ داری ...
تو اس کا سر ناک اور خون میں آلودہ نظر آتا۔
حضرت سعد ... سلمان ... ابو جہل کو زبان ...
ابو جہل کو مخاطب کر کے بولے ۔ اچھا ...... تو تم بھی عنقریب
1 اس کا نتیجہ ... کیا تم نہیں جانتے ہو کہ ......
حضرت سعد کا ... دیکھ کر ... وجود میں آنے
والے حادثہ کا تصور کر کے امیہ سر سے پاؤں تک سہم گیا ۔ چپکے سے

سعد کی ... کو ... ابو جہل کے ساتھ ...
... ابو جہل نے کہا۔
... سعد کے چہرہ پر ...
... کے لئے باہر ...
... لوگ ... کو ...
سمجھتے ہیں ... کیا تم جانتے ہو ... فرمایا ہے
گیا؟ امیہ نے ... مضطرب ... پوچھا۔
... ہم لوگوں ... آپ ...
امیہ نے پوچھا ۔ یہ معلوم نہیں ... ضرور ... حضرت
سعد نے جواب دیا۔
... ایسی ... ہاتھ ... والا
... بغیر ... اس کے پاؤں تلے
سے زمین نکل گئی ... گھر آیا
... بستر پر ... ام صفوان نے (امیہ
کی بیوی) تعجب سے پوچھا ... جنگ ...
سعد نے کہا ہے کہ ... ہم لوگوں پر حملہ آور ... ہیں۔
اس لئے ام صفوان ... مقابلہ میں لڑنے کے لئے کبھی
نہ جاؤں گا۔

ابوسفیان [illegible] قافلہ
واپس جا رہا تھا۔ اس میں حضرت عباس [illegible] بیسیوں [illegible]
قریش بھی شریک تھے۔ یہ لوگ گویا مال و دولت سے لدے ہوئے
جا رہے تھے۔ مسلمانوں کے لئے اس سے بہتر [illegible] موقع اور کیا
تھا کہ وہ اپنی کھوئی ہوئی دولت کا معاوضہ قریش سے وصول
کریں، کیونکہ انہیں شہر بدر لوگوں نے [illegible] کو تہس نہس کر
[illegible] برباد کر دیا تھا [illegible]
بڑھے۔ لیکن ابوسفیان اس معاملہ [illegible] مسلمانوں
کے ارادہ سے متنبہ ہوتے ہی پہلے تو اس نے [illegible]
ایک قاصد کو روانہ کیا، پھر بڑی چالاکی سے [illegible]
راستہ سے قافلہ کو نکال لے گیا۔

قاصد مکہ پہنچا [illegible] آنکھیں [illegible]
ہوئی تھیں، بال پریشان تھے [illegible] اضطراب
نمودار تھا، سواری [illegible]
گریبان کو چاک کیا اور ایک دردناک آواز میں — قریش [illegible]
مصیبت!! ایک زبردست مصیبت!!! محمدؐ نے تمہارے تجارتی
قافلہ کو گھیر رکھا ہے۔

اس خبر کے سنتے ہی ابوجہل [illegible]
محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے [illegible]
سے [illegible] اس بات پر [illegible]
مسلمانوں پر حملہ کرے [illegible]
مٹا دے

[illegible] بات پر تمام اہل قریش نے بھی ابوجہل کے
ہاتھ پر بیعت کی کہ ہم تمام مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے تن من
دھن سب کو قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن امیہ بن خلف
کی گردن جھکی ہوئی تھی، وہ خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ ابوجہل نے
اسے خاموش دیکھ کر کہا امیہ [illegible] ساری قوم محمدؐ سے
انتقام لینے کے لئے [illegible]
لئے تیار ہے، لیکن [illegible]
کر رہے ہو [illegible]
تباہ اور قومی شیرازہ منتشر ہو جائے گا [illegible]
سے جنگ کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر
کامیابی کا سہرا خدا نے ہمارے سر پر رکھ [illegible]
دوست تمہیں [illegible] گا۔

امیہ [illegible] ڈری ہوئی تھی جنگ کی [illegible]
[illegible] دل کانپ رہا تھا، لیکن قومی شرم و حیا [illegible]
[illegible] گھر آیا — میرے لئے سامان [illegible] درست کر دو۔
امیہ نے اپنی بیوی سے کہا — تو کیا تم [illegible] بھول گئے جو
[illegible] بھائی نے کہا تھا؟ ام صفوان امیہ کی بیوی نے پوچھا۔ امیہ
خاموش ہو گیا۔ ام صفوان نے سامان سفر درست کر دیا۔ اور
ابوجہل ایک بہت بڑی فوج لے کر مسلمانوں کو دنیا سے مٹانے
کے لئے مکہ سے نکل پڑا۔

ابوسفیان بڑی احتیاط سے قافلہ کو بچا کر چلا گیا تھا
اور ابوجہل مسلمانوں کو دنیا سے ختم کر دینے کے لئے ایک بہت بڑی

تعداد میں لشکر لے کر آ رہا ہے، یا جاسوس نے خبر [illegible] سے آکر کہا۔ آپ نے اس اہم مسئلہ میں اپنے اصحاب سے مشورہ چاہا۔ سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ [illegible] میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کی جیسی مرضی ہو جلد کیجئے۔ کیونکہ دشمنوں کا لشکر عنقریب ہم لوگوں تک پہنچ جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے بھی اسی طرح جواب دیا۔ انصار کی طرف سے جواب نہ پاکر آپ کچھ ملول خاطر سے تھے۔ ایک جوان انصاری بول اٹھا، اس میں اسلامی محبت اور ایمانی جذبہ موجود تھا۔ آنحضرت صلعم کو مخاطب کرکے "آپ ہم انصار کو کیا تصور فرما رہے ہیں؟ آپ کچھ تامل نہ کریں [illegible] ہم لوگ آپ کے آگے پیچھے دائیں بائیں رہ کر [illegible] دشمنوں کے ساتھ مقابلہ کریں گے۔ کسی امر [illegible] آپ تامل [illegible] خیال فرماتے ہوں [illegible] جواب دیا تھا کہ تم اور تمہارا خدا دونوں مل کر دشمنوں کے مقابلہ میں جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے [illegible] ایسا کبھی نہ ہوگا۔ ہم لوگ آپ کے حکم سے آگ میں [illegible] دریاؤں کو دوڑ پڑنے اور اپنی زندگی کو قربان کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر آپ ہم لوگوں کو [illegible] تب بھی ہم آپ کے ساتھ مل کر دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔" انصاروں کے شوق شہادت کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوگئے، چہرہ پر مسرت کی لکیر سی دوڑ گئی، پیشانی پر ایک نور سا چمکنے لگا۔

رمضان کا دن ہے۔ اللہ کے پیارے سارے نبیوں کے سردار اپنی مٹھی بھر جماعت کو لئے اس میدان کی طرف جا رہے ہیں جہاں عنقریب حق و باطل کا معرکہ [illegible] ہونے والی ہے۔ [illegible] جن کی کل کائنات صرف چند زرہیں، دو گھوڑے اور ساٹھ اونٹ یہی جنگ کے ساز و سامان تھے۔ چلتے چلتے ... ... اب اس میدان میں پہنچے، جس کو ہم بدر کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

دشمنوں کی فوج بھی آ گئی تھی جو مسلمانوں سے چند گنا سے بھی کہیں زیادہ تھے۔ مسلمانوں کو کم تعداد میں دیکھ کر ان کے جوش و خروش میں اور اضافہ ہو رہا تھا۔

جنگ شروع ہونے سے ایک دن قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میدان کی طرف تشریف لے گئے [illegible]۔ آپ پر ایک نامعلوم سی کیفیت طاری ہوئی [illegible] کفاروں کے بڑے بڑے سردار عتبہ، شیبہ، ہشام، ابوجہل وغیرہ کے تمام اپنے اپنے مقتل میں [illegible] نظر آئے۔

جمعہ کا دن ہے، صبح کا وقت ہے۔ آفتاب [illegible] افق مشرق میں پہاڑ کے عقب سے [illegible] جنگ زور شور سے ہو رہی ہے، تلوار کی جھنکار کی آواز فضا کے بسیط میں پھیل کر ایک کیفیت زا آور پیدا کر رہی ہے۔ خدا کا نبی اپنے مولیٰ کی بارگاہ میں گریہ و زاری کرکے مسلمانوں کی کامیابی کے لئے دعا کر رہا ہے۔

میرے مولیٰ [illegible] ہم تمام کے نفوس کا [illegible] اپنے نام لیواؤں کی لاج رکھ لینا [illegible] قیامت تک تیرا نام کی

منادی کرنے والے [illegible] گے [illegible] نوحہ خواں پرستوں [illegible] [illegible] کو طعنہ دینے کا موقع لمجائے [illegible] نور [illegible] لئے ہماری حالتوں کو دیکھ اور بیکسوں پر رحم کر

حق پرستوں [illegible] نہ موقع ہاتھ آئے

طعنہ دینگے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

ابھی کوئی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ فضائے آسمانی [illegible] بیان کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے تلوار اٹھانے سے پیشتر بہت سے نورانی ہاتھ چمکتی [illegible] دشمنوں کی گردنیں اڑا رہے ہیں [illegible] نصرت کا سہرا مسلمانوں کے سر رہا۔ [illegible] کی اسی طرح غیبی امداد ملا کرتی ہے۔

محمد [illegible] پوری منتظم جامعہ سلفیہ

[illegible]

گلاب کا پھول

صبح کا سہانا وقت اور ساون کا پرفضا [illegible] [illegible] بننے لگا [illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible] [illegible] [illegible]

مستی میں جھوم رہی تھیں، کلیاں مسکرا رہی تھیں [illegible] برابر کی شاخ پر ایک بلبل [illegible] سرخ دم ہلا ہلا کر چہک رہا تھا۔ وہ خوش [illegible] وہ اپ نہیں بولی۔

[illegible] میں [illegible] اپنے [illegible] تھی [illegible] کی شگفتہ تھی۔ [illegible] شگفتہ کلی پر بیٹھ گیا۔ اپنی چونچ سے [illegible] کلی کو سخت تکلیف ہوئی، لیکن [illegible] جھومتی رہی یکایک بلبل اڑا، وہ نیچے زمین [illegible] [illegible] مرض [illegible] چار روز [illegible] [illegible]

آل انڈیا اہلحدیث [illegible]

دنیا کا [illegible] اس کا متقاضی ہے کہ ہر [illegible]
[illegible] کو نشر و اشاعت اور تبلیغ کے [illegible]
[illegible] اور پروپاگنڈا بھی یہی [illegible]
علیہ وسلم نے فرمایا "بلغوا عنی ولو آیہ" اس لئے ہر مسلم [illegible]
[illegible] اسلام کی اشاعت میں ہر [illegible] کوشش [illegible]
[illegible] کے ماتحت ضروری ہے کہ مسلم اشاعت کے لئے کوئی انجمن [illegible]
تاکہ منظم عملی قدم اٹھے، نیز [illegible] اصلاحی اشاعت
[illegible] ہر طرح امداد کے لئے تیار رہے۔

آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس [illegible] کے ماتحت
علمائے دین و مفسرین [illegible] قائم کی اور
تمام ہندوستان کے [illegible] منسلک ہو جائیں
ملحقین کی۔ لیکن انقلاب [illegible] کے باعث اس راہ میں [illegible] مکمل
حائل ہو گیا، اور [illegible] ہوئی [illegible] تاہم اس کے سالانہ
تبلیغی اجلاس [illegible] مقامات پر ہوتے رہے۔ اس سال آرہ میں
سالانہ اجلاس کے موقعہ پر اس پرانی عملی روح کو پیدا کرنے
اور باہمی ربط و اتحاد پیدا کرنے کی غرض سے ایک شعبہ قائم کیا گیا
جو تمام ہندوستان کے اہلحدیثوں کو خواہ وہ پہلے ہی سے اپنے
مقام پر عمدہ فرائض انجام دے رہے ہوں، سب کو مل جل کر ایک
آواز اور اتحاد سے کام کرنے پر آمادہ کرے، [illegible] اختلافات

[illegible] معاملات پر قربان [illegible]
[illegible]
[illegible] اتفاق کی بنا پر رکھی گئی جس کو
[illegible] ہوں، جس کا اعلان
[illegible] اس ذیل میں تمام جماعتی
[illegible] کہ جب کوئی مضمون
[illegible] مفاد کی [illegible] اشاعت میں تامل
[illegible]

[illegible] کہ صحیح طور پر اس کی
[illegible] غرض حسن تدبیر اور کوشش
[illegible] ہے کہ ہر مقام پر افراد اہلحدیث
[illegible] کا
[illegible] کی انجمن [illegible] کی انجمنیں ایک صوبائی
انجمن قائم [illegible] کے متعلق [illegible] ضروریات
[illegible] ترقی [illegible] ممکن ہو سکتا۔ اور ہر مقامی
انجمن اپنے حلقہ [illegible] اشاعت اور تبلیغ کے فرائض
خوش اسلوبی سے انجام دے اور اپنے پروگرام و کارروائی [illegible]
[illegible] ہر ضلع صوبائی انجمن کو اور [illegible] انجمن مرکزی آل انڈیا
[illegible] حدیث کانفرنس دہلی کو مطلع کرتے رہا کریں۔ [illegible] بھی [illegible]

اتحاد اور عملی اقدام سے جو فائدہ [illegible] ہوا [illegible] اتنا [illegible] ایک سال ہی میں ظاہر ہونے لگا، امید تو [illegible] ہے کہ ہر انجمن اپنے حلقہ میں تبلیغی فرائض انجام دے رہی ہوگی۔ لیکن نظام اور باہم اتحاد سے جو نتائج برآمد ہوگئے وہ زیادہ خوشگوار اور حوصلہ افزا ہوئے۔ سلیقہ [illegible] انجمن اہل حدیث [illegible] اور مخلصانہ طور [illegible]۔

انجمنہائے اہل حدیث [illegible] جو دفتر سے ہوتی [illegible] آ رہے ہیں [illegible] مفصل اور خوش کن ہیں، جیسا کہ [illegible] انجمن اہل حدیث [illegible] سے مولانا عبدالوہاب صاحب [illegible] انجمن اہل حدیث میوات [illegible] علاقہ ہوا [illegible] کیا [illegible] کے [illegible] ان کی تبلیغی کارروائی اور [illegible] تحریک [illegible] پروگرام معلوم [illegible] تھا۔ [illegible] طبیعت بہت خوش ہوتی [illegible] کارروائی صرف کاغذی یا ریاست متعلق نہ تھی [illegible] جب میں نے علمائے دارالعلوم [illegible] علاقہ کا [illegible] انتفاعت دورہ کیا۔ تو مجھے خود [illegible] ہو گیا کہ [illegible] کی جماعت میں عمل و اخلاص کی روح پیدا ہو گئی ہے [illegible] ہر جگہ کی جماعت تو تبلیغی کام انجام دے رہی ہے [illegible] یہی میرا مقصد ہے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا۔ اگر دوسرے علاقہ میں اہل حدیث حسن تدبیر اور خلوص عمل سے کام شروع کریں [illegible] کامیابی نزدیک تر اور سہل ترین ہے، اب وقت ہے کہ جماعت بیدار ہو اور [illegible] قدم اٹھایا جائے۔ کم از کم تمام ہندوستان میں [illegible] حدیث کی حفاظت اور صحیح تبلیغ [illegible]۔

[illegible] تمام انجمنہائے اہل حدیث اپنی کارروائی [illegible] اطلاع کرتے رہیں، تاکہ [illegible] جماعتی مفاد کو اپنی ذاتی یا صرف مقامی مفاد پر ترجیح دیں، یہی [illegible]۔

خادم عبدالوہاب [illegible] اہل حدیث کانفرنس دہلی۔

رباعی

(۱)

بجلی کی طرح [illegible] سے راہ میں تھی
دیکھا تو نہ ہو [illegible]
جناب لالہ بہادر [illegible]

(۲)

ہستی کے ہے طوفان فنا رک گویا
[illegible] کہیں [illegible]
[illegible] نتیجہ فکر [illegible] منشی [illegible]

فتاویٰ

سوال

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ سالی سے شادی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

سائل ولی محمد مستری مقام [illegible] ضلع [illegible]

الجواب

جبتک بیوی نکاح میں موجود ہو اس کی [illegible] بہن سے نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر اس بیوی کو طلاق دیدی ہو یا فوت کر گئی ہو تو اس کی بہن سے نکاح کرنا جائز ہے۔ لقوله تعالیٰ حرمت علیکم امهاتکم [illegible] وان تجمعوا بین الاختین۔ والله اعلم بالصواب۔

سوال

عیدگاہ میں اتفاقاً جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

جائز ہے۔ حدیث میں آیا ہے [illegible] رضی اللہ عنہ انتقال فرما گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ عیدگاہ میں پڑھا۔ اسی طرح بیضاء کے دو لڑکوں کے جنازہ کی نماز رسول صلعم نے مسجد میں پڑھائی۔ والله اعلم بالصواب

سوال

عیدگاہ میں حائضہ عورتوں کا جانا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب

عہد نبوی میں کل عورتیں عیدگاہ جایا کرتی تھیں۔ اگر حائضہ ہوں تو [illegible] نماز صف سے پیچھے ہوتیں مصلیوں کی دعا وغیرہ میں شرکت کرتیں۔ بخاری شریف۔ والله اعلم بالصواب۔

سوال

[illegible] المیت [illegible] قبل رجلیہ کا خلاصہ مطلب کیا ہے کیا جنازہ [illegible] طرف سے میت کو قبر میں داخل کیا جائے گا [illegible] اور جنازہ [illegible] لے جاتے وقت میت کا سر آگے [illegible] بینوا توجروا [illegible]

الجواب

[illegible] المیت من قبل رجلیہ [illegible] حدیث میں اشکال صرف [illegible] ہو گیا ہو اسکی وضاحت ہو [illegible] حدیث سے ہو جاتی ہے [illegible] الله بن یزید [illegible] قبر [illegible] القبر وقال هذا من السنة [illegible] اس حدیث [illegible] بتلا دیا کہ [illegible] کا [illegible] مولانا [illegible] صاحب [illegible] اس کی شرح میں ایسا لکھتے ہیں ای [illegible] المیت [illegible] وضع فیه [illegible] دکھن سے داخل کرنا چاہئے۔ لیجانے کے وقت [illegible] سر آگے رکھنا چاہئے کیونکہ [illegible] مردہ [illegible] نہیں [illegible] والله اعلم بالصواب۔ محمد [illegible] ۱۲ [illegible]

[illegible]

معلوماتِ عامہ

زرہ بکتر جو اکثر [illegible] حضرت داؤد علیہ السلام نے [illegible]۔

[illegible] ویل نامی شخص نے [illegible] جاتا ہے کہ اس کا [illegible] تھا۔

[illegible] کے پاس ایک [illegible] ایک کروڑ ہے۔

آجکل جرمنی میں ایک ایسا [illegible] جس کی [illegible] دو ہزار میل کے فاصلہ پر [illegible] کر [illegible] تو [illegible] تلاش کرنے پر دستیاب ہو جائے۔

حال ہی میں اسپین کے کسی گاؤں میں [illegible] عورت مری ہے جس کے کل بچوں کی تعداد [illegible] کہا جاتا ہے کہ یہ عورت دنیا میں سب سے [illegible] اولاد تھی۔

مظفر پور میں ایک ایسا عجیب [illegible] درخت [illegible] تاریک راتوں میں چراغ [illegible] سائنس دانوں نے اس کی [illegible] لیکن ناکام ہی رہے [illegible]

[illegible] کہا جاتا ہے کہ اس قسم کے دو [illegible] رہتے ہیں۔ ایک آسٹریلیا کے جنگل [illegible] اور ایک [illegible]

[illegible] محلہ کمال خان [illegible] ایک [illegible] چھوٹا سا تھا۔ [illegible] ایک چھوٹی سی دم [illegible] ہزار ہا لوگوں نے اسے دیکھا [illegible] چند ہی گھنٹہ کے بعد مر گیا۔

[illegible] اطلاع ملی ہے کہ وہاں ایک [illegible] [illegible] قدرتی طور سے عربی خط میں معہ بسم اللہ کے سورۂ [illegible] لوگوں نے اسے دیکھا ہے۔ روایت ہے کہ [illegible] والا اس [illegible] بطور تحفہ شاہ افغانستان کی خدمت میں پیش [illegible]۔

[illegible] دنیا کا سب سے بڑا انڈا نیلام کیا جانیوالا ہے وہ ١٣ انچ لمبا اور ٩ انچ چوڑا ہے۔ دس ہزار برس قبل ایک [illegible] نے [illegible] مڈغاسکر میں دیا تھا اس کی نسل اب معدوم ہو چکی ہے وہ ١٢ فیٹ اونچے ہوتے تھے اور وہ بے بال [illegible] کرتے تھے۔

(ادارہ)

حالات

ممالک غیر

برٹش براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا بیان ہے کہ جرمن فوجوں نے سلونیکا پر قبضہ کر لیا ہے، اور ہوائی جہازوں، ٹینکوں، طیارہ شکن توپوں کی بھری ہوئی گاڑیاں رومانیہ سے بلغاریہ میں داخل ہو رہی ہیں۔ ہزاروں جرمن سیاحوں کے بھیس میں وہاں پہنچ چکے ہیں، بلغاریہ کی بعض سرکاری عمارتوں اور ہوائی مستقر پر جرمن جھنڈے لہرا دیئے گئے ہیں۔ یہودیوں کی دکانوں اور مکانوں کو نذر آتش کر کے جرمنوں نے تہذیب بربری کا ثبوت دیا ہے۔ بنکوں کی عمارتوں پر جرمنوں نے طیارہ شکن توپیں نصب کر دی ہیں۔

ہٹلر نے نازی پارٹی کی ۲۵ ویں سالگرہ کے موقع پر ایک تقریر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مارچ اور اپریل میں بحری جنگ ہوگی اور ہم اس وقت تک اپنے یو بوٹوں کا انتظار کر رہے تھے، مزید یہ کہا ہے کہ ایک ایسی جنگ ہوگی جس کی دشمن کو توقع بھی نہ ہوگی اور برطانیہ جس برّ اعظم کو چھوڑے گا ہم اسی مقام پر پہنچیں گے۔ ہم اس زمانہ میں بیکار نہیں رہے، بلکہ برابر تیاری کر رہے تھے۔

ام القریٰ کا نامہ نگار رقمطراز ہے کہ بلغاریہ کی فوج ...

کہ ٹرکی کا کیا رویہ ہوگا۔ بلقانی قوموں پر مردنی چھائی ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ترکوں نے اچھی چال چلی ہے کہ جرمن بھونچکے ہو کر رہ گئے ہیں، اور ٹرکی کا ارادہ ان کے لئے ایک معمہ بن کر رہ گیا ہے۔

استنبول کی خبر ہے کہ اباطے باسفورس میں آگ لگ گئی، چار جہاز جن میں پٹرول اور تیل بھرا ہوا تھا، ان تک پہنچ گئی، تیل سے بھری ہوئی دوسری کشتیوں تک بھی آگ پھیلی، لیکن آگ بجھانے والوں کی پوری کوشش کے باوجود تیل کے ٹینک تک پہنچنے سے روکا جا سکا۔

مصری اخبار "المقطم" رقمطراز ہے کہ افریقہ میں اطالوی سلطنت کا خاتمہ سمجھنا چاہئے، اور اب اٹلی کی طرف سے مصر کو خطرہ نہیں ہے۔

انگریزی ہوائی بیڑہ کے ہوائی جہازوں نے بحر روم میں جرمنی کا ایک سوداگری جہاز اور اٹلی کا ایک سپلائی جہاز ڈبو دیا ہے اور اٹلی کے ایک سپلائی جہاز اور ایک جنگی جہاز کو نقصان پہنچایا۔

قاہرہ کا نامہ نگار بیان کرتا ہے کہ جرمنی سپاہ کی ایک کور (جماعت) لیبیا میں موجود ہے۔ جس سے نہایت خطرہ

[illegible]

[illegible] ... [illegible] لوگ [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]
آسام	[illegible]
بلوچستان	[illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... بج [illegible] ... [illegible] ... شب میں روشنی [illegible]

[illegible] ... ایک سال [illegible] ... ضلع سکھر میں [illegible] ... مسلم [illegible] ... ۲۶ فروری [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible]

[illegible] ... نظام کے [illegible] ... [illegible]

[illegible] ... [illegible] ... ہو گیا جائے گا۔

(۱۳۱۲)

RGD.PN.347 رجسٹرڈ پی ۳۴۷

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر و پبلشر نے

سلفی پرنٹنگ پریس لہریا سرائے دربھنگہ

میں چھپوا کر دفتر مجلہ سلفیہ لہریا سرائے دربھنگہ سے شائع کیا

دار العلوم احمدیہ سلفیہ

سلفیہ

مرتبہ

سید عبد الحفیظ سلفی

زیر سرپرستی جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب

مجلہ سلفیہ

قیمت سالانہ عمر

جلد | شوال سنہ ۱۳۶۰ھ مطابق نومبر سنہ ۱۹۴۱ء | نمبر ۲

اغراض و مقاصد

۱:۔ دین صحیح کی اشاعت
۲:۔ اسلاف کی اصلی حالتوں کو قوم کے سامنے پیش کرنا
۳:۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت پر تبصرہ
۴:۔ دار العلوم کے حالات سے قوم کو آگاہ کرنا
۵:۔ مقاصد طلباء کی ترجمانی

آئین

۱:۔ مجلہ ہر انگریزی ماہ کے اول عشرہ میں شائع ہوا کریگا
۲:۔ صرف وہی مضامین شائع کئے جائینگے جو مجلہ سلفیہ کے معیار پر پورے اترینگے۔
۳:۔ زیادہ تر مضامین سلفی طلبا کے شائع ہوا کرینگے
۵:۔ مضامین کی نوعیت مذہبی، تاریخی، اصلاحی، تنقیدی ہوگی

شذرات

دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ کو ہندوستان کے تمام دینی مدارس میں جو امتیاز وخصوصیت حاصل ہے، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہاں تعلیمی معیار کی پابندی کے ساتھ ساتھ طلبہ کے اخلاق وعادات کی اصلی تربیت کا بہتر سے بہتر انتظام ہے۔ گذشتہ سال اس کے نصاب میں اہم تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ اس کے چند درجوں یعنی فوقانیہ، مولوی، اور عالم کے امتحانوں کا الحاق مدرسہ اگزامینیشن بورڈ سے کر دیا گیا ہے، لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس امر کا خاص لحاظ رکھا گیا ہے کہ الحاق کی وجہ سے طلبہ کی استعداد میں کسی قسم کا فرق نہ آنے پائے، اسکے لئے یہ نظم کیا گیا ہے کہ نیچے کے درجوں میں خاص نصاب جاری ہے۔ جس میں صرف ونحو، ابتدائی منطق اور فارسی واردو ادب میں ایسی ٹھوس استعداد پیدا کرا دی جاتی ہے کہ آگے چل کر انہیں کسی قسم کی دشواری محسوس نہیں ہوتی ہے، اس کے علاوہ عالم کے بعد فاضل کا ایک درجہ ہے، جس میں تفسیر، حدیث، اصول حدیث، اسرار شریعت ادب اور علم معانی وبلاغت کی تکمیل کرائی جاتی ہے۔ صرف یہی نہیں کہ نصاب کا معیار بہت بلند ہے۔ بلکہ اس کی تعلیم کے لئے جید، کہنہ مشق اور ماہر فن اساتذہ کی خدمات حاصل کی گئی ہیں، یہی وجہ ہے کہ یہاں نہ صرف صوبہ بہار بلکہ ہندوستان کے مختلف اضلاع مثلاً پنجاب، یوپی، دہلی، بنگال اور حیدرآباد کے طلبہ تعلیم پا رہے ہیں۔ اور آج سے پیشتر سینکڑوں طلبہ یہاں سے فارغ ہو کر ملک کے طول وعرض میں دین متین کی اشاعت وتبلیغ میں مصروف ہیں، درسیات کے علاوہ طلبہ کی تربیت کے لئے ایک انجمن نادی الاصلاح عرصہ انیس سال سے قائم ہے

جس کے حسب ذیل شعبہ جات ہیں، ہر شعبہ کی اعلیٰ نگرانی اساتذہ کے ہاتھوں میں ہے۔ باقی تمام فرائض خود طلبہ انجام دیتے ہیں۔

(۱) **شعبہ خطابت**:- اس شعبہ کا ہر پنجشنبہ کو دو اجلاس ہوتا ہے جس میں طلبہ اردو، فارسی، عربی اور انگریزی زبانوں میں تقریریں اور مناظرے کرتے ہیں۔

(۲) **ادارہ تحریر**:- اس کے ماتحت "مجلہ سلفیہ" جاری ہے جس کا کل کام خود طلبہ انجام دیتے ہیں۔

(۳) **دار المطالعہ**:- اس میں تقریباً ملک کے تمام بلند پایہ علمی و ادبی رسالے اور اخبارات آتے ہیں روزانہ عصر بعد یہاں بیٹھکر طلبہ ان کا مطالعہ کرتے ہیں۔

(۴) **بزم مشاعرہ**:- اس کے ذریعہ طلبہ میں شعر و سخن کا ذوق پیدا کرایا جاتا ہے۔

(۵) **شعبہ ورزش**:- طلبہ کی جسمانی صحت کا خیال کرتے ہوئے ورزش کا نظم بھی اسی انجمن کے ماتحت کر دیا گیا ہے۔

خیر مقدم

بے حد مسرت و انبساط کا مقام ہے کہ ہمارے شہر دربھنگہ سے اس سال دو نئے ادبی رسالے "ہمالہ" اور "حسن و شباب" کا اجرا ہوا ہے، ہم صمیم قلب سے اپنے دونوں معزز معاصر کا خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کی عمر دراز کرے۔

ہمالہ کے چار نمبر نکل چکے ہیں۔ ہر نمبر اپنے پچھلے سے زیادہ شاندار اور کامیاب طریقہ سے نکل رہا ہے مضامین میں تنوع ہے اور ہر طبقہ کی دلچسپی کا سامان اس میں موجود ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کی ہمت افزائی کی جائے اور تمام اسکول، کالج اور مدارس کے دار المطالعہ میں اسے جگہ دیجائے۔

"حسن و شباب" کا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر ہے طباعت و کتابت دیدہ زیب ہے مضامین میں افسانہ کی بہتات ہے، ایک آدھ علمی مضامین کو بھی جگہ دیجاتی تو زیادہ بہتر تھا۔ رسالہ مجموعی لحاظ سے قابل ستائش ہے اور ارکین ادارہ کی سعی و کوشش مستحق مبارکباد ہے، امید ہے کہ اگر اس کی ہمت افزائی کی گئی تو بہت جلد صوبہ بہار کے ممتاز رسالوں میں اس کا شمار ہوگا۔ خدا اس کے حسن اور شباب کو ہمیشہ قائم رکھے۔

"خواب کی تعبیر"

صبح کا سہانا وقت ہے، بندگان خدا اپنے معبود حقیقی کی عبادت سے عہدہ برآ ہوکر دنیا کے کاموں سے لگ گئے ہیں، اور تمام مخلوق خدا زبان حال سے اس کی حمد و ثنا میں رطب اللسان ہے۔ جناب یعقوب علیہ السلام بھی کمرے کے ایک گوشہ میں معروف عبادت ہیں، یکایک دروازہ کھلتا ہے اور ماہتاب زمین یوسف علیہ السلام اندر داخل ہوتے ہیں، اور نہایت متفکرانہ لہجہ میں گویا ہوتے ہیں، "ابا جان! میں نے رات ایک عجیب خواب دیکھا ہے، مجھے دکھلایا گیا ہے کہ گیارہ ستارے اور آفتاب و ماہتاب میرے آگے سجدہ ریز ہیں"

شفیق باپ نے آئندہ خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے کہا، "دیکھو بیٹا! اپنے بھائیوں سے یہ خواب نہ بیان کرنا، ورنہ خدشہ ہے کہ وہ شیطان کے بہکاوے میں آکر تمہارے خلاف کوئی سازش کرنے پر تل جائیں۔ باری تعالیٰ نے تمہیں پیغمبری سرفراز فرمائے گا۔ اور خوابوں کا بہت بڑا معبّر بنائے گا"

یوسف علیہ السلام باپ کی نظر میں نہایت محبوب تھے، وہ اپنے جگر پارے کو ایک لمحہ کے لئے بھی نظروں کے سامنے سے جدا کرنا گوارا نہ کرتے تھے، اس برتاؤ سے برادران یوسف آتش حسد میں جلتے تھے، اس زریں خواب کا علم ہوتے ہی ان کی جان کے دشمن ہوگئے۔ اور ان کے خلاف بری تدبیریں سوچنے لگے، ایک دن جمع ہوکر اس بات پر متفق ہوئے کہ یوسف کو جان سے ختم کردینا چاہیئے، یا ایسی جگہ لیجا کر چھوڑ دینا چاہئے کہ وہیں تڑپ تڑپ کر جان دیدے اور اس طرح سے ابا جان کی توجہ ہم لوگوں کی طرف مبذول ہوکر رہ جائے"

ایک شخص نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔ نہیں اس کو جان سے مارنا بے سود ہے، اگر تمہیں یہی کرنا ہے تو اس کو کسی تاریک کنوے میں ڈالدو۔ کوئی راہ رو اس کو نکال کر غلام بنائے گا۔ سب خوشی کے مارے اچھل پڑے اور کہا "ہاں ہاں یہی رائے درست ہے"

یہ طے کرنے کے بعد وہ باپ کے پاس آئے، اور بولے ابا جان! آپ ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے؟ ہم تو یوسف کے خیر خواہ ہیں، اس کو کل ہی ہمارے ساتھ صحرا کی طرف جاکر سیر و تفریح کی اجازت دیں، وہاں جاکر خوب کھیلیں اور کھائیں پئیں، آپ کو یقین کرنا چاہئے کہ ہم اس کے نگہبان ہیں"

لاکھ اصرار کرنے کے بعد یعقوب علیہ السلام نے جواب دیا "مجھے اس کی جدائی کی تاب نہیں، اس کی مفارقت سے میرا قلب محزون رہا کرے گا، اور مجھے اندیشہ ہے کہ تمہاری غفلت سے کوئی بھیڑیا نہ اس کو اد بوچے"

برادران یوسف: "ابا جان! ایسا کبھی نہیں ہوسکتا۔ ہمارے رہتے ہوئے بھلا کس کی مجال ہے کہ اس کو کوئی گزند بھی پہنچا سکے"

مشفق باپ نے نہایت اصرار کے بعد بادل ناخواستہ اس کو منظور کرلیا۔ اور زرق برق لباس زیب تن کرکے نہایت شفقت کے ساتھ روانہ کیا۔

آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہی وہ سنگدل اس معصوم پر ظلم کے پہاڑ توڑنے لگے، نہایت بے رحمی سے زدوکوب کیا۔ نہ ان کے چیخنے چلانے پر رحم کھایا اور نہ ان کی آہ وزاری پر انہیں ترس آیا، آخر کار جب بہت دور نکل گئے۔ اور ایسے صحرا میں آئے جہاں وحشت ہی وحشت برستی تھی، تمام چیزیں زبان حال سے اس حرکت پر لعنت کر رہی تھیں۔ لیکن یہ سنگ دل اپنی سنگ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ایک ویران کنوئے پر لائے۔ اور اس ننگ دنیا کو کنوئے میں ڈالنا چاہا۔ اس وقت وہ ستم زدہ معصوم بھائی مچل مچل کر ان کے دامن پکڑ کر فریاد کرنے لگا۔ "بھیا! بھیا!! رحم..... رحم..... رحم کرو......" ان سفاکوں نے ایک بھی نہ سنی اور اس کی قمیص اتار کر ایک رسی میں باندھ کر کنوئے میں لٹکا دیا، اور نہایت بے دردی سے اسی درمیں چھوڑ دیا۔۔۔۔۔ لیکن وہ عالم الغیب یہ جانکاہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس نے جبرئیلؑ کو بھیجکر عین وقت پر اس کی دادرسی کی اور نہایت تسلی بخش پیغام بھیجا، "یوسف! اس سے تنگ دل نہ ہو، تمہارا مستقبل نہایت درخشاں ہے، ایک دن ایسا آئے گا کہ تمہارے بھائی اس حرکت پر پشیمان ہوں گے، اور فرط ندامت سے تمہارے قدم چومیں گے۔

شام کا وقت ہے، رفتہ رفتہ کائنات عالم پر تاریکی کا تسلط ہو رہا ہے، گھروں میں چراغ روشن کئے جا رہے ہیں حضرت یعقوبؑ اپنے جگر پارہ کے بے چینی سے منتظر ہیں جوں جوں وقت گذرتا جا رہا ہے، اضطراب میں اضافہ ہو رہا ہے۔ برادران یوسف تیز تیز قدم بڑھاتے آرہے ہیں۔ رات کا کچھ حصہ گذر چکا ہے، وہ دروازہ پر دستک دیتے ہیں، جلدی سے گھر کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور وہ مصنوعی گریہ وزاری کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ اور بمشکل تمام یہ الفاظ ادا کرتے ہیں "ابا جان! اگرچہ آپ کو یقین نہ آئے گا۔ کہ ہم سچ کہہ رہے ہیں۔ لیکن آہ! ہم کیسے یقین دلائیں کہ ہمارا یوسف بھیڑیا کی نذر ہوگیا۔ اس میں ہماری غفلت ہرگز نہیں ہے ہم ایک دوڑتے ہوئے دور نکل گئے، اور یوسف کو اپنے اسباب کی نگرانی کے

لئے چھوڑ گئے، مگر سوءِ اتفاق ——— ! بدگمانی دور کرنے کے لئے صرف یہ خون آلودہ کرتہ کافی ہے"۔

حضرت یعقوبؑ نے سرد آہ بھری اور بولے، "یہ تم لوگوں کا سازش ہے اور بناوٹی حیلے ہیں جو تمہارے نفس کی پیداوار ہیں، اگر تم اپنے قول میں صادق ہوتے تو کرتہ یقیناً پارہ پارہ ہوتا، اب دامن صبر مضبوطی سے پکڑنا چاہئے، وہ خالق ارض وسماوات میری مدد کرے گا اور ضرور کرے گا"

دوپہر کا وقت ہے، دھوپ کی حدت سے پتھریلی زمین تندور کی طرح آگ ہوگئی ہے، لو لگ جانے کے خوف سے ایک قافلہ درخت کے نیچے پناہ گزیں ہے، پہاڑ کی گھاٹی میں ایک کنواں دکھائی دے رہا ہے، قافلہ والے نے ایک شخص کو پانی کے لئے بھیجا، جوں ہی وہ پانی کے لئے جھکا اس کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں، اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور یکایک پکار اٹھا، "آہا یہ تو لڑکا ہے!!

اس آواز پر قافلہ والے دوڑ پڑے اور اس چاند کے ٹکڑہ کو تاریک کنوئیں سے نکال کر مصر کی راہ لی۔

قافلہ نہایت شان کے ساتھ مصر میں داخل ہوا اور دم زدن میں یہ خبر شہر میں گشت کرگئی۔ قدرت کے اس بے مثال شاہکار کے نظارہ کے لئے شہر کی ساری خلقت ٹوٹ پڑی، بازار میں اتنا ہجوم ہوا کہ تل رکھنے کی بھی جگہ نہ تھی سپاہی نے بھیڑ کو چیرتے ہوئے کہا "ہٹو! ایک طرف با ادب کھڑے ہو جاؤ عزیز مصر کی سواری آرہی ہے،

یہ آواز آتے ہی چاروں طرف خاموشی چھا گئی۔ مجمع ساکت ہوگیا، اور لوگوں کی دو قطاریں ہوگئیں، عزیز مصر نہایت شان وشوکت سے سواری سے باہر آیا اور خاموشی کو توڑتے ہوئے دریافت کیا، کیا تم یہ گوہر نایاب مجھے دے سکتے ہو؟

ہاں جہاں پناہ . . . . ! سالار قافلہ کہتے کہتے رک گیا،

"مگر کیا؟ تم جس قدر زر و جواہر لینا چاہو، بیباکی سے کہو" عزیز مصر نے کہا۔

"عالیجاہ! میں آپ کی مرضی اپنی سمجھتا ہوں" سالار نے جواب دیا۔

عزیز مصر نے اسے زر و جواہرات سے مالا مال کردیا اور اس در انمول سے اپنے خزانہ کی کمی پوری کیا، اور اپنی ملکہ (زلیخا) کے حوالہ کرتے ہوئے کہا، اس کو نہایت عزت واحترام کے ساتھ رکھو، شاید یہ نفع بخش ثابت ہو یا اس کو اپنا ولیعہد بنائیں گے۔

زلیخا کا محل سجا ہوا ہے، اس کی آرائش نہایت خوبصورتی کے ساتھ کی گئی ہے، چاروں طرف شمعدان رکھا ہوا ہے، ایک طرف یوسف محو خواب ہے، اتنے میں ملکہ حسن زلیخا شاہی جوڑے میں ملبوس داخل ہوتی ہے اور دروازہ کی کنڈی لگا کر اس پیکر عصمت کے پاس جاکر

خواب شیریں میں ہمارا اندازہ ہوتے ہوئے کہتی ہے۔ میں نے محبت کے شعلہ کو بہت دبانے کی کوشش کی لیکن دل پر قابو نہ پاسکی، آؤ! میرے دل کے ارمان کو خون ہونے سے بچالو!!!"

یوسفؑ نے نہایت بیباکی سے جواب دیا، خدا کی پناہ! آقا کی امانت میں خیانت! یہ ہرگز نہیں ہوسکتا آقا کی ناموس میری ناموس ہے، کیا تمہاری یہ خواہش ہے کہ میں اپنے دامن عفت کو گناہ سے آلودہ کروں؟ نہیں! ہرگز نہیں! یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ ....

....

....

....

یوسفؑ! تم کو درد دل کا درماں کرنا ہوگا، تم میری گرفت سے نہیں نکل سکتے" زلیخا نے دامن پکڑتے ہوئے کہا۔

"افسوس! تم اپنی بوالہوسی کی خاطر میری عصمت پر بدنما داغ لگانا چاہتی ہو، چھوڑ دو، میرا دامن چھوڑ دو" یوسفؑ نے جھٹک کر کہا۔

زلیخا نے قمیص کا گریبان مضبوطی سے پکڑ لیا اور وہ مضطربانہ دروازہ کی طرف لپکے، عین دروازہ پر عزیز مصر سے مڈبھیڑ ہوگئی، وہ اس نا روا اختلاط کو دیکھ کر بہت برہم ہوا، زلیخا فوراً بول اٹھی، "شاہی حرم سرا کی عصمت دری ...... اف غضب ہوگیا۔

سزا، سخت سزا، قیدخانہ، یا دردناک عذاب"

ہوچکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

عزیز مصر دربار خاص میں کرسی عدالت پر جلوہ افروز ہے، دائیں، بائیں وزراء کی نشستیں ہیں، یوسفؑ نگاہیں نیچی کئے سرنگوں، عرق ندامت سے شرابور کمرہ عدالت میں کھڑے ہیں۔ عزیز مصر نے سکوت توڑتے ہوئے کہا، یوسف! مجھے تم سے ایسی توقع نہ تھی، تم میری نظر میں دنیا کی ساری چیزوں سے عزیز تھے، لیکن تم نے میری عزت کو چھیڑا ہے، اف یہ حرکت .... کیا تم اپنی براءت میں کوئی شاہد پیش کرسکتے ہو؟"

"ہاں آقا! میری پاکدامنی کی شہادت محل سرا کا ایک شیرخوار بچہ دے سکتا ہے"

شیرخوار بچہ لایا گیا، اس نے کہا "اگر قمیص کا دامن پشت کی جانب سے شق ہے تو زلیخا جھوٹی اور یوسفؑ سچے ورنہ یوسفؑ جھوٹے اور زلیخا سچی۔

قمیص دیکھنے کے بعد عزیز مصر انگشت بدنداں ہوگیا، اور گھنٹوں سر جھکائے رہا۔

(باقی سیاقی)

اے، ایم راشد صاحب مظفرپوری
متعلم جامعہ سلفیہ

انجمن نادی الاصلاح کا سالانہ انتخاب

"نادی الاصلاح" مندرجہ ذیل شعبوں پر مشتمل ہے، جن کے عہدہ داران کا انتخاب باتفاق آراء عمل میں آیا ہے جسکی تفصیل درج ذیل ہے:-

(۱) شعبہ تقریر (۲) مجلہ سلفیہ (۳) دارالمطالعہ (۴) انفرامنٹ (۵) مشاعرہ (۶) ورزش۔

جناب ڈاکٹر سید محمد فرید صاحب مہتمم جامعہ سلفیہ (سرپرست) جناب مولانا محمد اسحٰق صاحب صدر مدرس (صدر اعلیٰ) عبدالمتین مظفر پوری (جنرل سکریٹری) مولوی تفضل الرحمٰن صاحب شمس مولانگری (نائب)

شعبہ تقریر:- جناب حافظ مصلح الدین صاحب سلفی (صدر شعبہ اولیٰ) جناب مولوی صدرالدین حسن صاحب اصغری (صدر شعبہ ثانیہ) مولوی عبدالمتین صاحب دربھنگوی (نائب صدر) حافظ عبدالجبار صاحب (ناظم) حافظ ظہور حق صاحب (نائب)۔

مجلہ سلفیہ:- جناب مہتمم صاحب مدظلہ (سرپرست) جناب حافظ مصلح الدین صاحب (نگران تحریر مذہبی) جناب مولوی محمد ابوالہدیٰ صاحب (منیجر و نگران تحریر ادبی) جناب حافظ عبدالحفیظ صاحب سلفی (ایڈیٹر) حافظ عبدالرحمٰن صاحب سلفی (جوائنٹ ایڈیٹر) عبدالمتین مظفر پوری (نائب ایڈیٹر) مولوی عمیس اختر صاحب امرادی (ناظم) مولوی شرف الدین صاحب مونگیری (نائب)

اراکین ادارہ:- حافظ عبدالجبار صاحب، حافظ محمد عمیر صاحب، مولوی شمس القمحی صاحب تفضل مولانگری مولوی عبدالرحمٰن گرری

....

دارالمطالعہ:- حافظ محمد عمیر صاحب (لائبریرین) مظہر الحق (نائب)

انفرامنٹ:- مولوی عبدالرحمٰن گرری (صدر منتظم) محمد موسیٰ صاحب (نائب)

مشاعرہ:- ماسٹر سید وکیل احمد صاحب مضطر (صدر) مولوی عبدالمتین ہاشمی (ناظم) جمیل اختر صاحب (نائب)

ورزش:- مولوی عمیس اختر صاحب امرادی (ناظم) حافظ محمد اختر صاحب داناپوری (نائب)

جنرل سکریٹری

تشریح حدیث

(۱) الا کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیته فالامیر الذی علی الناس راع وھو مسئول عن رعیته والرجل راع علی اھل بیته وھو مسئول عنھم والمرأة راعیة علی بیت بعلھا وولدہ وھی مسئولة عنھم والعبد راع علی مال سیدہ وھو مسئول عنه (متفق علیه)

خبردار تم سب راعی ہو اور تم سب سے اپنی اپنی رعیت کی بابت (قیامت میں) سوال کیا جائے گا۔ جو شخص لوگوں پر امیر (حاکم یا سردار) ہے، وہ ان کا راعی ہے اور اس سے اس کی رعیت کی بابت پوچھا جائے گا۔ مرد اپنے گھر والوں کا راعی ہے اس سے ان کی بابت پوچھا جائے گا۔ عورت اپنے خاوند کے گھر اور بال بچوں کی راعی ہے۔ غلام یا خادم اپنے آقا کے مال کا راعی ہے اور اس سے اس کے مال کی بابت پوچھا جائیگا۔

(۲) لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس

خیر الناس من ینفع الناس

نہیں رحم کرتا ہے، اللہ اس پر جو نہیں رحم کرتا آدمیوں پر۔ اچھا آدمی وہی ہے جس سے آدمیوں کو نفع پہنچے۔

(۳) لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه۔ مسلمان وہ ہے جس سے سلامت رہیں مسلمان یعنے زبان کی ایذا سے اور ہاتھ کی ایذا سے سلامت رہیں

(۴) خصلتان لا شیٔ افضل منھما الایمان باللہ والنفع للمسلمین وخصلتان لا شیٔ اشر منھما الشرک باللہ والضر بالمسلمین۔ دو خصلتیں ہیں کہ ان سے بہتر کوئی خصلت نہیں ہے، ایک تو ایمان لانا اللہ پر اور دوم نفع فائدہ پہنچانا مسلمانوں کو۔ دو خصلتیں ہیں کہ ان سے بری کوئی شئے نہیں ہے، ایک تو شرک کرنا اللہ کے ساتھ، دوم ضرر دینا مسلمانوں کو۔

(۵) کل المسلم علی المسلم حرام دمه وعرضه وماله الغیبة اشد من الزنا ان الرجل یزنی فیتوب فیتوب اللہ علیه وان صاحب الغیبة لا یغفر اللہ له حتی یغفر صاحبه۔ کل چیزیں مسلمانوں کی مسلمان پر حرام ہیں۔ اس کا خون، اس کی عزت آبرو اور اس کا مال غیبت اور بدگوئی کا گناہ زنا کے گناہ سے زیادہ ہے جو زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے حق تعالی اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور غیبت کرنے والے کا گناہ اللہ ہرگز نہیں بخشتا، جبتک کہ وہ شخص جس کی غیبت کی ہو نہ بخشے۔

(۷) ان اللہ وملئکتہ واھل السموات والارض حتی النملۃ فی حجرھا وحتی الحوت فی الماء لیصلون علی معلم الناس الخیر۔ اللہ تعالیٰ فرشتے اور تمام آسمان و زمین کے رہنے والے حتیٰ کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو نیکی سکھانے والے کے حق میں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔

(۸) لان امشی مع اخی فی حاجۃ خیر من اعتکاف سنۃ اپنے بھائی کی حاجت برآری کے لئے ساعت بھر کھڑا ہونا ایک سال کے اعتکاف سے بہتر ہے۔

(۸) ما من امرء مسلم یخذل مسلما فی موضع ینتھک فیہ من حرمتہ الا خذلہ اللہ فی موطن یحب فیہ نصرتہ وما من احد ینصر مسلما فی موضع ینتقص فیہ من عرضہ وینتھک فیہ من حرمتہ الا نصرہ اللہ فی موضع یحب فیہ نصرتہ۔ جو کوئی مسلمان کی کسی ایسی جگہ مدد کرے جہاں اس کی آبرو جاتی اور بےحرمتی ہوتی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جگہ مدد کرے گا۔ جہاں وہ چاہتا ہوگا کہ میری مدد کی جائے اور جو کوئی چھوڑ دے مسلمان کو جہاں اس کی بے آبروئی ہوتی ہے اور اس کی مدد نہ کرے تو اللہ بھی اسے چھوڑ دیگا۔ اور مدد نہ کرے گا۔ جہاں وہ چاہتا ہو کہ میری مدد کیجائے۔

(۹) المومن للمومن کالبنیان یشد بعضہ بعضا۔ ایمان والوں کی مثال دیوار کی سی ہے کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو مضبوطی سے تھامے رہتی ہے۔

(۱۰) لا یحل لرجل ان یھجر اخاہ فوق ثلثۃ ایام۔ نہیں حلال ہے کسی مرد کو کہ چھوڑ دے اپنے بھائی کی ملاقات تین دن سے زیادہ۔

(۱۱) حب الوطن من الایمان۔ وطن کی محبت ایمان کی علامت ہے۔

(۱۲) من رای عورۃ فسترھا کان کمن احیی موؤدۃ۔ جو شخص کسی کے عیب کو دیکھے اور اس کو پوشیدہ رکھے وہ ایسا ہے کہ جیسے کسی نے زمین میں زندہ گاڑی ہوئی لڑکی کو دوبارہ زندہ کیا۔

(۱۳) من ضار ضار اللہ بہ ومن شاق شاق اللہ علیہ۔ جو شخص اوروں کو نقصان پہنچاتا ہے تو خدا اس کو نقصان پہنچائے گا۔ اور جو دوسروں کو تکلیف دیتا ہے تو خدا اس کو تکلیف پہنچائے گا۔

(۱۴) انصر اخاک ظالما او مظلوما فقال رجل یا رسول اللہ صلعم انصرہ مظلوما فکیف انصرہ ظالما قال تمنعہ من الظلم فذالک نصرک ایاہ۔ اپنے بھائی کی مدد کرو، خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ صلعم میں مظلوم کی تو مدد ضرور کروں گا۔ مگر ظالم کی مدد کیونکر کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اس کو ظلم کرنے سے باز رکھو یہی اس کی مدد ہے۔　(باقی آیندہ)

ایم، اے نسیم جینت گڑھی متعلم جامعہ سلفیہ

صورِ بیداری

موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالتیں دیکھ دیکھ کر کلیجہ ٹکڑے ٹکڑے اور جگر پاش پاش ہوا جاتا ہے، آہ! مسلمان کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ ایک وہ زمانہ تھا کہ مسلمانوں کی عزت و شوکت اور سطوت و سلطنت کا ستارہ آسمانِ ترقی پر ضیاء فگن تھا۔ جس کی چمک و دمک سے ہر قوم کے دلوں میں ایک خاص قسم کا اثر پیدا ہو گیا تھا۔ اگر کوئی قوم نظر بھی اٹھاتی تو ناکام اور نامراد ہو کر واپس ہو جاتی۔ اگر کوئی مقابلہ کے لئے ہمت بھی کرتا تو سوائے گردن جھکانے کے اسے کوئی چارہ نظر نہ آتا۔ اگر کوئی ان کی عزت و رفعت کو گھٹانے کے درپے ہوتا۔ ذلیل و خوار ہو کر پائمال ہو جاتا۔ مگر آج دیکھتے ہیں کہ مسلمان قعرِ ذلت میں گرے جا رہے ہیں، اور دریائے ذلت کے تھپیڑوں میں غوطے کھا رہے ہیں۔ ہر جگہ ذلت و حقارت کی نظروں سے دیکھے جاتے ہیں، ایک وہ زمانہ تھا کہ دوسری قومیں ان کے زیرِ قدم تھیں، لیکن آج وہی دوسری قوموں کے زیرِ قدم زندگی کاٹ رہے ہیں۔ اور ان کے پاؤں غلامی کی زنجیروں میں اسی طرح جکڑ دیئے گئے ہیں کہ ان سے رہائی مشکل ہی نہیں بلکہ محال نظر آتی ہے، افسوس اور صد ہزار افسوس ہے کہ ہماری تمام قوتیں ضائع ہو چکیں، ہم چاہتے ہیں کہ پھر ہماری پہلی حالت عود کر آئے، اور تاجِ سلطنت ہمارے سروں پہ درخشاں ہو۔ لیکن ایسا نہیں ہوتا، بلکہ ہماری حالت اور زیادہ خراب ہوتی جا رہی ہے۔ ہم متمنی ہیں کہ عزت و دولت ہماری قدم بوسی کرے، مگر اس کے برعکس ہم پہ افلاس کی گھٹا چھا رہی ہے۔ اور ہم اپنے آپ کو اسی میں گھرا ہوا محسوس کرتے ہیں ؎

گھٹا سر پہ ادبار کی چھا رہی ہے ٭ فلاکت سماں اپنا دکھلا رہی ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہی ہے ٭ چپ و راست سے یہ صدا آ رہی ہے
کہ کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

کیا آپ نے کبھی اس پہ بھی غور کیا ہے کہ انقلاباتِ زمانہ اور حوادثِ روزگار نے ہمارے چمکتے ہوئے آفتاب پر سیاہ پردہ کیوں ڈال دیا ہے اور ضلالت و گمراہی کی گھنگھور گھٹائیں ہم پر کیوں چھائی ہوئی ہیں۔ غور کریں اور عقلِ سلیم سے کام لیں تو آپ پر واضح ہو جائیگا

کہ ان کی وجہ صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنی مقصد اور غرض کو بھول کر دنیا میں آئے۔ انہوں نے اس کو بھلا دیا اور ہم روز ازل اللہ جل شانہ کے دربار میں جو عہدہ کرکے آئے تھے اس پر قائم نہ رہے۔ ان کی اصلی غرض و غایت یہ تھی کہ وہ اپنے سب تعلقات منقطع کرکے صرف اللہ سے اپنا رشتہ باندھیں اور واعتصموا بحبل اللہ جمیعا کی زندہ تصویر بنیں۔ اور شیطان رجیم کے مکر و فریب سے کوسوں دور رہا کریں، مگر انہوں نے اس اپنے معبود کے رشتہ کو توڑ دیا۔ اللہ و رسول کے دامن کو چھوڑ دیا۔ اور فرمان واعتصموا بحبل اللہ کی کچھ بھی قدر نہیں کی اور اسے کمزور سمجھ کر اپنا رشتہ توڑ ڈالا۔

دوستو! خدا و رسول کی محبت کو اپنا اولین فرض قرار دو اور سمجھو کہ بغیر رسول کی اطاعت کے ہمارا کوئی عمل قابل قبول نہیں ہو سکتا۔ اور اگر اللہ کے علاوہ دوسروں کی چوکھٹ پر سر کو جھکاؤ گے تو سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوگا ؎

جو کوئی پیرو رسول نہیں اس کی طاعت کرے قبول نہیں۔

سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

عزیزے کہ از درگہش سر بتافت ۔ بہر در کہ شد ہیچ عزت نیافت
خلاف پیمبر کسے رہ گزید ۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

ہماری یہ حالت ہے کہ ہم نے نفس کی اطاعت کی … ہوئے، اگر خدا و رسول کی اطاعت کرتے سرخرو ہوتے، اگر خدا کو پکارتے گل مراد سے دامن بھر لیتے

اے نفس کیا تجھے نہیں معلوم کہ حضرت یونسؑ نے دریا کے اندر مچھلی کے پیٹ میں اس کو پکارا، وہیں موجود پایا۔ حضرت یوسفؑ نے قعر چاہ میں دعوت دی وہیں پاس پایا۔ حضرت ایوبؑ نے مدہا برسوں کے بعد داد رسی چاہی وہ مہربان وہیں آیا اور فریاد رسی کی، ہمارے آقا سیار افلاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ساتویں آسمان پر آواز دی وہیں پایا۔ موسیٰ نے کوہ طور پر پکارا وہیں پایا حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے بھڑکتی ہوئی آگ میں پکارا وہیں جل جلالہ ان پہنچا لیکن ہم سمجھا ہوا پاؤں دراز کرکے خواب غفلت میں پڑے ہوئے ہیں، کچھ بھی احساس نہیں ہوتا کہ ہمیں کیا کرنا چاہئے، فرمان ہمارا … ہم نے طاق پر رکھ چھوڑا، اور بالکل اندھے بنے ہوئے ہیں کچھ نظر ہی نہیں آتا، اے قوم غافل اب بھی اٹھ کہ ہوش میں آ اور آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ فرمان الٰہی کیا ہے، اپنی پیاری عمر کو جسے تمہارے والدین نے بڑی مشقت برداشت کرکے اس حد تک پہنچایا ہے، یونہی ضائع مت کر، بلکہ آخرت کا بھی کچھ سامان کرے، کیا تمہیں نہیں معلوم کہ فوراً ہی کوچ کا نقارہ بجنے والا ہے، اور تمہارے پاس کچھ بھی زاد راہ نہیں ہے۔ اسلئے خدا کی آواز پر لبیک کہو اور سچے داعی جناب سید دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو قبول کرو اور یہ بھی جان لے کہ اگر اللہ کی محبت کو ضروری سمجھتا ہے تو حضور پر نور کی محبت کو بھی ضروری سمجھ کیونکہ حضور کی محبت نہ ہو تو ساری محبتیں بیکار ہیں، اور حضور کی عزت دل میں

نہ ہو تو ساری عزتیں بے سود ہیں۔ اگر کوئی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہے تو محمد الرسول اللہ بھی ضرور کہے، کیونکہ بغیر اس کے تو مسلمان نہیں ہو سکتا، ارشاد ہے۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور الرحیم ؕ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ کی محبت کے دعویدار ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ بھی تمہیں محبوب بنائے گا، اگر ایسا کروگے تو اللہ تعالے تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا، اسلئے کہ وہ غفور الرحیم ہے اسی طریقہ سے دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے۔ قل اطیعوا اللہ والرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین یعنی اے محمد آپ کافروں سے فرما دیجئے کہ وہ لوگ اللہ اور رسول کی اطاعت کریں، اور اگر وہ لوگ نافرمانی کریں گے تو وہ سن رکھیں کہ اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

اللہ اور رسولوں کی اطاعت کرنے والوں کو خوشخبری اور بشارت دی گئی ہے۔ من یطع اللہ ورسوله یدخله جنت تجری من تحتها الانهار خالدین فیها وذالک الفوز العظیم جو شخص اللہ اور رسول کے کہے پر چلے گا، تو اللہ تعالے اس کو ایسے باغ میں داخل کرے گا کہ جس کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے، اور نافرمانی کرنے والوں کے لئے کہا گیا، ومن یعص اللہ ورسوله ویتعد حدوده یدخله نارا خالدا فیها وله عذاب مهین ؕ جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کرے گا۔ اللہ تعالے اس کو جہنم میں داخل کرے گا۔ جس میں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اور اللہ نے اس کے لئے نہایت ذلیل کن عذاب مقرر کر رکھا ہے۔

عبد الرحمٰن مضطر دربھنگوی متعلم جامعہ سلفیہ

(بقیہ صفحہ ۲۶)

آپ بجا طور پر یہ دریافت کرسکتے ہیں کہ پٹنہ، جمشید پور یا بنگلور [illegible] کے بم بار ہوائی جہازوں کی زد کے اندر ہیں یا نہیں؟ برطانیہ کے پاس تو ایسے بم بار ہوائی جہاز ہیں جو [illegible] میل اڑ کر جا سکتے ہیں اور گولے گرا کر واپس آجائیں کہا جاتا ہے کہ نئے ڈھنگ کے بم بار جہاز امریکہ اور روس کے پاس بھی ہیں [illegible] میل جا سکتے ہیں، نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ اگر محوری طاقتوں کو ہوائی اڈے [illegible] جائیں اور وہ [illegible] ہندوستان پر [illegible] کر سکتے ہیں۔

نظم استقبالیہ

یہ نظم انجمن نادی الاصلاح کے خصوصی اجلاس منعقدہ ۱۶ ستمبر ۱۹۲۱ء میں پڑھی گئی، جو بعض احباب کے اصرار سے ہدیہ ناظرین ہے —— ایڈیٹر

بزم میں ہر سو مسرت آج ہے — رنگ فرحت رنگ عشرت آج ہے
مدرسہ کا خوب یہ اجلاس ہے — شان ہے ہمراہ شوکت پاس ہے
ہیں مدرس ہر طرح قابل یہاں — ہیں بہت فاضل بہت کامل یہاں
اس کے بانی ڈاکٹر سید فرید — اس کے ناظم نام ہے جن کا سعید
ہے دعا دل سے رہیں آباد یہ — دہر میں پھولیں پھلیں ہوں شاد یہ
بخت ہے اپنا عمر[1] آئے یہاں — جو ہیں مشہور زمن فخر زماں
آپ ہیں ہر کام میں کیا باصفا — عدل فاروقی کا چلتا ہے پتہ
کیسے عادل پاک سیرت آپ ہیں — کیسے خوش خو نیک طینت آپ ہیں
ہم پہ بیشک ہے عنایت آپ کی — ہم پہ بے شبہ ہے شفقت آپ کی
آج کاظم[2] بھی یہاں موجود ہیں — کیا خوشی ہے رنج و غم مفقود ہیں
آپ کا مشہور ہے خلق و کرم — آپ کو کہتے ہیں سب اعلیٰ ہمم
ہیں تمنا[3] بزم میں کیا زینت ہے کیا — بزم میں رونق ہے کیا فرحت ہے کیا
شاعر یکتا ہیں یہ فخر وطن — نکتہ رس معجز بیاں شیریں سخن

شکریہ ان سب کا جو محفل میں ہیں
ان کے احساں آج کیا کیا دل میں ہیں

[1] خان بہادر ابو نصر سید محمد عمر صاحب کلکٹر ضلع در بھنگہ [2] کاظم شبیر صاحب ڈپٹی مجسٹریٹ در بھنگہ [3] سید محمد کریم صاحب تمنائی بی اے، در بھنگوی۔

تجارت اور مسلمانوں کا مستقبل

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ❊ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

عہد مغلیہ میں ہم صنعت و حرفت اور تجارت کے تاجدار تھے، انگریزی حکومت کے شروع دور میں بھی ہمارے ایک ایک تاجر ایسٹ انڈیا کمپنی کے سرمایہ کے برابر تھے، جس کو اس دور کے ٹامس باٹا شوز مرچنٹ سے مثال دی جا سکتی ہے، اب غیر مسلموں نے ہم سے سبق سیکھ کر اپنا قدم جما لیا ہے، اور ہم پیچھے ہٹ گئے ہیں، بلکہ صفر کے برابر رہ گئے ہیں۔ ہماری موجودہ حالت یہ ہے کہ ہمارے پاس نہ کوئی پیسہ ہے اور نہ کوئی مستند بنک، نہ قابل ذکر انشورنس کمپنی، نہ کپڑے کی مل ہے، نہ سمنٹ اور نہ فولاد کے کارخانے، بجلی کمپنی، کاغذ کے مل، ابرک کے کارخانوں وغیرہ کا ذکر تو گویا فضول ہی ہے۔ یہاں تک کہ روئی اور غلے کی منڈی اور اب میوہ جات کے تجارت پر بھی دوسروں ہی کا اقتدار ہے۔

ہماری زندگی کاروباری اور تجارتی حیثیت سے ملیا میٹ ہو چکی ہے۔ اب ہم نہ کوئی کارخانہ دار ہیں، نہ تجارت کے تاجدار رہے ہیں، ہمارے مشغلے شکوہ شکایات بے کاری، نا چاقی، نفاق اور پھوٹ رہ گئے ہیں، اور انہیں سب برائیوں کو ہم نے اب اپنے سر لے لیا ہے۔ ہماری پستی کی انتہا یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ صرف ہم نے تجارت ہی کو بھلا نہیں رکھا ہے، بلکہ اس سے الگ رہنا اپنے لئے فخر سمجھ رکھا ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج ہماری وقعت اور عزت ہر جگہ گر چکی ہے، ہم مفلوک الحال ہو رہے ہیں۔ اور ہمارا مالی زوال گرتے ہوئے مریض کی صورت اختیار کر چکا ہے صرف نوکری سے ہم کتنی ترقی کر سکتے ہیں؟ کولہو کے بیل کی طرح محدود زمین میں پھر پھرا کر پھر اپنی اصلی جگہ پر واپس آ جاتے ہیں، کیونکہ امیدواروں کے حساب سے نشستیں بہت کم ہیں، آخر ہم کب تک خاندانی ٹکڑوں پر قناعت کا تکیہ لگائے رہیں گے، اور اس کو بیچ بیچ کر اپنی اوقات بسری کر سکیں گے۔ روٹی کا سوال روٹی روٹی چلانے سے نہیں حل ہو سکتا۔ ہماری زبون حالی تجارت سے کنارہ کشی کی وجہ سے ہے، اور یہ ہماری شامت اعمال ہے، برعکس اس کے کہ ہمارے غیر مسلم بھائی اس پیشہ کو اپنی عین عزت سمجھتے ہیں، اور وقعت کی نظر سے

دیکھتے ہیں، اور ہر وقت ان کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں، جس سے وہ صرف مالامال ہی نہیں بلکہ تجارت کے تاجدار ہو گئے، اور ہماری حیثیت محکوم کی سی ہو کر رہ گئی ہے، اب ہمارے زوال کی انتہا یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ ان کے ملوں، کارخانوں میں منیجر اور ایجنٹ تو بڑی بات ہے۔ معمولی منیم، مزدور، قلی اور دلی چپراسی کی جگہ بھی نہیں مل رہی ہے، اور وہاں سے بھی رفتہ رفتہ ہمارا اخراج کیا جا رہا ہے۔

الحمد للہ کہ اب ہمیں اصلاح کا احساس ہو رہا ہے اور انہیں سب وجوہات نے ہمیں [illegible] مدہوشی سے کسی قدر جگا دیا ہے۔ یقیناً اب ہم [illegible] کر رہے ہیں کہ مالی اور اقتصادی حالت کو سدھارنے کے لئے تجارت بہترین راہ ہے، جس کو ہم تقریباً کھو چکے ہیں اور اسی میں ہماری بقا اور زندگی کا سوال ہے۔ [illegible] دولت کو اپنی محنت و کاوش سے حاصل کرتے رہیں [illegible]

اسی طرح جس طرح جاپان نے تھوڑے عرصہ میں دنیا کی ہر منڈی پر اپنی تجارت کی ساکھ بیٹھا رکھی ہے، ویسے ہی تجارت ہمارا مذہب ہے اور ہماری عبادت ہے ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معیشت کی داغ بیل تجارت ہی سے ڈالی تھی، اور ہمارے لئے تجارت کی تاکید فرمائی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ دنیا کا نو حصہ رزق (روزی) خدا تعالیٰ نے تجارت میں رکھا ہے۔ اور ایک حصہ دیگر روزگاروں میں، اسلئے حدیث کی روشنی ہی میں مسلمانوں کا فرض اولین ہے کہ اپنی حیات مستقبل کو [illegible] اسلام ہمیں مجبور کرتا ہے اور ہر [illegible] سے توقع رکھتا ہے کہ اپنی روٹی خود کما کر کھائے خواہ وہ تھوڑی ہو۔ اور اس کے لئے کم ہی کیوں نہ ہو تجارت ہماری زندگی کا بہترین سہارا اور عبادت ہے، کاش ہماری یہ جاگ عملی ہوتا!! آؤ ہم پھر اپنی سعی اور عمل سے اپنے ماضی کی تابانی مستقبل کے آسمان پر چمکا دیں، ہم قسمت پر بہت بھروسہ کر چکے اب آرزوؤں اور قسمت پر تکیہ کا وقت نہیں رہا ؎

آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

شاہ طیب اشرف [illegible] پھلواری شریف

۱۴

رنگین خواب

کھٹ کھٹ، کھٹک کھٹکا۔

"کون ہے، کیا کام ہے؟"

"کواڑ کھولو ــــــ طاہرہ!"

"آپی (آواز پہچان کر) کیوں کیا ہے شمسہ؟ اتنی رات گئے ابھی تم جاگتی ہو۔ ہاں کسی کی جستجو ہوگی۔" طاہرہ بولی۔

"ایسے کواڑ کھولتی ہو یا توڑ دوں، پردے کی بڑی اندر سے ہی بولتی ہیں، باہر کیوں آنے لگیں، تلاش کس کی رہے گی، تمہاری اور کس کی، اندر سے بیٹھی گھر گھوڑا بازار ڈول کر رہی ہیں، ڈول [illegible]" شمسہ بولی۔

"اوئی۔۔۔ اب سمجھی۔ آپ ہیں بیگم صاحبہ معاف کرنا، بھول ہوئی" طاہرہ مسکراتی ہوئی بولی۔

"اور تم بھی ہو نا ذرا بے گی مرغی بنی رہتی ہو۔ باہر نکلنا قسم ہے" شمسہ بولی۔

"معاف کرنا بیگم صاحب، ہمیں بھی کسی کی جستجو ہوتی تب نا گلیوں کی خاک چھانتی پھرتی، غیروں سے نظریں چار کرتی [illegible]

[illegible] کا جامہ پہنا کر [illegible]

باہر کھلی ہوا میں دو منٹ کی چہل قدمی تر دامنی کا خدشہ پیدا کرتی ہے، اسی لئے معصوم کے ساتھ گھنٹوں گپ لڑایا جاتا ہے، کیوں غلط ہے نا؟" شمسہ چٹکی لیتی ہوئی بولی۔

"تو کیا بھائی کے ساتھ دو لفظ بات کرنی بھی ناجائز ہے" طاہرہ اپنی گردن کو جنبش دیتی ہوئی بولی۔

"ہاں۔ بابا آدم سے تو سبھی پیدا ہوئے ہیں اور اسی لئے تو میں باہر نکلنے سے جھجکتی نہیں، کیوں کہ سب تو بھائی ہی ہیں، پھر غیروں سے نظریں چار کرنے کا مطلب؟" شمسہ نے کہا۔

"ہٹائیے بھی ان باتوں کو۔ آپ کے آنے کا مقصد کیا ہے؟" طاہرہ بولی۔

"کیوں رنج ہو گئی۔ تم نے برا مانا۔ اچھی بات ہے۔ معاف کرو میری اچھی طاہرہ، نہیں نہیں۔ کون کہتا ہے کہ میری پیاری طاہرہ برا کہتی ہے، معذرت [illegible] اور طاہرہ کے معنی ہی پاک اور [illegible] ہماری پیاری بہن ــــ کتنا ہی بہتر [illegible] خدا نے جو [illegible]

[illegible] شمسہ نے [illegible]

اچھا اچھا — چپ بھی ہو [illegible] ہے بعض [illegible] سب خواب [illegible] بولو کیا مطلب ہے، بہت گئے [illegible] ہوئے [illegible] کے [illegible] دیتی ہوئی طاہرہ بولی۔

دونوں یہ گانا [illegible] کہاں، وہ اور رہی گال ہوگا۔ [illegible] جواب [illegible] کہا [illegible] اور [illegible] وقت [illegible] گذر رہے [illegible] جلدی کا سوجاتی ہو۔ ابھی [illegible] اور [illegible] ٹوٹا [illegible]

[illegible]

[illegible] بات ہے [illegible] نہیں معلوم [illegible] نہیں [illegible] کی [illegible] سکا بھی پھیل [illegible] نہیں — — !! طاہرہ بولی۔

[illegible] دریا کنارے چلو تو کہوں۔ [illegible] سماں کتنا ہی رنگین اور رومان پرور [illegible]

[illegible] نیل [illegible] تجلی آمیز کشتی کو کھینتا ہوا [illegible] مغرب کو چلا جا رہا تھا۔ جو [illegible] راگ میں یہ مصرع گنگنا رہا تھا

"[illegible] میں چھایا"

[illegible] کے جا بجا کھلے ہوئے نظر آ رہے [illegible] فوقتاً [illegible] کر غرقاب دریائے نیل ہو رہے [illegible] پوری روانی سے تلاش [illegible] پریشان تھا، پورے موج میں تھا۔

گاہ گاہ ٹیلوں سے ٹکرا ٹکرا کر اپنی راہ سے دور ہونے کا اشارہ کر رہا تھا۔ دریا کے کنارے سبز سبز روش پر رنگ برنگ کے پھول پتیاں مثل سبز چادر پر بیل بوٹے کے کڑھے ہوئے تھے۔ پاس ہی مانجھی کی کٹیا پیپل کے درخت تلے مثل "تنا ور باتھ" کے ذریعہ "مون باتھ" کا لطف اٹھا رہی تھی چاندنی پتیوں سے چھن چھن کر فرش زمین پر ایک ماہر مصور کے دست نازک سے کڑھا ہوا مینا کاری کا سب سے اعلیٰ و بہترین نمونہ پیش کر رہی تھی۔ مغرب کے جانب کی ریتی جھوکے سے بھری پڑی تھی۔ ہر سو ہو کا عالم تھا۔ ....

.... رہ رہ کے کوئل کی درد بھری آواز دل میں اک قسم کا سوز و گداز پیدا کر رہی تھی، دوپپیہا کی پرسوز نکلم دمترنم راگنی "پی کہاں" "پی کہاں" مثل ماہی بے آب کے تڑپائے دیتی تھی۔ سامنے دریا پار اک مندر سے ناقوس کی صدا اپنے رسیلے راگ میں الاپ رہی تھی۔

"پجاری مورے مندر میں آ ؤ رے"

سب سے بڑی و آہنی نا ؤ پر شمسہ اور اس کی کلاس فیلو طاہرہ بیٹھی ہوئی قدرت کے دل فریب و دلکش نظارے میں محو تھیں۔ یکا یک عالم مستی میں دونوں اپنے سریلے و مترنم راگ میں ساون کی ملاریں الاپنے لگیں۔ جس سے عالم پر بیخودی سی چھا گئی۔ ساری فضا مخمور نظر آنے لگی۔ دنیا کے ذرہ ذرہ میں جان پیدا ہو گئی مستی میں دریا ہلوریں لینے لگیں اسیں حال قال آنے لگے، گویا دنیا کی ہر شئے سرمست و سرشار نظر آنے لگی۔

ہاں تو آپ کا مقصد؟ آپ اپنی داستان محبت شروع کریں، جس وجہ سے آپ ہمیں یہاں تک کھینچ لائی ہیں طاہرہ نے شمسہ کو یاد دلاتے ہوئے کہا۔

ہاں واقعی میں تو بلکل بھول ہی گئی تھی، مقصد یہ ہے کہ، مقصد میرا کیا رہے گا، صرف تم سے کچھ پوچھنا ہے ایک بات میں رائے مشورہ کی ضرورت ہے، یعنے خواب کی تعبیر۔۔۔ اتنا بولکر شمسہ ایک خوفزدہ لہجہ میں بولی۔ اگر خدا نخواستہ خواب کی تعبیر صحیح نکلی تو بہت برا ہوگا، اف انجام؟ ذلت و رسوائی اور جگ ہنسائی ہوگی"۔ شمسہ نے لرزتے ہوئے انداز میں کہا۔

ذرا میں بھی تو سمجھوں کہ وہ کونسا خواب ہے، جس سے تم اس قدر پریشان ہو، جو ہوتا ہے وہ منظور خدا ہوتا ہے اور خدا جو کرتا ہے، وہ بھلا ہی کرتا ہے، بچپن کے وہم و گمان اور خوف و ہراس ہنوز تم میں موجود ہی ہیں۔ ہاں جو بات اچھی طرح دل نشیں ہوچکی ہے وہ کیونکر زائل ہوسکتی ہے۔ "وی انڈین آر سو فول" (ہم ہندوستانی اتنے بیوقوف ہیں) کہ بچوں کو ڈرا ڈرا کر کلیجے ان کے پانی کر دیتے ہیں۔ پست ہمت بزدل اور ناکارہ کر دیتے ہیں۔ جس کا اثر اس قدر سنگین اور برا ہوتا ہے کہ انسان بڑی عمر پانے پر بھی ڈرپوک ہی رہ جاتے بعض شخص میں خوف و ہراس اس قدر جاگزیں ہوجاتا ہے کہ جس کی بنا پر اکثر انسان نقدا جل بنجاتے ہیں"۔ طاہرہ اپنے خیالات کا اظہار کرتی ہوئی بولی۔

میرا خواب اتنا برا نہیں جتنا کہ تم خیال کرتی ہو، خیر سنو کہتی ہوں۔ پھر معلوم ہوجائیگا کہ کس لحاظ سے برا ہے کل رات جب میں سوگئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ ہم لوگ اسکول جارہے ہیں۔ راستہ میں ایک چھوٹی سی بچی سے ملاقات ہوئی۔ جو اسکول جارہی تھی لیکن وضع قطع سے بالکل ہی معلوم ہورہی تھی، میں نے پوچھا کہ بہن تمہارا کیا نام ہے اور تم کس کی لڑکی ہو وغیرہ وغیرہ تو اس نے جواب دیا کہ میرے آبا کا نام نظیر احمد ہے غریب کو لوگ شہزادی کہتے ہیں، ہم لوگ کلکتہ سے آئے ہیں۔ قبل سخاوت گرلز اسکول میں پڑھتی تھی" جی نہیں غریب کو شہزادی نہیں کہتے اس سے تو ثابت ہوا کہ تم غریب نہیں، میں نے مذاقاً کہا۔ آپ کی صورت تو پری کی سی ہے۔ اور حقیقی معنوں میں حور آپ کو شہزادی سے زیادہ زیب دیگا۔" ارے آپ میرا مذاق اڑا رہی ہیں، بہت خوب، مگر آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ میں آپ سے ہر طرح نیچی ہوں، تعلیم میں بھی گویا پہلے سے ہی میں، اس لئے اگر آپ ہمیں بیوقوف بنائیں گی تو میرا کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ آپ کو خود شرم ہوگی کہ آپ اپنی ایک چھوٹی بہن سے مذاق کر رہی ہیں، گستاخی معاف اگر آپ سے میں آپ کی تعریف پوچھوں تو آپ کو ناگوار نہ گذرے گا"۔ وہ بولی۔

اتنی سی بات پر تم رنج ہوجایا کرتی ہو۔ ہمیں معاف کرنا بہن، آپ کی کون برائی کی تھی میں نے۔ آخر بنگالن نہ ہیں، نزاکت چھپے، "جنت بنگال" تو مشہور ہی ہے میں اپنے کئے پر نادم ہوں ۔۔۔ اور خوش ۔۔۔ ہمیں لے کر شمسہ کہنے لگیں ۔۔۔

گئی۔ چار نئے راستہ ۔۔۔ ہوئے پوچھ ۔۔۔

ادہر ادہر کی باتیں کرتی ہوئی جب میں شہزادی کے گھر کے قریب پہنچی تو اس نے بتایا کہ یہی میرا ڈیرا ہے، اور زبردستی مجھے اپنے ہاں کھینچ لے گئی، اور اپنی امی سے میرا تعارف بڑے ہی شاندار الفاظ میں کیا۔ اس کے بعد اس کی امی نے مجھ سے کہا کہ شہزادی نئی ہونے کی وجہ سے اکثر راستہ بھٹک جایا کرتی ہے۔ بیٹی اگر تم روزانہ آؤ تو اسی راستے سے تو جاؤگی اسے بھی ساتھ لے لیا کروگی، کیوں؟ میں نے جواب دیتے ہی اقرار کر لیا اور اسی طرح ہی لیا تھا۔ پھر شگفتہ اسی طرح روزانہ اسے لینے جایا کرتی تھی، ایک دن میں جو وہاں گئی، تو عجیب ہی نکل تھا۔ وہاں ایک نوجوان اجنبی شخص سے مڈبھیڑ ہو گئی، میں بالکل گھبرائی، پسینہ سے شرابور، آج تک میں نے شہزادی کے تین بھائیوں اور ایک بہن کو دیکھا تھا، شہزادی کا اصل نام سعیدہ خانم تھا، ان کے تین بھائی، سراج الدین، صلاح الدین و معراج الدین، اور اس کی چھوٹی بہن حمیدہ خانم اور ان کی امی تھیں، بس مگر یہ کون تھے، جاننے سے قاصر رہی، غالباً وہ انہی کے بھائی ہونگے، شہزادی کتابوں کو دستور العمل کے مطابق منتخب کرکے میرے ساتھ چلنے کو تیار ہوئی، میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کون تھے، تو اس نے کہا کہ یہ تمہارے سب سے بڑے بھائی ہیں، کل ہی شام کو ایم۔ بی کا امتحان دیکر آئے ہیں، دعا کیجئے کہ اللہ اپنے حبیب کے صدقے میں انہیں کامیابی عطا کرے، تو پھر آپ کو مٹھائی کھلاؤں گی اور شگفتہ جی — ان کا نام "بشیر احمد ہے" شہزادی ایک معصومانہ انداز میں بولی، کہ شہزادی کے بھیا کا نام سننے

آتے ہوئے نظر آئے، لو یہ بھیا بھی آگئے۔ ان سے بھی مٹھائی کا وعدہ لے لوں، وہ بولی میں نے منع کیا، کہاں گئے تھے بھیا؟" اس نے بھائی سے پوچھا، انہوں نے جواب دیا ڈاکخانہ۔

اسی طرح سے صبح سے شام ہوئی، اب ہمیں کچھ وارفتگی سی محسوس ہوتی تھی، کچھ میٹھا میٹھا سا درد پہلو میں چٹکی لینے لگتا۔ ان کی متوالی رسیلی چتون اور ان کی موہنی صورت نے میرے دل کو موہ لیا تھا، میں کتاب عشق میں پہلا سبق حاصل کر چکی تھی، رفتہ رفتہ ... حاصل کرتی گئی، اور محبت کے بیج پیدا ہوکر رفتہ رفتہ اپنا اثر پوری آب و تاب سے جلوہ گر ہونے لگا، اور ؎

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

کا مصداق بن گئی۔ حتی کہ اسی وارفتگی کی حالت میں ایک دن میں نے شہزادی سے اپنے بھیا کو ایسے کہا کہ ؎

دل از پہلو بردہ ہمہ خانہ ...
چرا مہجور را محتاج درماں کردہ

تو بولی کہ آج تو بھیا کلکتہ جارہے ہیں۔ نہ معلوم کب آئیں گے، جس کو سنکر میں سناٹے میں آگئی، اور پیروں تلے زمین نکل پڑی، شرم دنیا کو بالائے طاق رکھ کر ان سے ملنے کی ٹھانی، اور درد دل سے آگاہ کرنے شہزادی کے گھر جانے کو تیار ہوگئی۔ کہ اتنے میں کمبخت دایہ نے آکر جگادیا۔ اور میں بیدار ہوگئی۔ خواب ادھوری اور شب گزر گئی۔

حیرت خیز! حیرت خیز!" طاہرہ نے کہا۔ اس میں

ہراس ہونے کی بات ہی کیا ہے، وہ کبھی آہی جائیں گے
دونوں سہیلی شمسہ اور طاہرہ خوب قہقہہ مار کر ہنسنے لگیں،
اور اسی ہنسنے میں واقعی میری نیند ختم ہوگئی اور میں بیدار
ہوگیا، میں نہ وہ شمسہ ہوں اور نہ وہ طاہرہ
معصوم بھائی کے ہاں سے رات جو اندھیرے میں
سائیکل سے آرہا تھا، کہ اتفاق سے ایک گڑھے میں جا گرا

اور اس کے بعد نہ معلوم کیا ہوا۔ اب جو ہوش میں آیا ہوں
تو خود کو سرجیکل وارڈ ایرپاسٹرا اسپتال میں پاتا ہوں۔
سرہانے میں قریب ہی اک کرسی پر معصوم بھیا بیٹھے ہیں۔
خود کو اس حالت میں پاکر ہکا بکا رہ گیا۔ کچھ سمجھ میں نہ آتا
تھا کہ معصوم بھائی چونک کر بولے، ونڈرفل !!" نہیں
رنگین خواب" میں نے معصوم بھائی کو تھپکی دیتے ہوئے کہا۔

ایم نسیم حیدر عظیم آبادی، ڈی ام، ایس

غزل

نتیجہ فکر جناب سید وکیل احمد صاحب بی، اے مضطر ہیڈ ماسٹر دار العلوم احمدیہ سلفیہ

نقشِ باطل ہی سہی کچھ تو ہمارا رہنے دے — "خاک میری نہ اڑا باد سبا رہنے دے"

ہے بجز تیرے تنہا، کون سہارا اپنا — کوئی ٹہنی تو جھکی میرے خدا رہنے دے

شمعِ تربت ہی رفیقِ شبِ تنہائی ہے — نہ بجھا اس کو صبا! باد صبا رہنے دے

اب تجھے لے دل بنیاب خدا پر سونپا — چھوڑ تدبیر عبث، فکر دوا رہنے دے

مضطرب تو ہے، تیرا ساز بھی مضطر ہی ہو — سوز دلسوز نہ بجز اور رہ مدا رہنے دے

ہوائی حملہ سے بچنے کی تدبیر

دشمن پر حملہ کرنے میں آجکل جو حربہ سب سے زیادہ کام آتا ہے وہ بم مار ہوائی جہاز ہے، مقصد یہ ہوتا ہے کہ بم مار ہوائی جہاز کے ذریعہ سے حکومت اپنے ارادہ کو مخالفت کرنے والی آبادی سے بزور منوائے، اس کی صورت یہ ہے کہ لوگوں میں دہشت پھیلائی جائے، روز مرہ کی اقتصادی زندگی کو برباد کر دیا جائے، اور آنے جانے کے راستوں اور ضروری صنعتی کارخانوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا جائے۔ وہی لوگ اس طریقہ عمل کو ناکامیاب بنا سکتے ہیں جو اپنی حفاظت تربیت اور اپنی مدد آپ کرنے کیلئے پورے طور سے منظم ہیں۔

جتنا کہ ایک سال پہلے معلوم ہوتا تھا اس سے کہیں زیادہ ہندوستان کے قریب لڑائی آپہنچی ہے۔

زیادہ تر لڑائیوں میں تو یہی ہوتا آیا ہے کہ ملک کی دفاعی طاقت اس کی فوج تک محدود رہتی ہے لیکن نازیوں کے تخیل جنگ اور ہوائی جہازوں کی بڑھتی ہوئی طاقت نے اس نظریہ کو بدل دیا ہے آجکل کے ہوائی جہازوں کے ذریعہ یہ ممکن ہے کہ کسی ملک پر حملہ کر دیا جائے حالانکہ فوج بھی سرحد پر ہی لڑ رہی ہو۔ یا فتح کرتے ہوئے آگے بڑھ رہی ہو۔

کھلے اور بلا قلعہ بندی کئے ہوئے شہروں پر جہاں کوئی جنگی ٹھکانے نہیں ہوتے بم گرانا محوری طاقتوں کو بہت پسند ہے، اس کا مقصد یہ ہے کہ شہری آبادی پریشان ہو جائے۔ ان کی ہمت پست ہو جائے اور دلوں میں ڈر سا جائے۔ یہ مقصد ذیل کی باتوں سے حاصل ہوتا ہے:—

(۱) دھماکہ سے پھٹنے والے بموں سے شہر کے لوگ مارے اور زخمی کئے جائیں

(۲) آگن بم سے یا دھماکہ سے پھٹنے والے بموں کی آگ سے عمارتوں میں آگ لگا دی جائے، تاکہ مکان والے بے گھر ہو کر بد دل اور پست ہو جائیں۔

(۳) دھماکہ سے پھٹنے والے اور آگن بموں سے صنعت تجارت، کھانے پینے کے سامان کے رسل و رسائل، آنے جانے کے راستوں اور ریلوے، جہاز، موٹر، کے ذریعہ رسل و رسائل عوام کے فائدہ کی چیز مثلاً بجلی کی روشنی یا نل وغیرہ کو بیکار کر دیا جائے۔

(۴) گیس بموں سے کھانے پینے کی چیزوں اور دوسرے سامانوں کو اس طرح خراب کر دیا جائے کہ لوگ استعمال نہ کر سکیں۔

(بقیہ صفحہ ۴۷ پر ملاحظہ ہو)

حالات

ہندوستان

۲۲، ۲۳ نومبر کو محمد علی پارک میں مزدوروں کی ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہونے والی ہے، جس کے لئے ایک وسیع اور شاندار پنڈال بنانے کا اہتمام کیا جا رہا ہے، باہر سے آنے والے ڈیلیگیٹوں کے قیام و طعام کا بھی معقول انتظام کیا جائے گا، جلسہ میں ہندوستانی ٹریڈ یونین کے مشہور و ممتاز رہنماؤں کو شرکت کی دعوت دیدی گئی ہے، اور ہندو مسلم مزدوروں کو کانفرنس کی جانب سے مدعو کیا گیا ہے۔

دہلی، حکومت ہند اس امر پر غور کر رہی ہے کہ دسمبر ۴۷ء کے بعد اخباری کاغذ منگانے کے لئے کن اصول کے ماتحت اخباروں کے لئے اخباری کاغذ کی حصہ تقسیم کی جائے۔ اس سلسلہ میں چیف کنٹرول آف امپورٹس اخباروں کو نیوز کنٹرول آرڈر کی دفعات کی طرف متوجہ کر رہے ہیں۔

علیگڈھ، مسٹر جناح علی گڈھ مسلم کانفرنس کے عظیم الشان پنڈال میں اپنی تقریر کے دوران میں یہ فرمایا کہ مسلم لیگ اپنا نصب العین پاکستان مقرر کر چکی ہے۔

اور یہ ظاہر ہے کہ فرنگی قائد اعظم کے پاس پاکستان دینے نہیں آئیں گے، بلکہ ہمیں اس کے لئے گولیاں کھانا پڑیں گی اور بہت سی قربانیاں بھی کرنی ہوں گی، لہذا ہمیں کافی طور سے تیار ہو جانا چاہئے۔

نئی دہلی ۵ نومبر، آج حکومت کی طرف سے بیان شائع کیا گیا جس میں اعداد و شمار بتائے گئے، جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حکومت کو سات کروڑ روپیہ کا نقصان ہوا ہے۔

منظفرپور

شیوہر:- معلوم ہوا ہے کہ شیوہر نواب ایچ ای، اسکول میں مسلم طلباء پر ناجائز جبر کر کے ان سے ہندو دھرم کے مطابق پرارتھنا کرائی جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے پر انہیں سختی سے اس پر پابند ہونے کا جبری حکم دیا جاتا ہے، بنابریں مسلم طلبہ میں سخت ہیجان ہے۔ ضرورت ہے کہ علاقہ کے بااثر حضرات صورت حال سے واقف ہو کر اس کی طرف توجہ کریں، ورنہ انجام کی خرابی ظاہر ہے۔

ممالک غیر

لندن منو ئی کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جاپانی فوجیں ہیفونگ پہنچی ہیں، تھوڑی فوجیں بذریعہ ریل جنوب کی جانب بھی جا رہی ہیں، اور باقی فوجیں ٹونکنگ میں موجود ہیں، چنگ کنگ میں غیر ملکی فوجی ماہرین کا یہ خیال ہے کہ جاپانی فوجیں بہت ممکن ہے کہ کنمنگ پر حملہ کریں۔ ساتھ ہی ان کا یہ بھی خیال ہے کہ انڈوچائنا میں جاپانی طاقت اس مہم کے لئے کافی نہیں ہے اندازہ لگایا جاتا ہے کہ اس وقت انڈوچائنا میں جاپانی فوجیں ستر ہزار اور طیارے ۱۵۰ ہیں، چینی حلقوں کا یہ یقین ہے کہ اگر جاپانیوں نے برما روڈ پر حملہ کر دیا تو برطانیہ اور امریکہ خاموش نہیں بیٹھیں گے۔

لندن وزارت پرواز کے ایک بیان سے یہ معلوم ہوا ہے کہ آدھی رات گذرنے کے بعد دشمن کے ایک طیارے نے کچھ بم گرائے جس سے معمولی نقصان ہوا، لیکن کوئی جان کا نقصان نہیں ہوا۔

لندن تازہ خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ روس میں سارے محاذ پر شدید جنگ ہو رہی ہے بالخصوص کریمیا میں جنگ نے انتہائی شدت اختیار کر لی ہے۔

جرمن فوجی مبصرین کو یقین ہے کہ ماسکو پر قبضہ ... ہو جائے گا اور ... بڑھنا آسان ہو جائے گا۔

لندن شاہی ہوائی طاقت کے بمباروں اور طیاروں نے جرمنی پر زبردست حملہ کیا، یہ حملہ تمام حملوں سے زبردست ترین تھا۔ برلن، کولون اور ... پر شدید بمباری کی گئی۔ برطانی طیارے دشمن پر بمباری کے لئے ... روانہ ہوئے اور ... میں متعدد طیارے ... طوفان کی وجہ سے برباد ہو گئے۔

واشنگٹن، وزیر بحریات ریاستہائے متحدہ نے آج اعلان کیا ہے کہ آئس لینڈ میں کارروائی کے لئے ایک بحری مرکز قائم کیا گیا ہے جس کے ذریعے آئس لینڈ امریکن بحری طاقت کے اہم ترین مرکز کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ گزشتہ رات سینٹ نے قانون غیر جانبداری میں ترمیم کر دیا ہے، لہذا امریکن تجارتی جہاز تمام جنگی علاقوں میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اب یہ بل پھر ایوان نمایندگان میں جا رہا ہے۔ قرینہ ہے کہ وہاں بھی بھاری اکثریت سے پاس ہو جائے گا۔

ادارہ

R.N.P.347.

سید عبدالحفیظ سلفی پرنٹر پبلشر نے سلفی پریس لہیریا سرائے دربھنگہ میں چھپوا کر دفتر مجلہ السلفیہ لہیریا سرائے سے شائع کیا